READER
BURAQ

اسیر عشق ہوں میں

تحریر: حوریہ ملک

آپریشن تھیٹر سے نکلتے ہوئے اس نے تھکے انداز میں چہرے سے ماسک ہٹایا اور اپنے روم کی جانب بڑھ گئی۔

خوبصورت مگر سادگی سے سجے روم میں داخل ہو کے اس نے اپنے ہاتھ دھوئے اور سیدھا آ کے صوفے پہ نیم دراز سی ہو گئی۔

آج اس نے بیک ٹو بیک دو آپریشنز کیے تھے جنہوں نے اسے زہنی اور جسمانی طور پہ تھکا ڈالا تھا تبھی وہ

کسلمندی سے پشت صوفے سے ٹکائے پلکیں موند چکی تھی۔

اسے اس انداز میں بیٹھے تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ" دھپ "کی زوردار آواز پہ اس کے سوئے سوئے سے اعصاب ایک دم سے بیدار ہوئے تو اس نے اپنی خوابیدہ نگاہیں اٹھا کے کھڑکی کی جانب دیکھا تو حلق سے بے اختیار چیخ بلند ہوئی۔

"ششش! ڈاکٹر چلانے کی کوشش مت کرنا ورنہ یہ آواز یونہی حلق میں دم توڑ جائے گی۔" اس سے پہلے کہ اس کی آواز شور مچاتی سیاہ ٹراوزر شرٹ میں ملبوس، اپنے چہرے کو سیاہ ماسک سے چھپائے اس شخص نے ہاتھ میں تھامی پسٹل کا رخ اس کی جانب موڑتے ہوئے بے رحم لہجے میں کہا تو اس نے فورا اپنے دونوں ہاتھ اپنے ہونٹوں پہ جماتے ہوئے اپنی آواز کا گلا گھونٹا۔

جبکہ اس کی خاموشی پہ اس کے سامنے کھڑے شخص نے اپنی سرخ ہوتی نگاہیں اس پہ گاڑھیں جو سکن کلر کے سادہ مگر دیدہ زیب لانگ شرٹ اور پاجامے پہ سفید اوورآل پہنے ہمرنگ دوپٹہ گلے میں لٹکائے ہوئے تھی۔

سیاہ بال اس وقت ڈھیلے ڈھالے سے جوڑے میں مقید تھے جس سے نکلتی چند شریر لٹیں اس کے دودھیا چہرے پہ لہراتیں بہت بھلا سا تاثر دے رہی تھیں۔

گہری مگر سرخ نگاہیں اس کا بغور جائزہ لیتیں اس

کے بالوں سے ہوتیں اس کے صبیح چہرے پہ

پھسلیں تو خوف و ہراس سے پھیلی آنکھوں سے جا

الجھیں۔

سرخ نگاہیں جب حد سے زیادہ پھیلی سیاہ گھور

آنکھوں سے ٹکرائیں تو اس کے پورے وجود میں

ایک سرد سی لہر دوڑی لیکن اس سے پہلے کہ وہ کوئی

ردعمل دیتی وہ آگے بڑھا اور دائیں جانب پڑی میز سے فرسٹ ایڈ باکس اٹھاتے ہوئے اس کی جانب بڑھا تو اس کی آنکھیں مارے خوف و بے یقینی سے مزید پھیلیں۔

کیونکہ اس شخص کے داہنے بازو سے نکلتا خون اس کے کمرے کے فرش کو داغدار کرتا جا رہا تھا، خون دیکھ کے اس کے ہاتھوں تلے مقید ہونٹوں سے گھٹی گھٹی چیخ نکلی تو اس شخص نے سرد نگاہوں سے اسے گھورا۔

"بنا کوئی آواز پیدا کیے یہ میرے بازو میں لگی گولی دس منٹ میں نکالو لیکن یاد رکھنا کہ آواز نکلی تو یہیں بھیجا اڑا دوں گا۔ "خوفناک انداز میں کہتے ہوئے اس نے اسے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا تو اس کی ٹانگیں کپکپا اٹھیں۔

وہ بہت باہمت اور میچیورڈ لڑکی تھی جو بڑے سے بڑے آپریشن کے دوران بھی گھبراتی نہیں تھی

لیکن اس لمحے اس شخص کے حلیے، اس کے ہاتھ میں دبی پسٹل اور بازو میں لگی گولی نے اسے فطری طور پہ کمزور کر دیا تھا اور وہ خود میں ایک قدم بھی بڑھنے کی ہمت نہ جتا پا رہی تھی لیکن اس شخص کے دوبارہ بولنے پہ وہ آگے بڑھی ہی تھی کہ کمرے کا دروازہ بجنے لگا۔

دستک کی آواز سن کے اس نے ایک جھٹکے سے اسے دیکھا جو پہلے ہی اس پہ نظریں جمائے ہوئے تھا۔

اس نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے سامنے صوفے پہ بے نیازی سے بیٹھے اس شخص کو دیکھا جو سگار منہ میں دبائے سلگتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

اس شخص کی شرر بار نگاہوں سے اس کے رگ و پے میں ایک سنسنی سی دوڑ رہی تھی ,وہ اس کی نگاہوں کے حصار میں ڈوبی ہوئی تھی جب ایک دفعہ پھر سے وہی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

"کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟ "مولوی صاحب کے تیسری دفعہ دہرائے جانے اس سوال پہ اس نے اس شخص کو حرکت کرتے دیکھا تو بے ساختہ اس کے لب وا ہوئے۔

"قب۔۔۔ "اس سے پہلے کے وہ اپنے الفاظ پورے کرتی کسی اور کے نام خود کو کرتی وہ اپنی جگہ سے

کھڑا ہوا اور ایک ہوائی فائرنگ کرتے ہوئے کاروائی

کو روکنے پہ مجبور کر دیا۔

اچانک ہوتی اس فائرنگ کی وجہ سے وہاں موجود

لوگوں نے دہل کے اسے دیکھا جو بہت سکون کے

ساتھ ہاتھ میں پسٹل لیے کھڑا سٹیج پہ بیٹھے دلہا دلہن

کو تک رہا تھا۔

"ڈسٹر بینس کے لیے معذرت خواہ ہوں بزرگوار !

لائیو شو دیکھنے کا بہت مزہ آرہا تھا لیکن کیا کریں کہ

دشمنِ جان نے لب کھولنے کی گستاخی کر ڈالی۔ "اس کے پرسکون لہجے کی سرد کاٹ پہ اس کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑا جبکہ نازک مگر سجا ہوا سراپا ہولے ہولے لرزنے لگا۔

"کیا مطلب ہے اس بکواس کا اور ہو کون تم؟ "راشد صاحب اس کی اس حرکت اور بات پہ آگ بگولہ ہوتے ہوئے آگے بڑھے جبکہ نواز صاحب سر

جھکائے آنے والے لمحوں کے لیے خود کو ذہنی طور پہ تیار کرنے لگے۔

"میرا تعارف آپ کے ہوش اڑا دے گا اس لیے میرے تعارف کی فکر چھوڑیے اور یہ ہال جلدی سے خالی کریں۔ "اس کی بے نیازی قابلِ دید تھی جبکہ اس کی بات سن کے راشد صاحب کو پتنگے لگ گئے۔

"نواز صاحب! باہر نکالیے اس احمق انسان کو اور جلدی سے نکاح کروایئے ہمیں جلدی نکلنا ہے۔ "

انہوں نے نواز صاحب کو کہتے ہوئے مولوی صاحب کو نکاح پڑھنے کا اشارہ کیا مگر سٹیج پہ بیٹھی اس لڑکی کا دھیان اس وقت اس شخص کے ماتھے کی پھولتی ہوئی رگ کی جانب تھا جو اس کے شدید اشتعال کی نشاندہی کر رہی تھی۔

"اب اگر کسی نے میری' بیوی 'کا نام کسی کے نام کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کی تو میں یہاں ایسی تباہیاں مچاوں گا کہ دونوں گھرانے تکتے رہ جاو گے۔ "مولوی صاحب کے پھر سے بولنے پہ وہ ضبط کھوتا بلند آواز میں دھاڑا تو مجمعے میں سناٹا چھا گیا اور لوگوں کے دل و دماغ میں بہت سارے سوالوں نے اودھم مچا لیا۔

"بیوی؟ "سب کے ہونٹوں پہ اس وقت ایک ہی سوال تھا جبکہ نگاہوں کا فوکس صرف وہ دونوں تھے۔

"بیوی ہوتے ہوئے کسی اور شخص سے نکاح؟توبہ توبہ قیامت کی نشانیاں ہیں۔ "اچانک مجمعے میں چہ مگوئیاں سی ہونے لگیں جنہیں سن کے اس کا وجود حواس کھونے کو تھا اسی لمحے وہ آگے بڑھا تو اس کے

ساتھ بیٹھا اس کا ہونے والا دلہا بے ساختہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

"آپ نے مجھ سے کیا گیا وعدہ توڑ کے جو جرم کیا ہے اب میرے خیال میں اس کی بھرپائی کا وقت آن پہنچا ہے۔" درشت لہجے میں کہتے ہوئے آس پاس کھڑے لوگوں کی پرواہ کیے بغیر اس نے اسے بانہوں میں بھرا تو وہ حواس کھو بیٹھی جسے دیکھتے ہی نواز صاحب آگے بڑھے۔

"بہت معذرت لیکن اپنے قدم وہیں روک لیجیے کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ اس لمحے میرے اندر کا جاگا ہوا وحشی انسان ہر لحاظ کو بھول جائے۔ "سرد لہجے میں بہت کچھ باور کرواتے ہوئے وہ سارے مجمعے کو حیران و بے یقین چھوڑتا اسے اپنی مضبوط بانہوں میں بھرے وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

الارم کی آواز پہ اس نے کسلمندی سے کروٹ بدلتے ہوئے الارم بند کرنا چاہا لیکن اچانک اس کے سوئے سوئے دماغ میں جیسی گھنٹی سی بجی تو وہ ایک جھٹکے سے اٹھی اور لپک کے چھوٹا سا الارم کلاک اٹھایا تو اسے ایک جھٹکا سا لگا۔

"یہ کیا طریقہ ہے الارم سات بجے کا لگاو تو اس کو بجنا بھی تو سات بجے ہی چاہیے نا۔" وہ روہانسے لہجے میں بڑبڑاتی ہوئی اپنے پلنگ سے اٹھی۔

"الارم تو سات بجے سے بج رہا ہے لیکن تمہارے کانوں میں اس غریب کی آواز نہیں پہنچ سکی تھی۔ " کمرے میں داخل ہوتی منتشا اس کی بڑبڑاہٹ سن کے بولی تو وہ ایک گھوری اس پہ ڈالتی جلدی سے اپنے کپڑے کھینچ کے واشروم کی جانب بڑھنے لگی۔

"کہاں جانے کی تیاری ہے؟ "اس کے ہاتھ میں تھامے کپڑے دیکھ کے وہ جلدی سے اس کے

سامنے آتے ہوئے بولی تو اس نے بیزاری سے اس رکاوٹ کو دیکھا۔

"شادی کرنے جا رہی ہوں، تم نے جانا ہے؟ "طنزیہ انداز میں کہتے ہوئے اس نے اس کی جانب دیکھا تو منتشا اسے گھورنے لگی۔

" تمہاری شادی کے لیے بھی مجھے اچھی وائبز کبھی نہیں آتی کیونکہ مجھے لگتا ہے کہ تم شادی کی اطلاع

بھی ہمیں یونہی بھاگتے ہوئے دو گی لیکن ابھی مہربانی کر کے یہ بتاؤ کہ کہاں جانے کی تیاری ہے؟ منتشا نے ناک چڑھاتے ہوئے کہا۔

"جاب کے لیے جا رہی ہوں۔ "اس نے اب کے لہجے کو متوازن رکھتے ہوئے جواب دیا تو منتشا کے ساتھ ساتھ ناشتے کی ٹرے اندر لاتیں مسز جوزف بری طرح سے چونکیں۔

"تم جاب کیوں کرو گی؟ "مسز جوزف نے آگے بڑھ کے فوراً استفسار کیا تو وہ ان دونوں کے اس رد عمل پہ بے حد بدمزہ ہوئی۔

"فار گاڈ سیک! اتنا بچکانہ بے ہیو شو نہ کریں، جاب کروں گی پر اپر کوئی چوری چکاری نہیں کروں گی۔ " وہ جھنجھلا اٹھی۔

"لیکن تم جاب کرو گی کیا اور کہاں پہ؟ "منتشا نے الجھی نگاہوں سے اس کا پر سکون چہرہ دیکھا جو ہمیشہ ہر حال میں یونہی پر سکون اور ہر فکر سے آزاد رہتا تھا۔

"دو تین ویکینسیز دیکھی ہیں کمپنیز کی ادھر جاوں گی اور کام جو بھی ہوا کر لوں گی اب پلیز مجھے فریش ہونے دو۔ "وہ انہیں سامنے سے ہٹاتے ہوئے

واشروم میں گھس گئی تو وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کے رہ گئیں۔

"بیٹا آپ کیسے کر سکتی ہیں اتنی ٹف سٹڈی؟ "فرحان صاحب نے ناشتہ کرتی زرش کو کہا تو اس نے معصوم سی شکل بنا کے اپنے پاپا کو دیکھا۔

"پاپا!میں کر لوں مینیج پلیز آپ ایگری تو ہوں نا۔ "

اس نے ناشتہ وہیں چھوڑ کے فرحان صاحب کا بازو

تھامتے ہوئے التجائیہ لہجے میں کہا تو فرحان صاحب

نے بے بسی سے حدیقہ بیگم کو دیکھا جو دونوں باپ

بیٹی کا لاڈ دیکھتی مسکرا رہی تھیں۔

"پاپا یو نو لوگ ترستے ہیں ایسے میرٹ اور موقعوں

کے لیے آپ پلیز ایگری ہو جائیں نا، آئی سویئر میں

ضرور کر لوں گی اسے کیری۔" ایف ایس سی پری

میڈیکل میں شاندار رزلٹ آنے کے بعد اس نے جب میڈیکل پڑھنے کی اجازت طلب کی تو فرحان صاحب نے فورا منع کر دیا کہ میڈیکل کی خشک اور ٹف سٹڈی اس کے لیے مینیج کرنا بے حد مشکل ہو گا لیکن نجانے اس کے دماغ میں کون سا خلل داخل ہو چکا تھا کہ وہ مسلسل ضد پہ اٹکی ہوئی تھی اور پھر اس کے بے حد اصرار پہ فرحان صاحب نے اسے رضامندی دے دی۔

لیکن اس کے ساتھ ہی انہوں نے اس کے لیے الگ سے گاڑی اور ڈرائیور کا بھی فوری بندوبست کیا۔

"آپ دنیا کے سب سے بیسٹ پاپا ہیں۔ "فرحان صاحب کے مکمل رضامندی دینے پہ وہ ان کے گلے میں بانہیں ڈالتی محبت سے بولی تو وہ اپنے گھرانے کی رونق کو مسکراتے دیکھ کے کھل اٹھے۔

"اتنی گاڑیاں ہوتی ہیں صبح صبح روڈز پہ لیکن نجانے کیوں پھر بھی مائیں بچوں کے جلدی نہ اٹھنے کا رونا روتی ہیں۔" روڈ کے کنارے چلتی وہ گاڑیوں کے ہجوم کو دیکھتی بڑبڑا رہی تھی۔

روڈ کے دونوں اطراف نظر ڈالتی وہ بیڈ سے ویکینسیز کے ایڈ نکال رہی تھی جب ایک گاڑی زن سے اس کے پاس سے گزری تو وہ بے اختیار لڑکھڑائی اور جلدی سے سٹریٹ لائٹ کے پول کو تھاما۔

"ایڈیٹ "!وہ بے اختیار بلند آواز میں بولی تو آگے

کی طرف بھاگتی گاڑی میں سے ایک خوبصورت

دوشیزہ نے گردن نکال کے اس کی جانب دیکھا اور

بیگ سے کچھ نوٹ نکال کے روڈ پہ پھینکے اور اس کی

جانب اشارہ کیا تو اس کی اس حرکت کا مطلب

سمجھتی وہ سن سی رہ گئی۔

"خدا تمہارا غرور خاک میں ملائے۔ "بے اختیار اس

کی پلکیں نم ہوئیں جبکہ ہونٹوں سے بے ساختہ یہ

الفاظ نکلے جو اگلے ہی لمحے قبولیت کا شرف پا چکے

تھے۔

-

تپتپاتی ہوئی گرمی سے بے حال وہ پیشانی سے پسینہ

پونچھتی اس لمحے" عالم اینڈ سنز کمپنیز "کے سامنے

کھڑی اپنے سفید سینڈل میں ملبوس پاؤں ہولے

ہولے زمین پہ مار رہی تھی۔

"چل میری جان! اب یہاں ٹرائی مار۔ "وہ خود کو حوصلہ دیتی آگے بڑھی تو توقع کے عین مطابق گارڈز نے فورا اسے روکا لیکن اس نے بہت سکون کے ساتھ ویکینسی ایڈ اس کے سامنے کیا تو وہ اس نے اسے اندر جانے کی اجازت کی۔

اس کی توقع کے مطابق بلڈنگ جتنی باہر سے شاندار دکھ رہی تھی اس سے کئی گنا زیادہ وہ اندر سے

شاندار تھی، گلاس وال سے سجی بلڈنگ دیکھنے والوں پہ بہت سحر انگیز تاثر چھوڑ رہی تھی، بلڈنگ کا تفصیلی جائزہ لیتی وہ آگے بڑھتی جا رہی تھی جب اسے بلڈنگ میں غیر معمولی چہل پہل محسوس ہوئی جسے وہ عادتاً نظرانداز کرتی ریسیپشن پہ پہنچی اور جاب انٹرویو کی بابت استفسار کیا۔

"میم یو ویٹ ان ویٹنگ روم، انٹرویوز ول سٹارٹ شارٹلی۔)"میم آپ ویٹنگ روم میں انتظار کریں،

انٹرویوز جلد ہی سٹارٹ کیے جائیں گے (سامنے کھڑی لڑکی کی خوبصورتی سے متاثر ریسیپشنسٹ خوبصورت اور شستہ انداز میں کہتے ہوئے اس نے اسے ویٹنگ روم کی جانب بڑھنے کا اشارہ کیا تو وہ انتظار کا ایک دفعہ پھر سے سوچ کے بدمزہ سی ہونے لگی لیکن چارو ناچار ویٹنگ روم کی جانب بڑھ گئی۔

"مجھے نہیں لگتا کہ آج انٹرویوز ہوں گے۔" ویٹنگ روم میں بیٹھی ایک ماڈرن سی لڑکی اپنی ساتھی کے کان میں بڑبڑائی تو اس کے کان کھڑے ہو گئے۔

"کیوں؟ "اس کی ساتھی نے فورا استفسار کیا۔

"کیونکہ آج کے دن اس کمپنی کے آنر" شیر افگن عالم "اپنی کمپنی کے تمام ورکرز کی وشز کو سنتے اور پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ "اس نے فورا

توجیہہ پیش کی تو اس کی ساتھی کے ساتھ ساتھ اس کے چہرے پہ بھی الجھن پھیلی۔

"کیا مطلب؟ آج کا ہی دن کیوں؟ "اس کے دل میں مچلتے سوال کو اس کی ساتھی نے الفاظ کا روپ دیا۔

"بڑے لوگ کسی نہ کسی طریقے سے خود کو سب سے منفرد بنانے کی کوشش کرتے ہیں، شیر افگن

عالم سال کے آٹھ مہینے تو ملک سے باہر رہتے ہیں
اس لیے ان کے ورکرز سے ان کا سامنا کم ہی ہوتا
ہے لیکن آج کے دن سنا ہے کہ وہ تمام ورکرز بلکہ
اس دن کمپنی میں موجود تمام لوگوں کی وشز کو
سنتے بھی ہیں اور استطاعت اور طاقت کے مطابق
پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ "وہ لڑکی شاید
اس کمپنی کی مکمل معلومات لے کے آئی تھی تبھی
مکمل تفصیل سے گویا ہوئی تو انتظار سے کوفت زدہ

'ژالے میر ' بھی اب کے دلچسپی سے کمپنی میں بھاگتے دوڑتے مگر پرجوش ورکرز کو دیکھنے لگی.

اس مجمع کو دیکھتے ہوئے اس کے اندر اس شخص کو دیکھنے کی ہڑک جاگ اٹھی جو اتنا بڑا دعویٰ کر کے اتنے مجمع کے سامنے کھڑا ہونے کی جرات کرتا تھا لیکن جب انتظار طوالت پکڑنے لگا تو وہ اپنی خواہش

پہ لعنت بھیجتی بیزاری کا شکار ہونے لگی، اور وہ ادھر ادھر دیکھتی دھیان بھٹکانے کی سعی کر رہی تھی۔

سفید سینڈل میں مقید دایاں پاؤں زور زور سے جھلاتے ہوئے وہ گود میں رکھی فائل پہ مسلسل انگلیاں بجا رہی تھی جبکہ چمکتی نگاہیں سامنے کھڑے مجمع پہ مرکوز تھیں۔

"عجیب انسان ہیں یہاں کے، اگر یہ" وش ڈے "والا ڈرامہ آج رکھنا تھا اور انٹرویوز کس خوشی میں لے رہے آج؟ "چیونگم منہ میں ڈالتے ہوئے اس نے بیزاری سے سر جھٹکا، اسی لمحے مجمع میں چیخ و پکار مچ گئی جو اس بات کی گواہ تھی" شیر افگن عالم "بلڈنگ میں داخل ہو چکا ہے۔

لیکن انتظار سے کوفت زدہ وہ چیخ و پکار سے بیزار فریش ہونے کے لیے واشروم کی جانب بڑھنے لگی کہ ظاہر ہے اس کی ایسی کوئی وش نہ تھی جو وہ اس شخص سے پوری کرواتی لیکن وزیٹنگ روم سے دائیں جانب مڑتے ہوئے اس کی نگاہ گلاس ڈور کے پار گئی تو اس کے قدم وہیں ٹھٹھک گئے۔

بلیو کلر کے شاندار سے تھری پیس سوٹ میں ملبوس، اپنی چھا جانے والی پرسنالٹی اور یونانی دیوتاوں کے سے حسن سے مالا مال اپنے اردگرد جمے ہجوم سے بے نیاز اپنی ہلکی بھوری آنکھیں اپنے ساتھ چلتی بلیو میکسی میں ملبوس لڑکی پہ مرکوز کیے وہ مسکراتے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا جبکہ اس کی شخص کی سحر

انگیز پرسنالٹی سے نظریں چراتے ہوئے جیسے ہی اس نے اس کے ساتھ چلتی لڑکی کو دیکھا تو اس کی آنکھیں نجانے کیا سوچ کے مسکرا اٹھیں اور وہ واشروم جانے کا ارادہ کینسل کرتی اسی بھیڑ میں جا گھسی جس کے سامنے کچھ دیر بعد وہ شخص وہاں موجود ہر شخص کی اپنی استطاعت کے مطابق وش پوری کرنے والا تھا۔

"ایکسکیوز می! آئی ہیو آ وش؟ "جب کافی دیر تک اس کی باری نہ آئی تو وہ زور سے بولی تو شیر افگن کے ساتھ کھڑا اس کا پرسنل اسسٹنٹ اس کی سمت متوجہ ہوا۔

"جی میم! کیا چاہیے آپ کو؟ "وہ پروفیشنل انداز میں مسکراتے ہوئے بولا تو' ژالے میر 'نے چمکتی نگاہیں اس کے پہلو میں کھڑی لڑکی پہ گاڑھتے ہوئے اونچی آواز میں بولی۔

"مجھے ' شیر افگن عالم 'چاہیے۔ "اس کی بلند آواز کی گونج پہ پورے مجمع میں سناٹا چھا گیا جبکہ اس کی آواز

پہ قیوم صاحب کی جانب متوجہ شیر افگن نے گردن گھماتے ہوئے سرد نگاہوں سے آواز میں تعاقب میں دیکھا تو ماتھے پہ بے اختیار بل نمایاں ہونے لگے۔

مسٹرڈ رنگ کے ٹاپ اور سفید کلر کی جینز کے ساتھ اپنے سیاہ بالوں کو مسٹرڈ رومال میں سمیٹے بلیو فائل

سینے سے لگائے بہت سکون سے کھڑی انہیں تک رہی تھی۔

"ایکسکیوز می میم "!اس کے چہرے پہ چھائے تاثرات سے گھبراتے ہوئے اس کے پی اے نے خشمگیں نگاہوں سے اسے گھورا لیکن وہ اثر لیے بغیر سکون سے دوبارہ بولی۔

"سوری آئی وانٹ ٹو میری ود شیر افگن عالم۔)"سوری لیکن مجھے شیر افگن عالم سے شادی کرنی ہے (اس کے دوبارہ کہنے پہ دبی دبی سرگوشیاں اور کسی قدر خوف پھیل گیا کہ سب ہی شیر افگن کی دہشت اور غصے سے واقف تھے۔

وہ سکون سے کھڑی اس لڑکی کے چہرے کے

بگڑے تاثرات کا جائزہ لے رہی تھی جب وہ مضبوط

قدم اٹھاتا، اس ہجوم کو چیرتے ہوئے اس کی جانب

بڑھا تو ژالے میر کا ارتکاز اور سکون ٹوٹنے لگا لیکن

وہ اپنی اندرونی حالت کے برعکس مسکراتی ہوئی اپنی

جگہ پہ ڈٹی رہی یہاں تک کہ قدم قدم چلتا ہوا

شیر افگن اس کے بے حد نزدیک آن پہنچا، اتنا

نزدیک کے اسے لگ رہا تھا کہ وہ اس کی بڑھتی ہوئی

دھڑکنوں کی آواز محسوس کر رہا ہو گا۔

"شیر افگن کو شیر افگن سے مانگنے کی جرات کی ہے،
انعام تو بنتا ہے تمہارا ژالے میر۔ "اس کی سیاہ
آنکھوں میں اپنی بھوری آنکھیں ڈالتے ہوئے وہ
گھمبیر لہجے میں بولتا ہوا اس کے صبیح چہرے پہ جھکا تو
سارے ہجوم پہ گویا سناٹا سا چھا گیا جبکہ دوسری
جانب ژالے میر اپنے چہرے پہ محسوس ہوتے اس

کے دہکتے لمس کی شدت محسوس کرتی ایک جھٹکے

سے پیچھے ہٹی۔

-------------------،----------

"فراز بابا! جلدی جلدی گاڑی ڈرائیو کریں نا، مجھے

یونیورسٹی جلدی پہنچنا ہے۔" ددھیا کلائی پہ بندھی

نفیس سی گھڑی پہ ایک نظر ڈالتی وہ گاڑی ڈرائیو کرتے فراز بابا سے بولی جو اس کے کہے پہ ہولے سے سر ہلاتے گاڑی کی سپیڈ ہلکی سی بڑھا گئے۔

گاڑی کی سپیڈ بڑھنے پہ مطمئن ہوتی وہ ہولے سے خمدار پلکیں موندتی گاڑی کی سیٹ پہ سر ٹکا گئی لیکن اگلے ہی لمحے گاڑی ایک جھٹکے سے رکی تو اس اچانک افتاد پہ اس نے بے ساختہ اگلی سیٹ کی پشت کو تھام کے خود کو سنبھالا۔

"کیا ہوا بابا؟ "وہ فوراً متفکر لہجے میں گویا ہوئی لیکن فراز بابا کا دھیان اس کی بات کی بجائے سامنے تھا جہاں ایک نقاب پوش ان کی گاڑی سے ہلکا سا ٹکرا کے گرنے کے بعد سیدھا کھڑا ہو رہا تھا۔

فراز بابا کی خاموشی پہ اس نے جب نگاہیں اٹھائیں تو بے ساختہ اس کے وجود میں خوف کی لہریں سی جاگ اٹھیں کیونکہ وہ جو کوئی بھی بہت عجیب نگاہوں سے گاڑی اور اس میں موجود" زرشالے عالم "کو دیکھ رہا تھا۔

اس کی نگاہوں کی لپک سے گھبراتے ہوئے اس نے فورا اپنی پلکیں جھپکیں اور بلا ارادہ وہ سیٹ کے پیچھے ہوتی خود کو اس کی نگاہوں سے محفوظ رکھنے کی سعی کرنے لگی لیکن اسی لمحے فراز بابا نے گاڑی آگے بڑھا دی تو وہ شکر کا سانس لیتی بے ساختہ پیچھے دیکھنے لگی جہاں اب گزرتی گاڑیوں کے ہجوم میں وہ نقاب پوش غائب ہو چکا تھا۔

دروازے پہ جب دوسری دفعہ دستک ہوئی تو وہ اپنی جگہ پہ اچھل سی پڑی اور بے ساختہ مدد طلب نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جو بہت گہری نگاہوں سے اس کے چہرے کے بدلتے رنگوں کا جائزہ لے رہا تھا۔

"ب۔۔باہر کوئی ہے۔ "اس کی خوفزدہ آواز گونجی کیونکہ اسے ایک بار پھر سے لگ رہا تھا کہ وہ زندگی کے اسی مقام پہ آ کھڑی تھی جہاں بدنامی اس کا مقدر تھی تبھی وہ بہت طرح پینک ہو چکی تھی۔

"مجھ تک آنے میں جتنی دیر لگاؤ گی دروازے کے
باہر موجود افراد کی لسٹ طویل ہوتی جائے گی۔ "
اس کی سرد آواز گونجی تو مارے بے بسی کے اس کی
آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے جو سامنے بیٹھے شخص
کے تاثرات میں نامعلوم سا تغیر برپا کر گئے۔

تبھی وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کے روم سے ملحقہ
واشروم کی جانب بڑھ گیا۔

"جو بھی ہے باہر اسے جلدی سے فارغ کرو۔" اسے بے لچک انداز میں حکم دیتے وہ غائب ہوا تو وہ بے یقینی سے واش روم کے ادھ کھلے دروازے کو دیکھتی دستک کی زوردار آواز پہ جلدی سے ہوش میں آئی اور اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرتی خود کو نارمل کرنے کی سعی کرنے لگی۔

کانپتی ٹانگوں اور دھڑکتے دل کے ساتھ آگے بڑھ کے اس نے دروازہ کھولا تو سامنے کھڑے شخص کو دیکھ کے اس نے پرسکون سا سانس خارج کیا۔

"ڈاکٹر صاحبہ !چائے کا آرڈر دے کے کدھر سو گیا تھا؟ "پشتون لڑکا جو ہاسپٹل میں ڈاکٹرز کو چائے سرو

کرتا تھا وہ ہلکے سے نروٹھے لہجے میں بولا تو وہ پھیکا سا مسکرائی۔

"میں واشروم تھی اس لیے لیٹ ہو گئی۔" اپنے مخصوص انداز میں کہتے ہوئے اس نے اس کے ہاتھ سے چائے کی پیالی لی اور جلدی سے دروازہ بند

کرتے ہوئے اسی کے ساتھ ٹیک لگا کے کھڑی ہو گئی۔

"اگر جو ہاسپٹل میں یا گھر میں کسی کو پتہ کہ میں ایک شخص کے ساتھ یوں ایک کمرے میں مقید ہوں تو۔۔۔" یہ سب سوچتے ہوئے اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور اس نے ایک جھٹکے سے

آنکھیں کھولیں تو اس کی ریڑھ کی ہڈی تک سنسنا اٹھی۔

کہ وہ عجیب سا شخص واشروم سے نکل کے صوفے پہ براجمان اسی پہ نگاہیں گاڑھے ہوئے تھا۔

"ڈاکٹر! جلدی کرو۔ "اس نے محسوس کیا کہ اب کی بار اس کی آواز میں ہلکی سی نقاہت بھی محسوس ہو رہی تھی تبھی وہ کوئی جائے فرار نہ پاتی اس کی جانب بڑھی اور اس سے قدرے فاصلہ رکھ کے صوفے پہ بیٹھی تو اگلے ہی لمحے اس کے دل و دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا اور اس نے گردن اٹھا کے بغور اس شخص کا چہرہ دیکھنے کی کوشش کی۔

"تم۔۔۔آپ۔۔آپ۔۔۔ "اس کے ہونٹوں سے لفظ ٹوٹ ٹوٹ کے نکلے جنہیں سن کے اس شخص نے ترچھی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"ڈاکٹر!بدنام زنانہ شخص ہوں، اتنی دیر میرے ساتھ کمرے میں بند رہی تو بدنام ہو جائیں گی اس لیے

مجھے گھورنے کی بجائے اگر اپنے کام پہ توجہ دیں گی تو آسانی ہو گی۔ "اس کے استہزائیہ لہجے پہ اسے یوں محسوس ہوا کہ کسی نے ابلتا ہوا پانی اس پہ انڈیل دیا ہو۔

تبھی وہ ہر احساس کو جھٹکتی اس کے زخمی بازو کی جانب متوجہ ہوئی اور اس پہ لپٹا ہوا سیاہ کپڑا ہٹایا تو اس کے دل کو بے ساختہ کچھ ہوا۔

کہ بازو کے اندر بہت گہرا زخم تھا لیکن اب کی بار کوئی بھی رد عمل پیش کیے بغیر اس نے آگے بڑھ کے قینچی اٹھائی اور پھر بہت پروفیشنل انداز میں اس کی گولی نکالنے لگی۔

"دل کے ادھڑے ہوئے زخموں کو بھی سی لیتی ہیں؟ "سٹچز لگاتے ہوئے اس کے ہاتھ اس کی بات

په مدہم پڑے لیکن اگلے ہی لمحے وہ مکمل طور پہ اگنورینس ظاہر کرواتی اپنا کام مکمل کرنے لگی۔

"اب جاسکتے ہیں آپ۔ "ڈریسنگ مکمل کرنے کے بعد وہ اپنے مخصوص انداز میں بولی تو وہ اپنی جگہ سے اٹھا۔

"کسی کے احساس میں الجھتے ہوئے کسی مشہورِ زمانہ غنڈے کو ایسے انداز میں مخاطب کرنے کی آئندہ غلطی نہ کرنا ڈاکٹر !ایسے جال میں الجھ کے مرو گی جس سے چھٹکارا ناممکن ہو گا۔ "اس کی جانب قدرے جھکتے ہوئے اس نے گھمبیر لہجے میں کہا اور ایک چھلاوے کی مانند وہاں سے غائب ہو گیا جبکہ

اس کی پر تپش سانسوں اور ناقابلِ فہم باتوں کے حصار میں ڈوبی وہ اپنی جگہ ساکت کھڑی تھی۔

ـــ

شیر افگن عالم کی ایسی بے باک حرکت پہ بھرے مجمع میں خوفناک سا تاثر پھیل گیا، سب بہت بے یقنی

اور حیرت کے ساتھ ان دونوں کو تک رہے تھے جو
ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے ایک
دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بہت سے
لوگوں کو حسد و تنفر میں مبتلا کر گئے۔

ان لوگوں میں سے ایک شیر افگن عالم کے نزدیک
کھڑی بلیو میکسی میں ملبوس" عنیہ شیرازی " تھی جو

شعلے اگلتی نگاہوں سے ان دونوں کو تک رہی تھی جو شاید اردگرد موجود مجمع سے بیگانہ ہو چکے تھے۔

"برسوں سے اس دن میں اپنے سے وابستہ لوگوں کی خواہشات کو پورا کرنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن اتنے سالوں میں ایک بار بھی یہ نہیں سوچا کہ کوئی مجھے یوں دھڑلے سے مجھ سے ہی مانگ سکتا ہے

لیکن یہ کام تم نے کیا ہے۔ "دھیرے دھیرے بولتے ہوئے اس نے اپنی چمکتی نگاہیں اس کی سیاہ آنکھوں میں گاڑھی تو نجانے کیوں اس پل ژالے میر کو لگا کہ وہ ایک شیر کے پنجرے میں مقید ہونے والی ہے اور اس بات کا احساس ہوتے ہی اس نے اس سے فاصلہ بڑھانے کی سعی کی لیکن سامنے کھڑے شخص نے کمال جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کا بازو تھاما تو" عنیہ شیرازی "کو غش آنے لگا۔

کہ شیر افگن عالم اس شے کو کبھی نہیں چھوتا تھا جو اس کی ملکیت نہ ہو اور جسے وہ چھو لے اسے وہ اپنی ملکیت بنانے کے لیے ہر حد پار کر جایا کرتا تھا۔

اس سے منگنی جیسا رشتہ جوڑنے کے باوجود شیر افگن عالم نے آگے بڑھ کے اس کا ہاتھ نہیں تھاما جبکہ اس قطعی انجان لڑکی جو کسی بھی طرح اس کے اسٹینڈرڈ سے میچ نہیں کرتی اس کا بازو اتنے ہجوم میں تھامنا، جس بات کی جانب اشارہ کر رہا تھا وہ اس بات کو سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی۔

"افگن!لیو ہِر پلیز اینڈ کم ود می۔" وہ اپنے حواسوں پہ قابو پاتی آگے بڑھی اور نامحسوس انداز میں اس کے ہاتھ اس کا ہاتھ چھڑوانے کی سعی کرتی بہت ناز بھرے انداز میں بولی تو اس نے سرد نگاہوں سے اس کے ہاتھ کی جانب دیکھا جو وہ ان دونوں کے ہاتھوں پہ دھرے ہوئے تھی تو عنیہ نے گڑبڑاتے ہوئے ہاتھ فورا کھینچا۔

"ہاشم! نکاح کا انتظام کرو۔ "اس کا ہاتھ یونہی جھکڑے اس نے اپنے پی اے کو آواز لگائی تو ژالے کو لگا کہ اسے جیسے کسی نے گہری کھائی میں دھکا دے دیا ہو۔

اس نے لرز کے اس شخص کی جانب دیکھا اور ایک خفیف نگاہ بے یقین و ششدر کھڑے ہجوم پہ ڈالی تو اسے احساس ہوا کہ وہ ایک چھوٹے سے بدلے کو

پورا کرنے کے چکر میں اپنے پیروں پہ خود کلہاڑی مار چکی تھی۔

احساس ہوتے ہی اس نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے کھینچنے کی سعی کی لیکن وہ اسے چھوڑنے کی بجائے اسی ہاتھ سے تھام کے اپنے آفس کی جانب بڑھا تو اس کے اعلان اور اس کی حرکت پہ ہتک و سبکی کے احساس سے چور عنیہ شیرازی کا چہرہ مارے ضبط نے

سرخ پڑنے لگا اور آنکھیں غصے کی حدت سے دہکنے لگیں۔

"مجھے آپ سے شادی نہیں کرنی۔ "کشادہ اور لگژری آفس میں لا کے اس نے جیسے ہی اس کا ہاتھ اپنی گرفت سے آزاد کیا تو وہ بنا اردگرد کا جائزہ لیے ایک ہی سانس میں بولی تو شفاف گلاس کے بنے میز

کے پیچھے جاتے اس نے ایک سرد نگاہ اس کے سپید چہرے پہ ڈالی۔

"اپنے آفس میں موجود میں شادی کی ڈسکشن نہیں کرتا، اپنی فائل چیک کروائیں۔ "بے لچک لیکن پروفیشنل انداز میں کہتے ہوئے اس نے اس کے ہاتھ میں پکڑی فائل کی جانب اشارہ کیا تو اس کے انداز پہ ایک لمحے کو ژالے کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔

اس نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس خبطی انسان کو دیکھا جس کے لیے نکاح جیسا رشتہ کسی غیر ضروری شے سے کم نہ تھا اور یہی بات اس کے اندر کی خود سر لڑکی کو آگ لگا گئی۔

"آئم سوری سر !میں نے باہر جو کچھ کہا وہ صرف ایک مذاق تھا اس کے علاوہ کچھ نہیں۔" وہ اپنی

فائل سینے سے لگائے دوٹوک انداز میں بولی تو سگار کیس سے سگا نکالتے شیر افگن نے خاموش نگاہوں سے اس کا سراپا دیکھا۔

"ڈونٹ بی سوری! لیکن میں نے باہر جو کچھ کہا وہ مذاق کے علاوہ سب کچھ تھا۔" اس کے ٹھنڈے ٹھار انداز پہ ژالے کو اس سرد روم میں بھی اپنی پیشانی سے پسینہ پھوٹتا محسوس ہوا۔

وہ بہت باہمت اور خودسر لڑکی تھی لیکن اس کے سامنے موجود یونانی دیوتا اس کی ہمت اس پل پسپا کرنے کی پوری کوششوں میں تھا۔

لیکن وہ اپنی ساری ہمت مجتمع کرتی دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں زور سے بھینچتی صاف لہجے میں بولی۔

"آپ کی بات ٹھیک ہے لیکن میں یہ سب نہیں چاہتی کیونکہ میں نے باہر کچھ ب۔۔۔۔ "وہ بول رہی تھی جب دروازے ہولے سے ناک کرتی عنیہ شیرازی آفس میں داخل ہوئی تو اس کی زبان کو ایک دم سے بریک لگی۔

"افگن!تم ایسا جذباتی فیصلہ کیسے لے سکتے ہو؟یہ مڈل کلاس لڑکی جو کسی بھی طرح تمہارے سٹینڈرڈ سے میچ نہیں کرتی تم اس کے ساتھ نکاح کا فیصلہ کیسے کر سکتے ہو وہ بھی صرف اس کی فضول بکواس کی وجہ سے۔"وہ بنا ژالے کی موجودگی کا اثر لیے بولتی چلی گئی تو اس لڑکی کے ہتک آمیز انداز و الفاظ پہ سبکی کے احساس میں ڈوبی ژالے کو کچھ لمحے پہلے اس لڑکی کے لیے ہمدردی کرنے پہ خود پر لعنت بھیجنے کو جی چاہا۔

"آج کے بعد بنا ناک کیے آفس میں آنے کی غلطی
نہ کرنا اور اگر آفس میں آ گئی تو آفیشل کام کے
علاوہ کوئی دوسری بات نہ کرنا کیونکہ میں غلطی
صرف پہلی دفعہ معاف کرنے کا حوصلہ رکھتا ہوں
اور یہ حوصلہ میں کبھی کبھار ہی دکھاتا ہوں،فائل
پلیز۔"روڈ انداز میں عنیہ کی طبیعت صاف کرتے

ہوئے اس نے اسی انداز میں بت بنی ژالے کو مخاطب کیا تو وہ گڑبڑاتی ہوئی اپنی فائل اس کی جانب بڑھا گئی۔

"افگن !تم اس لڑکی کی وجہ سے میری انس۔۔۔۔ "

وہ احساسِ شرمندگی سے دبا دبا سا چلائی لیکن اس کی خشمگیں نگاہوں نے اس کے الفاظ کا گلا فورا گھونٹا جبکہ اس لڑکی کے تکبر اور ہتک آمیز الفاظ پہ ژالے

میر اپنی زندگی کا ایک بہت بڑا فیصلہ جذباتی پن میں کر چکی تھی۔

" اس سے پہلے کس کمپنی میں جاب کرتی رہی ہیں آپ مس ژالے میر؟ "اس کی فائل میں موجود اس کی پروفائل پہ سرسری نگاہ ڈالتے ہوئے اس نے

پروفیشنل انداز میں استفسار کیا تو اس کے اندازِ لاتعلقی پہ فاصلے پہ کھڑی عنیہ سلگ کے رہ گئی۔

"احمد اینڈ سنز کمپنی میں۔" اس کے جواباً کہنے پہ اس کی آنکھوں میں ایک نامعلوم سی چمک لہرائی تو اگلے ہی پل معدوم ہو گئی۔

"یہ ایگریمنٹ سائن کر دیں اور نکاح کے لیے جوڑا کس کلر کا لو گی؟ "پروفیشنل انداز میں کہتے ہوئے اس نے ایک پیپر اس کے سامنے رکھا تو اس کی دوسری بات پہ وہ بری طرح سے چونکی لیکن فورا سنبھلتے ہوئے اس نے عنیہ شیرازی کو دیکھا اور بنا ایگریمنٹ کو پڑھے اس پہ سائن کرتے ہوئے بہت میٹھے لہجے میں بولی۔

"جو آپ کو پسند ہو۔ "اس کے جواب پہ بری طرح تلملاتی عنیہ باہر نکل گئی جبکہ پر تعیش کمرے میں موجود وہ دونوں افراد اپنے اپنے مفاد کے چکر میں ایک پاکیزہ رشتے کو مذاق بنانے چل پڑے تھے۔

وہ شیر لالہ کے اس کے لیے مختص کیے گئے بندے

کے ہمراہ بہت آہستگی کے ساتھ اپنے ڈیپارٹمنٹ کی

جانب بڑھ رہی تھی۔

سفید ٹراوزر کے ساتھ لائٹ پنک کلر کی شرٹ کے

ساتھ وائٹ کلر کا حجاب چہرے کے گرد لپیٹے

کندھوں پہ وائٹ اور پنک کمبینیشن کا ڈوپٹہ

پھیلائے دھیرے سے چلتی وہ بہت سے لوگوں کو

سانس روکنے پہ مجبور کر گئی، اس کے سرخ و سفید گالوں پہ اٹھتی گرتی پلکوں کا دلکش منظر اس کو دیکھنے والوں کو اپنی ذات بھول جانے پہ مجبور کر رہا تھا کیونکہ وہ" زرشالے عالم "تھی، اپنے" شیر لالہ "کی جان جس پہ آسمان سے اتری کسی اپسرا کا گمان ہوتا تھا۔

وہ سبک روی کے ساتھ آگے بڑھ رہی تھی جب اسی لمحے ایک لڑکا بہت تیزی کے ساتھ سامنے سے آتا اس کے ساتھ ٹکرانے ہی والا تھا کہ اس کے ساتھ چلتے بندے نے ہت پھرتی کے ساتھ اس لڑکے کا ہاتھ پکڑ کے اسے اس مہارت سے اس کے راستے سے ہٹایا تھا کہ آس پاس کھڑے لوگ بھی نہ جان سکے جبکہ ان سب باتوں کی عادی وہ سر جھٹکتی ہوئی اپنی کلاس میں داخل ہو گئی جبکہ اس کے ساتھ چلتا بندہ وہیں کلاس کے باہر ہی رک گیا۔

ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

"وہ۔۔۔وہ مجھے اس طرح سے چیٹ کرے گا، عنیہ شیرازی کو؟ "ہاتھ میں تھامی پرفیوم کی بوتل زور سے ڈریسنگ مرر پہ مارتے ہوئے شیشے چکنا چور کرتی وہ زور سے چلا رہی تھی جبکہ کمرے کے باہر کھڑے

ملازم اس کے چیخنے کی آوازیں سن کے تھر تھر کانپ رہے تھے کیونکہ اس وقت مسٹر اینڈ مسز شیرازی گھر نہیں تھے اور وہ خود میں اتنی ہمت نہیں رکھتے تھے کہ وہ اس کے کمرے کا دروازہ بھی کھٹکھٹا پاتے۔

"اس دو ٹکے کی لڑکی کے لیے ایک مجمع کے سامنے تم نے مجھے ڈی گریڈ کرنے کی کوشش بھی کیسے کی؟ "ڈریسنگ ٹیبل پہ پڑی تمام چیزیں زمین اور دیواروں پہ پھینکتی وہ مسلسل چلاتی ہسٹریا کا شکار لگ رہی تھی۔

وہ نجانے کب تک یہ توڑ پھوڑ جاری رکھتی کہ اچانک کمرے کا دروازہ بری طرح سے کھٹکھٹایا گیا تو اس کا کھولتا دماغ مزید کھول اٹھا اور اپنی کھولن کو

نووارد پہ اتارنے کے لیے اس نے آگے بڑھ کے

ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا اور اپنا باڈی سپرے والا

ہاتھ ہوا میں بلند کیا۔

"میڈم! نیچے افگن صاحب آئے ہیں۔ "اس سے پہلے

کہ باڈی سپرے ملازمہ کے سر پہ پڑتا وہ کانپتی ہوئی

جلدی جلدی سے بولی تو اس کے الفاظ پہ اس کے اعصاب کو جھٹکا لگا۔

"کیا؟ کیا کہہ رہی ہو تم؟ "اس نے ترش لہجے میں پھر سے استفسار کیا تو ملازمہ اس کے انداز پہ مزید گھبرائی۔

"میڈم نیچے ڈرائنگ روم میں شیر افگن صاحب آئے ہیں۔ "اس نے پھر سے دہرایا تو وہ ایک جھٹکے سے اسے سائیڈ پہ دھکیلتی باہر کو لپکی تو ملازمہ اس کے حلیے اور افگن عالم کے متوقع رد عمل کا سوچ کے مزید پریشان ہو اٹھی لیکن کوئی اختیار نہ رکھنے کے باعث وہ اسے روکنے کا سوچ بھی نہ سکی۔

ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہی اس کی پہلی نگاہ سامنے دیوار کی جانب رخ کیے کھڑے شیر افگن کی پشت پہ پڑی تو اس کے رگ و پے میں سکون اترتا چلا گیا۔

تبھی وہ ہر انجام سے بے پرواہ دوڑتی ہوئی اس کی پشت سے جا لپٹی تو دیوار کی سمت رخ موڑ کے کھڑے افگن کے وجیہہ چہرے پہ کر ختگی پھیل گئی۔

"میں جانتی تھی کہ تم ضرور آو گے، تم میرے ساتھ اتنا بڑا دھوکہ نہیں کر سکتے اور نہ ہی میری جگہ اس دو ٹ۔۔۔۔ "اس کی مضبوط پشت کے

ساتھ چہرہ ٹکائے وہ محبت بھرے لہجے میں بول رہی تھی جب اس کی سرد و درشت آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

"یہ بات تم بہت اچھے طریقے سے جانتی ہو کہ مجھے میری مرضی کے بغیر میرے قریب آنے والے لوگ سخت ناپسند ہیں لیکن شاید تمہاری یاداشت آج

کام کرنا چھوڑ چکی ہے جو شیر افگن کے بنائے ہوئے اصولوں کو دھڑلے سے توڑنے کی کوشش کر رہی ہو۔ "اس کے لہجے میں چھپی وارننگ کو محسوس کر کے وہ اہانت کے بوجھ تلے دبتی نامحسوس انداز میں اس سے فاصلہ قائم کر گئی تو ایک لمبی سی سانس خارج کرتے ہوئے اس نے رخ اس کی جانب پھیرا تو اس کے چہرے پہ ناگواری پھیل گئی۔

"یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے تم نے؟ "اس کی ناگوار نگاہیں اس کے بکھرے بالوں، مٹے مٹے سے میک اپ زدہ چہرے اور پھیلے ہوئے کاجل پہ مرکوز تھیں جبکہ اس کے سوال پہ اس کی سبکی مزید بڑھ گئی۔

"جو کچھ آج دن کو تم میرے ساتھ کر چکے ہو کیا اس کے بعد بھی تمہیں لگتا ہے کہ میں خود کو یا اپنے حلیے کو بہتر رکھ سکتی ہوں؟ "اس نے ناچاہتے ہوئے شکوہ کر دیا۔

"کیا کیا ہے میں نے؟ "اس کے جواباً تجاہل عارفانہ سے استفسار کرنے پہ وہ کچھ پل خاموش سی ہو گئی

لیکن پھر صبر کے گھونٹ بھرتی ہوئی آہستگی سے بولی۔

"میں تمہاری فیانسی ہوں افگن لیکن تم نے میرے ہی س۔۔ "وہ قدرے بلند آواز میں بول رہی تھی۔

"کیا میں نے منگنی ختم کرنے کی بات کی؟ "اس کی سرد آواز پہ وہ الجھی۔

"کیا مطلب؟ "اس کا دل تیز تیز دھڑکنے لگا کہ شاید وہ دن کو ہوئی بدمزگی کو مذاق کا نام دینے والا ہے۔

"مطلب یہ کہ جو ریلیشن ہم دونوں کے بیچ میں تھا وہ تاحال برقرار ہے اور میں کمٹمنٹ پوری کرنے والا آدمی ہوں۔" وہ اپنے مخصوص انداز میں بولتا اس کے دل کو گہرے سکون سے ہمکنار کر گیا لیکن وہ اپنے اندر پنپتے خوف کو مکمل رفع کرنے کے لیے بولی۔

"اور جو دن کو تم نے اعلان کیا اس کے متعلق کیا کہنا چاہو گے؟ "اس کے لہجے میں اک نامحسوس سی کھوج تھی۔

"میں نے ابھی کہا کہ میں کمٹمنٹ پوری کرنے والا آدمی ہوں، جو دن کو کہا وہ کل تمہیں پورا ہوتا دکھائی دے گا۔ "اس کے سپاٹ مگر پراسرار انداز پہ اس کا دل و دماغ الجھ گیا۔

"تو کیا میں سیکنڈ چوائس کہلاؤں گی؟ " چھٹی چھٹی نگاہوں سے اس کا پرسکون چہرہ دیکھتے ہوئے اس

کے دل میں یہ خیال آیا تو اس کے کشیدہ اعصاب اس سچویشن میں مزید ابتر ہونے لگے لیکن وہ اس کی دلی کیفیات سے بے نیاز بے حسی سے بولا۔

"جلدی سے اپنا حلیہ ٹھیک کر کے آو، آج ہم ڈنر باہر کریں گے۔ "اس کی حکمیہ آواز پہ اس مشکل ترین انسان کو دیکھتی اس کی آنکھیں ایک بار بھر

سے نم ہونے لگیں لیکن وہ بمشکل خود پہ قابو پاتی

باہر کی جانب بڑھ گئی جبکہ وہ سگار سلگاتے ہوئے

ایک دفعہ پھر سے اپنی نگاہیں دیوار پہ لگی پینٹنگ پہ

مرکوز کر چکا تھا۔

پہلی کلاس میں حسبِ روایت تعارف کا سلسلہ چل رہا تھا جب اچانک دروازے پہ آہٹ محسوس ہونے پہ سب نے میکانکی انداز میں دروازے کی سمت دیکھا تو سب کے سب گویا ساکت رہ گئے۔

وہ جو کوئی بھی تھا بلا کا حسین تھا، سفید رنگت جو اس سمے دھوپ کی وجہ سے ہلکی سی سرخ ہو رہی تھی، خوبصورت مگر تیکھے نقوش سے سجا چہرہ، ہلکی ہلکی بیئرڈ اس پہ مستزاد اس کی گہری بھوری آنکھیں اور

ان پہ سجی گھنی مگر لمبی پلکیں دیکھنے والوں کو سانس روکنے پہ مجبور کر گئی تھیں۔

سیاہ جینز کے ساتھ سیاہ شرٹ جس کے کف کہنیوں تک فولڈ تھے، گریبان کے دو بٹن کھولے وہ اپنی بائیں کلائی پہ بندھی نفیس سی گھڑی پہ ایک نظر ڈالتا دائیں کندھے پہ بیگ لٹکائے کھڑا اندر آنے کی اجازت مانگ رہا تھا۔

اس کے لیٹ آنے پہ شاید اسے ٹوکا جاتا لیکن اس کی سحر انگیز شخصیت نے پروفیسر صاحب کو کوئی سخت بات کہنے سے روک دیا اور وہ بہت پر سکون انداز میں چلتا کلاس میں داخل ہوا اور ایک طائرانہ نگاہ کلاس میں ڈالتے ہوئے وہ آگے بڑھا اور اسے یک ٹک دیکھتی زرشالے عالم کے پاس پڑی خالی کرسی پہ ٹک گیا۔

اس کے پاس آ کے بیٹھنے پہ زرشالے کی محویت بری طرح سے ٹوٹتی اسے خجل سی کر گئی کہ اسے ہمیشہ سے اپنے شیر لالہ دنیا کے ہینڈسم مرد لگتے تھے اور شیر کا پرسنالٹی تھی بھی لیکن نجانے اس شخص میں کیا بات تھی کہ وہ نا چاہتے ہوئے بھی کچھ لمحوں کے لیے ہیپنوٹائز ہو چکی تھی لیکن اب کے احساس ہونے پہ وہ اپنا سر ہولے سے جھٹکتی اس کی جانب سے مکمل رخ موڑ چکی تھی۔

"انٹروڈیوس یور سیلف پلیز)خود کو متعارف کروایئے پلیز۔ "(سر کے کہنے پہ وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور بہت مختصر انداز میں اپنا تعارف کروانے لگے۔

"آئم بالاج مصطفیٰ فرام لاہور۔ "اس کے بولنے پہ اس کی آواز کی گھمبیرتا بہت سے دلوں کو دھڑکا رہی تھی جبکہ اس کے تعارف کے بعد جب وہ واپس اپنی جگہ پہ بیٹھ رہا تھا تو زرشالے نے بلا ارادہ اس کی جانب دیکھا جس نے اچانک گردن گھما کے اس کی جانب دیکھا تو نگاہوں کے اس بلا ارادہ ٹکراو پہ بری طرح گھبراتی وہ نظریں اس کے خوبرو چہرے سے ہٹا چکی تھی۔

"ایکسکیوزمی مس؟ "وہ اپنی پوری توجہ پروفیسر صاحب پہ مرکوز کیے ہوئے تھی جب اچانک اس کے کانوں میں غیر متوقع آواز پڑی تو اس نے اچنبھے سے اس کی جانب دیکھا تو اگلے ہی لمحے ایک سرد سی لہر اس کے وجود میں دوڑ اٹھی کہ بالاج مصطفی کی آنکھوں کا تاثر بہت عجیب سا تھا۔

"ایک پین دیجیے گا۔"اس کی آنکھوں کے تاثرات کے برعکس اس کی آواز بہت نرمی اور شائستگی لیے ہوئے تھی جس کے باعث اس نے ہاتھ میں تھاما پین اس کی کرسی کے ہینڈل پہ رکھا اور خود بیگ سے دوسرا پین نکال کے لکھنے لگی جبکہ اس کے دیے گئے پین کو آخری سرے سے تھامتے ہوئے بالاج کی آنکھیں بہت عجیب سے انداز میں مسکرا رہی تھیں۔

"شیر افگن عالم سے شادی؟ "منتشا اور مسز جوزف نے حیرانی و بے یقینی سے یک زبان ہو کے چلائیں تو

وہ قدرے گڑبڑا سی گئی لیکن چار و نا چار اثبات میں سر ہلاتی ان کی حیرانگی کا جواب دینے لگی۔

"ایسی کون سی گیڈر سنگھی سونگھا کے آئی ہو اسے کہ وہ شخص جس کی چوائس کی مثالیں دنیا دیتی ہے، جو ایک پِن تک لینے میں انتہا کا چوزی ہے اس نے ایک ایسی لڑکی سے شادی کی خواہش ظاہر کر دی

جسے کے بارے میں وہ کچھ جانتا نہیں ہے۔ "منتشا حقیقت پسندی سے بولی سے تو وہ گہرا سانس بھرتی انہیں دھیرے دھیرے ساری بات بتانے لگی تو ان کے منہ حیرت کی زیادتی سے مزید کھل گئے۔

"تو کیا مطلب کہ اس شخص نے صرف وش ڈے کا خیال کر کے تمہارے کہے کو عملی جامہ پہنانے کا

ارادہ کیا ہے؟ مطلب کے صرف اپنی ریپو کے لیے اپنے امیج کو برقرار رکھنے کے لیے وہ شخص اتنا بڑا فیصلہ کر رہا ہے؟ "مسز جوزف بے یقینی سے استفسار کر رہی تھیں جبکہ ان کی باتوں کے جواب میں وہ فقط سر ہلا گئی۔

وہ تینوں ہی اس وقت اس اچانک پیدا ہونے والی صورتحال سے بہت پریشان لگ رہی تھیں۔

"کیا تم نے اسے اپنے بارے میں بتایا؟ "منتشا کے مبہم سے سوال کو سن کے اس کے چہرے پہ تاریک سا سایہ لہرایا لیکن وہ اگلے ہی پل خود پہ قابو پاتی سر نفی میں ہلا گئی۔

اس سے پہلے کے منتشا مزید سوال کرتی دستک کی آواز کے ساتھ ہاسٹل کی ملازمہ کی پاٹ دار آواز گونجی۔

"ژالے میر! تمھیں نیچے وارڈن نے بلایا ہے، عالم کمپنیز کا ڈرائیور لینے آیا ہے تمھیں۔" ملازمہ کی

اطلاع پہ تینوں نے ایک جھٹکے سے اس کی جانب دیکھا۔

"شیر افگن کا ڈرائیور اس ٹائم کیوں آیا ہے؟ "منتشا نے اچنبھے سے استفسار کیا تو اس نے لاعلمی سے شانے اچکائے۔

"اس کے آنے کا تو چھوڑو، مجھے حیرت وارڈن پہ ہو رہی ہے کہ بنا کسی سوال و جواب کے انہوں نے پیغام کیونکر بھجوا دیا ہے؟ "ژالے کے مضحکہ خیز انداز پہ منتشا کے ہونٹوں پہ ہلکی سی مسکان بکھر گئی۔

"جو نام لے کے ڈرائیور حاضر ہوا ہے اس نام کے بعد بہت سے لوگوں کے الفاظ دم توڑ جاتے ہیں یہ تو پھر وارڈن کے چند سوالات ہیں۔ "مسز جوزف کے کہنے پہ ژالے نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

"چلیں جو بھی ہے لیکن ڈرائیور کو بھیجنے کا یہ ٹائم بہت فضول ہے، ابھی تو سونے لگی ہوں کل آفس میں ہی ملوں گی اب۔ "بے فکری سے کہتے ہوئے اس نے یہی الفاظ باہر کھڑی ملازمہ کے سامنے دہرائے اور ایک نظر گھڑی پہ ڈال کے وہ اوندھے منہ اپنے پلنگ پہ گر سی گئی۔

"کھانا نہیں کھاو گی؟ "منتشا نے اس کے سراپے کو دیکھتے ہوئے اسے پکارا۔

"نہیں، تم کھانا یہاں رکھ دو تھوڑا سا سو کے پھر کھاوں گی۔ "وہ اوندھے منہ لیٹی ہی بولی تو منتشا اس کے اس لاپرواہ انداز پہ پرتاسف انداز میں سر ہلاتی

اس کے لیے کھانا لانے چل دی جبکہ وہ کچھ ہی لمحوں بعد نیند کی گہری وادیوں میں کھو چکی تھی۔

--

بکھرے ہوئے صفحوں اور شیشے کے ٹکڑوں کے بیچ و بیچ کھڑا' عالم کمپنیز 'کا ڈرائیور تھر تھر کانپ رہا تھا اور اس کی وجہ اس کے سامنے دہشت کی نشانی بنے

کھڑا شیر افگن عالم تھا جو ژالے میر کے جوابی پیغام کو سن کے بھڑک اٹھا تھا۔

وہ شخص جس نے کبھی انکار کا لفظ سنا ہی نہ ہو اس جیسے خودپرست شخص کے لیے ایک چھٹانک بھر لڑکی کا ایسا انداز ناقابلِ فراموش تھا۔

وہ چاہتا تو دس منٹ کے اندر اندر اسے اپنے سامنے لا کھڑا کر سکتا تھا اور کوئی مائی کا لال اسے روکنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا لیکن مصلحتاً اس نے اپنے اس ارادے پہ عمل نہیں کیا لیکن اندر لگی آگ کو توڑ پھوڑ کے ذریعے کم کرنے لگا۔

"تم نہیں جانتی ژالے میر کہ تم اپنی بقیہ زندگی کی آخری پرسکون نیند لے رہی ہو۔" ٹوٹے ہوئے دیوار گیر شیشے میں نظر آتے اپنے عکس پہ سرخ نگاہیں گاڑھے وہ وحشت زدہ انداز میں بولا تو ڈرائیور کو بے ساختہ اس لڑکی پہ ترس آنے لگا جو انجانے میں بہت بڑی بلا اپنے گلے لگانے کو تیار بیٹھی تھی۔

"کل صبح ساڑھے سات بجے تم ہاسٹل کے پاس موجود ہو اور اگر کل صبح اس نے آنے سے انکار کیا تو میرے اگلے حکم کا انتظار مت کرنا اور جو بتا چکا ہوں اس پہ عمل کر دینا۔ "سفاک لہجے میں کہتے ہوئے اس نے ڈرائیور کو جانے کا حکم دیا اور خود بیش قیمت صوفے پہ گرتا گہری سانس لیتا خود کو پرسکون کرنے کی ناکام کوشش کرنے لگا۔

"فرہاد! یہ کالج میں آج اس قدر چہل پہل کیوں ہے؟ "سیاہ لگژری کار جیسے ہی کالج کے احاطے میں جا کے رکی تو رنگ برنگے ڈریسز میں ملبوس لڑکیوں کو دیکھ کے وہ بے ساختہ شیر لالہ کے ملازم) جسے شیر نے اس کی حفاظت کے لیے مامور کیا تھا (سے مخاطب ہوئی جو کار کا پچھلا دروازہ کھولے کھڑا تھا۔

"معلوم نہیں میڈم لیکن میں ابھی پتہ کرواتا ہوں۔"
شیر کی طرح اس کے روبوٹک ملازم نے فورا موبائل پہ ایک میسج سینڈ کیا تو وہ اس کی پھرتی پہ آنکھیں گھما کے رہ گئی۔

ادھر ادھر پھرتی رنگین تتلیوں کو دلچسپی سے دیکھتی لوگوں کی نگاہوں میں لہراتے رشک، حسد اور بغض کے رنگ نہ دیکھ سکی جو اسے اتنی بڑی گاڑی سے اتنے پروٹوکول کے ساتھ اترتے دیکھ کے بہت سوں کی آنکھوں میں در آئے تھے۔

"میڈم!کل شاید کالج میں کسی لڑکے کا ایڈمیشن ہوا ہے اور یہ ساری تیاری اسی کے لیے ہے۔"چند لمحوں کے بعد فرہاد کی سپاٹ آواز گونجی تو اس نے الجھ کے اس کی جانب دیکھا۔

"کیا مطلب؟ "اس نے فرہاد کی جانب دیکھا لیکن اب کی بار اس نے مطلب سمجھانے کی بجائے ناک کی سیدھ میں چلنا جاری رکھا تو وہ کڑھ اٹھی۔

کیونکہ جانتی تھی اب چاہے وہ ناک سے لکیریں رگڑ لیتی لیکن اس نے فقط اتنا ہی بولنا تھا جتنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا۔

مگر اس کی آدھی ادھوری بات جو واقعی اس کے سر کے اوپر سے گزر چکی تھی اس نے اس کے دل میں تجسس سا پیدا کر دیا جس پہ کچھ لمحوں بعد لعنت بھیجتی وہ سر جھٹک کے کلاس میں داخل ہوئی تو کلاس کو دیکھ کے اسے بہت زوروں کا جھٹکا لگا۔

یہ اسلام آباد کا میڈیکل کالج تھا اور یہاں کل بھی اس نے بہت سی لڑکیوں کو بہت ماڈرن ڈریسنگ اور میک اپ میں دیکھا تھا لیکن آج تو سب کی چھب ہی نرالی تھی، کچھ لڑکیوں کی تو ڈریسنگ دیکھ کے اس کا دل ہول اٹھا تھا مگر وہ خود پہ قابو پاتی اپنی کرسی پہ جا بیٹھی۔

"حد ہے ان لڑکیوں پہ بھی، کوئی خوبصورت لڑکا دیکھا نہیں ان کے بر دکھاوے شروع ہو جاتے ہیں، نہیں مطلب وہ بندہ کیا ان کو دیکھنے کے لیے کالج میں آیا ہے جو آج یہ یوں سج دھج کے اس کی منتظر ہیں۔" وہ کرسی پہ آ کے بیٹھی ہی تھی کہ اس کے کانوں میں ایک بیزار سی آواز پڑی تو اس نے گردن گھما کے اپنے دائیں جانب دیکھا جہاں دو لڑکیاں سر جوڑے آپس میں کھسر پھسر کر رہی تھیں۔

ان کی باتیں سنتے ہوئے وہ اس لڑکے کے بارے میں سوچنے لگی جس کے لیے واقعی کالج کی آدھی لڑکیاں پاگل ہو چکی تھیں۔

"اوپر سے اتنا تیز پرفیوم یوز کر کے آئی ہیں جیسے وہ سیدھا آ کے ان کے گلے ہی لگے گا، خوامخواہ سر میں درد کر دیا ہوا۔" اس کی اگلی بات سن کے ناچاہتے

ہوئے بھی اس کی ہنسی نکل گئی جسے سن کے وہ
دونوں بے ساختہ چونکیں۔

"آپ ہماری بات سن رہی ہیں؟ "سیاہ دوپٹے والی
لڑکی نے اس سے استفسار کیا تو اس کے چہرے پہ
نرم سی مسکان پھیلی۔

"سننے کی کوشش تو نہیں کی لیکن آواز کانوں میں پڑی تو کان بھی بند نہیں کیے۔ "اس کے نرم سے انداز پہ وہ دونوں خفیف سی ہو گئیں۔

"سوری، ہم جذباتی ہو گئی تھیں۔ "سکن کلر کی چادر اوڑھے دوسری لڑکی جو اس کی بات سن رہی تھی وہ آہستگی سے بولی۔

"اٹس اوکے "!اس نے بات ختم کی تو سیاہ دوپٹے والی لڑکی نے اپنا ہاتھ اس کی جانب بڑھایا۔

"بردکھاوے کی اس فضول رسم کا حصہ نہ بنتے ہوئے آپ نے یہ ثابت کیا ہے ہم اچھی دوستیں بن سکتی ہیں، آپ کا کیا خیال ہے؟ "اس کے انداز پہ وہ ہلکا سا مسکراتی اس کا ہاتھ تھام گئی کہ اتنے سال ادھر رہنے کے لیے اسے کسی نہ کسی کے ساتھ کی ضرورت تو تھی ہی تو اس کے خیال میں یہیں اس

کے لیے بہتر تھیں جو خود اس کی جانب ہاتھ بڑھا رہی تھیں۔

"ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ، آئم زرشالے عالم۔" اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے اس نے دھیرے سے اپنا مختصر سا تعارف کروایا۔

"میں سحرش اور یہ حائقہ۔ "سیاہ دوپٹے والی نے دونوں کا ایک ساتھ تعارف کروایا۔

اس سے پہلے کہ یہ تعارفی سلسلہ مزید آگے بڑھتا اچانک پروفیسر صاحب کی آمد پہ سب دروازے کی سمت متوجہ ہوئے لیکن سر کے پیچھے ہی اندر آتے

'بالاج مصطفی 'کو دیکھ کے سرگوشیوں کی آواز اور ہلچل بڑھ سی گئی۔

"یہی ہے وہ شاہکار جس کی وجہ سے آج کالج گل و گلزار بنا ہوا۔ "بالاج کو کن اکھیوں سے دیکھتی سحرش اس کے کان میں منمنائی تو وہ نجانے کیوں چپ سی ہو گئی۔

یہ چپ نجانے اپنی ہی قطار کی جانب آتے بالاج کو دیکھ کے لگی تھی یا سحرش کے انکشاف پہ، اس کے متعلق کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا تھا خود زرشالے عالم بھی نہیں۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟" اس کی کرسی کے بالکل ساتھ پڑی خالی کرسی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے وہ سادگی سے بولا تو وہ گہری سانس لیتی سر اثبات میں ہلاتی سر کی جانب متوجہ ہو گئی۔

یکے بعد دیگرے دو سے تین اکٹھی کلاسز لے کے وہ دکھتے سر کے ساتھ باہر لان میں آ کے بیٹھی تو اس کے ساتھ سحرش اور حائقہ دونوں تھیں۔

انہیں بیٹھے کچھ سیکنڈز ہی گزرے ہوں گے جب فرہاد ان کے نزدیک آن پہنچا۔

"میم! آپ لوگوں کے کھانے کے لیے کچھ لے آوں؟ "اس کے مودب انداز پہ وہ دونوں حیران رہ گئیں جبکہ وہ سکون سے فرہاد کی جانب متوجہ ہو گئی۔

"چائے لے آو تین کپ اور کھانے کے لیے بھی کچھ لے آنا۔ "اس نے نرمی سے اسے ہدایت دیتے ہوئے ہاتھ میں پکڑے ٹشو سے چہرہ تھپتھپایا۔

"تم نے بتایا نہیں کہ تم پرسنل باڈی گارڈ بھی رکھتی ہو؟ "فرہاد کے جاتے ہی حائقہ بولی تو وہ چونکی۔

"یہ بس شیر لالہ نے ہی ضد کی ہے تو ساتھ رکھنا پڑتا ہے۔ "وہ خفیف سے لہجے میں بولی تو وہ مسکرا دیں کہ انہیں واقعی اندازہ نہیں تھا کہ یہ دوستانہ مزاج رکھنے والی لڑکی اتنی امیر کبیر اور لاڈلی ہو سکتی ہے۔

"مطلب کہ تم پ۔۔۔۔" سحرش ابھی بول رہی تھی جب ایک عجیب سی آواز پہ ان تینوں نے ایک جھٹکے سے گردن گھما کے دیکھا تو ایک غیر متوقع منظر نے نگاہوں کو جھکڑ لیا۔

"آج کے بعد میرے راستے میں آ کے یوں فضول حرکت کرنے کی کوشش کی تو میں فراموش کر دوں

گا کہ آپ ایک لڑکی ہیں۔ "خوبصورت مگر درشت لہجے میں بولتے بالاج اور اس کے سامنے رخسار پہ ہاتھ دھرے کھڑی لڑکی کو دیکھ کے انہیں لمحہ نہیں لگا تھا صورتحال سمجھنے کو۔

ان دونوں نفوس کو آمنے سامنے کھڑے دیکھ کے بہت سے سٹوڈینٹس مجمع کی صورت میں وہاں اکٹھے ہو چکے تھے لیکن وہ سب کو نظر انداز کرتے ہوئے

ایک سرد کٹیلی نگاہ اس لڑکی اور اس کی دوستوں میں ڈالتا لان کی جانب بڑھ گیا۔

"جب کوئی لڑکا یوں لڑکی کا راستہ روکے یا اس کا پیچھا کرے تو اس لڑکی کی بدنامی کی وجہ سے سب لڑکے کو برا بھلا کہتے اور معاشرے کے سبھی مردوں کو قصور وار ٹھہراتے لیکن جب کوئی لڑکی اپنی

نسوانیت کو فراموش کر کے کسی لڑکے کا راستہ روکنے کی کوشش کرے تو کیا تب لڑکے کی عزت و کردار پہ کوئی حرف نہیں آتا؟ "پر تاسف لہجے میں بولتی وہ اس منظر سے نگاہیں چرا گئی کہ اسے اس لڑکی کو پڑنے والے تھپڑ پہ افسوس تھا لیکن یہاں اس کی غلطی ہونے کی وجہ سے وہ کچھ بھی نہیں سکتے تھے۔

"مائی گڈنیس!اتنا روڈ اور ایروگینٹ بیہیویئر۔ "بالاج کے منظر سے ہٹتے ہی اس کے تنے ہوئے تاثرات کو یاد کرتی حائقہ جھرجھری سی لیتی بولی تو وہ ان سنا سا تاثر دیتی اپنی جانب آتے فرہاد کو دیکھنے لگی۔

کہ اس کا خیال تھا کہ زرشالے عالم کو ہرگز یہ زیب نہیں دیتا تھا کہ وہ کسی لڑکے کو زیرِ بحث لائے۔

ـــ،ــــــ،ــــــــــــــــــــ

عجیب سی آواز کانوں میں پڑنے کے باعث اس نے کسلمندی سے کروٹ بدلی لیکن آواز کسی طور کم نہ ہوئی تو وہ تکیہ میں منہ گھسیڑتی، اپنے سنگل پلنگ کے ساتھ رکھے ٹیبل پہ ہاتھ مارتی الارم بند کرنے کی کوشش میں تھی مگر الارم کو ہاتھ مارنے کے باوجود

بھی جب آواز مدہم نہ ہوئی تو اس کے ساتھ والے پلنگ پہ موجود منتشا کسمسانے لگی۔

"ژالے!فون بج رہا ہے تمہارا۔ "اس نے نیند میں ڈوبے لہجے میں اسے مطلع کیا جو ایک ہاتھ ٹیبل پہ دھرے دوبارہ سے گہری نیند میں کھو چکی تھی۔

"ژالے "!منتشا نے اسے دوبارہ سے پکارا تو وہ
"اوں "کرتی کروٹ بدلنے لگی لیکن چنگاڑتی آواز کے
سبب اس کی نیند میں پھر سے خلل پڑا۔

"موبائل بج رہا ہے تمہارا۔ "اس کے دوبارہ دہرانے پہ اس نے پلنگ پہ ہاتھ مارتے ہوئے اپنا موبائل ڈھونڈنے کی کوشش کی اور کچھ ثانیے بعد ادھ کھلی آنکھوں کے ساتھ ہی موبائل بنا دیکھے اٹھا کے کان سے لگاتی بڑبڑا اٹھی۔

"یہ اس وقت کس نے الارم کی ڈیوٹی سنبھال لی ہے؟ "کوفت سے کہتے ہوئے اس نے موبائل کان سے لگایا جبکہ دوسری جانب اس کی بڑبڑاہٹ سن کے مقابل کے چہرے کے تاثرات فورا تبدیل ہوئے۔

"پندرہ منٹ میں میرا ڈرائیور تمہارے ہاسٹل پہنچ جائے گا اس کے آنے پہ فورا اس کے ساتھ آ جانا ورنہ انجام کی ذمہ دار تم خود ہو گی۔ "کھردرا سا لب و لہجہ اس کی سماعتوں سے ٹکرایا تو اس کے سوئے سوئے اعصاب دھیرے دھیرے جاگنے لگا۔

"کون سا ڈرائیور اور آپ کون؟ "نیند میں ہونے کے باعث وہ مقابل کو قطعاً پہچان نہ سکی۔

"شیر افگن عالم۔ "مختصر سے تعارف پہ اس کی خماری بھک سے اڑی، اس نے ایک جھٹکے سے اٹھ کے بیٹھتے ہوئے موبائل کو ایک نظر دیکھا جہاں پونے سات کا وقت ہو رہا تھا۔

اس نے ٹائم پہ نظر ڈال کے موبائل دوبارہ کان سے لگایا لیکن کال بند ہو چکی تھی۔

"یہ شخص میری زندگی کا ایک بھیانک خواب بن چکا ہے جسے میں چاہ کے بھی فراموش نہیں کر سکتی،

اب یہ کون سا وقت ہے کمپنی بلانے کا۔" بے بسی و

بیزاری سے سوچتی وہ آلکسی سے اپنی جگہ سے اٹھی

اور فریش ہونے چل دی۔

ـ،ــــــــــــــــــــــــ،ـــــــــــ

ـ

"یہاں تو کوئی بھی ورکر دکھائی نہیں دے رہا تو پھر مجھ پہ یہ خاص ستم کیونکر کیا گیا؟ "جیسے ہی اس نے آفس میں قدم رکھا تو فرسٹ فلور سے تھرڈ فلور پر آنے تک ماسوائے سوپیرز کے اسے کوئی بندہ دکھائی نہ دیا تو وہ اپنے آگے چلتے ڈرائیور سے مخاطب ہوئی جو اس کے سوال کا کوئی بھی جواب دیے بغیر ناک کی سیدھ میں چلتا رہا۔

"ایڈیٹ! اس بدتمیز انسان نے ملازم بھی اپنی طرح کے ہی رکھے ہیں۔" دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتی وہ اس کی لاپرواہی پہ لعنت بھیجتی خود کو پرسکون کرنے لگی۔

"کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ جب آفس آنے کا وقت ساڑھے آٹھ ہے تو مجھے کیوں سات بجے بلایا گیا ہے جبکہ یہاں کوئی بھی ورکر موجود نہیں ہے۔" جب وہ اسے یونہی چلاتے فورتھ فلور پہ پہنچا تو خالی پیٹ صبح صبح اتنا چلنے کے باعث اس کا ضبط ٹوٹ گیا اور وہ قدرے بلند آواز میں ایک دم سے بولی تو اس کے آگے چلتا ڈرائیور نجانے کیوں اسے قدرے خوفزدہ محسوس ہوا۔

"تم یہاں اس وقت کسی ورکر کی غیر موجودگی میں میرے کہنے پہ لائی گئی ہو۔ "بھاری گھمبیر لہجہ اس کے عقب میں گونجا تو اس نے فورا گردن گھما کے دیکھا جہاں وہ سیاہ ٹراوزر پہ سیاہ ٹی شرٹ کے ساتھ سیاہ ہڈی پہنے ہمیشہ کی طرح اپنی چھا جانے والی شخصیت کے ساتھ اس کے سامنے موجود تھا۔

"اور تم یہاں اس وقت اس لیے لائی گئی ہو کہ تمہیں اندازہ ہو سکے کہ شیر افگن کے حکم سے انحراف کرنا کتنا برا کام ہے اور تم اگلی بار ایسی کسی غلطی سے بچ سکو۔" پراسرار سرد لہجہ گونجا تو بے ساختہ اس کی ہتھیلیاں نم ہوئیں۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟ "اس نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا جو اپنے رف ٹف سے حلیے میں اپنی سحر انگیز پرسنالٹی کے ساتھ مضبوط قدموں سے چلتا ہوا اپنے آفس میں داخل ہوا تو پوری بلڈنگ پہ چھائی خاموشی محسوس کر کے اس کا دل چاہا کہ وہ کہیں بھاگ جائے لیکن وہ اپنے اس خیال پہ لعنت بھیجتی دل گردے مضبوط کرتی اس کے پیچھے پیچھے آفس میں داخل ہوئی تو نیم تاریکی نے اس کا استقبال کیا۔

"آپ کے آفس میں لائٹ نہیں ہے؟ "نیم تاریکی محسوس کر کے وہ بولی تو اس نے سکون سے پلٹ کے اس کی جانب دیکھا۔

"میں تمہیں اندھیروں میں رہنے کا عادی بنا رہا ہوں۔" سفاک اور بے لچک لہجہ گونجا تو وہ جھرجھری سی لے کے رہ گئی۔

لیکن اس بار بولنے سے بمشکل خود کو باز رکھا کہ اس کے بولنے پہ اس کے جواباً کہے گئے الفاظ اسے فیروز اللغات سے بھی زیادہ مشکل لگتے تھے۔

"کل میرا ڈرائیور تمہارے ہاسٹل گیا تھا۔ "اس کی خاموشی محسوس کر کے وہ بائیں دیوار کی جانب پڑے صوفے کی جانب بڑھتا ہوا بولا تو اس نے گردن گھما کے اس شخص کو دیکھا جو قسطوں میں نجانے کیوں بات کرتا تھا۔

"ہاں اسے نجانے کیا دورہ پڑا تھا۔ "دل ہی دل میں کہتے ہوئے اس نے بظاہر خاموش رہتے ہوئے اس کی جانب دیکھا کہ اب آگے بولو لیکن وہ بولنے کی بجائے اب سگار کیس سے سگا نکالتے ہوئے اسے سلگانے میں مصروف ہو چکا تھا۔

"سر! اگر باقی سب ورکرز کے آنے میں ٹائم ہے تو میں ناشتہ کر آوں؟ "اس کی خاموشی پہ اپنی بھوک سے لڑتے ہوئے وہ بالآخر بول اٹھی تو اس نے سرد کٹیلی نگاہوں سے اس کا بے پرواہ وجود دیکھا۔

"کیا تمہیں اندازہ نہیں ہو پا رہا کہ تم اپنی زندگی کی آخری بے فکر نیند اور آخری من پسند کھانا کل

رات کو کھا چکی ہو؟ "خشونت بھرا لہجہ اس بار اس کے دل میں خطرے کی گھنٹی بجا گیا۔

"کیا مطلب؟ "اس نے اب کے سنجیدگی سے استفسار کیا۔

"مطلب بہت واضح ہے مسز ٹو بی، آج کے بعد میرے کسی حکم کو ٹالنے کی جرات مت کرنا، آج کچھ لمحوں کی نیند قربان کرنی پڑی ہے نیکسٹ ٹائم سزا طویل بھی ہو سکتی ہے۔ "سرد لہجے میں کہتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تو وہ الجھی۔

"لیکن میں آدھی رات کو آپ کے ڈرائیور کے ساتھ کیسے آ سکتی ہوں جب کمپنی کی ٹائمنگ ساڑھے آٹھ سے چھ تک ہے۔ "دکھتی ٹانگوں کے سہارے بمشکل کھڑی وہ اسی انداز میں بولی تو اس نے گہرا کش ہوا میں بکھیرتے ہوئے اس کی جانب دیکھا جو دھوئیں کی وجہ سے ہاتھ بے ساختہ چہرے پہ رکھ گئی۔

"کیا تمہیں واقعی لگتا ہے کہ تمہیں کمپنی کے کام کے لیے کمپنی والوں نے بلایا تھا؟ "پراسرار لہجے میں بولتے ہوئے وہ مضبوط قدموں سے چلتا ہوا اس کے بے حد نزدیک آن ٹھہرا تو اس کی سلگتی سانسوں کی تپش چہرے پہ محسوس کرتی وہ بے ساختہ اپنی جگہ سے پیچھے کھسکنے کی کوشش کرنے لگی لیکن اگلے ہی لمحے وہ اپنی سانسیں تک روک گئی۔

اس کی نازک کمر کے گرد اپنا مضبوط بازو حائل کرتے ہوئے اس نے وہ نزدیکی برقرار رکھتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"میں جسے اپنے اتنے نزدیک آنے کی اجازت دے دیتا ہوں پھر وہ چاہ کے بھی مجھ سے دور نہیں جا سکتا۔"گھمبیر لہجے میں بولتے ہوئے وہ اس کی گردن کی جانب جھکا تو اس نے شدتِ ضبط سے اپنی آنکھیں میچ لیں لیکن وہ اس کی گردن پہ بنا لمس چھوڑے اسے اپنی سانسوں کی حدت سے سلگانے لگا تو اسے کمرے میں آکسیجن کی کمی محسوس ہونے لگی۔

"سس۔۔سر!میں اتنی رات کو ہاسٹل سے نہیں نکل سکتی۔ "اس نے اپنے تئیں اپنی صفائی پیش کرنی چاہی لیکن سامنے والے کی نظر میں اس کی کوئی اہمیت نہ تھی۔

"یہ بہانہ تم جانتی ہو کہ کارگر نہیں ہے لیکن خیر اس بحث کو یہیں ختم کرتے ہیں، ابھی جس کام کے لیے بلایا ہے وہ کرتے ہیں۔ "اس کے الفاظ پہ اس کے سامنے زمین و آسمان گھومنے لگے کہ آیا کہ ایسا کون سا کام تھا جس کے لیے اسے یوں تن تنہا بلایا گیا تھا۔

"کیسا کام؟ "اس نے چہرہ قدرے فاصلے پہ کرتے ہوئے استفسار کیا کہ اس کے بنا چھوئے ہی اسے اپنی گردن اس کے لمس سے سلگتی محسوس ہو رہی تھی کہ وہ ہنوز اس کی گردن پہ جھکا اس کی دھڑکنوں میں تلاطم برپا کیے ہوئے تھا۔

"برائیڈل ڈریس نہیں خریدنا؟ "اس کے پرسکون
انداز پہ کل کا سارا دن اس کی آنکھوں کے سامنے
لہرایا تو اسے ایک دفعہ پھر سے اپنی جذباتیت یاد آئی
جس کا ازالہ ایک بار پھر سے کرنے کی اس نے
ٹھانی تو بے ساختہ بول اٹھی۔

"سر! میں وہ شادی نہیں کر سکتی کہ میں نے کل فقط آپ کی فیانسی سے بد۔۔۔۔آہہہ۔۔ "!وہ چہرے ہلکا سا پرے کیے بمشکل بول رہی تھی جب کمر کے گرد اس کی چٹانی گرفت مزید سخت ہونے کی وجہ سے مارے تکلیف کے وہ کراہ اٹھی لیکن وہ بنا احساس کیے اسے ایک جھٹکے سے تمام فاصلے مٹاتا اپنے بے حد قریب کر چکا تھا۔

"میرے خیال میں ہمیں شاپنگ کے لیے نکلنا چاہیے۔ "اس کی نم آنکھوں میں اپنی سپاٹ آنکھیں گاڑھتے ہوئے اس نے تنبیہی انداز میں اسے بہت کچھ باور کرواتے ہوئے اس کا بازو اپنے ہاتھ میں تھامتے ہوئے باہر کی جانب بڑھا تو ژالے کا دل چاہا کہ وہ ہر ایگریمنٹ کو بھاڑ میں جھونکتے ہوئے یہاں سے بھاگ نکلے لیکن وہ ایسا صرف سوچ ہی سکتی تھی کیونکہ اسے بہت سارے پیسوں کی ضرورت تھی،

اتنے پیسے کہ وہ پوری دنیا کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی تھی۔

اور اس کی یہی خواہش اسے ایک ایسی گہری کھائی میں گرانے والی تھی جہاں اسے اٹھانے والا بھی کوئی نہ تھا۔

____

"فرہاد! یہ اتنی گاڑیاں کیوں کھڑی ہیں گھر کے باہر؟ "گاڑی جیسے ہی" عالم مینشن "کی پتھریلی روش پہ آئی تو سامنے نظر آتی سیاہ گاڑیوں کی قطار کو دیکھ کے اس نے گاڑی ڈرائیو کرتے فرہاد سے استفسار کیا جس کا جواب دینے کی بجائے اس نے لاعلمی سے سر ہلا دیا تو وہ بغور گاڑیوں کو دیکھتی ایک دم سے اچھلی۔

"شیر لالہ آئے ہیں کیا؟ "اس نے فرطِ جذبات سے مغلوب ہوتے ہوئے فرہاد کو کندھا ہلاتے ہوئے پوچھا تو وہ بیچارہ بوکھلا گیا۔

"میڈم! مجھے اس بارے میں کوئی اطلاع نہیں ہے،
ہم گھر پہنچ چکے ہیں آپ اندر جا کے دیکھ لیں۔ "
اس نے گاڑی وسیع و عریض پورچ میں کھڑی کرتے
ہوئے مودب انداز میں جواب دیا تو وہ اپنی گاڑی
کے سامنے دکھائی دیتی سیاہ مرسڈیز کو محبت و جوش
سے دیکھتی سرخوشی سے بنا فرہاد کے باہر نکلنے کا
انتظار کیا گاڑی سے باہر نکل کے اندر کی جانب
بھاگ کھڑی ہوئی جبکہ فرہاد گہری سانس بھرتا اس

کی چیزیں اٹھا کے اس کے تعاقب میں مینشن کے

اندرونی حصے کی جانب بڑھا۔

"لالہ "!اندر داخل ہوتے ہی اس کے کانوں میں

اس کی سریلی آواز پڑی جو تیزی سے صوفے پہ

بیٹھے" شیرو "کی جانب بڑھی جو وائٹ کلر کی شرٹ

کے بازو کہنیوں تک موڑے سیاہ پینٹ اور سیاہ

ویسٹ کوٹ میں ملبوس بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔

"کیسی ہے میری گڑیا؟"محبت سے اس کی پیشانی

چومتے ہوئے اس نے اسے اپنے ساتھ بٹھایا تو وہ

اس کے کندھے سے سر ٹکاتی اسے اپنی روٹین بتانے

لگی۔

"کالج میں کوئی کسی قسم کا مسئلہ تو نہیں؟ "اس نے اپنے مخصوص لہجے میں استفسار کیا تو اس کے کندھے سے لگی زرشالے کو نجانے کیوں ایک شخص بے ساختہ یاد آیا لیکن اگلے ہی لمحے اس کی یاد کو شدت سے جھٹلاتی وہ کھل کے مسکرائی۔

"نہیں لالہ "!اس نے مختصراً جواب دیا۔

"لالہ!ایک بات پوچھوں؟ "پاس آ کے بیٹھی ماں کو ایک نظر دیکھ کے اس نے بھائی کی جانب دیکھا۔

"ضرور پوچھیں۔ "اس نے محبت سے کہا۔

"لالہ آپ ڈاکٹر ہیں لیکن آپ کا پروٹوکول ہرگز ڈاکٹرز والا نہیں ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ "اس نے اپنے دل و دماغ میں پنپتا ہوا سوال بالآخر اس سے

پوچھ ڈالا تو اس کے خوبرو چہرے کا رنگ لحظہ بھر کو تغیر کا شکار ہوا لیکن فوری طور پہ سنبھلتے ہوئے اس نے اس نے اس کے بال کان کے پیچھے اڑسے۔

"اپنا پروٹوکول انسان خود بناتا ہے بیٹا، تب تک کوئی آپ کی عزت نہیں کرے گا جب تک آپ خود اپنی عزت نہیں کریں گے، کوئی آپ کو اہمیت نہیں

دے گا جب تک آپ خود کے لیے اہم نہیں ہوں گے، تو بس میرے پروٹوکول کے پیچھے بھی یہی وجوہات ہیں۔ "بنا سچ بولے اور جھوٹ کی ملاوٹ کیے بغیر اس نے بہن کو جواب دیا تو وہ اس کی بات سن کے سر اثبات میں ہلانے لگی۔

"ماما ! کھانا لگوا دیں، پھر مجھے نکلنا ہے۔ "اس کے نکلنے کا سن کے دونوں کے چہرے بجھ سے گئے لیکن ان کی ہر ایک بات جو حرف آخر ماننے والا ان کا لاڈلہ صرف اس معاملے

میں ان کی ایک نہیں سنتا تھا تبھی وہ اپنا دل مسوس کے رہ گئیں۔

"سر! مے آئی ہیلپ یو؟ "مال میں داخل ہوتے ہی وہ اسے لیے سیدھا برائیڈل ڈریسز والی شاپ میں لے کے داخل ہوا تو وہ صبح ہی صبح اس مال کے کھلے ہونے پہ لعنت بھیجتی چار و ناچار اس کے ساتھ گھسیٹتی چلی جا رہی تھی۔

"جو ڈریس آرڈر کیا تھا وہ چیک کروائیں۔ "اکھڑ انداز میں اپنا کارڈ کاونٹر پہ رکھتے ہوئے اس نے کہا تو سیلز گرل اس کا نام پڑھتے ہی الرٹ ہوئی اور جلدی ایک جانب بڑھی اور ریک میں پڑا ہوا بڑا سا ڈبہ اٹھا کے کاونٹر پہ رکھا تو نا چاہتے ہوئے بھی ژالے متجسس ہوئی کہ آخر کیسا ڈریس آرڈر کیا گیا تھا۔

لیکن سیلز گرل نے جیسا ہی ڈبہ کھولا مارے حیرت و صدمے کے اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"ی۔۔یہ ڈریس لینے آئے ہیں ہم شادی کے لیے؟" گہرے سرمئی رنگ کے دیدہ زیب میکسی نما لہنگے کو دیکھ کے اس کو گہرا صدمہ لگا کہ وہ تو شوخ رنگوں

سے پیار کرنے والی لڑکی تھی اور کہاں پسند تھے ایسے گہرے رنگ اور پھر اپنی شادی کے لیے۔

"کیوں کیا ہوا؟ "خوبصورت و نفیس ڈوپٹہ اٹھا کے اس کے سر پہ سجاتے ہوئے اس نے لاپرواہی سے

استفسار کیا تو سیلز گرل کے سامنے اس کی اس

حرکت پہ وہ بے ساختہ گڑبڑائی لیکن پرے ہٹنے کی

کوشش نہ کی کہ وہ اس حرکت کے بعد اس کی کسی

بے باک گستاخی کی متحمل نہ تھی۔

"میں ایسے رنگ نہیں پہنتی۔ "شیشے میں نظر آتے اپنے جگمگاتے عکس سے نظریں چرائے وہ سنجیدگی سے بولی تو اس کی آنکھیں میں سرد سا تاثر چھلکا۔

"اب سے پہنا کرو گی کیونکہ مجھے پسند ہیں اور میری پسند آج سے تمہارے لیے اہم ہونی چاہیے۔ "

سنجیدگی سے کہتے ہوئے اس نے سیلز گرل کو ڈریس

پیک کرنے کا اشارہ کیا تو وہ اسے دیکھ کے رہ گئی کہ اگر اپنی ہی مرضی کرنی تھی تو اسے کیوں صبح ہی صبح بلایا تھا۔

"میم ڈریس کے ساتھ جو اسیسریز آپ کو چاہییے بتا دیں۔ "ڈریس پیک کرنے کے بعد سیلز گرل

پروفیشنل انداز میں گویا ہوئی تو وہ اس مہربانی پہ بھڑک اٹھی۔

"وہ بھی آپ ان سر کی پسند سے ہی پیک کر دیں۔ "

اس کے جواب پہ سیلز گرل کا چہرہ ایک دم سے امڈ آنے والی مسکان کو ضبط کرنے کی کوشش میں سرخ

پڑنے لگا جبکہ مسکراتی نگاہیں ان دونوں پہ مرکوز
تھیں۔

"مجھے پسند کرنے میں کوئی دقت نہیں ہے لیکن یوں
اگر نکاح سے قبل میں نے تم سے تمہارے فگر کے
متعلق سوالات کیے تو تم آکورڈ فیل کرو گی۔ "عقب
سے آتی گھمبیر سرگوشی کی آواز اور بائیں کان پہ

سلگتا ہوا لمس محسوس کر کے وہ کرنٹ کھا کے پلٹی لیکن جیسے ہی اس کے الفاظ سمجھ میں آئے وہ واپس رخ موڑتی اپنی پاگل دھڑکنوں کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگی جبکہ اس کی اس قدر بے باکی پہ اس کا رنگ سرخ قندھاری انار کی مانند ہو گیا جبکہ ہتھیلیاں ایک دم سے پسینے میں بھیگنے لگی، اسے اس لمحے شدت سے منتشا اور مسز جوزف کی کمی محسوس ہوئی کہ زندگی کے اس اہم موقع پہ اس کے دونوں ہی عزیز رشتے اس کے ساتھ موجود نہ تھے لیکن

ہمیشہ کی طرح اپنے احساسات اپنے دل میں دفن کرتی وہ خود کو سنبھالنے لگی۔

"آپ۔۔آپ اس کے ساتھ میچنگ جوتا دکھا دیں۔"

اس آکورڈ سی سچویشن سے نکلنے کے لیے اسے کچھ اور نہ سوجھا تو وہ جلدی سے بول اٹھی جبکہ اس کی حالت دیکھتے ہوئے وہ سیلز گرل کو اشارہ کرتا نجانے

کیا سوچ کے سائیڈ پہ ہو گیا کہ وہ اسے اپنے نکاح پہ مکمل اپنے رنگ میں دیکھنا چاہتا تھا۔

-

آنکھیں موندے وہ اپنی بیڈ پہ لیٹی پاؤں جھلاتی ہوئی
دو دن قبل ہوئے واقعہ کو ہی یاد کیے جا رہی تھی
جس نے تب سے اس کی نیندیں اڑا رکھی تھیں۔

"کون تھا وہ شخص اور ایسی الجھی ہوئی باتیں کیونکر کر
رہا تھا؟ "اس نقاب پوش کی سرد آنکھوں کو یاد کرتی
وہ دل ہی دل میں بڑبڑائی تو اس نقاب پوش کی

آنکھوں کے ساتھ اس کی نگاہوں کے پردے میں دو آنکھیں مزید لہرائیں تو اس نے تڑپ کے اپنی آنکھیں کھولیں۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ "وہ بے چینی سے بڑبڑائی اور پھر کسی خیال کے تحت وہ ایک جھٹکے سے اٹھی اور لپک کے اپنی وارڈروب کی جانب بڑھی اور پھر کچھ

ہی لمحوں بعد وہ ہاتھوں میں تصویروں کا ایک پلندہ اٹھائے واپس بیڈ کی جانب بڑھی۔

ان تصویروں کو ہاتھ سے ادھر ادھر کرتے ہوئے اس کی نگاہ اپنی مطلوبہ تصویر پہ رکی تو دھڑکنیں اس پل گویا تھم سی گئیں جبکہ آنکھیں بہت عرصے بعد اسے 'دیکھ کے نم ہو گئیں۔

لرزتے ہاتھوں کے ساتھ تصویر کو تھامتے ہوئے اس نے اسے اپنے سامنے کیا تو ایک آنسو پلکوں کی جھالر سے نکلتا اس تصویر پہ جا کے گرا تو اس کے آنسووں میں مزید تیزی آنے لگی اور تصویر آنسووں سے بھیگنے لگی۔

"میں جانتی ہوں کہ اب کبھی جو میں آپ کے سامنے آئی تو آپ میرا چہرہ بھی دیکھنا پسند نہیں کریں گے لیکن میں پھر بھی چاہتی ہوں کہ ایک بار، صرف ایک بار آپ مجھے مل جائیں۔" دلگیر لہجے میں بولتے ہوئے اس نے اپنے کپکپاتے ہوئے لب اس تصویر میں دکھائے دیتے اپنے عکس کے ساتھ کھڑے اس خوبصورت مرد کے چہرے پہ رکھے۔

اسی لمحے ایک عجیب سے کھٹکے کی آواز پہ اس نے گردن گھمائی تو سانس گویا سینے میں ہی اٹک کے رہ گئی۔

"آ۔۔۔آپ؟ "اس کی ساکت نگاہیں اس نقاب پوش کے چہرے پہ ٹکی ہوئی تھیں جسے کچھ لمحے قبل وہ یاد

کر رہی تھی اور اسی کی یاد اسے ماضی کی عمیق

گہرائیوں میں لے گئی تھی۔

"اتنی حیران کیوں ہو رہی ہیں آپ؟ کیا مریضوں کو

صرف ایک ہی دفعہ چیک کرتی ہیں آپ؟ "نگاہیں

اس کے ہاتھ میں تھامی ہوئی تصویر پہ گاڑھے وہ

سکون سے بولتا ہوا اس کی جانب بڑھا تو وہ ہوش میں آئی۔

"اپنے بڑھتے قدم وہیں روک لیں کیونکہ آپ نہیں جانتے کہ آپ کس کے گھر میں گھس نے ایسی دیدہ دلیری کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ "سخت لہجے میں بولتی وہ ہاتھ میں پکڑی تصویر کا رخ بدل گئی۔

"اب تو یہ دیدہ دلیری کر چکا ہوں اس لیے اب آپ ٹائم ضائع کیے بغیر میری پٹی بدل دیں۔ "

لاپرواہی سے کہتے ہوئے وہ اس کے بیڈ سے کچھ قدموں کی دوری پہ پہنچ چکا تھا جبکہ وہ اپنے ساونڈ پروف کمرے کی بدولت کسی کو پکارنے والے خیال پہ لعنت بھیجتی اس صورتحال سے خود نپٹنے کے لیے

اپنے حواس یکجا کیے اپنے خوف کو چھپانے کی کوشش کر رہی تھی کہ پچھلی دفعہ اس شخص نے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا اور یہی خیال اس کے ڈر کو کم کیے ہوئے تھے۔

اسے یہ بھی خیال تقویت دے رہا تھا کہ اس کے کمرے سے نکلتے ہی اس کی ایک پکار پہ اسے پکڑ لیا جائے گا اور آئندہ وہ اس آفت سے بچی رہے گی۔

"پٹی بدلوانے کے لیے کل ہاسپٹل تشریف۔۔۔"

وہ اسی انداز میں بول رہی تھی جب وہ بلکل بیڈ کے نزدیک آتا اس کی جانب جھکا تو اس کا چہرہ مارے خوف کے سپید پڑنے لگا لیکن وہ اس کی جانب متوجہ ہوئے بغیر اس کے سائیڈ پہ پڑی تصویروں کے ڈھیر پر سے وہی تصویر اٹھا گیا جسے کچھ لمحے قبل وہ تھامے ہوئے تھی۔

"یہ کیا طریقہ ہے؟ "وہ تصویر لینے کو اس کی جانب
جھپٹی لیکن وہ دو قدم پیچھے ہوتا اس کی کوشش ناکام
بناتا تصویر کو بغور دیکھنے لگا۔

"بوائے فرینڈ پیارا ہے آپ کا۔ "اس کو اپنے بازو
کے حصار میں لیے شخص کو دیکھتے ہوئے اس نے
عجیب میں لہجے میں کہا تو اس کے الفاظ پہ اسے

کمرے کی دیواریں خود کے گرد تنگ ہوتی محسوس ہونے لگیں جبکہ وجود گویا دہکتے انگاروں پہ لوٹنے لگا۔

"بوائے فرینڈ نہیں شوہر ہے میرا۔ "بلند آواز میں غراتے ہوئے اس نے لپک کے اس کے ہاتھ سے تصویر چھینی اور قدم دروازے کی جانب بڑھائے۔

جبکہ دوسری جانب اس شخص پہ اس کے انکشاف کا کسی طور پہ اثر نہ ہوا بلکہ وہ یونہی پرسکون انداز میں کھڑا اسے دروازے کی جانب بڑھتا ہوا دیکھ رہا تھا۔

"جان کر اچھا لگا کہ یہ شخص تمہارا شوہر ہے لیکن اس سے زیادہ یہ جان کر اچھا لگا کہ یہ مر چکا ہے۔"

اس کی پرسکون آواز پہ وہ کرنٹ کھا کے پلٹی اور

پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے اس کی بات سمجھنے کی کوشش کرنے لگی اور جیسے ہی بات اس کی سمجھ میں آئی وہ انجام کی پرواہ کیے بغیر بجلی کی سی تیزی سے اس کی جانب لپکی اور اپنی پوری قوت کے ساتھ اپنا دایاں ہاتھ اس کے گال پہ چھاپ دیا۔

"چٹاخ "اس کے کانپتے ہاتھ میں نجانے اتنی طاقت کہاں سے آئی تھی کہ تھپڑ چہرے پہ پڑتے ہی اس کا چہرہ ہلکا سا دوسری جانب مڑا لیکن اس نے وہیں بس نہ کیا بلکہ بپھری شیرنی کی مانند وہ اس کا گریبان دونوں ہاتھوں میں جھکڑتی چلائی۔

"کیا بکواس کی ہے ابھی تم نے؟تم اس کے متعلق ایسی بات سوچ بھی کیسے سکتے ہو؟ "بنا کسی خوف و خطر کے اس کا گریبان جھنجھوڑتی ہوئی وہ حلق کے بل غرائی تو نجانے کیوں اس شخص کی آنکھوں کا سرد تاثر مزید گہرا ہوا۔

"آج کے بعد میرے گریبان تک آپ کے ہاتھ پہنچے تو میں یہ بھولنے میں ایک منٹ نہیں لگاوں گا کہ آپ ایک عورت ہیں۔ "سرد لہجے میں اسے تنبیہہ کرتے ہوئے اس نے ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھوں سے اپنا گریبان چھڑوایا۔

مگر دوسری جانب اس کی ایک نظر سے خوفزدہ ہو جانے والی وہ اس کی اس سنگین دھمکی کے باوجود بھی اپنی جگہ سے نہ ہلی کہ اب کی بار تو وار سیدھا دل پہ لگا تھا۔

"اور اگر آج کے بعد تم نے یوں میرے گھر یا میرے ہاسپٹل میں گھس کے میرے کسی بھی ذاتی

معاملے میں کوئی بھی فضول گوئی کی تو میں اپنے ہر فرض کو فراموش کرتی تمہارا حشر بگاڑ دوں گی۔ "

سرخ آنکھوں میں گہری کاٹ لیے وہ مضبوط لہجے میں بولی تو وہ ایک دم سے کھل کے مسکرا دیا۔

"امپریسو !مجھے لگتا تھا کہ ڈاکٹرز بہت نرم دل ہوتے ہیں لیکن مجھے اندازہ نہیں تھا کہ آپ جیسی ڈاکٹر کی

نرم دلی ایک شخص کی ذات سے مشروط ہے۔ "اس کے لہجے میں چھپے طنز نے اس پہ جیسے ٹھنڈا پانی انڈیلا ہو، وہ ایک دم جیسے ہوش میں آئی۔

اس نے ایک نظر بیڈ پہ بکھری تصویروں کو دیکھا تو دماغ جیسے ہل سا گیا کہ جو راز اتنے عرصے سے وہ خود کے سامنے لانے سے ڈرتی تھی اسے وہ آج

کیسے ایک قطعی انجان شخص کے سامنے اتنے واضح
انداز میں بیان کر سکتی تھی؟

یہ سوچ آتے ہی اس کا پورا وجود سرد پڑا جبکہ
آنکھوں کے گوشے مزید سرخ پڑنے لگے۔

"بینڈیج کروانی ہے نا آپ کو، وہاں بیٹھیں۔ "وہ ایک دم سے بے تاثر لہجے میں بولتے ہوئے اس نے اسے صوفے پہ بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود میڈیکل باکس لیے کرسی گھسیٹ کے اس کے نزدیک جا بیٹھی۔

اور پھر جتنی دیر تک اس نے اس کی بینڈیج کی وہ اس کی گہری نگاہوں کا ارتکاز اپنے چہرے پہ محسوس

کر سکتی تھی لیکن کچھ بھی ظاہر کیے بغیر وہ اپنے کام میں لگی رہی۔

"آپ کا کام ہو چکا ہے اب آپ جا سکتے ہیں اور اگر باہر کھڑے گارڈز کی گولیوں سے بچ گئے تو آج کے بعد میرے سامنے مت آیئے گا۔" سنجیدگی سے کہتے ہوئے وہ ہاتھ دھونے چل دی جبکہ وہ گہری نگاہوں

سے اس کو دیکھتے اپنی جگہ سے اٹھا اور بہت اطیمنان کے ساتھ کھڑکی کی جانب بڑھا۔

اس کو کھڑکی سے کودے دس سیکنڈز گزرے ہوں گے جب رات کی تاریکی میں یہ خوبصورت سا پیلس گولیوں کی آواز سے گونج اٹھا۔

جبکہ دوسری جانب واشروم سے نکلتی زرشے کھلی
کھڑکی سے آتی گولیوں کی خوفناک آواز سن کے اپنی
جگہ ساکت رہ گئی اور یہ خیال ذہن میں آتے ہی کہ
یہ گولیاں کس پہ برسی ہوں گی، اس کے حواس اس
کا ساتھ چھوڑتے چلے گئے اور وہ لہراتی ہوئی وہیں
دبیز قالین پہ گرتی چلی گئی۔

وسیع و عریض مگر خوبصورتی سے آراستہ ڈرائینگ روم میں رکھے بیش قیمت صوفوں میں سے ایک پہ شاہانہ انداز میں بیٹھے شیر افگن نے انتہائی ناگواری سے عنیہ کے روتے ہوئے وجود کو دیکھا جو آج ایک بار پھر اس سے ملنے" عالم وِلا "آئی تھی جس تک رسائی بس چند مخصوص لوگوں کو ہی تھی۔

"تم ایسے کیسے کر سکتے ہو افگن؟تم کل اس۔۔اس لڑکی کو مال بھی لے کے گئے اور آ۔۔آج اس کے ساتھ شادی بھی کر لو گے، جو حقوق میرے تھے وہ تم اس پہ لٹا رہے ہو۔ "سسکتی ہوئی وہ تکلیف سے بولتی چلی گئی تو اس نے قدرے آگے کو جھکتے ہوئے ٹیبل پہ پڑا اپنا سگار کیس اٹھایا اور سگار نکال کے سلگانے لگا۔

"یہ بات جانتے ہوئے بھی یہ مجھے یوں شکوہ کرتے لوگ سخت ناپسند ہیں تم مسلسل تین دنوں سے یہی کام کر رہی ہو۔ "اس کی ناگوار آواز ابھری تو عنیہ کے بہتے آنسو ٹھٹھر گئے اور اس نے افسوس بھری نگاہوں سے اس بے حس شخص کو دیکھا جو دلوں کے ساتھ کھیلنے کا بخوبی ماہر تھا۔

"لیکن افگن میں تمہاری منگیتر ہوں تو کیا میرا۔۔۔" وہ بول رہی تھی جب اس نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے اس کی بات قطع کی۔

"تم میری منگیتر ہو تو میں نے کب اس بات سے انکاری کی ہے، جو ٹائم شادی کے لیے دیا تھا اسی ٹائم پہ تم سے شادی کروں گا۔" سپاٹ لہجہ اس کے دل پہ برچھیاں سا چلا گیا لیکن وہ لب بھینچتی چپ کر گئی کہ جانتی تھی کہ جتنا اس شخص کے سامنے بولے گی اتنی ہی اہمیت کھوتی چلی گئی۔

خاموش ہونٹوں مگر نفرت کے احساس سے ابلتے دماغ میں ژالے میر سے اس کی زندگی کی سب سے

بڑی تمنا چھیننے کا بدلہ لینے کے لیے وہ پر عزم انداز میں بہت کچھ سوچنے لگی۔

" شام سات بجے ہال میں پہنچ آنا۔ "اس کی سنجیدہ آواز پہ وہ خیالات کی یورش سے باہر نکلی اور اسے نظر اٹھا کے دیکھا جو کوٹ کے بٹن کرتا ہوا ڈرائینگ

روم سے باہر نکل رہا تھا جبکہ وہ اس کے الفاظ پہ بلبلاتی وہیں بیٹھی رہ گئی۔

"تمہارا پلان پسند نہیں آیا مجھے پارٹنر، اس گھٹیا ٹرک کے علاوہ کچھ یونیک کرتے نا۔" سیاہ شرٹ کے

اوپری بٹن کھولے وہ آرام دہ کرسی پہ نیم دراز حالت میں موبائل کان سے لگائے دوسری جانب موجود شخص کو سلگا گیا۔

"اگر تم سے میری بہت قیمتی جان نہ وابستہ ہوتی تو میں اس گھٹیا ٹرک کی بجائے میرے گھر کی حدود پار کرنے کے جرم میں عبرتناک سزا دیتا۔" اس کی

خشونت بھری آواز پہ بھی اس کے چہرے سے مسکان کم نہ ہوئی بلکہ وہ بہت محظوظ انداز میں کان کی لو کھجاتا ہوا بولا۔

"تو کیا تمہیں ترس نہیں آئے گا اپنی' قیمتی جان 'پہ جس کے لیے میں یہ حدود پار کرتا ہوں۔ "اس نے قیمتی جان پہ قدرے زور دیتے ہوئے کہا تو اس کی

بات کا مطلب سمجھتے ہوئے اس کی پیشانی پہ بل پڑے۔

"یہ میرا تیری ذات پہ ترس ہی ہے جو تو زندہ گھوم رہا ہے۔ "وہ بھڑک اٹھا۔

"شکریہ نہیں کہوں گا کیونکہ یہ ترس تم ہمیشہ میری ذات پہ کھانے والے ہو، اچھا ان باتوں کو چھوڑو سنا ہے کہ پارٹنر کسی اور کی بھی زندگی تباہ کرنے والے ہو؟ "اس نے محظوظ کن انداز پہ اس کی گرفت موبائل پہ سخت ہوئی۔

"میری ذات میں دلچسپی لینا چھوڑ دو ورنہ ایسا نہ ہو کہ میں ترس کھانا چھوڑ دوں۔"وحشت بھرے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے کال بند کر کے موبائل پرے پھینکا جبکہ وہ موبائل ہاتھوں میں گھماتا ہولے ہولے کرسی ہلانے لگا۔

--------,-------------------

وہ کسلمندی سے لیٹے ہوئے آنے والے لمحات کے متعلق سوچ رہی تھی جو اس کی ساری کی ساری زندگی کو تلپٹ کر دینے والے تھے لیکن وہ چاہ کے ان لمحات کو روک نہیں سکتی تھی یا شاید روکنا چاہتی ہی نہیں تھی۔

"ژالے! تم اس شادی سے منع کیوں نہیں کر دیتی؟"

منتشا نے اس کا زرد چہرہ دیکھتے ہوئے کہا جسے ہر بار دیکھ کے انہیں تکلیف ہوتی تھی کیونکہ وہ تو رنگوں سے بھرپور کھلکھلاتی ہوئی لڑکی تھی۔

"کیا تمہیں لگتا ہے کہ میں نے منع نہیں کیا ہو گا لیکن اس شخص کے دماغی اسکریو شاید ڈھیلے ہیں جو اتنی چھوٹی سی بات کو زندگی موت کا مسئلہ بنا لیا۔"
وہ بیزاری سے کہتی کروٹ بدل گئی۔

"پھر تم اس کو ساری سچائی بتا دو پھر شاید تمہیں یوں در در کی۔۔۔۔۔ "وہ مدہم آواز میں بول رہی تھی جب اس نے درشتگی سے اس کی بات کاٹی۔

"وہ میرے عشق میں گوڈے گوڈے غرق نہیں ہوا کہ میں اس سے اپنے دکھ سکھ بانٹنے لگوں، میں اس کے لیے ماسوائے ایک ورکر کے کچھ نہیں ہوں۔"

سپاٹ لہجے میں کہتے ہوئے اس نے پلکیں موند لیں لیکن کچھ لمحے ہی گزرے ہوں گے کہ مسز جوزف تیزی سے دروازہ کھولتے ہوئے اندر داخل ہوئیں۔

""ژالے! نیچے شیر افگن کی گاڑی آئی ہے تمہیں لینے کے لیے۔ "ان کی اطلاع پہ اس کا دل چند ثانیے

تھم سا گیا لیکن پھر اپنے آپ کو سنبھالتی وہ اٹھی اور اپنے بال سمیٹنے لگی۔

"چلتی ہوں میں، آپ لوگ بھی ٹائم پہ ہال پہنچ جایئے گا۔" اس نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ جو لوگ اس کی زندگی کا کل اثاثہ تھے وہ یوں بیگانے انداز

میں اس کی زندگی کے اہم موقع پہ شریک ہوں گے۔

لیکن اس نے تو یہ بھی نہیں سوچا تھا کہ اس کی شادی اس طرح سے ہو گی مگر ہر بار ایسا تو نہیں ہوتا کہ جیسا سوچا جائے ویسا ہی ہو کہ انسان کی ہر تدبیر اوپر والے کی تدبیر کے سامنے کچھ نہیں ہوتی۔

اپنے دل کو بہت مضبوط کرتے ہوئے وہ ان کے گلے لگی اور ان سے مل کے اپنا بیگ سنبھالتی دروازہ پار کر گئی۔

ـــــــــــــــــــــــــ،ــــــــــــــــــــــ

ــــ

دھیمے قدموں سے چلتے ہوئے وہ ہاسٹل کے گیٹ کو پار کرتی سامنے کھڑی کار کی جانب بڑھی اور ڈرائیور کے دروازہ کھولنے سے قبل وہ دروازہ کھولتی پچھلی سیٹ پہ ڈھیر ہو گئی۔

"تم انسان ہو کہ مشین، اگر وقت سے پانچ دس منٹ اوپر نیچے ہو جاو گے تو کوئی قباحت نہ ہو گی۔ " سیٹ کی پشت پہ سر ٹکاتی وہ اپنی کرواہٹ ڈرائیور پہ انڈیلتی بنا اس کا جواب سنے پلکیں موند گئ۔

"قباحت تو کچھ نہیں ہو گی لیکن اس کی زندگی کے دن کم ہو سکتے ہیں۔ "پہلو سے آتی گھمبیر آواز اور

نتھنوں سے ٹکراتی دلفریب خوشبو کے احساس سے اس نے فوراً آنکھیں وا کرتے ہوئے اپنے پہلو میں دیکھا جہاں وہ اپنے معمول کے حلیے سے ہٹ کے اس وقت نیوی بلیو کلر کے شلوار سوٹ میں ملبوس گہری نگاہوں سے اسے تک رہا تھا۔

اس کی گہری نگاہوں سے گھبراتی وہ فورا پلکیں جھکاتی نامحسوس انداز میں اپنی جگہ سے پرے کھسکی جبکہ وہ ابھی تلک اس کے زرد چہرے کو فوکس میں رکھے نجانے کیا تانے بانے بن رہا تھا۔

"طبیعت ٹھیک ہے تمہاری؟ "اچانک اس کی انتہائی غیر متوقع آواز گاڑی میں گونجی تو اس نے آنکھوں

میں تحیر لیے اس کی جانب دیکھا تو اس کے چہرے پہ چھائے تاثرات کو سمجھتے ہوئے وہ اس کی جانب جھکا تو وہ ڈرائیور کی موجودگی کے باعث گڑبڑائی۔

"میں نہیں چاہتا کہ میری شادی والے دن میری مسز کی طبیعت خراب ہو یونو مسز کی فٹنیس کی کس قدر ضرورت ہوتی ہے۔" ایک ہاتھ اس کے پہلو پہ

جمائے وہ ذو معنی انداز میں بولتا اس کے دل کو پتنگے لگا گیا جبکہ چہرہ اس کی اس قدر غیر متوقع نزدیکی و بے باکی پہ بھاپ چھوڑنے لگا۔

"یہ شادی محض ایک صفحاتی ک۔۔۔"وہ اسے اس رشتے کی اصل حقیقت سے متعارف کروانے کو تھی جب اس نے اپنا خوبرو چہرہ اس کے چہرے کے

مزید نزدیک لایا تو اس کا دل چاہا وہ یہیں شرم سے ڈوب مرے یا اس شخص کو مار دے جسے دوسرے شخص کی موجودگی کا احساس ہی نہیں تھا۔

"تم اپنے الفاظ کا گلا خود ہی گھونٹو گی یا میں انہیں اپنے انداز میں بند کرواوں۔ "نرم لہجہ مگر آواز میں چھپی دھمکی پہ اس نے بنا اس کی بات کی ذومعنویت

کو سمجھتے ہوئے اس کی جانب بھنا کے دیکھا لیکن اس سے قبل کے وہ کوئی جوابی کاروائی کرتی گاڑی ایک جھٹکے سے رکی تو وہ چونکی۔

"جاو اور شیر افگن کی ہونے کی تیاری اس کے شایانِ شان کر کے آو۔ "جدید اور مہنگے ترین بیوٹی پارلر کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا تو نجانے کیوں

اس کا پورا وجود کپکپا اٹھا لیکن وہ گہری سانس بھرتی اپنا بیگ سنبھالتی دروازہ کھولنے لگی تو اس نے عقب سے فورا اس کی کمر کے گرد بازو لپیٹا تو وہ جہاں کی تہاں رہ گئی جبکہ سانسیں اس کی اس گستاخی پہ رک رک کے چلنے لگیں۔

"تمہارے تیار ہونے کے بعد ڈرائیور تمہیں سیدھا ہال ہی لے آئے گا۔ "اسے اطلاع دیتے ہوئے اس نے ہلکا سا اسے خود میں بھینچتے ہوئے اپنی گرفت سے آزاد کیا تو وہ جلدی سے دروازہ کھول کے باہر نکلتی گہرے گہرے سانس لیتی اپنی منتشر دھڑکنوں کو اعتدال پہ لانے لگی۔

جبکہ وہ پراسرار انداز میں مسکراتا ہوا اسے پارلر میں داخل ہوتا دیکھ کے موبائل پہ ایک نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"زرشالے ! تمہیں ایک مزے کی بات بتاوں؟ "
سحرش نے پرجوش انداز میں کلاس میں داخل ہوتی زرشالے کا ہاتھ پکڑ کے اسے ایک سائیڈ پہ لے جاتے ہوئے کہا تو وہ اس کے انداز پہ حیران ہوتی اس کے ساتھ گھسیٹتی چلی گئی۔

"بات بتانے کے لیے مجھے دنیا کے کس کونے میں لے کے جانے کا ارادہ رکھتی ہو؟ "اپنا بازو اس کی گرفت سے چھڑواتے ہوئے اس نے اسے چھیڑا تو وہ سر جھٹکتی اس کے نزدیک ہوئی۔

"یونو کل پروفیسر احمد نے کہا تھا کہ اسائمنٹ کے لیے میں گروپس بناوں گا۔ "اس نے خوامخواہ سسپنس پھیلانے کی کوشش کی۔

"ہاں تو کیا ہوا؟ "وہ ابھی بھی اس کی پرجوش حالت کا سدِباب نہ سمجھ سکی تھی۔

"یونو بالاج مصطفیٰ کو کس کے گروپ میں ایڈ کر دیا ہے سر نے؟ "اس کے سوال پہ اس کا دل اپنی لے بدلتا ایک لمحے کو رک رک کے دھڑکا لیکن وہ بنا کچھ بولے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"اسی لڑکی کے گروپ میں جسے کچھ دن پہلے اس نے بھرے مجمعے میں تھپڑ مارا تھا۔ "اس کے بالاخر بات مکمل کرنے پہ اس کے ہونٹ" اوہ "کے سے انداز میں گول ہوئے۔

"اب مزے کی بات یہ ہے کہ اس اتفاق پہ وہ لڑکی تو پھولے نہیں سما رہی لیکن پورے ڈیپارٹمنٹ کو بالاج کے ردعمل کا انتظار ہے۔ "وہ بول رہی تھی

جبکہ اس کے سامنے کھڑی زرشالے کا پورا دھیان اس وقت اس کے عقب میں دکھائی دیتے بالاج کی جانب تھا جو بہت تیز قدموں کے ساتھ ڈین کے آفس کی جانب بڑھ رہا تھا۔

"تم جس ردعمل کا انتظار کر رہی ہو وہ پورے ڈیپارٹمنٹ کو ہمیشہ یاد رہے گا کیونکہ بالاج مصطفی ڈین کے آفس میں جا چکا ہے۔" زرشالے نے اپنے

مخصوص انداز میں اسے اطلاع دی اور بنا اس کا
ردعمل دیکھے واپس کلاس کی جانب بڑھ گئی۔

اسے کلاس میں آ کے بیٹھے ہوئے کچھ ہی دیر گزری
ہو گی جب اسے ڈین کی طرف سے پیغام ملا تو وہ
کافی حیران ہوئی۔

"مجھے ڈین نے کیوں بلایا؟ "اس نے حیرانگی سے ساتھ بیٹھی سحرش اور حائقہ کی جانب دیکھا جو خود بھی خاصی متحیر تھیں۔

"اب تم جاو گی تو پتہ چلے گا نا کہ کیوں بلایا۔ " سحرش کندھے اچکاتے ہوئے بولی تو وہ گہرا سانس بھرتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھی۔

وہ کلاس سے باہر نکلی تو حسبِ معمول بہت ہی نا محسوس انداز میں فرہاد اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

"فرہاد! مجھے ڈین کے آفس میں کیوں بلایا گیا ہے؟ " اس نے متفکر لہجے میں استفسار کیا۔

"معلوم نہیں میڈم "! اس نے حکم کے مطابق جواب دیا تو وہ منہ بناتی اپنے سر پہ اوڑھا بلیو سکارف ٹھیک کرتی آفس میں داخل ہو گئی۔

ےےےےےے،ےےےےےےےےےےےےےےےےےےےےےےےےےے

ے

باوردی ڈرائیور کے ساتھ جب وہ اسلام آباد کے مہنگے ترین بینکویٹ کے سامنے گاڑی رکنے پہ ٹھٹھکی تو نظر آتی جگمگاتی روشنیوں کو دیکھ کے نجانے کیوں اس کا دل بھر آیا۔

"کاش میری زندگی میں اتنے خلا نہ ہوتے تو آج میں اپنی زندگی کے اتنے بڑے دن پہ یوں اکیلی نہ ہوتی اور نہ ہی اپنا اتنا خاص دن اور آنے والی تمام زندگی یوں شرطوں پہ داو لگاتی۔" دل ہی دل میں رنجیدگی سے سوچتے ہوئے اس نے نم پلکیں جھپکاتے ہوئے اپنے سارے آنسو حلق میں اتارنے کی سعی کی۔

"مجھ جتنا بدنصیب انسان بھی ہو گا کہ جو یوں اس روپ میں اس قدر اکیلی ہو گی۔" اس کا دل دکھ اور

کرب سے بھر آیا تھا کہ اس لمحے اسے اس شخص کی بے رخی پہ رونا آ رہا تھا جس نے منتشا یا مسز جوزف کو بھی اس کے ساتھ آنے نہیں دیا اور یوں اکیلے ڈرائیور کے ساتھ آنے کا حکم صادر کیا۔

وہ بڑی سی سیاہ چادر میں اپنے جگمگاتے وجود کو اس کی ہدایت کے مطابق چھپائے اپنے آنسو پیتی ہوئی آنے والی ساعتوں کے متعلق سوچ رہی تھی جب اچانک اس کی ذہنی رو بھٹکی۔

"کیا سر کے والدین نہیں ہیں؟ اگر ہیں تو کیا شادی میں شریک ہوں گے؟ "اپنی جانب سے اس کی سوچوں کا رخ اس کی ذات کے متعلق ہو چکا اور اس کی سوچیں بے لگام ہوتی اونچی پروان اڑ رہی تھیں جب اچانک کھٹکے کی آواز پہ اس کی سوچوں کو بریک لگا۔

بے ساختہ سر اٹھا کے اس نے نووارد کو دیکھنے کی کوشش کی لیکن چہرے پہ پڑے بڑے سے

گھونگھٹ کو دیکھ کے بہت بدمزہ ہوتی واپس گردن جھکا گئی، تبھی اسے دو ہاتھ اپنے کندھوں پہ محسوس ہوئے تو وہ بدکتی ہوئی فاصلے پہ ہوئی۔

"سر! یہ ہاتھ نہیں لگانے دے رہیں؟ "اس کے کانوں میں سپاٹ سی نسوانی آواز گونجی تو لفظ 'سر' پہ اس کے تمام حواس الرٹ ہوئے۔

"ریلیکس ژالے "!دو لفظی حکمیہ لہجہ گونجا تو وہ ٹھنڈی پڑ گئی تب ان' سر 'کی چمچیوں نے اس کے گرد لپٹی چادر ہٹائی مگر جیسے ہی اس کی جیولری ٹھیک کرنے کو ہاتھ اس کے چہرے کی جانب بڑھائے تو نگاہ اس کے خوبصورت چہرے پہ پڑتے ہی وہ دونوں لڑکیاں مسمرائز ہو گئیں۔

"لکنگ سو بیوٹیفل "!ان میں سے ایک نے سرگوشیانہ انداز میں کہا لیکن پھر جلدی سے اس کی جیولری

وغیرہ ایک بار پھر سے ٹھیک کرتے ہوئے باہر نکل گئیں تو وہ پیچ و تاب کھا کے رہ گئی جبکہ اس صدمے میں وہ سر پہ ٹکے اسی سیاہ چادر کے گھونگھٹ کو دوبارہ چہرے پہ گرانا بھول گئی جو وہ اسے دوبارہ اوڑھا چکی تھیں۔

"مجھے کس صدی میں اس شاہی سواری سے اترنے کا حکم ملے گا؟ "دل ہی دل میں بڑبڑاتے ہوئے اس نے ہاتھ میں تھامے ٹشو کی مدد سے دونوں ہاتھ

رگڑنے چاہے تو اسی لمحے ایک مضبوط ہتھیلی اس کی نگاہوں کے سامنے آئی تو اس نے بے یقینی سے اس ہتھیلی کو دیکھا اور پھر اسی بے یقینی کی حالت میں اس نے گردن ہلکی سی اٹھا کہ ہتھیلی والے کو دیکھنا چاہا تو نگاہ ہلکا سا دروازے کی جانب جھکے خوبرو و ہینڈسم شیر افگن عالم سے ٹکرائی۔

سیاہ پینٹ کے ساتھ وائیٹ شرٹ کے ساتھ بلیک ویسٹ اور کوٹ پہنے، وہ بلیک ڈائمنڈ کے کف لنکس

لگائے، بلیک چمکتے شوز پہنے وہ بالوں کو جیل کی مدد سے سیٹ کیے بہت سحر انگیز اور یونانی دیوتاوں کے حسن سے مالا مال اپنے فسوں میں باندھ رہا تھا۔

دونوں کی نگاہیں ایک دوسرے کی نگاہوں میں الجھتیں ہر شے سے بے نیاز ہو چکی تھیں۔

جبکہ دوسری جانب لڑکیوں سے ہمیشہ نظر بچا کے رکھنے والا شیر افگن عالم اس لمحے ژالے میر کی ایک نظر سے تسخیر ہو چکا تھا، سرمئی رنگ کا لہنگا جسے

دیکھ کے ژالے میر نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا وہ اس لمحے اس کے کومل وجود پہ سج کے گویا اپنی قسمت پہ نازاں ہو رہا تھا۔

خوبصورت لہنگے کے ساتھ میچنگ جیولری اور میک اپ سے اپنے چہرے کو سنوارے وہ اس لمحے توبہ شکن حالت میں اس کے سامنے موجود اس کے دل میں جذبات کا الاو بھڑکا گئی۔

"سر!سب اندر ویٹ کر رہے ہیں۔" نگاہوں کا یہ تصادم شاید یونہی برقرار رہتا اور ایک دوسرے سے نفرت کرنے والے دونوں نفوس اپنی نفرت کو بھلاتے ہوئے محبت کے جزیزے فتح کرنے نکل پڑتے، اچانک اس کے پرسنل ملازم کی ہچکچاتی آواز پہ جیسے ماحول پہ چھایا ہوا فسوں ایک چھناکے سے ٹوٹ گیا۔

ملازم کی آواز پہ ہوش میں آتی ژالے نے اس کی نگاہوں کا رنگ دوبارہ سے انہی سرد تاثرات میں ڈھلتے دیکھا تو بجھے ہوئے انداز میں اس کے ہاتھ پہ اپنی حنائی مگر نازک ہتھیلی رکھی جسے اس نے فورا ہلکا سا دباتے ہوئے اپنے گرفت میں لیا تو وہ اس کے بولتے ہوئے لمس پہ خود میں سمٹی۔

وہ اس کا ہاتھ پکڑے اسے بہت احتیاط سے گاڑی سے اترنے میں مدد کرنے لگا لیکن اس سب سے

پہلے اس نے اس کے چہرے پہ سیاہ چادر کا پلو دوبارہ سے گرا دیا۔

پھر اسے ساتھ لیے جب وہ مین گیٹ پہ جانے کی بجائے ایک سائیڈ پہ ہوا تو وہ الجھی لیکن اس کی یہ الجھن تب رفع ہوئی جب وہاں اس نے ہاسٹل کی فیلوز کے ساتھ منتشا اور مسز جوزف کو دیکھا۔

ان سب کو دیکھ کے ایک گہرا سکون اس کے دل میں سرائیت کر گیا، اس لمحے اسے محسوس ہوا کہ اس کا میکہ آباد ہو گیا ہو جیسے۔

ان سب کے نزدیک آتے ہی افگن نے اس کا نازک ہاتھ دھیرے سے چھوڑا تو مسز جوزف اور منتشا نے لپک کے اسے تھاما اور اندر برائیڈل روم کی جانب بڑھ گئیں۔

"یہ سب کیا ہے؟ "اس نے اس مسٹری ڈرامے اور اپنی ہائی ہیل سے اکتاتے ہوئے استفسار کیا تو منتشا نے اسے صوفے پہ بٹھاتے ہوئے چادر اس کے چہرے سے سرکائی۔

"تمہارے ہونے والے شوہر کا آرڈر ہے کہ نکاح کے بعد ہی تمہیں اندر ہال میں لے جایا جائے، ابھی نکاح کے لیے بینکویٹ کا لان ریڈی کیا گیا ہے۔ "

منتشا کی وضاحت پہ وہ بہت حیران ہوئی کہ وہ اس ساری تفصیل سے ناواقف تھی۔

"عجیب شخص ہے یہ، میرے ساتھ نکاح کے لیے اتنا خرچہ اور اتنا چرچا کیوں کر رہا تھا؟ "اس کا دل ایک دم سے بیزار ہوا، اسی لمحے اسی ایک درد کی لہر اپنے سر میں اٹھتی محسوس ہوئی تو اس کا رنگ زرد پڑا اس نے فورا منتشا کا ہاتھ تھاما۔

"کیا ہوا ژالے؟کانپ کیوں رہی ہو؟"اس کے ہاتھ کی کپکپاہٹ محسوس کر کے منتشا فورا پریشان ہوئی جبکہ ہاسٹل کی چیدہ چیدہ لڑکیاں صوفوں پہ بیٹھی باتوں میں مگن تھیں۔

"مشی!میرے سر میں بہت شدید درد ہو رہی ہے اور اگر یہ درد۔۔۔۔۔۔۔"وہ تکلیف اور بے بسی کی شدت کے باعث اپنی بات وہیں روکتی لب بھینچ گئی

تو اس کی ادھوری بات کا مطلب سمجھتے ہوئے منتشا دکھ سے اسے دیکھنے لگی۔

"تم پریشان نہیں ہو، میں پانی لاتی ہوں تمہارے لیے۔ "وہ اس کا ہاتھ تھتھپاتی اس کے خوبصورت چہرے کو دیکھتی اپنی جگہ سے اٹھنے لگی ہی تھی کہ باہر سے ژالے کو لانے کا حکم آ گیا تو ژالے اسے روکتی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

شام کے گہرے ہوتے رنگوں کے ساتھ لان کی سجاوٹ دیکھ کے وہاں موجود لوگ ایک پل کو مسمرائز سے ہو رہے تھے، سیاہ و سفید پھولوں سے سجا سٹیج اور اس پہ جگمگاتی روشنیاں اس پل انوکھا سا تھیم پیش کر رہی تھیں اور انہی جگمگاتی روشنیوں کے سائے تلے جب اسے شیر افگن کے پہلو میں بٹھایا گیا تو آنے والی ساعتوں کو سوچ کے اس کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑنے لگے۔

لیکن اس کے تمام خوف و خطرات کے باوجود جب مولوی صاحب نے نکاح پڑھانا شروع کیا تو اس کے آنسو نجانے کیوں ابلنے لگے مگر وہ شدت سے ضبط کے کڑے پہرے بٹھاتی اپنی آنسوؤں پہ بندھ باندھتی خود کو اس شخص کے حوالے کر گئی جس کے متعلق ماسوائے وہ اس کے نام کے کچھ نہیں جانتی تھی۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ یہاں اس شخص کے والدین ہیں یا نہیں مگر جو بھی تھا اس کے پاس اس شخص کے متعلق بتانے کو کچھ نہیں تھا۔

دونوں جانب سے رضامندی ملتے ہی جب دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے گئے تو ایک دم سے ژالے کے دل و دماغ کو جھٹکا سا لگا، اس نے یونہی چادر کے اندر سے ہی گردن گھما کے اپنے پہلو کی جانب دیکھنے کی کوشش کی۔

"مجھے لگتا ہے کہ مولوی صاحب نے غلطی سے اتنا حق مہر بول دیا ہو گا، سر نے دس ہزار کہا ہو گا یہ کروڑ بول رہے ہیں۔ "وہ دل ہی دل میں جوڑ توڑ کرتی ایک نتیجے پہ پہنچتی اپنی ہمت مجتمع کرنے لگی۔

"سر "!اس نے سرگوشی نما انداز میں اسے پکارا تو وہ جو دونوں ہاتھ اٹھائے دعا میں شامل تھا اس کی غیر متوقع پکار پہ چونکا۔

"ہونہہ "!اس نے ہنکارہ بھرتے ہوئے اسے مزید بولنے کا اشارہ کیا تو وہ نامحسوس انداز میں تھوڑا سا اس کی جانب کھسکی تو افگن نے اچنبھے سے اس کی حرکت کو دیکھا۔

"آپ نے حق مہر غلط لکھوا دیا ہے، اسے ٹھیک کروا دیں کیونکہ جب ہم علیحدہ ہوں گے تو آپ کو یہ سب پیسے مجھے دینا پڑیں گے۔"اس نے مدہم لہجے

میں بولتے ہوئے اپنے اسے اس کی غلطی کا احساس دلایا لیکن اس کی دوسری بات پہ افگن کی آنکھوں میں ناقابلِ فہم سے تاثرات چھا گئے جنہیں چھپانے کے لیے اس نے فوراً ہاتھ چہرے پہ پھیرے۔

وہ جو اتنی بڑی خبر کے بعد اس کے جواب کی منتظر تھی اچانک ہی ایک مضبوط ہاتھ سر پہ آن ٹکنے کی وجہ سے وہ بری طرح سے چونکی۔

"کبھی سوچا نہیں تھا کہ اپنی اکلوتی بہو سے عین نکاح کے وقت ملاقات ہو گی۔"اس کے سر پہ شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے انہوں نے شگفتگی سے کہا تو وہ ٹھٹھکی۔

"سر کے فادر؟"لیکن وہ چاہ کے بھی انہیں دیکھ نہ سکی جبکہ وہ اس کی گود میں ایک مخملیں کیس رکھتے افگن سے ملنے لگے۔

"کچھ دنوں تک آپ کی ماما کو آپ سے ملوانے کے لیے لے کے آوں گا۔ "کچھ دیر بعد وہ دوبارہ اس سے مخاطب ہوئے تو وہ چادر کے اندر سے ہی سر ہلا کے رہ گئی۔

نکاح کی کاروائی مکمل ہوتے ہی نکاح میں شامل حضرات ہال کے اندر چلے گئے جبکہ وہ وہیں منتشا کے ہمراہ جھولے پہ بیٹھی ہوئی تھی۔

"مشی! میرا دل گھبرا رہا ہے ہاسٹل واپس چلیں؟ "وہ جو بہت ڈھیر سارا رونا چاہتی اس لمحے بے بسی سے بولی کہ وہ کسی کے سامنے بھی رو کے خود کو کمزور ثابت نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن اس وقت نکاح جیسے بندھن کے بندھنے کے بعد اسے بہت شدت سے رونا آ رہا تھا لیکن قسمت شاید اس کا مزید امتحان لینا چاہتی تھی جو ہاسٹل واپس جانے کی بجائے انہیں اندر ہال میں جانے کا حکم ملا۔

وہ منتشا کے ساتھ ہی اندر جانا چاہتی تھی لیکن ملازم کے اشارہ کرنے پہ وہ وہیں رک کے اس کے اگلے حکم کا انتظار کرنے لگی جب وہ سامنے سے مضبوط قدم اٹھاتا ہوا اس کی جانب آتا دکھائی دیا۔

"مس زرشالے عالم! آپ جانتی ہوں گی کہ پچھلے دنوں بالاج اور آپ کی کلاس فیلو میں بہت آکورڈ

سی سچویشن پیش آئی تھی۔ "وہ جیسے ہی آفس میں آ کے بیٹھی تو ڈین صاحب نے تمہید باندھتے ہوئے بات کا آغاز کیا تو وہ ان کی بات پہ گڑبڑائی۔

"نہیں سر! مجھے اس بارے میں کچھ خبر نہیں۔ "اس نے فوری دامن بچایا تو اس کے اس جھوٹ پہ اس کے مقابل بیٹھے بالاج نے آنکھیں سکیڑتے ہوئے اس کے جھوٹ کو ملاحظہ کیا۔

"اٹس اوکے مس عالم!لیکن ابھی پروفیسر احمد نے
بالاج اور رانیہ کو ایک ہی گروپ میں اناونس کر دیا
ہے اور ایسا ہونے کی صورت میں بہت زیادہ
ڈسٹربینس بنے گی اور کالج کا ماحول بے حد خراب
ہو گا اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ جب
پروفیسر احمد بالاج کو آپ کے گروپ میں اناونس
کریں تو آپ ہر طرح کے ردعمل کے لیے زہنی
طور پہ تیار ہوں۔" اب نے سر نے بلا تمہید کے

بات تفصیلا بیان کی تو اس کو ان کی بات سن کے
جھٹکا لگا۔

"لیکن یہ ہمارے گروپ میں کیوں شامل ہوں گے؟ "اس کی بے ساختگی قابلِ دید تھی تبھی بالاج نے دوبارہ نظریں اٹھا کے اس کی جانب دیکھا جو اس لمحے بہت حیران دکھ رہی تھی۔

"کیونکہ ایسا آپ کے لالہ نے کہا ہے۔"ڈین صاحب کی بات سن کے اسے چار سو چالیس وولٹ کا کرنٹ لگا۔

"شیر لالہ نے؟"اس نے نیم وا ہونٹوں سے سرگوشی نما انداز میں استفسار کیا تو سر کے اثبات میں سر ہلانے پہ اس کے پورے وجود کو ایک جھٹکا سا لگا۔

"لالہ بالاج مصطفیٰ کو جانتے ہیں؟ "یہ سوال اس کے ذہن میں کلبلانے لگا لیکن وہ یہ سوال یہاں موجود تینوں نفوس سے نہیں پوچھ سکتی تھی تبھی وہ چپ کر گئی۔

"پھر کیا کہتی ہیں آپ مس عالم؟ "اس کی خاموشی پہ ڈین صاحب نے دوبارہ پوچھا تو وہ جیسے کسی گہرے خواب سے چونکی ہو۔

"ٹھیک ہے سر، لالہ نے کہا ہے تو اٹس ڈن۔ "وہ دھیمے سروں میں اپنی رضامندی دیتی ان سے اجازت لے کے اپنی جگہ سے اٹھی تو وہ اپنے ہی دھیان میں بالاج کے چہرے پہ کھلتی فتح مندی سے چور مسکان نہ دیکھ سکی۔

"فائنلی سیکنڈ سٹیپ بھی آج مکمل ہوا۔ "زرشالے کو آفس سے نکلتے دیکھ کے اس کی آنکھیں ہولے سے مسکائیں۔

--

اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے جیسے ہی وہ ہال کی مین اینٹرینس پہ داخل ہوا تو جیسے میڈیا کا ایک طوفان وہاں سمٹ آیا، اچانک بہت سارے کیمروں کی روشنیاں ایک ساتھ خود پہ فوکس دیکھ کے وہ ایک دم سے گھبرائی اور چہرہ بے ساختہ انداز میں اس کے پہلو میں چھپانے کی کوشش کی اور اس کی

یہی بے ساختگی شیر افگن کے دل میں وہی جذبات ابھارنے لگی کو چند لمحے قبل اسے دیکھتے ہوئے اس کی آنکھوں میں سمٹ آئے تھے۔

اسے بازو کے مضبوط حصار میں لیے وہ اندر داخل ہوا تو ایک دم سے آتش بازی اور ہوائی فائرنگ سے فضا گونج اٹھی جبکہ اتنی غیر متوقع اینٹری اور اس پہ ایسے سواگت وہ بھی سینکڑوں لوگوں کی موجودگی میں دیکھ کے وہ اپنے حواس کھونے کو تھی۔

"کیا کرنا چاہ رہا تھا یہ شخص؟ "اس کے پہلو سے چہرہ نکالتے ہوئے اس نے اس کے چہرے کی سمت دیکھنا چاہا جب اس کی نگاہ بے ساختہ ٹھٹھک سی گئ کیونکہ افگن کے دوسری سائیڈ پہ کھڑی عنیہ شیرازی شعلے اگلتی نگاہوں سے اسے دیکھتی پل بھر کو اسے خوفزدہ کر گئ لیکن اگلے ہی لمحے وہ کھل کے مسکرا دی۔

ایک ہاتھ جو کیمروں اور آتش بازی سے بچاو کے
لیے اس کے وجود میں پناہ لینے کے لیے اس کے
گرد لپٹا ہوا تھا اسی ہاتھ کی گرفت اس کے کوٹ پہ
مزید مضبوط کرتے ہوئے اس نے عنیہ کے چہرے کا
جائزہ لیا۔

جبکہ وہاں موجود سبھی لوگ بہت دلچسپی سے اس
ڈرامے کو دیکھ رہے تھے جہاں ہال کے بیچ و بیچ وہ
اپنی نئی نویلی دلہن کو بازو کے حصار میں لیے ہوئے

اپنی سابقہ منگیتر کو بھی پہلو میں کھڑا کیے باتوں میں مشغول تھا۔

ایسی چٹ پٹی صورتحال دیکھ کے بہت سے کیمرے ان کی جانب ضرور مڑتے جو اگر وہ" شیر افگن عالم " نہ ہوتا اور شیر افگن عالم کو اس کی مرضی کے بغیر خبروں کی زینت بنانے کی جرات آج تک کوئی نہ کر سکا۔

وہ وہیں اس کے کوٹ کو جھکڑے عنیہ کے ساتھ کھڑے افگن کے بزنس پارٹنر کے ساتھ اسے باتیں کرتا دیکھ رہی تھی، جب اس نے عنیہ کے ہاتھ کو بڑھتے ہوئے دیکھا تو اس کے حواس الرٹ ہوئے۔

"سر! میں تھک گئی ہوں۔" نگاہیں عنیہ کے دھواں دھواں ہوتے چہرے پہ گاڑے اس نے اپنا دوسرا نازک ہاتھ اس کے سینے پہ رکھتے ہوئے بہت دھیرے سے کہا تو وہ فورا اس کی جانب متوجہ ہوا۔

متوجہ ہونے پہ اس نے اس کی توجہ کا محور عنیہ
شیرازی کی ذات کو پایا تو وہ گہری سانس بھرتے
ہوئے تھوڑا سا جھکا تو اگلا لمحہ حاضرینِ محفل کے لیے
اس صدی کا بہت انوکھا لمحہ تھا جب بھرے مجمع نے
'شیر افگن 'کو ایک لڑکی کو اپنی بانہوں میں اٹھائے
دیکھا۔

جبکہ دوسری جانب وہ جو عنیہ کے تکبر کی سزا اسے
دینے کے لیے افگن سے مصنوعی انداز میں بولی تو

جواباً افگن کی اس حرکت پہ بری طرح سے گھبراتے ہوئے اس نے دونوں ہاتھ اس کی گردن کے گرد لپیٹے۔

"ہمیشہ کے لیے مضبوطی سے تھام لو، اگر جو اس پل گرفت ڈھیلی کی تو ہمیشہ کے لیے کھو دو گی مجھے۔"
اس کے کان میں سحر انگیز مگر ناقابلِ فہم سرگوشی کرتے ہوئے وہ سٹیج کی جانب بڑھا تو مارے حیا و شرمندگی کے اس کے مضبوط سینے میں چہرہ چھپاتے

ہوئے اس نے گرفت اس کی گردن کے گرد مزید مضبوط کی۔

"سر! پلیز مجھے نیچے اتار دیں، سب ہمیں دیکھ رہے ہیں۔" سب کی نگاہیں چہرہ چھپانے کے باوجود خود پہ محسوس کرتی وہ شرمندگی سے بڑبڑائی تو افگن نے بغور اس کے حجاب آمیز وجود کو دیکھا۔

"یہی کام تو تم بھی کر رہی تھی۔ "گہری نگاہ اس کے سجے سنورے چہرے پہ ڈالتے ہوئے وہ سکون سے بولا تو اس کا دل' دھک 'سے رہ گیا۔

"ہیں؟سر کی بات کا کیا مطلب ہے؟ "ہمیشہ کی طرح پہلی ٹینشن کو چھوڑ کے اسے نئ ٹینشن لگ گئ اور وہ افگن کی قربت کی فکر چھوڑ کے نئ فکر میں لگ گئ جبکہ اس کے زہنی تفکرات سے بے نیاز وہ اطمینان سے چلتا اسے ساتھ لیے سامنے سٹیج کی جانب بڑھا

اور بہت سے لوگوں کی متحیر نگاہوں کو نظرانداز کرتے ہوئے اسے بہت آہستگی سے صوفے پہ بٹھایا۔

"شکر ہے۔"اس کی گرفت سے آزاد ہوتے ہی اس نے پرسکون سانس خارج کیا اور سیدھی ہو کے بیٹھی ہی تھی کہ نگاہ ہال کے بیچ و بیچ ششدر کھڑی عنیہ سے ٹکرائی تو دل میں اک ملال سا اتر آیا۔

"میں اتنی خود غرض نہیں ہوں لیکن تمہیں تمہارا گھمنڈ اور تمہاری اکڑ لے ڈوبے گی۔" اس کی آنکھوں میں چھائے تاثرات کو دیکھ کے وہ دل ہی دل میں کہتی اپنی نگاہیں جھکاتی منتشا کا انتظار کرنے لگی لیکن اگلے ہی لمحے اس کی تمام حسیات ایک دم سے الرٹ ہوئیں۔

پہلو میں آ کے براجمان شخص کی سحر انگیز خوشبو اور قربت کے احساس نے اسے فوراً اپنی لپیٹ میں لیا تو

اس کی سوچوں کا رخ فوراً اس کی جانب مڑا جو اس کی جانب بالکل متوجہ نہیں تھا بلکہ اس کا سارا دھیان اس وقت سامنے موجود فوٹوگرافر پہ تھا۔

"سر! مجھے ہاسٹل جانا ہے۔" کیمروں کی مسلسل لائٹس پڑنے کی وجہ سے اس کے سر میں پھر سے درد ہونے لگا تھا تبھی وہ ہلکا سا منمنائی لیکن منمنانے کے بعد اسے خود ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کی آواز افگن کے کانوں تک نہیں پہنچی ہو گی۔

"سر! منتشا کدھر۔۔۔۔" اب کے اس نے آواز قدرے بلند کی لیکن اس کی آواز کو فورا بریک لگا کہ اس کے ساتھ بیٹھا افگن اس کے بالکل قریب ہوتا اسے اپنے مضبوط بازو کے حصار میں لیتا یکلخت اس کا دل زوروں سے دھڑکا گیا۔

"سر! پیچھے ہو کے بیٹھی۔۔۔" لوگوں کی کھوجتی نگاہیں خود پہ محسوس کرتی وہ اس کی سلگتی قربت

سے چھٹکارا پانے کو بولی لیکن اس کی درشت گرفت نے اس کی بات مکمل نہیں ہونے دی۔

"ادائیں من پسند بیویوں والی ہیں لیکن افسوس میں محبوب شوہر نہیں ہوں اس لیے میرے سامنے آج کے بعد یہ سب مت کرنا اور مجھے خود سے دور جھٹکنے کی کوشش ہرگز مت کرنا ورنہ ساری زندگی چاہ کے بھی پا نہ سکو گی۔ "اس کے بالکل نزدیک وہ مدہم مگر سپاٹ انداز میں بولتا گم صم سا کر گیا، اس

کی جانب دیکھتی ژالے اس پل سانس لینے میں بھی احتیاط برت رہی تھی کہ اس کے ہونٹ بولتے ہوئے مسلسل اس کے کان کی لو کو چھو رہے تھے اور وہ ان ہونٹوں کو مزید گستاخ نہیں ہونے دینا چاہتی تھی کہ یہ لمس یا اندازِ قربت اس کے لیے بے حد نیا تھا۔

ہمیشہ لڑکوں سے کوسوں دور رہنے والی ژالے پہ زندگی نے ایسا موڑ لایا تھا کہ لمحوں میں ایک شخص اس کے پورے دل و جان کا مالک بن بیٹھا تھا۔

"سر"!وہ جو اس کی کمر پہ گرفت مضبوط کیے اپنی سرسراتی انگلیوں کی بے باک حرکت کی وجہ سے اس کے چہرے پہ اترتے رنگ برنگے سائے دلچسپی سے ملاحظہ کر رہا تھا، پرسنل ملازم کے پکارنے پہ اس نے بنا چونکے اس کی جانب دیکھا تو اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اس نے اسے ایک مدہم سا اشارہ کیا تو وہ سر ہولے سے خم کرتا ہوا واپس چلا گیا۔

"بہت بہت مبارک ہو مسٹر شیر افگن "!چند لمحوں کے بعد عنیہ سٹیج پہ آتی مصنوعی انداز میں مسکراتے ہوئے شیر افگن کی جانب بوکے بڑھاتی ہوئی بولی تو بہت سے لوگوں نے پھر سے نگاہیں سٹیج پہ مرکوز ہو گئیں جہاں وہ ژالے کو بازو میں لیے عنیہ کی جانب متوجہ تھا۔

"آپ کو بھی بہت بہت مبارک ہو مسز شیر افگن "!

اچانک وہ ژالے سے چبھتے ہوئے لہجے میں مخاطب

ہوئی اور ایک گفٹ ریپر اس کی جانب بڑھایا تو اس نے ہلکا سا سر خم کرتے ہوئے ہاتھ اس کی جانب بڑھایا لیکن اس کا ہاتھ درمیان میں ہی اس کی مضبوط گرفت میں آ گیا۔

"میں وہ گفٹ کبھی نہیں لیتا جس میں مجھے خلوص دکھائی نہ دے اور یہی کام میری بیوی بھی کرتی ہے۔" بظاہر نرم لہجے میں بولتے ہوئے اس نے

گفٹ ریپر میں لپٹے گفٹ کی اصلیت کا بھانڈا پھوڑا تو عنیہ کا چہرہ پھیکا پڑا لیکن وہ سنبھلتے ہوئے گویا ہوئی۔

"اپنے منگیتر کو اس کی جھولی میں ڈال دیا ہے اس کے بعد یہ مجھ سے کیسی مخلصی کی توقع کرتی ہے، میں نے مصالحت کی پہلی سیڑھی پہ قدم رکھا ہے افگن۔ "مدہم مسکراہٹ اور مصنوعی الفاظ پہ ژالے الجھی کیونکہ وہ افگن کی حرکت کو ہی سمجھ نہ سکی تھی۔

"لیکن مجھے اپنی بیوی کے لیے تمہارا تحفہ پسند نہیں آیا عنیہ۔ "اب کے وہ اس کی آنکھوں میں اپنی سرد نگاہیں گاڑھتا بہت سنجیدگی سے بولا تو اس کا چہرہ فق ہو گیا جبکہ چہروں کے تاثرات پڑھنے سے نابلد ژالے نے فورا اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات دیکھے۔

"دونوں ہی کھسکے ہوئے ہیں، جوڑی اچھی لگنی تھی ان دونوں کی اگر شادی ہو جاتی تو۔ "ان دونوں کے تاثرات دیکھتی وہ اس کے ہاتھ کو نامحسوس انداز میں کمر سے ہٹانے لگی کیونکہ عنیہ سے بات کرتے ہوئے اس کی گرفت سخت سے سخت تر ہوتی جا رہی تھی۔

"آہہہ "!اس کے ہونٹوں سے ایک سسکاری سی نکلی تو عنیہ کو آنکھوں سے تنبیہ کرتے افگن کا

دھیان فوراً اس کی جانب ہوا جو اسی کی جانب متوجہ تھی۔

"ہاتھ ہٹائیں اپنا، مجھے درد ہو رہی ہے۔ "وہ دبی دبی مگر حیا آمیز آواز میں بولی تو افگن نے فوراً گرفت نرم کی لیکن ہاتھ ہٹانے کی بجائے اس کا پہلو سہلانے لگا تو وہ اچھلی جبکہ چہرہ سرخ قندھاری انار کی مانند ہوتا گویا لہو چھلکانے لگا۔

"میں درد دینے کے بعد مداوا کرنے کا عادی نہیں ہو اس لیے یہ پل امر کر لو۔ "اس کی جانب جھکتے ہوئے وہ بھاری لہجے میں بولا تو اس کی گہری سانسوں کی تپش سے اس کا چہرہ سلگنے لگا جبکہ اس منظر کی تاب نہ لاتی عنیہ گفٹ وہیں میز پہ پٹختی سٹیج سے اتر گئی۔

"سر! پلیز اب بس کر دیں، سب دیکھ رہے ہیں۔ "

اس کی جھلساتی قربت سے زچ ہوتی وہ بے بسی سے

بولی تو عنیہ کو ہال سے باہر نکلتے دیکھ کے وہ بھی سیدھا ہوا اور ہاتھ اس کی کمر سے ہٹایا۔

"جس کام کا آغاز ہی دوسروں کو کچھ دکھانے کے لیے کیا گیا ہو تو ہر دن اس ارادے پہ عمل کرنا پڑتا ہے۔ "مبہم سے انداز میں کہتے ہوئے اس نے نگاہیں اس کے چہرے سے ہٹائیں اور اپنے پرسنل ملازم کی جانب دیکھنے لگا جبکہ اس کے الفاظ کی چک

پھیرپوں میں الجھتی وہ اپنے حنائی ہاتھوں کی لکیریں دیکھنے لگی۔

"مس عالم "!وہ سحرش اور حائقہ کے ساتھ لان کی جانب بڑھ رہی تھی جب اپنے نام کی پکار پہ اس نے بے ساختہ گردن گھما کے دیکھا تو دل ایک دم سے دھڑک اٹھا۔

بلیو جینز کے ساتھ نیوی بلیو کلر کی شرٹ پہنے وہ حسبِ معمول بازو کہنیوں تک فولڈ کیے، گریبان کے اوپری بٹن کھولے، بیگ کو کندھے پہ لٹکائے ہمیشہ کی طرح رف ٹف مگر ڈیشنگ سی حالت میں اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"جی"! ایک نظر ساتھ کھڑی دوستوں پہ ڈالتے ہوئے اس نے اس کی جانب استفہامیہ نگاہوں سے

دیکھا جس نے سر کے کلاس میں اناونسمینٹ کر دینے کے بعد اسے آج دو دن بعد مخاطب کیا تھا۔

"اگر آپ فری ہیں تو لیب چلیں؟ اسائنمنٹ پہ ورک سٹارٹ کرتے ہیں۔ "ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ وہ بلا تمہید بولا تو اسائمنٹ لفظ پہ اسے غصہ آ گیا۔

"اسائمنٹ پہ ورک کرنے کی ڈیٹ پرسوں سے تھی اور اب ہمارے پاس اب صرف دو دن ہیں مزید

اور گڈ ٹو یو کہ آپ کی وجہ سے ہماری اسائمنٹ کا بیڑہ غرق ہونے والا ہے۔" تھی تو وہ بھی شیرو جیسے گھمنڈی انسان کی بہن اس لیے بنا کسی جھجھک کی وہ ساری کڑواہٹ اس پہ انڈیل گئی جو بے تاثر انداز میں اسے بولتے ہوئے سن رہا تھا جس کا چہرہ ییلو رنگ کے حجاب میں دھوپ کی تمازت سے سرخ پڑ رہا تھا۔

"سوری لیکن ابھی بھی ہمارے پاس وقت ہے جو میرے خیال میں اختلافات کی نظر کر دینے کی بجائے اگر صحیح استعمال میں لایا جائے تو بہتر رہے گا۔ "اپنی مخصوص مگر مدہم سی مسکراہٹ ہونٹوں پہ سجائے وہ سکون سے بولا تو اس کے اس انداز پہ اس کا خون پھر سے ابال کھانے لگا لیکن اس آتے فرہاد کو دیکھ کے وہ لب بھینچ گئی۔

"میڈم!سر کی کال ہے آپ کے لیے۔ "اپنا موبائل اس کی جانب بڑھاتے ہوئے اس نے اطلاع دی تو اس کا غصہ عود کر آیا۔

"لالہ سے کہہ دیں کہ ناراض ہوں میں ان سے۔ " خفگی سے کہتی وہ موبائل کو سرے سے نظرانداز کرتی بائیں جانب بڑھی تو وہ دونوں بھی اس کے پیچھے لپکیں۔

"اپنے سر کو کہنا کہ آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے۔ "چڑانے والی مسکان ہونٹوں پہ سجائے وہ فرہاد کو کہتا اس کی گھوری کی پرواہ کیے بغیر اس کی میڈم کے پیچھے لپکا جو لیب کی جانب بڑھ چکی تھی۔

"ڈاکٹر صاحبہ !ڈاکٹر صاحب آپ کو بلاتی ہے۔ "خان لڑکے نے اس کے کمرے کے دروازے پہ دستک

دیتے ہوئے اسے اطلاع دی تو وہ اس کے الفاظ پہ بے ساختہ ہنس دی۔

"خان !یہ جنس کا کباڑہ کرنا کب چھوڑو گے؟ "وہ مسکراتے ہوئے اپنا سٹیتھوسکوپ میز پہ رکھتی گویا ہوئی تو وہ جھینپا۔

"ڈاکٹر صاحبہ !ہم ٹھیک بولتی ہے، اب تم کو سمجھ نہ آئے تو ہمارا کیا غلطی۔ "وہ کندھے اچکاتے ہوئے

بولا تو اس کی زبان سے لطف اٹھاتی وہ ہولے سے سر خم کرتی اس کے پیچھے ہو لی کہ ڈاکٹر تنویر کی بات سننے کے بعد اسے ایک کیس کی سٹڈی کرنا تھی۔

"مے آئی کم ان سر "!دروازہ ناک کرتے ہوئے اس نے اجازت طلب کی تو سر کی فریش آواز گونجی اور اس نے دھیرے سے دروازہ کھولتے ہوئے اندر قدم رکھا۔

"آیئے ڈاکٹر زرشے !کیسی ہیں آپ؟ "چونتیس پینتیس سالہ خوش شکل اور خوش مزاج ڈاکٹر تنویر نے مسکراتے ہوئے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے استفسار کیا تو وہ ہولے سے مسکرائی۔

"الحمداللہ "!عادتاً مختصر سا جواب دیتے ہوئے اس نے خان کی جانب دیکھا جو اب میز پہ چائے کے کپ رکھ رہا تھا۔

"آج کوئی آپریشن تو نہیں ہے آپ کا؟ "ڈاکٹر تنویر
کے سوال پہ اسے یوں لگا جیسے وہ تمہید باندھ رہے
ہوں لیکن وہ اپنے خیال کو ہولے سے جھٹکتی اپنے
مخصوص انداز میں جواب دینے لگی۔

"جی ابھی تو نہیں لیکن رات دس بجے ہے۔ "چائے
کا سپ لیتے ہوئے اس نے جواب دیا تو وہ ہولے

سے سر ہلاتے گلا کھنکھار کے اس کی جانب متوجہ ہوئے۔

"ڈاکٹر زرشے !میں ابھی آپ سے جو کچھ کہنے والا ہوں پلیز اسے سن کے کوئی غلط مطلب نہ لیجیے گا نہ مجھے غلط سمجھیے گا۔ "انھوں نے بات کا آغاز کیا تو اس کے اندر پکڑ دھکڑ چلنے لگی لیکن اس نے بنا کچھ ظاہر کیے بس ہلکا سا سر اثبات میں ہلاتے ہوئے انہیں گویا مزید بولنے کا اشارہ کیا۔

"میں آپ سے یہ بات بہت عرصے سے کہنا چاہتا ہوں لیکن ہر بار نجانے کیا سوچ کے رک جایا کرتا تھا مگر آج رہا نہیں گیا تو میں نے آپ کو بلوا لیا۔ "
ہاتھوں کی انگلیاں اضطرابی حالت میں میز پہ بجاتے ہوئے انہوں نے بات میں وقفہ لیا تو وہ مزید الجھی اور اب کے متجسس نگاہوں سے ان کا چہرہ دیکھا۔

"میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں ڈاکٹر زرشے۔"
یکلخت ان کے ہونٹوں سے نکلنے والے الفاظ پہ اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا جبکہ وجود گویا گہری کھائی میں اترتا چلا گیا۔

"کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟ "اس کے سائیں سائیں کرتے کانوں میں ایک بازگشت گونجی تو اس کا پورا وجود تھرا اٹھا جبکہ چہرہ یوں سپید پڑا کہ گویا خون نچڑ گیا ہو۔

"قبول ہے۔ "اپنی ہی مدہم آواز اس کے کانوں میں گونجی تو اس کی ہاتھوں میں لرزاہٹ سی پیدا ہو گئ اور پلکیں نم ہونے لگیں۔

جبکہ اس کی اس قدر غیر متوقع اور بری حالت دیکھ کے ڈاکٹر تنویر گھبرا اٹھے۔

"ڈاکٹر زرشے !آپ ٹھیک ہیں؟ "وہ اپنی جگہ سے اٹھ کے اس کے نزدیک آئے اور اپنا مضبوط ہاتھ اس

کے کندھے پہ رکھا تو وہ جیسے کسی گہرے خواب سے چونکتی اچھل پڑی۔

"مم۔۔میں جاؤں سر۔"ہمیشہ کانفیڈینٹ رہنے والی زرشے اس وقت اپنے حواسوں میں نہیں تھی تبھی وہ کانپتے ہونٹوں کے ساتھ گویا ہوئی تو اس کی حالت کے پیشِ نظر انہوں نے فورا اسے جانے کا اشارہ کیا تو وہ لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میرے لیے میری زندگی کا قیمتی اثاثہ ہیں آپ اس لیے میرے لیے ہمیشہ خود کو سنبھال کے رکھیے گا۔"

کانوں میں گونجتی ان دلکش سرگوشیوں کی بازگشت سے بے حال اپنے کیبن کی جانب بڑھتی زرشے کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی رخساروں پہ بہہ رہی تھی۔

"تھک گئی ہوں میں۔ "زرتاری آنچل سر سے اتار پھینکنے کے لیے جیسے ہی اسے کھینچا تو پنوں کی وجہ سے جب بالوں پہ کھنچاو محسوس ہوا تو" سسس "کر اٹھی۔

"میں توقع نہیں کر رہی تھی کہ ایک کانٹریکٹ نما شادی پہ تمہارا باس اس قدر پیسہ بہائے گا۔ "مسز جوزف اس کے ڈوپٹے کی پنیں نکالتی حیرانگی سے

بول رہی تھیں جب اس نے گہری سانس لیتے ہوئے خود کو پرسکون کرنا چاہا۔

"جس کے پاس ہو گا وہی فضول میں بہائے گا نا، ان کے لیے یہ پیسہ ہاتھ کی میل کے برابر تھے۔ان جیسے لوگ تو اپنے ایک ڈنر پہ اتنے روپے خرچ کر جایا کرتے ہیں۔" وہ تلخ لہجے میں بولی کہ ہاسٹل واپس آنے سے قبل اس نے اس کی مزاحمت کی پرواہ کیے بغیر اپنی منمانی کرتے ہوئے بے باک فوٹو

شوٹ کروایا اور پھر ڈرائیور کے ساتھ جب اسے روانہ کیا تو اس کا دل چاہا وہ اس شخص کو جھنجھوڑ کے رکھ دے جو اپنی من مرضی کرنے کے بعد اس کے احساسات کا جنازہ بہت دھوم دھام سے منایا کرتا تھا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو تم۔" اس کی بات سے متفق ہوتے ہوئے انہوں نے اس کے سر سے ڈوپٹہ اتار

کے رکھا ہی تھا کہ دروازے پہ دستک ہوئی اور مسز جوزف کو بلایا گیا۔

"تم یہ جیولری اتارو اپنی میں تب تک تمہارے لیے چائے لے کے آتی ہوں اور آتے ہوئے منتشا کو بھی بلا لاتی ہوں۔ "اسے کہتے ہوئے وہ دروازے کی جانب بڑھیں تو وہ سر اثبات میں ہلاتی وہیں سیدھا لیٹ گئی کہ اس پل وہ ذہنی اور جسمانی طور پہ اس قدر تھک چکی تھی کہ جیولری اتارنے کی بھی ہمت

نہ پاتی تھی تبھی منتشا کے آنے کا ویٹ کرتی وہیں ٹانگیں نیچے کو لٹکاتی نیم دراز ہو گئی۔

"ساری تصویریں سر کے پاس ہی ہیں اور وہ سب اتنی فضول ہیں کہ انہیں تو بندہ کمرہ میں لگا نہیں سکتا۔ "اس کی نگاہوں میں کچھ دیر قبل کا منظر لہرایا تو چہرہ سرخ پڑنے لگا۔

"سر! ایسے تصویریں کون بنواتا ہے؟ "اس کے اپنے پیٹ پہ بندھے ہاتھوں کے نیچے اپنے ہاتھوں کو کسمساتی وہ اپنی پشت پہ موجود افگن سے بولی تو اس کی بات کا جواب دیے بغیر اس نے اس کا دایاں ہاتھ پکڑتے ہوئے اسے گھما کے اپنے بازو پہ لٹایا تو اس کی دھڑکنیں بری طرح سے منتشر ہو گئیں۔

لیکن اس کا دل اس وقت دھک سے رہ گیا جب اسے خود پہ جھکتے ہوئے اسے دیکھا تو اس کا دل چاہا

وہ اتنے لوگوں کی موجودگی میں اس کی اس بے باکی

پہ ڈوب مرے۔

گزرے لمحوں کو سوچتے ہوئے اس کا چہرہ بری طرح

سے سرخ پڑا اور دھڑکنیں پاگل ہونے لگیں، اسی

لمحے دروازہ کھلنے کی آواز پہ وہ چونکی اور منہ پہ رکھا

ہوا تکیہ اٹھا کے سائیڈ پہ رکھا۔

"منتشا! تھک گئی ہوں میں اس لیے یہ جیولری

اتارنے میں مدد کر میری۔" اکتائے ہوئے لہجے میں

بولتی وہ دروازے کی جانب پشت کر کے بیٹھی تو چولی

کے گہرے گلے سے جھلکتی اس کی ددھیا کمر نمایاں

ہونے لگی جو کمرے میں داخل ہونے والے شخص کی

نگاہوں میں جذبات ابھارنے لگی۔

سرمئی رنگ کے لہنگے سے جھلکتی اس کی ددھیا کمر

اور اس پہ بندھی ڈوری کے ساتھ لٹکتے بھاری ٹسلز

عجب دلپزیر سا منظر پیش کر رہے تھے، اسی منظر پہ

اپنی خوبصورت نگاہیں ٹکائیں وہ اس کی جانب بڑھا جو

بڑھتے ہوئے قدموں کی آواز سن کے مزید گویا ہوئی۔

"تصویریں لی ہیں میری تم نے؟ مانا کہ مجھے لہنگے کا کلر بالکل پسند نہیں تھا لیکن ایک عدد یاد تو ہونی چاہیے نا اس دن کی۔ "اس کے قریب اس کے پلنگ پہ بیٹھتے ہوئے اس نے ایک نظر اس کے لاپرواہ وجود پہ ڈالی جو بہت سکون سے پشت اس کی جانب موڑے اپنے نیکلس کو کھلوانے کی منتظر تھی۔

اس نے ہاتھ اس کی جانب بڑھائے ہی تھے کہ جب وہ مزید بولی۔

"تم تصویر ڈویلپ کروا دینا تاکہ جب سر سے ڈائیورس لوں تو تب۔۔۔ آہہہ "!وہ جو اپنی ہی دھن میں لگی ہوئی تھی اچانک ڈوری کے کھینچنے کی وجہ سے کراہ اٹھی اور درشت انداز میں منتشا کو گھورنا چاہا لیکن گردن ہولے سے گھمانے پہ جو چہرہ

اسے نظر آیا اسے دیکھ کے اس کا دل بری طرح سے دھڑک اٹھا۔

"آ۔۔آپ؟ "اس نے ششدر نگاہوں سے اس کا خوبرو چہرہ دیکھا جو اس کے انتہائی قریب بیٹھا اپنی قربت سے اسے جھلسائے جا رہا تھا جبکہ گردن پہ محسوس ہوتا اس کی انگلیوں کا لمس اسے الگ پریشان کر رہا تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟ "ڈوری کھلنے پہ وہ تڑپ کے سیدھی ہونے لگی لیکن اس نے فورا اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اسی پوزیشن میں اسے بٹھایا تو اس کے تاثرات دیکھتی وہ کانپ اٹھی۔

"جیولری نہیں اتارنی؟ "اس کی گھمبیر آواز میں نجانے کیا تھا کہ اس کی پلکیں لرز کے سرخ رخساروں پہ جھک گئیں اور شاید اس کی یہی حرکت

مقابل کو شہہ دے گئی جو وہ اس کی ڈوریوں کو کھولتا اسے کانپنے پہ مجبور کر گیا۔

"سر نہیں کریں پلیز۔" اس کی انگلیوں کی سرسراہٹ جب نیکلس کے ہک پہ محسوس ہوئی تو اس کی ریڑھ کی ہڈی تک سنسنا اٹھی اور وہ مچل کے اس کی جانب رخ موڑتی اسے روکنے کی سعی کرنے لگی لیکن اس کی مزاحمت کو ناکام بناتا وہ اس کے نیکلس کی ہک کھولتا اسے اس کے گلے سے اتارتا

اس کی صراحی دار گردن کو اس کے بوجھ سے آزاد کر گیا۔

نیکلس کے بوجھ سے سرخ اس کی گردن کو دیکھتے ہوئے اس کے دل میں جذبات کا ایک طوفان سا اٹھا اور شاید اسی طوفان کے زیرِ اثر وہ اس کی گردن پہ جھکا اور اپنے سلگتے ہوئے لب اس کی گردن پہ ثبت کرتے ہوئے اس رشتے کی پہلی پر شدت مہر اس کے وجود پہ بھی اپنے نام کی مہر لگا دی اور اس

کے اس پر شدت لمس پہ وہ بری طرح مچلی لیکن اس سے کسی طور اپنا آپ آزاد نہ کروا سکی۔

"یہ شاید دنیا کی پہلی صراحی ہے جسے منہ لگانے سے پیاس مزید بڑھتی چلی جاتی ہے۔" گھمبیر لہجے میں کی گئی بے باک سی سرگوشی پہ اس کے کان کی لوئیں تک سرخ ہونے لگیں جب اس کے دست و لب کی بے باک گستاخیوں پہ اس کا دل دھڑک دھڑک کے پاگل ہونے لگا تھا کہ اس کے ہاتھ اب اس کے

بالوں کو بکھیرنے میں مشغول تھے جبکہ لب گردن کو اپنے لمس سے جھلسائے جا رہے تھے۔

"سر! ہماری ویسی شادی نہیں ہوئی ہے۔ "اس کے ہاتھ جب اس کے شولڈر پہ اٹکی شرٹ سے الجھے تو وہ اس کے ارادوں پہ جی جان سے کانپتی دبی دبی آواز میں چلائی تو اس نے اسی پرسکون انداز سے اس کی مسکارے سے بوجھل پلکوں سے سجی نم آنکھوں میں دیکھا۔

"نکاح نامے پہ سائن کیے ہیں نا؟ "اس کے الفاظ پہ اس کا وجود سرد پڑنے لگا، وہ اس شخص کو سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

وہ جانتی تھی کہ وہ اسے سخت ناپسند کرتا ہے اور شادی کے لیے اس کی پہلی اور آخری ترجیح عنیہ شیرازی ہی ہے لیکن محض اپنی ساکھ اور برسوں سے قائم کی روایت کو برقرار رکھنے کے لیے اس نے اس

سے نکاح کیا تھا مگر اس نکاح کے بعد اس کا ایسا رویہ اس کے دل کو گہرے خدشات سے بھر رہا تھا۔

"نکاح بھی تمہاری مرضی سے ہو رہا ہے نا، تمہیں شیر افگن عالم چاہیے تھا تو جب وہ پورے کا پورا تمہیں مل رہا ہے تو کیوں نہیں سمیٹ رہی اسے؟" بھاری لہجے میں کہتے ہوئے وہ اپنی سحر انگیز شخصیت کے ساتھ اس کے نازک وجود پہ یوں چھایا کہ وہ اس کے وجود میں چھپ سی گئی۔

وہ جو اسے ہر طرح سے اس کے ارادوں سے باز رکھنا چاہتی تھی، اس کے الفاظ پہ وہ چند ثانیے کو خاموش رہ گئی لیکن اگلے ہی لمحے وہ بولنے لگی۔

"ہر کام کے کچھ اصول و ضوابط ہوتے ہیں سر، جب آپ نے ہر کام تھرو پراپر طریقے سے کیا ہے تو پھر مجھے واپس ہاسٹل بھیجنے کی بجائے اپنے ساتھ لے کے جاتے تاکہ میں بھی آپ کے ملنے کا جشن منا سکتی۔" ہمیشہ کی طرح جب وہ بولنے پہ آئی تو بنا کسی

خوف و خطر کے بولتی چلی گئی جبکہ اس کے آخری الفاظ پہ وہ بے ساختہ مسکرایا تو سنجیدگی سے اس کی جانب دیکھتی ژالے کی بیٹ مس ہوئی۔

"کمبخت ہنستے ہوئے تو کسی ڈیشنگ ہیرو کی کاپی لگتا ہے۔" وہ دل ہی دل میں بڑبڑائی جبکہ وہ اسی طرح اسے بازوؤں میں لیے سیدھا ہوا اور اس کے کانوں کو جھمکوں کے بوجھ سے آزاد کرنے لگا۔

"ایک مہینہ ہے تمہارے پاس' جشن منانے' کے معنی سمجھنے کے لیے، اکتیسویں دن تمہیں اپنے ساتھ لے کے جاوں گا تاکہ تم میری ذات پہ جشن منا سکو۔ "اس کے کانوں کو سہلاتے ہوئے وہ مدہم لہجے میں بولتا لمحے بھر کو رکا تو اسے بے یقینی کے بھنور میں چھوڑتا اس کی دھڑکنیں بڑھا گیا۔

"اور اگر تم جشن نہ منا سکی تو یہ کام میں کروں گا اور اتنے شاندار طریقے سے کروں گا کہ تم آئندہ

الفاظ کے چناؤ میں محتاط رہو گی۔ "بات مکمل کرتے ہی وہ اس کے چہرے پہ جھکا تو ژالے کو اپنی سانسیں بند ہوتی محسوس ہونے لگیں۔

اور اسی احساس کے تحت اس نے بے ساختہ اس کے کندھوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے فاصلہ بڑھانا چاہا لیکن اس کی شدت اور گرفت میں اضافہ اس کی دھڑکنوں کو منتشر کر گیا اور دھڑکنوں کے اسی انتشار کی بدولت اس کا وجود اس لمحے اس کی بانہوں میں مقید کپکپانے لگا۔

"کل آٹھ بجے تک آفس پہنچ جانا۔ "چند جان گسل لمحوں کے انتظار کے بعد وہ اسے اپنی سلگتی گرفت سے آزاد کرتا سیدھا ہوا اور اس کی گردن میں ایک چین پہناتا ابھی جگہ سے اٹھا اور دروازے کی جانب بڑھ گیا۔

جبکہ گہری سانسوں اور بکھرے ہوئے حلیے کے ساتھ ششدر بیٹھی ژالے کی نگاہیں اپنے گلے میں

موجود چین پہ مرکوز تھیں جس میں موجود ڈائمنڈ رنگ پہ کنندہ' ایس 'لفظ اس کی آنکھوں کو خیرہ کر رہا تھا۔

ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

پھوڑے کی مانند دکھتے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھامے وہ اٹھنے کی ناکام کوشش کرتی واپس تکیے پہ گر سی گئی تو اپنی حالت پہ اس کی گریہ و زاری سے سوجی آنکھیں دوبارہ سے بھیگ گئیں۔

اسی لمحے دوبارہ سے موبائل کی ٹیون بجی تو وہ ہاتھ سائیڈ ٹیبل پہ مارتی موبائل ڈھونڈنے کی کوشش کرنے لگی کہ وہ اپنی وجہ سے اپنوں کو تکلیف نہیں دے سکتی تھی۔

کچھ لمحوں کی تگ و دو کے بعد وہ موبائل پکڑنے میں کامیاب ہوئی مگر جیسے ہی اس کی نگاہ بلنک کرتے نمبر سے ٹکرائی تو اس کی آنکھیں فوراً ڈبڈبا سی گئیں، اس نے کال پک کر کے موبائل کان سے لگایا تو

شدتِ غم سے آنسوؤں کا گولہ حلق میں اٹک سا گیا۔

"السلام علیکم "!بھاری گھمبیر آواز گونجی تو اس کی سسکیاں بلند ہو گئیں۔

"زرشے رو رہی ہو آپ؟ "دوسری جانب وہ جیسے تڑپ اٹھا اور شاید وہ تڑپ یہ محسوس کر چکی تھی تبھی آنسوؤں میں مزید تیزی آئی۔

"آپ۔۔آپ نے مجھے اس شخص کے ساتھ باندھ کے بہت غلط کیا لالے۔" وہ اپنی سسکیاں بمشکل روکتے ہوئے کانپتے لہجے میں گویا ہوئی تو وہ چونکا۔

"کیا ہوا میرا بچہ؟رونا تو بند کریں۔" وہ اضطرابی حالت میں گویا ہوا کہ اس کی حالت اسے پریشان کر رہی تھی۔

"میرا دل بند ہو رہا ہے لالے۔ "وہ کرلا اٹھی جبکہ اس کے الفاظ دوسری جانب موجود شخص کا کلیجہ نوچ کے کھا گئے۔

"زرشے "!وہ ایک دم سے دھاڑا لیکن وہ اس وقت اپنے غم میں اس قدر ڈوبی تھی کہ اسے اس کے سامنے ہر احساس ہر لفظ ہر جذبہ ہیچ لگ رہا تھا۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں لالے، میرا دل بند ہو رہا ہے
یہ سوچ کے کہ شادی شدہ ہونے کے باوجود جب
کوئی پ۔۔۔پروپوز کرتا ہے تو میں اسے
ٹ۔۔ٹوک نہیں پاتی کہ میری شادی ہو چکی ہے
ک۔۔کیونکہ م۔۔۔میں تو جانتی ہی نہیں کہ میرا
ش۔۔شوہر کہاں ہے؟ کیا وہ بھی میرا یونہی پابند ہے
یا نہیں؟ "سسکتے ہوئے وہ اپنے جذبات و احساسات
اس کے سامنے عیاں کر گئی تو وہ پروپوزل کا سن کے
ہل گیا جبکہ خوبرو چہرے کے جبڑے تن سے گئے۔

"یہ جرات کس نے کی ہے؟ "اچانک وہ سرد لہجے میں گویا ہوا تو اس کے اس سوال پہ نئے سرے سے اس کا دل کرلانے لگا۔

"کیا فرق پڑتا ہے لالے، بیری پہ پتھر ضرور آتے ہیں۔ "دل پہ لگی چوٹ بہت گہری تھی جو وہ اس قدر 'کھل 'کے باتیں کر رہی تھی۔

"بیری لاوارث نہیں ہے زرشے۔" وہ سنجیدگی سے گویا ہوا تو اس کے دل سے ہوک سی نکلی۔

"فی الحال کے لیے ہے۔" بھاری دل کے ساتھ کہتی وہ کال بند کر گئی کہ آنسوؤں اور غم کی شدت اسے بولنے ہی نہیں دے رہی تھی۔

جبکہ دوسری جانب اس کے یوں کال بند کرنے پہ اس کی گہری آنکھوں میں تفکر کی لکیریں گہری ہوتی چلی گئیں۔

تیز تیز قدموں سے چلتی وہ کلاس کی جانب بڑھ رہی تھی جبکہ حسبِ معمول فرہاد اس کے پیچھے چل رہا تھا، وہ ابھی کلاس سے کچھ فرلانگ کے فاصلے پہ تھی جب اچانک سامنے اس طرحدار حسینہ کے آ جانے

کی وجہ سے اسے رکنا پڑا جسے کچھ دن پہلے بالاج بری طرح سے بے عزت کر چکا تھا۔

"ایکسکیوزمی؟ "اس کے اچانک رستہ روکنے پہ وہ اپنی ناگواری چھپا نا سکی تبھی سنجیدگی سے بولی جبکہ فرہاد بھی نامحسوس انداز میں وہیں رک گیا تھا۔

"زیادہ ٹائم نہیں لوں گی بس تم سے کچھ پوچھنا تھا۔ " وہ اس کے خوبصورت چہرے کو دیکھتی عجیب سے

لہجے میں گویا ہوئی تو زرشالے نے ہنکارہ بھرتے ہوئے گویا اسے آگے بولنے کا اشارہ کیا۔

"یہ حجاب کی آڑ میں کون سا ایسا جادو ٹونا چھپایا ہوا ہے جو سب کو خود پہ لٹو کروا رہی ہو؟ایک کو دم بنا کے کالج میں لیے پھرتی جبکہ ایک تمہارے نام کی مالا جپتا آفس تک پہ۔۔۔۔" وہ فرہاد اور بالاج کا حوالہ دیتی زہر اگل رہی تھی جب اچانک اسے اپنی سانسیں بند ہوتی محسوس ہوئیں۔

"عورت ہیں اس لیے جان بخشی کر رہا ہوں لیکن آج کے بعد میڈم سے اس لہجے میں بات کی یا ان کے راستے میں آئیں تو میں ہرگز لحاظ نہیں کروں گا۔ "اس کی نازک گردن کو اپنے مضبوط ہاتھ میں دبوچے فرہاد کا لہجہ بہت خوفناک محسوس ہو رہا تھا جسے سن کے وہ لمحوں میں زرد پڑی جبکہ اردگرد موجود سٹوڈینٹس اس تماشے کو بہت دلچسپی سے تک رہے تھے۔

"فرہاد !سٹاپ اٹ۔ "اس غیر متوقع صورتحال سے کانپتی زرشالے سب کی نگاہیں خود پہ مرکوز پا کے مزید پریشان ہوتی جا رہی تھی کیونکہ وہ سمجھ چکی تھی کہ اب معاملہ صرف ان سٹوڈینٹس تک نہیں رہنے والا تھا۔

"ایوری تھنگ از آل رائٹ؟ "اچانک ایک خوبصورت مگر پرسکون سی آواز گونجی تو زرشالے

نے میکانکی انداز میں گردن گھما کے عقب میں دیکھا تو اپنے رف ٹف سے حلیے میں وہ بہت سکون کے ساتھ کھڑا آنکھوں میں حیرانی لیے انہیں تک رہا تھا۔

"آپ رو کیوں رہی ہیں مس عالم؟ "جب اس کی نگاہ اس کی بھیگی نگاہوں پہ پڑی تو وہ متفکر انداز میں اس کی جانب لپکا اور اس کا یہی انداز وہاں موجود بہت سوں کو آگ لگا گیا۔

"جب کسی کو آس نہ دلائی ہو تو کوئی یوں پروانوں کی طرح نہیں بھاگتا آتا۔ "ایک زہریلی آواز گونجی تو زرشالے کو لگا کہ وہ اس تضحیک پہ اپنے حواس کھو دے گی اس پہ مستزاد فرہاد اور بالاج کی شعلے اگلتی نگاہیں اسے کسی انہونی کا احساس دلا رہی تھیں۔

"یو ب۔۔۔۔" بمشکل اپنے منہ سے نکلتے غیر مہذب الفاظ کو ضبط کرتا وہ اپنا آپا کھوتا اس لڑکی کی جانب لپکا جو اس وقت زہر اگل رہی تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ ہر لحاظ فراموش کرتا اس لڑکی پہ جھپٹ پڑتا، وہ اپنی ساری ہمت مجتمع کرتی ہوئی بولی۔

"بالاج خدا کے لیے مزید تماشا مت بنائیں۔" اس کے لب ہلے تو اس کے قدم بہت بے ساختہ انداز

میں ٹھٹھکے جبکہ دل کی لے اس کے ہونٹوں سے اپنا نام سن کے فورا بدلی اور شاید دل کی لے کا بدلنا تھا کہ اس کے چہرے کے تاثرات فورا نارمل ہوئے جسے محسوس کر کے مجمع پہ مزید سرگوشیاں پھیل گئیں اور یہ انتشار دیکھ کے وہاں مجبورا پروفیسرز کو بلایا گیا۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں یہ؟ "پروفیسر اعجاز نے وہاں آتے ہی ترش لہجے میں استفسار کیا تو بھیڑ چھٹنے لگی اور انہیں راستہ دینے لگی۔

وہ جیسے ہی آگے بڑھے مگر نگاہ سامنے حواس کھوتی زرشالے پہ گئی تو اپنی جگہ پہ ہل سے گئے۔

"اوہ مائی گڈنیس "!ان کی شاکڈ آواز پہ فرہاد اور بالاج دونوں بیک وقت اس کی جانب مڑے تو اسے زمین پہ گرتا دیکھ کے دونوں ایک ساتھ اس کی

جانب لپکے تو بالاج کے بڑھتے ہاتھ دیکھ کے فرہاد نے اپنے قدم آہستہ کر لیے جس کی وجہ سے اس کی بے جان وجود بالاج کی مضبوط بانہوں میں آ سمٹا۔

"فرہاد! پانی لے کے آو فورا۔ "وہ اس کے نازک وجود کو سنبھالتا ہوا اونچی آواز میں چیخا تو اس ڈرامائی

سی سچویشن سے لطف اندوز ہوتے سٹوڈینٹس نے فورا کیمرے آن کرنے شروع کر دیے۔

"پروفیسر صاحب! اگر ان کیمروں میں سے کسی ایک نے بھی زرشالے عالم کو کیپچر کیا تو آپ سوچ سکتے ہیں کہ شیر عالم کیسی تباہیاں مچائے گا؟ "جب اس نے سٹوڈینٹس کے موبائلز دیکھے تو پروفیسر صاحب کی جانب دیکھتے ہوئے اکھڑ لہجے میں بولا تو پروفیسر صاحب نے فورا گارڈز کو بلوا کے وہاں موجود

جمگھٹے کو ختم کروانا چاہا لیکن تب تک بہت دیر ہو چکی تھی۔

کیونکہ کالج کے گیٹ کے سامنے بہت ساری سیاہ گاڑیاں ایک ساتھ آ کے رکیں تو ٹائرز کی چرچراہٹ سے فضا ایک دم سے گونج اٹھی۔

"دل کرتا ہے کہ اتنی لمبی رات ہو کہ میری ساری کی ساری نیند پوری ہو جائے۔" جمائی روکتے ہوئے

وہ" عالم اینڈ سنز "کے مین گیٹ کے سامنے کھڑی انتہائی کوفت کا شکار منہ میں بڑبڑا رہی تھی۔

"اور اتنی لمبی رات ہو کہ صبح اتنی دیر سے آئے کہ یہ میرا باس بھول جائے کہ اس کی ژالے نام کی کوئی سیکرٹری بھی ہے۔"شاکی لہجے میں کہتی وہ بلڈنگ کی بلند عمارت کو کینہ توز نگاہوں سے دیکھنے لگی تو کب سے اس کے انداز ملاحظہ کرتا چوکیدار آگے بڑھا۔

"میڈم آپ اندر نہیں جانا چاہتیں؟ "وہ چونکہ دو ہفتوں سے چھٹی پہ تھا اس لیے وہ اسے بطورِ" مسز شیر افگن "نہیں جانتا تھا تبھی بلا تمہید بولا کہ اسے لگا جاب کے لیے آئی ہے تو اس کی آواز پہ ژالے نے اس کی جانب دیکھا اور بہت سکون سے دیکھا۔

"نہیں۔ "اس کے یک لفظی جواب پہ چوکیدار نے حیرانگی سے اس کی جانب دیکھا۔

"تو میڈم آپ واپس گھر جائیں، یوں راستے میں کھڑی نہ ہوں۔ "اب کے وہ بے لچک لہجے میں بولا تو اس کے چہرے پہ بیچارگی سی اتر آئی۔

"کیسے واپس چلی جاوں؟ وہ جو اندر ہٹلر بیٹھا ہے نا وہ میرے چھوٹے چھوٹے پیسز کر دے گا۔ "مبالغہ آرائی کی حد کرتی وہ چوکیدار کو وہیں ششدر چھوڑتی

تھکے تھکے قدموں کے ساتھ عمارت میں داخل ہو گئی۔

جیسے ہی وہ عمارت کے اندرونی حصے کی جانب بڑھی تو تمام ورکرز اسے حیرانی سے دیکھنے لگے جو معمول کے مطابق براون پینٹ کے ساتھ آف وائٹ شرٹ اور سٹالر لیے، مہندی لگے ہاتھوں میں فائل کو تھام کے سینے سے لگائے قدرے اونچی ہیل والی سینڈل پہنے متوازن چال چلتی آگے بڑھ رہی تھی۔

ان سب کی نگاہوں سے بے نیاز وہ لفٹ کی جانب بڑھی اور تھرڈ فلور پہ جانے لگی۔

"یہ اچھے ان اونچے لوگوں کے چونچلے ہیں، آفس سب سے نچلے فلور پہ رکھو تاکہ سب آسانی سے مل سکیں، اوپر جانے کا اتنا شوق ہے تو شوقیہ بندہ باقی فلورز میں بھی چلا جاتا۔ "عجب بے ڈھنگے پن سے سوچتی وہ لفٹ رکنے پہ باہر نکلی تو اس فلور کے ورکرز بھی اسی انداز میں اسے گھورنے لگے لیکن وہ

ان سب کی نگاہوں سے بے نیاز اپنی ہی دھن میں مگن آگے بڑھ رہی تھی۔

"مس ژالے آپ آفس کیوں آئی ہیں؟" وہاں کی سینئر ہیڈ عمارہ نے اسے دیکھا تو پوچھے بغیر نہ رہ سکیں جبکہ وہ ان کے سوال پہ حیران رہ گئی۔

"مجھے آپ کے باس نے خود اپائمنٹ کیا تھا مس عمارہ تو اب میں آفس نہیں آوں گی تو کیا کروں

گی؟ "اسے لگا کہ ایک دو دن کی آف لینے کے بعد اسے سب بھول چکے ہیں تبھی یاددہانی کرواتے ہوئے بولی۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن آج کیوں آئی ہیں آپ؟ "ان کی حیرانگی کسی طور کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

"کیوں چھٹی ہے کیا آج یا آج سر نے نہیں آنا؟" وہ اچانک ہلکے سے پرجوش لہجے میں بولی تو سب نے اسے یوں دیکھا گویا کہ اس کے سر پہ سینگ نکل آئے ہوں۔

"ہمارا مطلب ہے کہ کل تو آپ کی شادی ہوئی ہے اور آج آپ آفس آگئی ہیں۔" انہوں نے اب کے بات مکمل بیان کی۔

"اوہ اچھا وہہہ "!اس نے" وہ "کو اچھا خاصا کھینچتے ہوئے بات میں وقفہ لیا۔

"آپ کے باس کا نا میرے بغیر دل نہیں لگتا اس لیے کل ہی آرڈر دے دیا تھا کہ آٹھ بجے آفس پہنچ جانا تمہیں دیکھ کے بیڈ ٹی پیوں گا۔" لہجے میں ہلکی سی طنزیہ آمیزش کرتی وہ بولی تو سب اس کی بات سن کے ہلکا سا مسکرا دیے کہ اس کا انداز ہی کچھ اس قدر دلچسپ تھا۔

"اس کے باوجود آپ آٹھ بجے سے لیٹ پہنچی ہیں مس ژالے۔ "عقب سے آتی گھمبیر آواز پہ وہ اچھل پڑی اور بے ساختہ گردن گھما کے آواز کی سمت دیکھا جہاں وہ بلیو تھری پیس میں ملبوس نک سک سا تیار کھڑا خوشبوئیں بکھیر رہا تھا۔

"جلدی سے سب اپنے اپنے کام پہ پہنچیں اور آپ آئیں مس ژالے۔ "سب کے سلام کو جواب دیتا وہ

حکمیہ لہجے میں سب کو حکم صادر کرتا واپس پلٹ گیا تو وہ بھی گہری سانس بھرتی اس کے پیچھے لپکی۔

مرے مرے قدموں سے چلتے ہوئے جیسے ہی وہ اس کے پر تعیش آفس میں داخل ہوئی تو اس کی مسحور کن خوشبو نے اس کا استقبال کیا۔

"ذاتی اختلافات ایک طرف لیکن اس بندے کی چوائس بہت زبردست ہے۔ "لمبا سانس کھینچتے ہوئے وہ اس کی خوشبو محسوس کرتی دل میں سوچنے لگی جبکہ اس کے تاثرات کو باریک بینی سے ملاحظہ کرتے افگن کے چہرے کے تاثرات اس وقت ناقابلِ فہم ہو رہے تھے۔

"آپ نے بلایا سر؟ "اچانک احساس ہونے پہ وہ فورا اس کی جانب متوجہ ہوتی پروفیشنل انداز میں گویا

ہوئی تو وہ سکون سے چلتا اس کے سامنے آ کھڑا ہوا
تو وہ الجھ گئی۔

"کوٹ اتارو میرا۔ "اس کے الفاظ پہ اس نے چونک
کے اس کی جانب دیکھا اور پہلے ہی اس کی جانب
متوجہ تھا۔

"اب صبح صبح تمہیں آفس بلایا ہے کہ تمہارے بغیر
میرا دل نہیں لگتا تو یہ تم پہ بھی لازم ہے نا کہ

میرے دل بہلانے کا ساماں کرو۔ "ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولتا وہ اس کے دل و دماغ کو الجھا سا گیا۔

"کیا مطلب؟ "اس نے نا سمجھی سے استفسار کیا۔

"مطلب سمجھانے کو وقت پڑا ہے، ابھی یہ کوٹ اتارو۔ "وہ بے نیازی سے کہتا اس کی جانب پشت کرتا کھڑا ہوا تو وہ اپنا بیگ اور فائل وہیں صوفے پہ رکھتی آگے بڑھی اور اس اپنا ہاتھ اس کے کندھے

پہ رکھا ہی تھا کہ نجانے کیوں دھڑکنوں کی آواز کانوں میں گونجنے لگی۔

"کیا تم جانتی ہو کہ تمہیں اس آفس میں میری پرسنل اسسٹنٹ ہونے کے ساتھ ساتھ میری پرسنل وائف کی بھی ذمہ داریاں نبھانا ہوں گی۔" وہ جو اس کا کوٹ ایک بازو سے نکالنے کے بعد دوسرے سے نکالنے کی تگ و دو میں اس کے تھوڑا نزدیک ہوئی تو کان میں ہونے والی سرگوشی سن کے اس کا

وجود سنسنا اٹھا لیکن وہ کچھ بھی ظاہر کیے بغیر اس کا کوٹ اس کے بازو سے نکالتی سٹینڈ پہ لٹکانے لگی۔

"اب یہ تم خود اندازہ لگا لینا کہ پی اے کی جاب مشکل ہے کا بیوی کی؟ "بات مکمل کرتے ہوئے وہ اس کے چہرے کے الجھے ہوئے تاثرات کو بغور دیکھے گیا۔

"آپ کے لیے چائے لاوں سر؟ "اس کی سر کے اوپر سے گزرنے والی باتوں کو نظرانداز کرتے ہوئے وہ سنجیدگی سے بولی تو وہ دو قدم اس کے نزدیک ہوا۔

"اونہوں! بیڈ ٹی سے پہلے ایک مارننگ کس ہوتی ہے، پہلے وہ کرو اس کے بعد دینا بیڈ ٹی۔ "اس کی بات کو اپنی مرضی کے پہلو میں ڈھالتا وہ بے باکی سے بولا تو اس کا چہرہ برے طریقے سے دہکنے لگا کہ

وہ تو رات کو دکھائی جانے والی اس شخص کی شدت اور بے باکی کو سوچ کے کانپ رہی تھی اور ایسے میں یوں آفس میں اس کی ایسی باتیں اسے بوکھلا رہی تھیں۔

"میں چائے لاتی ہوں۔" وہ اس کی بات اگنور کرتی اس کے پہلو سے گزرنے لگی جب اس نے درشتگی سے اس کا بازو جھکڑتے ہوئے اسے گرفت میں کھینچا

تو وہ اس اچانک افتاد پہ لڑکھڑاتی اس کے کشادہ سینے سے جا ٹکرائی۔

"آج کے بعد میری کہی کسی بات کو اگنور کرنے کی کوشش مت کرنا، اس دنیا میں تمہارے لیے میری کہی ہوئی ہر بات معنی رکھنی چاہیے۔ "شدت بھرے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے ہاتھ بڑھا کے اس کے بالوں میں بندھے اسکارف کو کھینچا تو اس کے بال

اس کی کمر پہ بکھرتے اس کی خوبصورتی کو دوبالا کر گئے۔

"تم بہت حسین ہو ژالے میر۔ "گھمبیر لہجے میں بولتے ہوئے اس نے اس کی کان کی لو کو ہونٹوں میں دباتا تو وہ اس کی جسارت اور اس کے الفاظ کی حدت پہ کانپ اٹھی۔

"لیکن اس کے باوجود تم میرے لیے قابلِ محبت نہیں ہو۔ "اس کے کان کے نیچے اپنے سلگتے لب رکھتے ہوئے وہ اس کے سماعتوں میں زہر انڈیلتا اسے اپنے لمس کی شدت سے ادھ موا کرنے لگا۔

"بلکہ تمہارا یہ خوبصورت و دلفریب وجود میرے لیے سوائے نفرت اور ناپسندیدگی کے کوئی معنی نہیں رکھتا۔ "اپنی بات مکمل کرتے ہوئے وہ اس کے سپیڈ پڑتے چہرے پہ جھکا اور رفتہ رفتہ اپنی نفرت اس کی سانسوں میں تحلیل کرتا اس پہ اپنا تسلط جما گیا۔

اس کی گرفت میں اس قدر شدت اور جنوں خیزی تھی کہ اس کے سینے سے لگی ژالے کے قدم بے ساختہ لڑکھڑا گئے تھے تبھی وہ اس کی کمر کے گرد بایاں بازو حائل کرتا دایاں ہاتھ اس کے بالوں میں پھنساتا اپنی گرفت مزید سخت کر گیا جبکہ اس کی شدت اور جنوں خیزی کی تاب نہ لاتی وہ اپنے حواس کھوتی اس کے بازوؤں میں ہی بکھرتی چلی گئی۔

پھوڑے کی مانند دکھتے سر کو تھام کے اس نے
بوجھل آنکھیں کھولیں تو نگاہ نامانوس سے منظر سے
جا ٹکرائی تبھی وہ اپنی پلکیں واپس موندتی اپنے
دکھتے سر کو ریلیکس کرنے کے لیے کروٹ بدلنے کو
تھی جب عجیب سے احساس کے تحت اس نے
گردن چاروں جانب گھمائی تو اردگرد کا منظر دیکھ کے
وہ ایک جھٹکے سے اٹھی تو ہونٹوں سے بے ساختہ
مارے تکلیف کے ایک' کراہ 'سی نکل گئی۔

اس نے بھیگی آنکھوں سمیت ماحول کا ازسر نو جائزہ لیا تو اسے اندازہ ہوا کہ یہ اس گھمنڈی شخص کا آفس روم نہیں بلکہ اس سے ملحقہ اس کا ریسٹ روم تھا جس میں نجانے وہ کب اسے لا کے پر تعیش سنگل بیڈ پہ لٹا چکا تھا اور خود کہاں غائب تھا؟

"تم نے میری نسوانیت کی توہین کی ہے شیرافگن عالم جو میں کسی صورت نہیں معاف کرنے والی۔ "

اپنے نم رخساروں کو زور سے پونچھتی وہ اپنی جگہ سے

اٹھی تو نگاہ سامنے شیشے کی دیوار سے ٹکرائی تو ایک خفت بھری لہر اس کے پورے وجود میں دوڑ گئی۔

اس کے سرخ کان، گردن اور ہونٹ اس وقت اس شخص کے جنونی لمس کی داستان بہت واشگاف انداز میں سنا رہے تھے جس کو محسوس کر کے اس کا دل چاہا وہ اس شخص کو ختم کر ڈالے۔

"میرے اک چھوٹے سے بدلے کے تحت بولے گئے چند الفاظ کو جس طرح کیش کروا کے تم نے خود کو مجھ پہ مسلط کیا اس کا بدلہ میں ضرور لوں گی تم سے۔" پرعزم لہجے میں کہتی وہ اپنے عکس کو دیکھتی اپنے کھلے بال سمیٹنے کی غرض سے اکٹھے کرنے لگی تو اسے یاد آیا کہ اس کا سکارف تو وہ اتار کے کہیں پھینک چکا تھا اب اسے یونہی باہر جا کے سب کی سوالیہ نگاہوں کو فیس کرنا تھا جس کے لیے وہ زہنی طور پہ تیار ہوتی باہر نکلی تو حیرت انگیز طور

پہ اس نے کسی کے رویے یا انداز میں کوئی تبدیلی نہ محسوس کی جسے دیکھ کے وہ دلی طور پہ بہت اطمینان محسوس کرتی اپنے آفس کی جانب بڑھ گئی۔

\---

\---

پانچ افراد کی موجودگی کے باوجود ڈین کے آفس میں اس وقت ایک خوفناک سی خاموشی چھائی ہوئی تھی جو نجانے کیا بھید کھولنے والی تھی۔

"عالم صاحب! میں بہت معذرت خ۔۔۔۔۔ "ڈین صاحب نے بات کا آغاز بہت تمہیدی انداز میں کرتے ہوئے اس آکورڈ سی خاموشی کو توڑنا چاہا جب اس نے بہت سرد انداز میں ہاتھ کے اشارے سے انہیں مزید بولنے سے روک دیا۔

"جو کچھ ہو چکا ہے میں اس کی نا وضاحت سنوں گا نہ معذرت قبول کروں گا مگر۔۔۔"خشک اور بے لچک انداز میں بات کرتے کرتے وہ رکا تو سب نے اس کی جانب دیکھا جو بلیک تھری پیس سوٹ میں ملبوس ماحول پہ چھایا ہوا لگ رہا تھا۔

"مگر آج کے بعد یہاں زرشالے عالم کو کسی بھی قسم کی کوئی زک پہنچانے کی کوشش کی تو میں یہ بھول جاوں گا کہ یہ ایک درسگاہ ہے۔"سرد لہجے میں

ایک گھمبیر سی دھمکی دیتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اٹھنے کو تھا جب اسے رکنا پڑا۔

"اور جو کیمرے زرشالے کو کیپچر کر چکے ہیں ان کا کیا کرنا ہے؟ "بالاج کے سنجیدگی سے کیے گئے سوال پہ اس کی آنکھوں میں چھائی سرد مہری مزید گہری ہونے لگی۔

"وہ شیر عالم کی بہن ہے، اس کا چہرہ کیمروں کی زینت بنانے والے اپنے ہونے پہ پچھتائیں گے۔ "

زہرخند لہجے میں بولتا وہ ایک جھٹکے سے مڑا اور باہر نکلتا چلا گیا جبکہ اس کے باہر نکلنے پہ جس طرح ڈین صاحب نے گہرا سانس لیا تھا وہ دیکھ کے بالاج نے بمشکل اپنی مسکان ضبط کی اور ان سے اجازت لیتا وہ بھی آفس سے باہر نکلا۔

"زرشالے تک پہنچنے والی ہر لڑکی کی خبر ہونی چاہیے تمہیں، جو دو لڑکیاں اس کی دوستیں بنی ہیں سب سے ان کی ہر طرح کی رپورٹ آج رات تک مجھے پہنچاو اور۔۔۔ "وہ اپنے مخصوص لہجے میں فرہاد کو ہدایت دے رہا تھا جب وہ اس کے عقب میں آتا بہت سکون سے اس کے الفاظ اچکتا اطمینان سے بولا۔

"اور اسے بالاج مصطفیٰ کے ساتھ رہنے کا زیادہ سے زیادہ موقع دو۔ "اس کے الفاظ نے شیر نے خونخوار نگاہوں سے اس کا مسکراتا چہرہ دیکھا۔

"بالاج مصطفیٰ کو اپنے دانت تڑوانے ہیں کیا؟ "تنبیہہ کرنے والے انداز میں اسے وارننگ دیتا وہ واپس فرہاد کی جانب متوجہ ہوا۔

"بغیر دانتوں والا بہنوئی تمہارے اسٹیٹس سے میچ نہیں کرے گا اور میں بہت سیریس نوٹ پہ کہہ رہا ہوں کہ اپنے اس باڈی گارڈ سے کہہ دو کہ تمہاری بہن سے تھوڑا دور رہا کرے میرے اندر کا مشرقی مرد جاگ جاتا ہے۔" فرہاد کی جانب اشارہ کرتے ہوئے وہ جس انداز میں بولا اس پہ شہر نے بمشکل اپنے ہاتھوں کو قابو میں رکھتے ہوئے اسے گھورا۔

"اپنے اندر کے مشرقی مرد کو سلا کے رکھو اور آج کے بعد یوں میری بہن کو ڈسکس کیا تو اگلی سانس لینے کی بھی مہلت نہیں دوں گا۔"غراتے ہوئے وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے واضح الفاظ میں اسے وارن کرتا گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔

جبکہ اس کے الفاظ و انداز پہ وہ جھرجھری سی لیتا فرہاد کی جانب مڑا۔

"موت آ جائے غالب لیکن اس جیسے وائٹ کالر غنڈے کی بہن پہ دل نہ آئے۔" جلے دل سے بڑبڑاتا وہ واپس اندر کی جانب مڑا تو اس کی بڑبڑاہٹ سے لطف اندوز ہوتا فرہاد بھی اس کے پیچھے لپکا۔

ـــ

ـــــــ

ڈاکٹر تنویر کے کہے الفاظ کا بوجھ اس قدر زیادہ تھا کہ وہ خود کو سنبھال ہی نہیں پا رہی تھی، یہی وجہ تھی کہ وہ گزشتہ تین دن سے ہاسپٹل نہیں گئی تھی کہ ڈاکٹر تنویر نے اس کے بہت سے ایسے ان دیکھے زخموں کے ٹانکے ادھیڑ دیے تھے جو اس کی نس نس میں درد بھر گئے تھے۔

"میں آپ کو یہ پل کبھی معاف نہیں کروں گی کہ آپ کے ہوتے ہوئے مجھے دوسروں کا ہونے کو کہا

جاتا ہے۔ "سسکتے ہوئے اس نے ہاتھ میں تھامی تصویر کو دیکھتے شکوہ کیا تو آنسو ایک لڑی کی صورت میں رخساروں پہ بکھرتے چلے گئے۔

وہ اپنے ہی دکھ میں نڈھال ہو رہی تھی جب اسے یوں محسوس ہوا کہ ٹیرس میں کوئی کودا ہے تبھی اس کا دل زوروں سے دھڑکا اور بے ساختہ اسے اس گینگسٹر کا خیال آیا جو پہلے بھی اس کے گھر یونہی دندناتے ہوئے آن پہنچا تھا۔

یہی سوچ کے وہ آج اس کو سبق سکھانے کی خاطر اٹھی کہ اسے ڈاکٹر تنویر کی باتوں سے ہی بہت غصہ تھا ایسے میں اس شخص کی فضول بکواس اور دھمکیوں کا سوچ کے اس کے دل میں غم و غصے کا طوفان امڈ آیا۔

وہ تیزی سے چلتی ٹیرس کے دروازے کی جانب بڑھی اور ایک جھٹکے سے دروازہ کھولتی آگے بڑھی تو گھپ اندھیرے کے سوا اسے کچھ دکھائی نہ دیا لیکن

وہ پھر بھی آگے بڑھی اور زرا نیچے کو جھکتی گارڈ کو کہنے لگی۔

"گارڈ!سارے گ۔۔۔ "وہ زور سے اسے آواز دیتی حکم نامہ جاری کرنے ہی لگی تھی کہ جب عقب سے کسی نے اسے ایک بازو کے مضبوط حصار میں لیتے ہوئے دوسرا ہاتھ اس کے نازک ہونٹوں پہ جمایا تو وہ سن سی ہو گئی۔

"مجھے نہیں پتہ تھا کہ آپ میرے استقبال کے لیے اتنی بے تاب ہوں گی ڈاکٹر "! بھاری گھمبیر لہجے میں بولتا ہوا وہ اس کی کان کی لو کو ہولے سے چھوتا اسے بے جان سا کر گیا لیکن جب اس کے ہونٹوں نے کان کی حدود پار کرتے ہوئے اس کی گردن کو چھونے کی گستاخی کی تو وہ ہوش میں آتی اس کی گرفت میں مچلی۔

"یوں زورآزمائی نا کریں ڈاکٹر، پسلیاں ٹوٹ جائیں گی اور میں ٹھہرا نالائق غنڈہ جسے ڈاکٹری علاج بالکل نہیں آتے۔ "شریر لہجے میں بولتے ہوئے اس نے اس کے گرد لپٹے ہاتھ کی گرفت مزید مضبوط کی تو اس کی سرسراتی انگلیوں کے دہکتے لمس پہ وہ بے جان ہونے لگی۔

اسے یہ احساس مارے جا رہا تھا کہ اتنے گارڈز کی موجودگی میں یہ ایک قطعی انجان شخص اسے یوں

ڈھٹائی سے اپنے گھیرے میں لیے بے باکی پہ اترا ہوا تھا۔

"چلیں اندر چلتے ہیں، باہر ٹھنڈ بہت ہے اور آپ کو بیمار کرنے کا رسک تھوڑی لے سکتا ہوں کیونکہ آپ سے تو بہت کام ہیں مجھے۔ "اب کے سنجیدگی سے کہتے ہوئے وہ اس کے ہونٹوں سے ہاتھ اٹھاتا دوبارہ سے بولا۔

"ہونٹوں سے ہاتھ ہٹا رہا ہوں لیکن اگر چیخنے یا کسی کو بلانے کی کوشش کی تو یہ یاد رکھیے گا کہ میرے بازووں میں قید ہیں آپ اور پھر میں جس طریقے سے آپ کو چپ کرواوں گا وہ آپ جیسی شریف ڈاکٹر برداشت نہیں کر پائے گی۔" سرد لہجے میں ذومعنی الفاظ ادا کرتا وہ اسے اپنی باہوں میں اٹھاتا کمرے کی طرف بڑھا تو اس کی وارننگ کو نظر انداز کرتی وہ زور سے چلا اٹھی۔

"تم گھٹیا انسان، چھوڑو مجھے ورنہ میں تمہاری جان لے لوں گی۔ "اس کے سینے پہ ہتھڑ مارتے ہوئے زور سے چلائی اور بے بسی سے ٹیرس کے بند کیے ہوئے دروازے کو دیکھا اور پھر کمرے میں لگے الارم بٹن کو دیکھا۔

"اب اگر آپ کی آواز آئی تو میں بہت برے طریقے سے پیش آوں گا۔ "اچانک وہ سرد لہجے میں بولا تو وہ اس کے حصار میں تڑپ اٹھی کہ وہ تو پہلے

ہی ڈاکٹر تنویر کے الفاظ پہ پریشان تھی ایسے میں اس کی بے باکی اسے بھڑکا سی گئی۔

"تم اپنی زندگی کی بہت بڑی غلطی کر رہے ہو یوں میرے گھر میں آ کے مجھے ہراساں کر کے۔" اس کو بیڈ کی جانب بڑھتے دیکھ کے اس کا دل جیسے غم و غصے سے پاگل ہونے لگا۔

"میری زندگی غلطیوں سے بھری پڑی ہے، ایک اور سہی۔ "لاپرواہی سے کہتے ہوئے اس نے اسے اس کے بیڈ پہ بٹھایا تو وہ لپک کے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم نے شاید گھر کے باہر لگی نیم پلیٹ نہیں پڑھی ورنہ تم یوں میرے سامنے آ کے کھڑے ہونے کی ہمت نہ کرتے۔ "ٹیبل پہ پڑی اپنے بھائی کی تصویر کی جانب اشارہ کرتی وہ غرا کے کہتی الارم بٹن کی

جانب بڑھی ہی تھی کہ اس نے آگے بڑھ کے اس کا نازک بازو اپنی گرفت میں لیتے ہوئے کھینچا تو وہ ایک جھٹکے سے اس کے کشادہ سینے سے آن ٹکرائی۔

اس غیر متوقع ٹکر پہ اس کے جہاں حواس جھنجھنا اٹھے وہیں اس کے وجود سے اٹھنے والے خوشبو نے اس کے پورے وجود کو دہکتے انگاروں میں ڈال دیا۔ تبھی اس کا ہاتھ اٹھا لیکن اس کے گال پہ پڑنے سے قبل اس نے وہ ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں تھاما تو اس کی گرفت میں غیر معمولی سا احساس محسوس

ہونے پہ اس نے بلا ساختہ اس کے رومال سے
بندھے چہرے کو دیکھا۔

"کون ہو تم؟ "اس نے سنجیدگی سے سوال کیا تو اس
نے گرفت مزید اس پہ مضبوط کرتے ہوئے اپنے
نزدیک کیا۔

"دنیا بلیک ایگل کے نام سے جانتی ہے لیکن آپ مجھے اپنا دیوانہ کہہ سکتی ہیں۔ "لوفرانہ انداز میں کہتے ہوئے اس کے رومال سے ڈھکے لبوں نے جب اس کے رخسار کو چھوا تو اس کے لمس پہ وہ بے ساختہ سسک اٹھی۔

"خدا کے لیے میرے ساتھ یوں مت کرو، مجھے میرے شوہر کی مجرم مت بناو۔ "وہ سسک کے کہتی بے بسی سے رو پڑی تو بلا ارادہ اس کی گرفت اس

کے گرد ڈھیلی پڑی لیکن اب کی بار اپنے غم میں ڈوبی زرشے نے فاصلہ بڑھانے کی کوشش نہ کی۔

"آپ کا شوہر کہاں ہے؟"اس شخص کے سوال پہ زرشے کے دل کا درد مزید بڑھا اور پھر وہ ہو گیا جو نہیں ہونا چاہیے تھا۔

گزشتہ تین دن سے غم سے نڈھال کسی سہارے کی متلاشی وہ اس کے نرم لہجے پہ ضبط کھوتی اس شخص کے سینے سے لگتی پھوٹ کے رونے لگی۔

جبکہ دوسری جانب بلیک ایگل جیسے پتھر کا ہو چکا تھا، وہ جو صرف چند لمحات کے لیے اس سے دل بہلاتے اپنا مقصد پورا کرنے کے لیے یہاں موجود تھا، اس کی اس بے ساختہ حرکت پہ اس کا پورا وجود گویا دل بن کے دھڑکنے لگا تھا۔

رات کی تنہائی، سرد موسم، اس پہ ایک خوبصورت و دلکش وجود جو اس وقت خود سپردگی کے سے انداز میں آپ کی گرفت میں موجود ہو، ایسے میں دل کی بے اختیاری تو لازم تھی تبھی دل کی بے اختیاری پہ

گھبراتے ہوئے اس نے اس کے بازووں کو تھامتے ہوئے اسے خود سے الگ کرنے کی کوشش کی مگر وہ سختی سے اس کی شرٹ کے کالر کو جھکڑے اپنا غم سلط کرنے کی کوشش میں تھی۔

"میں نہیں جانتی کے وہ کہاں ہیں؟ م۔۔میں نہیں جانتی کہ وہ اس وقت پاکستان میں بھی ہے یا نہیں۔ "روتے روتے وہ اس کے دوبارہ سوال دہرانے پہ بولی تو اس نے سختی سے اپنے لب بھینچے۔

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ مر۔۔۔" اچانک وہ سپاٹ لہجے میں بولا تو اس کے گریبان کو مزید سختی سے دبوچتی وہ چلا اٹھی۔

"نہیں!وہ زندہ ہیں کیونکہ میں زندہ ہوں۔" اس کے ایک جملے میں اس کی پوری زندگی کا خلاصہ موجود تھا جسے محسوس کر کے اس کی آنکھوں کا رنگ پل بھر کو بدلا لیکن اگلے ہی لمحے وہ شدت سے اسے

اپنے سینے میں بھینچتا اس کے کھلے بالوں کی مہک خود میں اتارنے لگا تو اس کے اس شدت بھرے لمس پہ وہ ایک جھٹکے سے ہوش میں آئی لیکن تب تک بہت دیر ہو چکی تھی۔

"میں چاہتا ہوں کہ وہ شخص مر جائے اور آپ تا عمر یونہی بنا کسی خوف و حد کے میری بانہوں میں کھڑی

رہو ڈاکٹر۔ "خمار آلود لہجے میں بولتا وہ اس کے دل پہ پنجے گاڑھتا اس کی سانسیں خشک کر گیا۔

"اپنے من پسند فیصلے پہ عمل کرنے کے باوجود اس قدر بے سکونی کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ "وائٹ کلر کے سنگل سیٹر صوفے پہ بیٹھے سگار کے گہرے کش لگاتے ہوئے انہوں نے بغور اپنے سامنے بیٹھے

اپنے صاحبزادے کو دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا تو اس نے چونک کے انہیں دیکھا۔

"آپ کو کس نے کہا کہ فیصلہ من پسند تھا؟" اس نے گویا ان کے سوال کا مذاق اڑایا۔

"تو کیا کوئی شیر افگن سے اس کی پسند کے خلاف بھی فیصلہ کروا سکتا ہے؟" قدرے آگے کو جھک کے

بیٹھتے ہوئے انہوں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے سوال کیا تو وہ بے ساختہ ہنس دیا۔

"مجھے گھیرنے کی اچھی کوشش تھی ڈیڈ لیکن افسوس کہ فائدہ مند نہیں ہے کیونکہ میں نے فیصلہ واقعی من پسند نہیں کیا۔" اس نے ان کی تسلی کروانی چاہی جو بے سود رہی۔

"فیصلہ من پسند اگرچہ نہ رہا ہو لیکن فقط ایک جملے پہ زندگی دان کر دینے کو میں کیا سمجھوں؟ "انہوں نے گھیراو اب کے دوسری جانب سے کرنے کی کوشش کی۔

"آپ کی بہو سے محبت۔ "اب کے اس کے ہونٹوں پہ چڑانے والی مسکان پھیلی ہوئی تھی جو سراسر فرحان صاحب کو اپنا مذاق اڑاتی محسوس ہوئی لیکن انہوں نے سیریس نہ لیا۔

"تمہاری آنکھیں واضح طور پہ تمہارے الفاظ کی عکاسی کر رہی ہیں۔" ان کے سکون سے کہنے پہ اس کے چہرے کے تاثرات پہ کوئی فرق نہ پڑا جبکہ بہت ہی نامحسوس انداز میں اس نے اپنے دائیں ہاتھ کو بھینچتے ہوئے اپنے جذبات پہ قابو پانے کی کوشش کی۔

"چلیں پھر آپ جشن منائیں کہ آپ کے بیٹے نے لو میرج کر لی ہے۔ "ایک دنیا سے اپنا یہ روپ چھپا کے رکھنے والے شیر افگن کے ہونٹوں پہ اس وقت ایک بہت الگ سی مسکان تھی۔

"اور جو ایک ارینج میرج کے لیے منگنی کی ہے اس کا کیا کرنا ہے؟ "انہوں نے جانچتی نگاہوں سے اس کا خوبرو چہرہ دیکھا۔

"لو میرج اپنی مرضی سے کی ہے اب ایک ارینج آپ کی مرضی سے بھی تو بنتی ہے نا۔" اس کے اطمینان میں رتی برابر بھی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔

"شیم آن یو شیر افگن۔" اس کی ڈھٹائی پہ انہوں نے اسے لتاڑا تو اس نے بنا اثر لیے سنجیدگی سے انہیں دیکھا۔

"آپ کا ہو گیا پورا؟ "اس کے انداز پہ وہ تلملا اٹھے۔

"شادی کیوں کی ہے تم نے اس بچی سے؟ "اب کہ وہ سیدھا مدعے پہ آئے۔

"آپ کی اس بچی کی خواہش تھی۔ "اس کے لہجے میں بے پرواہی کا عنصر نمایاں تھا۔

"تو اب میری خواہش پوری کر دو ایک۔" انہوں نے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا تو اس نے سوالیہ نگاہوں سے ان کا چہرہ دیکھا۔

"رخصتی کر کے مینشن لے آو بچی کو۔" ان کے الفاظ پہ اس نے حیرت و بے یقینی سے انہیں دیکھا۔

"آپ۔۔۔۔۔؟" وہ انہیں بہت کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن نجانے کیا سوچ کے وہ لب زور سے بھینچتا ایک

جھٹکے سے اٹھا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا جبکہ وہ وہیں کھڑے پرسوچ نگاہوں سے سامنے دیوار کو دیکھتے رہے۔

"جلدی کیوں آگئی ہو تم؟ "منتشا نے حیرت سے چار بجاتی گھڑی کو دیکھا اور پھر اسے دیکھا جو صبح کی نسبت اس وقت بہت مرجھائی سی لگ رہی تھی۔

"بس یونہی دل نہیں لگا تو چلی آئی۔ "اب وہ اسے کیا بتاتی کہ اس شخص کی بے باکی نے اس کے دل کو اس قدر بیزار کیا تھا کہ وہ ہر شے سے بے نیاز وقت سے پہلے ہی آفس سے نکل آئی اور چونکہ وہ "شیر افگن عالم "کی بیوی تھی اس لیے اس سے کسی نے پوچھ پڑتال بھی نہیں کی۔

"تم تو پہلے دن ہی اپنے صاحب کی بیگم بننے کا ناجائز فائدہ اٹھانے لگی۔ "منتشا کی شرارت پہ اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

"جب وہ' صاحب 'ہونے کا بھرپور ناجائز فائدہ اٹھا سکتے ہیں تو ہم پہ کون سی پابندی ہے۔ "ٹنخ سے کہتی وہ اس کا جواب سنے بغیر بیگ پلنگ پہ پھینکتی خود بھی اوندھے منہ لیٹ گئی تو منتشا اپنا سر پیٹ کے رہ گئی۔

"کپڑے تو چینج کر لے ژالے۔"اس نے فوراٹوکا

لیکن وہ یونہی پڑی رہی۔

"بہت سخت نیند آئی ہے اس لیے ڈسٹرب کرنے کی

کوشش بھی نہ کی جائے۔"نیند بھرے لہجے میں

کہتی وہ بازوؤں میں منہ چھپاتی پلکیں موند گئی۔

اسے لیٹے چند لمحے ہی گزرے ہوں گے کہ اس کا

موبائل بجنے لگا تو اس کی نیند کا خیال کر کے منتشا

نے جیسے ہی آگے بڑھ کے موبائل تھاما مگر جیسے ہی نگاہ سکرین پہ پڑی اس کے لب مسکرا دیے۔

"ہم تو ڈسٹرب کرنے کی گستاخی نہیں کرتے لیکن ان مسٹر کو کون روک سکتا ہے؟"شیر افگن کے جگمگاتے نمبر کو دیکھتے ہوئے اس نے آگے بڑھ کے ژالے کا کندھے ہلایا۔

"کیا ہے؟ "اس کے کندھے ہلانے پہ وہ اسے پھاڑ کھانے کو دوڑی جبکہ کال مس نہ ہو جائے اس خوف سے کال پک کر لینے والی منتشا اس کے اتنے غیر مہذب انداز پہ پیچ و تاب کھا کے رہ گئی۔

لیکن یہ وقت صبر سے کام لینے کا تھا تبھی وہ بہت آہستگی سے موبائل سائیڈ پہ کرتی گویا ہوئی۔

"افگن بھائی کی کال ہے۔" اس نے اطلاع دیتے ہوئے موبائل سامنے کرنا چاہا جب افگن کے رویے اور نیند سے جگائے جانے سے بپھری وہ اٹھ بیٹھی۔

"نام مت لو اس کمینے، بے شرم، مطلب پرست، خود غرض شخص کا میرے سامنے، زہر سے بھی بدتر لگتا ہے یہ شخص مجھے، میرے موبائل پہ اگر اس شخص کی سو کالز بھی آ جائیں تو کم از کم اس شخص کے لیے میری نیند خراب کرنے کی کوشش مت

کرنا اور خبردار اس جیسے لیچڑ شخص کو بھائی بنانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"ایک ہی سانس میں اپنے اندر پنپتے غبار کو باہر نکالتی وہ واپس سے بیڈ پہ لیٹ گئی۔

جبکہ سفید پڑتے چہرے کے ساتھ منتشا کا دھیان اس وقت صرف اور صرف موبائل کی سکرین پہ تھا جہاں اس کی کال ہنوز جاری تھی اور وہ چاہ کے بھی اسے بند نہیں کر پائی تھی۔

"ژالے "!اب کے اس نے دبے دبے لہجے میں اسے پکارتے ہوئے اس کا دھیان اس چلتی کال کی جانب کروانا چاہا تو وہ جواباً اس پہ ہی الٹ گئی۔

"کل اس بدلحاظ شخص نے تمہیں شادی ہال میں کچھ کھلا تو نہیں دیا جو اس کی ایک کال پہ تم میری نیند کی دشمن بن گئی ہو۔"پھاڑ کھانے والے انداز میں بنا اس کے اشارے کنائیوں کو سمجھتے وہ سونے کے لیے واپس تکیے پہ گری تو منتشا نے بے بسی سے

موبائل کو دیکھتے ہوئے اس وقت شیر افگن کی حالت سمجھنے کی کوشش کی۔

-

سرخ انگارہ نگاہیں دیوار پہ گاڑھے اس کی موبائل پہ گرفت اس قدر سخت ہوتی جا رہی تھی کہ ہاتھ کی رگیں پھولنے لگیں جبکہ بھنچے ہوئے جبڑے اس کے اشتعال کو بمشکل روکے رکھنے کا ثبوت تھے لیکن

اگلے چند ہی لمحوں میں یہ ضبط ٹوٹ گیا اور اس نے ہاتھ میں پکڑا موبائل زور سے سامنے ڈریسنگ مرر پہ دے مارا۔

"تمہیں اتنا نہیں اندازہ کہ تم اپنی زندگی کے دن کس قدر بے خبری میں کم کیے جا رہی ہو۔ "متکبر اور خشونت بھرے انداز میں کہتے ہوئے اس نے ڈریسنگ مرر پہ پڑی چیزوں کو زور سے ہاتھ مارا تو چیزیں ایک دھماکے سے نیچے جا گریں۔

"میں چاہتا تھا کہ تمہیں مارجن دے دوں لیکن نہیں تم نے خود اپنی سانسیں کم کر دی ہیں۔" بپھرے ہوئے انداز میں کہتے ہوئے اس نے اپنی انگلیاں اپنے بالوں میں پھنساتے ہوئے اپنے اندر لگی آگ کو کم کرنا چاہا لیکن وہ تب نہیں کم ہو سکتی تھی جب تک وہ اس آگ کو بھڑکانے والی کو اس کی سزا نہ دے لیتا۔

اور یہ بات تو پوری دنیا جانتی تھی کہ شیر افگن عالم انتقام کس قدر جان لیوا لیا کرتا ہے۔

-----------------،--------

صبح کے نو بج رہے تھے اور حسبِ معمول میڈیکل کالج میں اس وقت چہل پہل اپنے عروج پہ تھے تبھی کالج کے گیٹ پہ ایک بڑی سی گاڑی آ کے رکی تو وہاں موجود بہت سوں نے گردن گھما کے گیٹ

کی جانب دیکھا اور پھر ایک دوسرے کے کان میں کھسر پھسر کرنے لگے۔

"کیا تم جانتی ہو کہ یہ شیر عالم کی بہن ہے؟" لان میں کھڑی ایک لڑکی نے دھیمے قدموں سے اندر آتی زرشالے کو دیکھتے ہوئے اپنی دوست کے کان میں سرگوشی کی۔

"یہ بات اب پورا کالج جانتا ہے کہ یہ شیر عالم کی بہن ہے اور تب سے ابھی تک بہت سے لوگ اس کی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھا چکے ہیں۔"وہ عجیب سے انداز میں اسے دیکھتی ہوئی جوابا گویا ہوئی تو اس نے تائیداً سر اثبات میں ہلایا۔

"کون نہیں چاہے گا شیر عالم کی بہن سے دوستی کرنا کہ پاور ایک طرف یہ خاندان تو اپنی خوبصورتی میں بھی بے مثال ہے۔"توصیفی انداز میں اس کو

دیکھتے ہوئے وہ بولی تو اس نے ناگواری سے سر

جھٹکا اور اس کا ہاتھ پکڑتی واپس کلاس کی جانب چل

دی جبکہ ان سب کی نگاہوں۔اور باتوں سے بے نیاز

وہ چاکلیٹ براون کلر کے شلوار سوٹ میں ملبوس

بلیک سکارف لپیٹے اپنی دوستوں کا انتظار کرنے لگی۔

____

"ہیلو پارٹنر "!وہ بہت انہماک سے اپنے رجسٹر پہ

جھکی اپنا کام مکمل کرنے کی تگ و دو میں تھی جب

اس کے کانوں میں غیر نامانوس سی مردانہ آواز ٹکرائی تو اس نے حیرت سے گردن اٹھا کے نووارد کو دیکھنا چاہا لیکن گردن اٹھانے پہ جو چہرہ اسے نظر آیا اسے دیکھ کے اسے ایک جھٹکا سا لگا۔

بلیک جینز کے ساتھ وائیٹ شرٹ پہنے وہ حسبِ عادت گریبان کے دو بٹن کھلے چھوڑے بیگ کندھے پہ لٹکائے ہلکا سا مسکراتے ہوئے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"ایکسکیوزمی؟ "اس کے طرزِ تخاطب پہ خار کھاتی وہ آنے جانے والے لوگوں کو دیکھتی سنجیدگی سے بولی تو اس کے تاثرات کو دیکھ کے بالاج نے جس طرح سے اسے دیکھا،وہ دیکھ کے فرہاد نے اپنے ہونٹوں پہ در آنے والی بے ساختہ مسکراہٹ کا گلا بمشکل گھونٹا۔

"ایکسکیوزڈ۔ "فوری بدلہ لیتے ہوئے اس نے بے نیازی سے کہتے ہوئے ان کے قریب ہی جگہ بنائی تو وہ فورا اس سے فاصلے پہ کھسکی۔

"میں کسی کو اپنے ساتھ یوں فری ہونے کی اجازت نہیں دیتی۔" ایک نظر کچھ قدم کے فاصلے پہ کھڑے فرہاد کو دیکھتی وہ سخت لہجے میں گویا ہوئی تو بالاج نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا جبکہ وہ ایک بار پھر سے اس کی نگاہوں کے نرم گرم تاثر پہ فوراً جزبز ہوتی پلکیں جھکا گئی۔

"آپ سے کوئی فری ہو بھی نہیں رہا مس عالم، ہم ایک ہی پروجیکٹ کو ایک ساتھ کر رہے ہیں تو اس لیے ہم پارٹنرز ہیں اور جہاں تک بات ہے یوں بیٹھنے کی تو جب تک ہم ایک ساتھ مل بیٹھ کے ڈسکس نہیں کریں گے تو پروجیکٹ مکمل نہیں ہو گا۔" خشک لہجے میں کہتے ہوئے اس نے پاس بیٹھی اس کی دونوں دوستوں کو سرے سے نظرانداز کرتے ہوئے تفصیلا جواب دیا تو مارے خجالت کے زرشالے کی سرخ رنگت مزید دہکنے لگی جبکہ اس

کے چہرے کے بدلتے تاثرات اس کے دل کو

بہکانے لگے تبھی وہ بے لگام ہوتے جذبات کی طنابیں

سختی سے کھینچتا اس کے صبیح چہرے سے نظریں ہٹا

گیا۔

"یہ پروجیکٹ ختم کب ہو گا؟ "اپنی خجالت کم کرنے

کو وہ اسی انداز میں بولی تو دانستہ اس سے لاپرواہی

برتتے بالاج نے مڑ کے اسے دیکھا۔

"اگر آپ چاہیں تو ابھی ہو سکتا ہے۔"اس کے برجستہ جواب پہ وہ تلملاتی مٹھیاں بھینچ کے رہ گئی۔

"لالہ اس شخص کو میرے سر پہ مسلط کرنے کا جرم کبھی معاف نہیں کروں گی۔"غائبانہ طور پہ بھائی سے شکوہ کرتی وہ سحرش اور حائقہ کو وہیں انتظار کرنے کا کہتی تیز تیز قدموں سے اس کے پیچھے چل دی جو اس وقت لیب میں جا رہا تھا۔

پوری شدت کے ساتھ اس کے بڑھتے قدموں کا ساتھ دینے کے لیے وہ تیز تیز قدم آگے بڑھا رہی تھی جب اچانک پیر تلے چھوٹا سا پتھر آ جانے کی وجہ سے اس کا پیر لڑکھڑایا تو بے ساختہ اس کے حلق سے چیخ اُمڈ پڑی۔

"آہہ! بابا۔۔۔" درد کی شدت سے چلاتے ہوئے اس سے قبل کے وہ توازن کھوتی زمین پہ جا گرتی اس سے آگے چلتے بالاج نے اس کی سسکی پہ مڑ

کے اسے دیکھا اور لپک کے اسے اپنی بانہوں میں سمیٹا تو اس اچانک سہارے پہ وہ ایک جھٹکے سے اس کے کشادہ سینے سے جا ٹکرائی۔

وہ جو خود پہ زمین پہ گرتا سوچ چکی تھی اچانک اپنی کمر کے گرد لپٹے اس کے مضبوط بازوؤں کا لمس محسوس کر کے اس نے ایک دم سے پیچھے ہٹنا چاہا لیکن اس کے بازوؤں کے ایک ہلکے سے جھٹکے کے باعث اس کے مضبوط سینے سے جا ٹکرائی تو خوشبو

کے ایک زبردست سے ریلے نے اس کے گرد حصار باندھا تبھی اس کے حواس جھنجھنا اٹھے۔

"دھیان کیجیے محترمہ میرے پاس آپ صرف' ایک ' ہیں۔ "مدہم سی سرگوشی نما آواز میں کہتے ہوئے اس نے اس کے گرد گرفت ڈھیلی کی اور بہت نرمی سے اسے اپنے پاوں پہ کھڑا کرنے کی کوشش کی جو اس وقت پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے تک رہی تھی۔

"کیا کہا ا۔۔ابھی آپ نے؟ "وہ جو اسے اپنے پاوں پہ کھڑا کرنے کے بعد اسے اپنی گرفت سے آزاد کرنے والا تھا اس کی بے یقینی لرزتی ہوئی آواز سن کے بغور اسے دیکھا جو اس کے حصار میں سمٹی سی کھڑی، حواس باختہ چہرے، کانپتے ہونٹوں اور لرزتی پلکوں کے ساتھ اس کی نگاہ کو جھکڑنے کی مکمل صلاحیت رکھتی تھی۔

"میں نے کہا کہ بالاج مصطفیٰ کے پاس صرف ایک ہی زرشالے عالم ہے اس لیے اس کی سینٹ سینت کے حفاظت کریں کہ زرشالے عالم کو آنے والی ایک خراش پہ بالاج مصطفیٰ ایسی تباہی لا سکتا ہے جو شاید شیر عالم بھی نہ لا سکے۔ "مضبوط اور صاف گو انداز میں کہے جانے والے ان الفاظ پہ زرشالے کو اپنے کان سائیں سائیں کرتے محسوس ہوئے جبکہ اس کی بات سمجھنے کی کوشش کرتے اس کے حواس گم

ہوتے دوبارہ سے اسے بالاج مصطفیٰ کی بانہوں میں سمٹنے پہ مجبور کر گئے۔

"ایسے انکشاف کے بعد بیہوشی میں تو ہم پہ بہت مہربان ہیں آپ میڈم لیکن اب ہوش آنے پہ جو تباہی آپ لانے والی ہیں وہ نا تو بالاج مصطفیٰ لا سکتا ہے نا شیر عالم۔" بڑبڑاتے ہوئے اس کے بیہوش وجود کو سنبھالتے ہوئے وہ بیک ڈور کی جانب بڑھا کہ لیب کالج کے بیک ایریے کی جانب تھی جہاں عام

طور پہ سٹوڈینٹس کا رش نہ ہونے کے برابر تھا اسی لیے وہ کسی کی نظروں میں آئے بغیر اس کو لیے وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

"یہ تم کیوں مجھے قرض مانگنے والوں کی طرح گھور رہی ہو؟ "ٹوسٹ کا پیس منہ میں رکھتے ہوئے اس نے منہ پھلا کے اسے گھورتی منتشا کو مخاطب کیا جو اس کے اس انداز پہ مزید جل بھن اٹھی۔

"تمہیں اس بات سے کیا غرض، تم اپنا ناشتہ ٹھونسو۔"کلستے ہوئے اس نے اس کے سامنے پڑی ٹرے کی جانب اشارہ کیا جسے وہ آدھا خالی کر چکی تھی۔

"یہ بھی ٹھیک کہہ رہی ہو تم، تمہاری تو شکل ہی ہر صبح ایسی بنی ہوتی، میں خوامخواہ ناشتہ ٹھنڈا کروں۔ " آملیٹ کے پیس کرتی وہ مگن سے انداز میں بولی تو

منتشا کا دل چاہا کہ اس کے پاس پڑا چائے کا مگ وہ اس سرپھری کے سر پہ انڈیل دے لیکن مجبوری تھی کہ ایسے غصے امیر لوگ ہی کر سکتے تھے وہ لوگ اگر یہ کام کریں گے تو جرمانہ دینا پڑے گا۔

"تم جانتی ہو کہ کل تم نے کیا کیا ہے؟ "آخر کار ضبط کا یارا کھوتی منتشا اسے گھورتی ہوئی بولی تو ژالے نے الجھ کے اسے دیکھا اور پھر کان کی لو کھجاتی پرسوچ انداز میں چائے کے کپ کو دیکھنے لگی۔

"خدا کی قسم بہت سوچنے کے بعد مجھے اپنا ایسا کوئی خاص الخاص کارنامہ ذہن میں نہیں آیا جس کو میں یاد رکھوں۔" کچھ ثانیے کے بعد اس کی جانب سے ملنے والے جواب پہ منتشا کا دل چاہا اپنا ہی سر کسی دیوار سے مار لے۔

"تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا۔ "دانت پیستے ہوئے اس نے اپنا چائے کا مگ اٹھایا جبکہ اس کے الفاظ پہ ژالے کا چمکتا ہوا چہرہ فورا ماند پڑا۔

"میرا واقعی اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ "پژمردگی سے کہتے ہوئے اس نے چائے کا مگ واپس ٹرے میں رکھا اور بنا اس کی جانب دیکھتی اپنا بیگ اٹھا کے باہر نکل گئی جبکہ اس کے الفاظ میں چھپے درد کو محسوس

کرتی منتشا نم آنکھوں کے ساتھ اسی جگہ کو دیکھنے لگی جہاں کچھ لمحے قبل وہ بیٹھی تھی۔

فق چہرے اور سوجی آنکھوں کے ساتھ وہ یوں فرش پہ بیٹھی تھی گویا کہ سب کچھ لٹا چکی ہو۔

اور شاید وہ سب کچھ لٹا ہی چکی تھی کہ ایک شخص کی امانت ہوتے ہوئے کیسے اس قدر بے بس ہو گئی

کہ ایک انجان شخص کے سینے سے لگتی اپنی غم سلط کرنے کی کوشش کرنے لگ گئی۔

یہ سوچ اس کے رونگٹے کھڑے کرنے کو کافی تھی کہ اگر اس شخص کو کال نہ آتی اور وہ اسے خود سے دور نہ جھٹکتا تو وہ زندگی بھر کیسے خود سے نظریں ملا سکتی تھی لیکن ابھی بھی جو کچھ ہو چکا تھا یہ نہیں ہونا چاہیے تھا یہی سب سوچتی وہ پر عزم انداز میں اپنی جگہ سے اٹھی اور تکیہ کے پاس پڑا اپنا موبائل اٹھایا۔

"السلام علیکم "!دوسری جانب سے آتی بھاری گھمبیر آواز پہ بے ساختہ اس کی پلکیں بھیگ گئیں۔

"وعلیکم السلام!لالہ مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔ " بنا کوئی تمہید باندھے وہ لہجے کی لڑکھڑاہٹ پہ قابو رکھے سپاٹ لہجے میں بولی تو دوسری جانب وہ چونک اٹھا۔

"کہیں؟" اس نے اجازت دی تو وہ گہری سانس بھرتی ہمت مجتمع کرنے لگی۔

"لالہ اس شخص سے میرا جو رشتہ جڑا ہے اس کے گواہ صرف اور صرف آپ ہیں اور اس کی گمشدگی کے بھی لیکن اب یہ سب میری برداشت سے بہت بڑھ گیا ہے، جس طرح سے اچانک آپ پہلے اسے میری زندگی میں لے آئے تھے یہی احسان مجھ پہ دوبارہ کر دیں۔" اچانک آنسوؤں کے ریلے کے

باعث اس کی آواز بھرا گئی تو وہ لحظہ بھر کو چپ رہ گئی جبکہ وہ دم سادھے اس کی بات سنتا اس کے مزید بولنے کا منتظر تھا۔

"اس سے پہلے میں سب کچھ کھو دوں اور آپ سمیت وہ بھی مجھے ڈھونڈتا پھرے اسے کہیں سے ڈھونڈ لائیں پلیز لالہ۔ "ملتجی لہجے میں کہتی وہ اس کی کوئی بھی بات سنے بغیر کال کاٹ گئی تو آنکھوں سے آنسو بے اختیار ہونے لگے۔

جب کچھ دیر رونے کے بعد دل کا بوجھ ہلکا ہوا تو وہ آنکھیں پونچھتی ہاسپٹل جانے کے لیے تیار ہونے لگی۔

--

سلیب پہ مگ رکھے وہ کافی پھینٹتا ہوا ساتھ دھیرے دھیرے گنگنا رہا تھا جبکہ چہرے پہ چھائی دلکش

مسکان صاف ظاہر کر رہی تھی کہ طبیعت خاصی ہلکی ہے۔

کافی بنانے کے بعد ایک سراہتی نگاہ مگ پہ ڈالتے ہوئے اس نے مگ کو تھامنا چاہا ہی تھا جب کسی نے درشتگی سے اس کا دایاں بازو جھکڑتے ہوئے سلیب کی جانب دھکا دیا اور ایک زوردار پنچ اس کی ناک پہ رسید کیا تو اس اچانک افتاد پہ وہ بے ساختہ کراہ اٹھا۔

"میں نے تمہیں اپنے فلیٹ پہ آنے کی اجازت دی تھی، یہ نہیں کہا تھا کہ تم اپنی ازلی غنڈہ گردی یہاں دکھاوں۔" ناک سے بہتی خون کی لکیر کو انگلی سے چھوتے ہوئے وہ افسوس سے کہنے لگا تو اس نے اسی اثنا میں دوسرا مکا بھی اس کے جبڑے پہ دے مارا۔

"میں نے بھی تجھے اپنے گھر جانے کی اجازت دی تھی یہ نہیں کہا تھا کہ تو میری بہن کو ہراس

کرے۔ "وہ اس سے دوگنی آواز میں غرایا تو اس کے گلے کی گلٹی بے ساختہ ابھر کے معدوم ہوئی۔

اس نے ایک نظر اس کے بپھرے ہوئے چہرے پہ ڈالتے ہوئے اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرنا چاہا جب اس نے اسی انداز میں اس کا گریبان جھکڑتے ہوئے اپنے نزدیک کیا تو وہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

"کیا کہا ہے تم نے میری بہن کو؟ "اس کی وحشت زدہ آواز پہ اس کی پیشانی پہ بل پڑے۔

"تمہاری بہن میری بیوی ہے۔ "وہ ناگوار لہجے میں بولتا اپنا گریبان چھڑوانے لگا لیکن اس نے گرفت مزید مضبوط کرتے ہوئے اپنی سرد نگاہیں اس کی آنکھوں میں گاڑھیں۔

"یہ مت بھولو کہ وہ بالاج مصطفیٰ کی بیوی ہے، بلیک ایگل سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ "اس کی سرد آواز میں چھپی ایک خوفناک سی وارننگ پہ وہ اس کا

چہرہ دیکھتا کچھ بولنے کی سعی میں تھا جب اس نے ترش انداز میں اس کی بات قطع کی۔

"اور بالاج مصطفیٰ اپنی بیوی سے اسی ہفتے ملنے والا ہے۔ "ایک خاص قسم کی تنبیہی نگاہ اس پہ ڈالتے ہوئے اس نے اپنے الفاظ پہ زور دیا تو وہ دایاں ہاتھ اپنے بالوں میں پھیر کے رہ گیا۔

جبکہ وہ اب کسی حد تک اپنا غصہ نکالنے کے بعد اس کا گریبان چھوڑتا واپسی کے لیے پلٹا جب اس نے شوخی سے اس کو پکارا۔

"سالے صاحب!کافی پیئیں گے؟ "اپنے بگڑے حلیے کو قطعاً نظرانداز کیے وہ پھر سے اس سے پنگا لینے کو تیار کھڑا تھا جو اس کے الفاظ پہ سلگتا ہوا مڑا اور ایک نظر سلیب پہ رکھے کافی کے مگ کو دیکھا اور پھر تیزی سے واپس پلٹتے ہوئے مگ اٹھایا اور اس

کے سوچنے سمجھنے سے قبل کولڈ کافی اس پہ انڈیل

دی اور خود یہ جا وہ جا۔

"کمینہ "!اپنی مضحکہ خیز حالت پہ ایک نظر ڈالتا وہ

خارجی دروازے کو کینہ توز نگاہوں سے دیکھتا واشروم

کی جانب بڑھ گیا۔

ـــ

ـ

"آج تو آفس میں اس قدر شانتی اور سکون چھایا ہوا ہے جیسے وہ ہٹلر کمینہ آج اپنے سبز قدموں کے ساتھ کہیں اور گیا ہو۔" آفس کے پر سکون اور کسی قدر ساکت سے ماحول کو باریک بینی سے آبزرو کرتی وہ اپنے کیبن میں داخل ہوتے ہوئے حسبِ عادت بلند آواز میں بڑبڑائی۔

"تمہیں یہ جان کے ہارٹ اٹیک آ سکتا ہے کہ وہ ہٹلر کمینہ اپنے سبز قدموں کے ساتھ کہیں اور جانے

کی بجائے تمہارے کیبن میں موجود ہے۔"غیر متوقع مگر سرد و سپاٹ وحشت زدہ بھاری آواز سن کے اپنے دھیان میں اندر داخل ہوتی ژالے کو اپنے پیروں تلے سے زمین کھسکتی محسوس ہوئی۔

وہ اس کے ٹیبل پہ دونوں پاؤں رکھے اطمینان سے کرسی پہ بیٹھا اسے ہولے ہولے جھلاتا بہت موڈ میں لگ رہا تھا۔

"کیا ہوا؟ مجھے تو لگا تھا کہ تمہیں صدمے سے ہارٹ اٹیک آ جائے گا لیکن مجھے لگتا ہے کہ تمہیں خوشی سے سکتہ ہو گیا ہے؟ "اس کی خاموشی اور حیرت سے پھیلی آنکھوں پہ گہری چوٹ کرتا وہ طنزیہ لہجے میں بولا تو وہ گڑبڑائی ہوئی ہوش میں آئی۔

"گڈ مارننگ سر "! دل ہی دل میں اسے کوستی وہ چہرے پہ پروفیشنل مسکان سجائے بولی تو اس نے

ہولے سے سر خم کرتے ہوئے اس کی وش گویا قبول کی۔

"یہ آج اتنے موڈ میں کیوں ہے؟ سڑے ہوئے چہرے پہ مسکراہٹ اور اتنا پر سکون انداز؟ "دل ہی دل میں سوچتے ہوئے اس نے کندھے پہ لٹکایا ہوا بیگ کڑھتے ہوئے کرسی پہ رکھا اور فائلز میز پہ رکھ کے دوبارہ اسی طرح سیدھی کھڑی ہو گئی۔

"سر کوئی کام تھا آپ کو؟ "جب وہ اسی غیر مہذبانہ انداز میں بدستور اس کی کرسی پہ بیٹھا رہا تو وہ مصنوعی سے انداز میں مسکراتی ہوئی اس سے گویا ہوئی تو اس نے جواباً سر اثبات میں ہلایا تو وہ جل اٹھی لیکن ہائے رے یہ پروفیشنلزم۔

"اگر کوئی کام تھا تو آپ مجھے آفس بلا لیتے۔ "وہ پروفیشنل سے انداز میں گویا ہوئی تو اس نے واضح

محسوس کیا کہ اس کی بات سن کے اس کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی تھی۔

"تمہارے ایسے محبوب بیویوں والے جملے میرے دل کو بہت بھاتے ہیں۔" اپنی بات کے جواب میں اس کی قطعاً غیر متوقع و بے مقصد بات سن کے اس کے حواس جھنجھنا اٹھے۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟ "اس کے دماغ میں فورا خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔

"کیا ہی بہتر ہو گا کہ تم سارے مطلب یہاں میرے نزدیک آ کے پوچھو تو۔ "اس کے نرم مگر عجیب سا تاثر لیے الفاظ پہ اس کا دماغ بھک سے اڑا۔

اب کی بار اس نے الجھ کے اس کی جانب بغور دیکھا، کچھ تھا جو اس کے دل و دماغ میں کھٹکا کہ آج اس کے انداز نارمل دنوں سے بہت ہٹ کے تھے۔

"جی؟ "اس نے دوبارہ ہونقانہ انداز میں دہرا کے پوچھا کہ آیا جو اس نے سنا وہی اس نے کہا تھا یا اسے سننے میں غلطی لگی تھی۔

"یہاں آؤ۔ "جواباً اس کے حکمیہ انداز پہ اس نے آنکھیں پھاڑ کے اسے دیکھا جو ہنوز اسی انداز میں براجمان اس کی جانب عجیب سے انداز میں دیکھ رہا تھا۔

"آپ نے جو بات کرنی ہے وہ آپ یہاں ہی بتا دیں۔ "اب کی بار اس نے بھی اپنا مخصوص دو ٹوک انداز اپنایا تو اس نے واضح محسوس کیا کہ سامنے بیٹھے شخص کی پیشانی پہ فوراً بل پڑے تھے لیکن کل کی

اس شخص کی درندگی کے بعد وہ اسے آج کم از کم ایسا کوئی موقع نہیں دینا چاہتی تھی۔

"تم بھول رہی ہو کہ میں تمہارا باس ہوں۔" اس کا لہجہ اب کی بار ایک عجیب سا سرد تاثر لیے ہوئے تھا۔

"تو باس کب سے سیکٹریز کو آغوش میں بٹھا کے بریفنگ دینے لگے؟" ہمیشہ کی طرح جب وہ بولنے

پہ آئی تو سوچے سمجھے بغیر بول گئی جبکہ اس کے الفاظ پہ اس کے ہونٹوں پہ ایک تمسخرانہ سی مسکان پھیل گئی۔

"باسز سیکٹریز کو آغوش میں بٹھا کے ہی بریفنگ دیتے۔ "اس کے جتانے والے انداز پہ ژالے کو اپنی پیشانی جلتی ہوئی محسوس ہوئی جبکہ اس کے الفاظ پہ دھڑکنوں کا زیروبم بھی فورا بدلا۔

"بہرحال، اگر تم سیکرٹری بن کے یہاں نہیں آ سکتی تو بیوی بن کے یہاں تک آ جاؤ۔" اس کے بھاری لہجے میں ایک عجیب سی آنچ تھی جسے محسوس کر کے ژالے کی نرم ہتھیلوں میں ہلکا سا پسینہ پھوٹ پڑا۔ تبھی وہ اپنی کیفیت اس پہ ظاہر کیے بنا اپنا بیگ اٹھاتی واپس پلٹی۔

"آج شاید آپ اسی روم میں کام کرنا چاہتے ہیں اس لیے میں باہر چلی جاتی ہوں۔ "سنجیدگی سے کہتے ہوئے اس نے قدم آگے بڑھانے چاہے۔

"اگر تم نے یہاں سے ایک بھی قدم آگے بڑھایا یا تم یہاں سے باہر نکلی تو سب کے سامنے اٹھا کے واپس اسی روم میں لانے کی بجائے اپنے روم میں لے جانے میں بالکل دقت محسوس نہیں کروں گا۔ "

دھمکی آمیز لہجے میں کہے جانے والے الفاظ پہ وہ بری طرح سے چڑی۔

"آپ چاہتے کیا ہیں مجھ سے، آفس میں ہیں نا تو کروائیں آفس والا کام اور جہاں تک یہ بیوی شوہر والا ڈرامہ ہے اس کی کیا حقیقت ہے وہ آپ اچھی طرح سے جانتے ہیں اور مجھے بہت اچھی سے جتا بھی چکے ہیں اس لیے یہ سب میرے سامنے تو بالکل نہ دہرایا کریں اور اگر آپ آفس میں آفس والا ماحول

نہیں دے سکتے تو کائنڈلی مجھے فارغ کر دیں۔ "
سنجیدگی سے اس کی جانب پلٹتی وہ بنا کسی خوف و خطر کے مضبوط لہجے میں بولتی چلی گئی جبکہ اس کی بات سنتے افگن کے چہرے سے اندازہ لگانا مشکل تھا کہ اس پہ یہ الفاظ کس طرح سے اثرانداز ہو رہے تھے۔

"بہت اچھا بولتی ہو تم لیکن افسوس کہ تمہارا ایک ایک لفظ مجھ پہ بے اثر رہا ہے۔ "بے حسی سے کہتے

ہوئے وہ کرسی سے اٹھا اور مضبوط قدم اٹھاتا ہوا اس کی جانب بڑھنے لگا تو اس کے اٹھتے قدموں کے ساتھ اس کی دھڑکنوں کی آواز بھی بڑھتی چلی گئی۔

"یہ جو ڈرامہ ہوا ہے، تمھیں اس کو پروڈیوس کرنے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا نا کہ یہ ڈرامہ کس نہج کو جائے گا، اب جب ڈرامہ ڈائریکٹ ہو چکا ہے تو بس اس پہ روز ایکٹ کرو۔" سپاٹ لہجے میں بولتے ہوئے وہ اس کے بہت قریب آ کے رکا اور اچانک اس کا

بازو پکڑ کے اسے گھمایا تو اس کی بات سمجھنے کی کوشش کرتی ژالے اس اچانک افتاد پہ گھوم کے اس کے کشادہ سینے سے جا ٹکرائی تو پشت پی اس کے مضبوط سینے کا لمس محسوس کرتی وہ فورا پھڑ پھڑائی لیکن اس کے مضبوط ہاتھوں کی گرفت کے باعث وہ خود کو چھڑوا نہ سکی۔

"آپ مجھے یوں ہراس نہیں کر سکتے۔ "اس کے ہونٹوں کا لمس کان کی لو پہ محسوس کرتی وہ دبا دبا سا چلائی۔

"اونہوں، میں تمہیں یوں نہیں بلکہ ہر طرح سے ہراس کر سکتا ہوں۔ "اس کی بے بسی پہ محظوظ ہوتا وہ بازوؤں کو اور بھینچتا اس کی چیخ نکال گیا لیکن مزاحمت کرتی ژالے میر نہیں جانتی تھی کہ اس کا

ایسا بے بس روپ اسے کس قدر تسکین دے رہا تھا۔

"انتہائی بے حس اور بدتمیز انسان ہیں آپ۔" اس کی گرفت میں بری طرح کسمساتی وہ ضبط کھوتی چلائی تو اس کی آنکھوں میں چھایا تاثر فورا تبدیل ہوا۔ اس کے الفاظ کی آگ سے جھلستا وہ اس کے نرم بال اپنے بائیں ہاتھ کی گرفت میں لیتا اس کے چہرے کو ہلکا سا اوپر کو اٹھنے پہ مجبور کر گیا۔

"محبوب شوہر نہیں ہوں تمہارا جو تمہاری ایسی فضول بکواس کو خاموشی سے سنوں گا، یہ جو ڈرامہ ہے نا اسے ایکٹ کرو اور ان تیس دنوں میں میری ذات پہ جشن منانے کی تیاری کرو پھر اکتیسواں دن میرا ہو گا۔ "اس کی اوپر کو اٹھی ہوئی گردن کو اپنے سلگتے لمس سے مہکاتا وہ سرد انداز میں بولا تو اس کی ریڑھ کی ہڈی تک سنسنا اٹھی۔

"شادی کیوں کی ہے آپ نے مجھ سے؟ "اس کے اس عجیب و غریب رویے کی وجہ سے بار بار ذہن میں آتے سوال کو وہ ہونٹوں پہ لانے سے نہ روک سکی لیکن جواباً اس کا ردعمل دیکھ کے وہ لرز اٹھی۔

اس کا سوال سن کے اس کی گردن کو نرمی سے چھوتے ہوئے اس کے لمس میں اس قدر شدت در آئی کہ وہ اس کی گرفت میں کانپنے لگی۔

"پہلی دفعہ عقل مندانہ سوال پوچھا ہے تم نے۔"

موبائل کی رنگ ٹیون پہ وہ لمحہ بھر کو رکا مگر جیب سے موبائل نکال کے جیسے ہی اس نے سکرین پہ نظر ڈالی تو اس کے تاثرات بہت سرعت سے تبدیل ہوئے۔

"لیکن اس کا جواب تمہیں ابھی نہیں دوں گا بلکہ آج کسی اور کے ہوش ٹھکانے لگا لوں پھر کل تمہاری باری آئے گی۔" موبائل جیب میں رکھتا وہ گھما کے اسے اپنے سامنے کرتا اس کے دائیں رخسار پہ جھکا تو

ژالے نے بے ساختہ اپنے ہاتھ کا پنچ اس کے پیٹ میں دے مارا جس کے باعث وہ مارے حیرت کے دو قدم پیچھے ہٹا تو اس نے تیزی سے فاصلہ بڑھایا۔

"مجھے اتنا کمزور سمجھنے کی کوشش ہرگز نہیں کریں، آج کے بعد اگر آفس میں آفیشل کام نہ ہوا تو مجھے آفس میں بلانے کی زخمت نہ کیجیے گا۔" سنجیدگی سے کہتے ہوئے وہ اس کے روکنے سے قبل اپنے ہی کیبن سے باہر نکلنے لگی جب اس نے تیزی سے لپک کے

اس کا بازو کھینچا تو وہ لہراتی ہوئی واپس اس کے سینے سے جا ٹکرائی۔

"تمہارا کل والا ہی جرم بہت سنگین ہے اور آج تم نے ایک اور جرم اپنے کھاتے میں لکھوا لیا ہے اس لیے سزا کے لیے تیار رہنا۔ "وحشت زدہ انداز میں کہتا وہ اس کے رخسار پہ جھکا اور پوری شدت سے اپنے لمس سے اس کے رخسار کو سرخ کرتا وہ اسے ایک جھٹکے سے پیچھے کرتا خود باہر کی جانب بڑھا

جبکہ وہ سرخ چہرے اور غصیلی نگاہوں سے اس کی پشت دیکھتی اپنی دھڑکنیں نارمل کرنے کی سعی کرنے لگی۔

وسیع و عریض پورچ میں سیاہ کرولا کھڑی کرتے ہی وہ بہت تیزی سے گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے باہر نکلا تو چہرے پہ چھائے سپاٹ تاثرات دور سے دیکھنے والوں کو ہی محسوس ہو رہے تھے۔

تیز مگر مضبوط قدموں کے ساتھ چلتے ہوئے وہ اندر کی جانب بڑھ رہا تھا جب داخلی دروازے کے باہر کھڑے گارڈ نے اسے روکنے کی غلطی کی تو غیض و غضب کا شکار وہ اپنے الٹے ہاتھ کا جھانپڑ اس کے چہرے پہ مارتا نیچے گرنے پہ مجبور کر گیا۔

"آج کے بعد میرے گریبان کو ہاتھ لگانے کی ہمت نہ کرنا۔" غراتے ہوئے وہ اپنے سیاہ کوٹ سے نادیدہ گرد جھاڑتے ہوئے بولا اور وہاں موجود باقی گارڈز کو

نظر انداز کرتا ہوا آگے کی جانب بڑھا جب پیچھے سے بہت سارے گارڈز اس کے سامنے آ کے کھڑے ہوئے تو اس کے چہرے پہ استہزائیہ مسکان سی پھیل گئی کہ یہ شاید گارڈز نئے آئے تھے جو اس سے الجھنے کی غلطی کر رہے تھے۔

"میرے اندر جو اشتعال ہے اسے اپنے باس کے لیے بچا رہنے دو اس لیے میرے سامنے سے ہٹ جاو۔" اکھڑ لہجے میں بولتے ہوئے وہ آگے بڑھا اسی

لیے لمحے سامنے سے آتے ایک ملازم نے گارڈز کو وہاں سے ہٹنے کو کہا اور اسے اندر آنے کا اشارہ کیا۔

"یہ سر کے بیٹے ہیں۔ "ملازم نے گارڈز کو مطلع کرنا چاہا جب وہ پلٹ کے وحشت زدہ انداز میں بولا۔

"میرا اس شخص سے کوئی رشتہ نہیں ہے اس لیے اپنی انرجی ضائع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ "بے مروت و بے لچک انداز میں کہتا وہ اندر بڑھا جب

اس کی نگاہ بیش قیمت صوفے پہ بیٹھے شخص سے ٹکرائی جو اطیمنان سے بیٹھے سگار سلگا رہے تھے۔

"کال کرنے کی زخمت کیوں کی آپ نے؟ "بنا کسی سوال جواب یا خیر سگالی جملوں کے تبادلوں کے وہ ڈائریکٹ بولا تو وہ سگار بجھاتے اپنی جگہ سے اٹھے۔

"ملنا چاہتا تھا تم سے میں۔ "ان کے لہجے میں ایک سکون پنہاں تھا جو اس کے اندر تک کو جلا گیا۔

"ہمیشہ اپنی چاہت کا خیال نہ کیا کریں بلکہ یہ بھی سوچا کریں کہ یہ ملنا کسی اور کے لیے کس قدر شرمندگی و تکلیف کا باعث بن سکتا ہے۔" قطعی بے مروت و خشک انداز میں بولتا وہ دونوں ہاتھ پشت پہ باندھ گیا۔

"باپ ہوں میں تمہارا، تم سے ملنا میرا حق ہے۔" انہوں نے اس کے انداز کو بمشکل ہضم کرتے

ہوئے کہا تو اس کے چہرے پہ ناگواری سی پھیل گئی۔

"یہ حوالہ میرے لیے کبھی بھی قابلِ فخر نہیں رہا۔ " اس کے الفاظ ایک طمانچے کی صورت میں انہیں اپنے چہرے پہ لگتے محسوس ہوئے تو ان کے چہرے کی رنگت فورا متغیر ہوئی۔

"اتنا اوپر کو مت اڑو، یہ مت بھولو کہ اس حوالے کے بغیر تمہاری کوئی زندگی نہیں ہے۔" وہ ایک دم سے ضبط کھوتے ہوئے چلائے تو اس نے سلگتی نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

"میری زندگی نواز عالم کے حوالے کے بغیر بہتر طریقے سے گزر سکتی ہے، مجھے اپنی پہچان بنانے کے لیے کم از کم آپ کے نام کی ضرورت نہیں ہے، میرے لیے یہی کافی ہے کہ لوگ مجھے" شیر افگن

عالم "کے نام سے جانتے ہیں۔ "برفیلے لہجے میں بولتا وہ انہیں جھلسا سا گیا، انہیں شدت سے احساس ہوا کہ اس تک کچھ ایسا ضرور پہنچ چکا ہے جو نہیں پہنچنا چاہیے تھا۔

"اگر شیر افگن عالم کی واقعی اتنی جان پہچان ہے تو وہ سالوں سے غائب اپنی بہن کو کیوں نہیں ڈھونڈ رہا۔ "انہوں نے بالآخر اپنی مرضی کا موضوع شروع کیا تو اس کے بدن میں انگارے سے دوڑنے لگے۔

"میری بہن کا نام بھی مت لیجیے گا آپ اور جہاں تک بات ہے آپ کی دوسری ڈیمانڈ کی تو وہ میں ہرگز پوری نہیں کروں گا، آپ کی بات کے بہت سال آپ کو خوش کیا ہے اب کچھ سال افگن عالم کو خوش کرنے میں گزارنے ہیں۔" وہ اسی انداز میں انہیں بہت کچھ باور کرواتے ہوئے پلٹا تو ذہین نگاہیں ایک پل کو چاروں میں کونوں میں سرعت سے گھومیں اور فورا جھکا لیں۔

"میری ڈیمانڈ پوری کرنے سے انکاری ہونے سے قبل یہ مت بھولو کہ تمہاری ایک عدد بیوی بھی ہے۔" ان کے مطمئن لہجے میں چھپی دھمکی محسوس کر کے وہ ایک جھٹکے سے واپس پلٹا اور ان کے سامنے جا کے رکا تو وہ ایک پل کو سٹپٹا سے گئے۔

"آج کے بعد میری بیوی کا نام لے کے مجھے بلیک میل کرنے کا گھٹیا کام کرنے کا سوچیے گا بھی مت

ورنہ میں اس نام نہاد رشتے کو بھی فراموش کر دوں گا۔ "اپنی وحشت سے بھرپور آنکھیں ان کی شاطر نگاہوں میں گاڑھتا وہ خوفزدہ لہجے میں بولا تو انہوں نے الجھ کے اسے دیکھا کہ ان کی اطلاع کے مطابق تو یہ بس کاغذی شادی تھی اس کے باوجود ایسی دیوانگی؟

"آپ کا ہر جائز اور ناجائز کام کیا ہے میں نے لیکن اس بار مجھ سے کوئی گیم کھیلنے کی کوشش بھی مت

کیجیے گا۔ "انہیں اچھے سے وارن کر کے وہ اپنے اندر لگی آگ ان میں منتقل کرتا اسی انداز میں واپس چلا گیا۔

"فرہاد! بالاج کدھر ہے؟ "ہوش میں آنے کے بعد جب اسے ہوش کھونے سے قبل اس کے کہے الفاظ یاد آئے تو اس کے دل و دماغ میں کھدبدی سی

ہونے لگی کہ آیا سچ میں اس نے ایسا کچھ کہا تھا یا

فقط اس کا وہم ہے یہ؟

تبھی ہوش میں آتے ہی وہ فورا اس کی متلاشی ہوئی

جو اسے ہوش میں لانے کے بعد سے ہی نجانے

کہاں غائب ہو چکا تھا۔

"نہیں معلوم میڈم "!فرہاد نے نظریں جھکائے

جھوٹ بولا تو اس کے چہرے پہ مایوسی سی چھا گئی

لیکن وہ سر جھٹکتی ہوئی اس فیز سے نکلی اور چکراتے

سر کو تھامتی وہ فرہاد کے ساتھ گھر جانے کے لیے اٹھی ہی تھی کہ اسے سامنے سے وہ آتا دکھائی دیا تو اچانک دھڑکنوں کی بدلتی لے پہ وہ جی بھر کے حیران بھی نہ ہوئی تھی کہ وہ قریب آن پہنچا تھا۔

وہ اس کے بے حد قریب آ کے ٹھہرا تو اس کی آنکھوں میں دیکھتی زرشالے کو پوری دنیا اس کی آنکھوں میں سمٹتی محسوس ہوئی۔

وہ بھول چکی تھی کہ اس کے پاس کون کھڑا ہے؟وہ بھول چکی تھی کہ وہ کہاں کھڑی ہے؟ وہ آس پاس کھڑے افراد کو بھول چکی تھی؟ اور تو اور وہ یہ بات فراموش کر گئی کہ وہ' بہن 'کس کی ہے؟

ان باتوں سے بالاتر وہ اس وقت فقط سامنے کھڑے شخص کی خوبصورت بولتی آنکھوں کی گہرائیوں میں ڈوب چکی تھی اور شاید یہ طلسم یونہی طاری رہتا جو وہ اسے مخاطب نہ کرتا۔

"کیسی ہیں آپ؟ "بھاری لہجے میں پوچھے گئے استفسار پہ وہ جیسے ہوش میں آئی اور ایک جھرجھری سی لیتی وہ گردن دائیں بائیں گھماتی لاشعوری طور پہ ایک ہاتھ چہرے پہ پھیرتی دو قدم اس سے دور ہٹی۔

اس کے ذہن میں اس لمحے اس کے کہے الفاظ گھومے تو اس نے بغور اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے اس کے الفاظ کی سچائی ماپنے کی کوشش کرتے ہوئے اس کا سوال ترک کر دیا۔

جبکہ اب کی بار اس کی اپنے چہرے کی جانب اٹھتی بے خود نگاہوں کو محسوس کر کے بالاج کو خود پہ سے قابو ختم ہوتا محسوس ہوا تو وہ ایک نظر دانستہ لاپرواہی جتاتے فرہاد کو دیکھ کے اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"اگر کچھ لمحے مزید مجھے اس طرح سے دیکھا تو جائز و ناجائز ہر طرح کے چکر کو فراموش کر بیٹھوں گا۔"

اس کے ذو معنی مگر بے باک لہجے پہ اس کے پورے

وجود کو جیسے جھٹکا لگا اور وہ ہوش میں آتی بری طرح سے گڑبڑائی۔

"فضول باتیں نہیں کریں۔ "وہ ہلکے سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ لہجے کو لڑکھڑاہٹ سے باز رکھنے کی سعی کرتی بولی اور ساتھ ہی فرہاد کو آگے بڑھنے کا اشارہ کرتی وہ بھی ایک قدم آگے بڑھی جب وہ دوبارہ سے اس کے سامنے آیا تو اس کے اچانک سامنے آنے پہ اس کی دھڑکنوں نے فورا لے بدلی۔

"میں فضول باتیں نہیں بولتا بلکہ میں وہ باتیں کرتا ہوں جن کا وجود ہو یا جو میرے وجود کے حصے (دل) سے نکلی ہوں۔" وہ اپنی ابھی کی کہی اور کچھ لمحے کہی گئی باتوں کے پسِ منظر کو واضح کرنے کے لیے بولا تو اب کی بار زرشالے کی شکل دیکھ کے فرہاد اس کی جانب بڑھا۔

"آپ میڈم کے کلاس فیلو ہیں اس لیے آپ کا لحاظ کر رہا ہوں لیکن آج کے بعد میڈم کے آس پاس نظر آئے تو کسی کو بھی نظر آنے کے قابل نہیں چھوڑوں گا۔ "اس کے بالکل سامنے آ کے رکتا وہ اپنے مخصوص سرد انداز میں بولا تو بالاج کے اندر بھانبھڑ سے جل اٹھے۔

جبکہ بات کو بڑھتے دیکھ کے زرشالے فرہاد کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کے اسے شانت رہنے کا اشارہ

دیتی آگے بڑھی تو فرہاد کے کندھے پہ رکھے اس کے ہاتھ کو دیکھ کے جو آگ اس کے اندر لگی اسے بجھانے کو وہ زرشالے کے آگے بڑھتے ہی ایک زوردار مکا فرہاد کے پہلو میں مار چکا تھا۔

"میڈم کے چمچے اگر تو مجھے اپنی میڈم سے پندرہ فٹ سے کم کی دوری پہ نظر آیا نا تو تجھے تیرے اس سائیکو سر سمیت کسی دوسری دنیا ٹرانسفر کروا دوں گا۔" دانت پیس کے کہتے ہوئے وہ اندر جلتے بھانبھڑ

بجھانے کی ناکام سعی میں تھا جبکہ اپنے سر کے متعلق اس کی اس فضول گوئی سن کے فرہاد نے بھی اتنی شدت سے ایک مکا اس کے سینے پہ دے مارا تو وہ ہلکا سا کراہا اور اس کی وجہ فرہاد بھی بہت اچھے سے جانتا تھا۔

"سر کے متعلق بات کرنے سے قبل اسے یاد رکھیے گا۔ "سرد انداز میں اسے وارن کرتے ہوئے وہ

آگے بڑھتی ہوئی زرشالے کے ہمقدم ہوا جو دبی آواز میں ہوئی اس ساری گفتگو سے محروم رہی تھی۔

"ایک نمبر کا کمینہ ہے اس شخص کا باس اور اس کے بعد آتا ہے اس کا یہ لیچڑ ملازم جس کو شاید میرا دل جلانے کے ہی پیسے دیتا ہے وہ سالا۔ "غائبانہ طور پہ شیر عالم اور فرہاد کو کوستے ہوئے وہ آج دن بھر ہوئی روداد کو سوچنے لگا اور آگے کا لائحہ عمل تیار کرنے لگا جس میں اسے زرشالے عالم کو اس قدر

اپنے قریب کرنا تھا کہ کوئی بھی ان کے درمیان نہ آ سکے۔

چاہے وہ شیر عالم ہو یا فرہاد حسن!

وسیع و عریض ڈرائنگ روم کے بیش قیمت صوفے پہ بیٹھا وہ دائیں ہاتھ میں سگار تھامے بہت پر سکون حالت میں سامنے پڑے موبائل کو تک رہا تھا جس پہ بلنک کرتا نمبر اسے بہت سکون دے رہا تھا کیونکہ وہ کال کرنے والے کی تڑپ کو جانتا تھا۔

اور یہی تو وہ چاہتا تھا کہ جو تڑپ کل اسے لاشعوری

طور پہ دی گئی تھی وہ اس کا بدل شعوری طور پہ

دے رہا تھا اور

شیر افگن عالم کا انتقام ایسا ہی اذیت ناک ہوا کرتا

تھا۔

اسی لمحے کسی کے سیڑھیاں اترنے کی آواز سن کے

اس نے ہاتھ میں تھاما سگار فورا بجھایا اور دونوں ہاتھ

چہرے پہ پھیرتے ہوئے اپنے برفیلے تاثرات کو نارمل کرنے کی کوشش کی۔

"السلام علیکم "!ڈرائنگ روم میں داخل ہوتی مسز فرحان عالم کو دیکھ کے وہ احتراماً کھڑا ہوا اور ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ گویا ہوا تو وہ فورا آگے بڑھتیں اسے اپنے سینے سے لگا گئیں۔

"میرا بیٹا "!اس کا ماتھا چومتے ہوئے انہوں نے اس کے مضبوط وجود کو اپنے سینے میں سمونے کی کوشش کرتے ہوئے اپنی ممتا کو سکون پہنچانے کی سعی کی تو وہ انہیں اپنے بازو کے حصار میں لیتا صوفے پہ بیٹھ گیا۔

"کہاں ہوتے ہو؟ اتنے دنوں بعد اس دفعہ تو چکر لگایا؟ "ان کی ممتا سے بھرپور بے چین نگاہیں اس کے خوبرو چہرے کا ہی طواف کیے جا رہی تھیں۔

"کام میں مصروف تھا اس لیے پچھلے ہفتے چکر نہیں لگا سکا، زرشے سے ہوئی بات؟ "اختصار سے کام لیتے ہوئے اس نے موضوع تبدیل کیا کہ ماں سے بے انتہا محبت ہونے کے باوجود وہ ان سے اس موضوع پہ کوئی گفتگو نہ کرتا تھا۔

"ہاں روز ہوتی ہے۔ "نرم لہجے میں اسے مطلع کرتے ہوئے انہوں نے اس کے موبائل کی بلنک کرتی سکرین کو ایک نظر دیکھا۔

"آپ کو میرا وعدہ یاد ہے نا؟ "وہ نپے تلے انداز میں بولا تو ایک تھکی سی بے بس سانس خارج کرتے ہوئے انہوں نے سر اثبات میں ہلایا۔

"ہماری بہو کیسی ہے؟ تم اسے ایک دفعہ بھی عالم ہاؤس لے کے نہیں آئے۔" اس کے موبائل کی بلنک کرتی سکرین پہ جگمگاتے نام پہ ایک چور نگاہ ڈالتے ہوئے انہوں نے گہری نگاہیں اس کے چہرے پہ گاڑھیں تو وہ مبہم سے انداز میں مسکرایا۔

"یہ بہو کے گھر آنے سے قبل اس سے پیار جتانے والا ٹیپیکل فارمولا آپ نے کس سے سیکھا؟" اس کے طنزیہ انداز پہ انہوں نے خفگی سے اسے دیکھا۔

"اللہ نہ کرے کہ یہ ٹیپیکل طریقہ ہو بلکہ میری تو دعا ہے کہ اس گھر میں اس کے آنے کے بعد بھی ہم میں یونہی اتفاق و محبت رہے۔ "انھوں نے محبت سے کہا تو اس نے محظوظ کن انداز میں گردن ہلائی کیونکہ یہ بات تو وہ جانتا تھا کہ اس سے منسلک کوئی بھی شے، کوئی بھی رشتہ عالم ہاوس کے مکینوں کے لیے بہت عزیز ہے۔

"کال کیوں نہیں اٹھا رہے ہو اس کی؟" آخر کار ان سے رہا نہ گیا تو انہوں نے پوچھ ہی لیا لیکن وہ بغیر چونکے ان کی جانب متوجہ ہوا۔

"آپ کے سامنے بیوی سے بات کرتا اچھا نہیں لگوں گا۔" سنجیدگی سے بھرپور لہجے میں کہے گئے الفاظ پہ پہلے تو انہوں نے اسے گھور کے دیکھا اور پھر ہلکا سا مسکرا دیں لیکن اگلے ہی لمحے اس کے کہے

جانے والے الفاظ پہ ان کا چہرہ سپید پڑ گیا جبکہ چہرے کی مسکان گویا کسی نے نوچ ڈالی ہو۔

"نواز عالم کی مجھے آج کال آئی تھی اور یہاں آنے سے قبل وہیں سے ہو کے آیا ہوں۔" اس کے سپاٹ انداز پہ انہوں نے ساکت نگاہوں سے اس کا بے تاثر چہرہ دیکھا جسے پڑھ پانا انتہائی مشکل امر تھا۔

"کیا کہا انہوں نے؟ "انہوں نے سرسراتے لہجے میں استفسار کیا۔

"یہ جاننا ضروری نہیں ہے، کال کا اس لیے بتا رہا ہوں کہ آپ محتاط رہیے گا اور زرشے سے بات کرنے کا تذکرہ آپ کسی سے بھی نہیں کریں گی۔ " اپنے مخصوص بے لچک انداز میں وارن کرتے ہوئے وہ ان کی پیشانی چومتا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تو وہ تب بھی یونہی سٹل بیٹھی رہیں۔

"تیاری کر لیں آپ، رات کا کھانا آپ کی بہو آپ کے ساتھ کھائے گی۔ "ان کی حالت دیکھتے ہوئے اس نے عجلت بھرے انداز میں پروگرام فائنل کیا اور پھر ان سے دعا لیتا واپسی کے لیے نکل گیا جبکہ اس فیز سے نکلنے کی بھرپور کوشش کرتے ہوئے وہ اپنی بہو کے لیے سپیشل کھانا تیار کرنے کے لیے خود کچن کی جانب چل دیں۔

-

انتہائی کوفت اور بیزاری سے ہاتھ میں پکڑے موبائل کو دیکھتی وہ دوسرے ہاتھ میں تھامے برگر کے بائیٹس لے رہی تھی۔

یہ اور بات تھی کہ جس رفتار سے اس کا منہ چل رہا تھا اس سے دگنی رفتار میں اس کی زبان اپنے 'شوہر' کو کوسنے دینے میں مشغول تھی۔

"ساری دنیا کا بوجھ مسٹر شیر افگن عالم کے کندھوں پہ ہے اور اسی لیے انہیں فرصت نہیں مل رہی کہ کسی کی کال اٹھا لیں۔ "ناٹ آنسرنگ کا شور منتشا کو سنواتی وہ خائف سے انداز میں بولی تو اس نے گھور کے اسے دیکھا۔

"تو تم دو منٹ صبر کر لو، اتنی کیا آگ بھڑک اٹھی ہے تمہارے اندر ان سے بات کرنے کے لیے۔ "

منتشا کی زبان کے آگے تو خندق تھی تبھی بنا سوچے سمجھے بولی تو ژالے کے سر پہ لگی تلووں پہ جا بجھی۔

"محبوب شوہر ہے نا میرا تو اس کے لیے تو سینے میں آگ تو بھڑکے گی ہی نا میرے۔" طنزیہ انداز میں کہتی وہ باقی برگر بنا کھائے ٹرے میں پٹخ گئی لیکن چند ثانیوں بعد جب احساس ہوا تو برگر دوبارہ اٹھایا۔

"نیچے اس کا ہوتا سوتا) ڈرائیور (اپنے خرافاتی دماغ والے باس کے حکم سے میرے لیے ایک لباسِ فاخرہ اور نجانے کیا کچھ لے کے آیا ہوا ہے انہی کے متعلق پوچھنے کے لیے کال کر رہی ہوں کہ میں ہرگز آج اس کے ساتھ نہیں جانے والی ہوں۔" تیز تیز بائیٹس لیتی وہ ساری تفصیل اسے بتاتی اس کی خاموشی پہ حیران ہوتی اس کی جانب پلٹی تو مارے خوف کے اس کی چیخ بلند ہوئی۔

کیونکہ سامنے ہی وہ ان کے روم کے دروازے سے ٹیک لگائے بے تاثر چہرے کے ساتھ کھڑا ایک پل کو اسے خوفزدہ سا کر گیا لیکن اگلے ہی لمحے اپنی ازلی ڈھٹائی خود پہ چڑھاتی وہ سیدھی ہوئی۔

"آپ کب آئے سر؟ "ایک نظر اس کے عقب میں کھڑی مسز جوزف پہ ڈالتی وہ آہستگی سے گویا ہوئی۔

"جب تمہارے اندر مجھے ملنے کے لیے آگ بھڑک رہی تھی۔ "اس کے جواباً کہے الفاظ پہ اس کا دماغ بھک سے اڑا جبکہ چہرے کی رنگت دہک اٹھی۔

"بیٹا اندر چلیں نا آپ۔ "اس کی خفت زدہ شکل دیکھ کے مسز جوزف نے اس کی مشکل آسان کرتے ہوئے مداخلت کی تو اس نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے سر نفی میں ہلایا۔

"نہیں، میرے پاس ٹائم نہیں ہے میں ژالے کو لینے آیا تھا۔ "اس کا انداز و لہجہ نرمی سے بھرپور تھا لیکن اس نرمی میں بھی ایک قطعیت سی بھری تھی جسے محسوس کر کے وہ چپ کر گئیں جبکہ اس کی بات سن کے وہ چونک اٹھی۔

"ہیں؟ مجھے؟ لیکن میں اس وقت آپ کے ساتھ کیسے جا سکتی ہوں؟ آفس ٹائم ختم ہو چکا ہے مجھے تو وارڈن ہی اجازت نہیں دے گی۔ "وہ جو کسی قیمت

پہ بھی اس جیسے وحشی شخص کے ساتھ اکیلے کہیں بھی جانے کا رسک نہیں لے سکتی تھی، اس کی بات سن کے بنا سانس لیے بولی تو اس کی پیشانی پہ بل پڑے۔

"پانچ منٹ میں نیچے پہنچو اور اگر پانچ منٹ سے ایک سیکنڈ بھی اوپر ہوا تو سارا ہاسٹل دیکھے گا کہ مجھ سے ملنے کے لیے تمہارے سینے میں واقعی آگ بھڑک رہی ہے۔" وہ شخص حقیقت میں ایک بے

لگام و بے باک انسان تھا جو اپنی کہی یا کرنی پہ آتا تو پاس کھڑے نفوس کا بھی خیال نہ کرتا تھا اور چیز اس کی خودسری کو ہوا دے گئی۔

"یہ نکاح صرف اور صرف ڈرامہ ہے اس لیے اس کی وجہ سے مجھ پہ آپ کوئی دھونس نہیں جما سکتے اور بات جہاں تک جاب کی ہے تو اس کی ٹائمنگ ختم ہو چکی ہے اس کے بعد آپ میرے کچھ نہیں لگتے، باس بھی نہیں۔" اپنے مخصوص خودسر انداز

میں کہتی وہ منتشا و مسز جوزف کو خائف سی کر گئی جبکہ دروازے کے پاس کھڑے شخص کے بھینچے ہوئے ہاتھوں کی رگیں مارے ضبط کے پھولنے لگیں اور چہرہ رفتہ رفتہ سرخ ہوتا اس کے کمال ضبط کا مظاہرہ کرنے لگا۔

وہ ٹیک چھوڑتا سیدھا ہوا اور مضبوط قدموں سے چلتا ہوا اس کے عین سامنے جا کے کھڑا ہوا تو ژالے کا دل پاگل ہوتا سینے کی دیواروں کے ساتھ ٹکرانے لگا۔

"یہ ڈرامہ تمہارے کہے پہ کیا گیا ہے اس لیے آج کے بعد اس رشتے سے انکاری سوچ سمجھ کے ہونا کیونکہ میں غلطی کی معافی پہلی دفعہ بھی نہیں دیتا۔ "

اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے کہتا وہ اسے سراسیمہ سا کرتا اگلے ہی لمحے نیچے جھکتا اپنے مضبوط بازووں میں اٹھا گیا۔

اس کی اس اچانک اور بے باک جسارت پہ جہاں وہ دونوں گڑبڑائیں وہیں اس نے بوکھلاتے ہوئے دونوں ہاتھ اس کی گردن کے گرد لپیٹتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟ "اس کے کپکپاتے لہجے میں اس لمحے گھبراہٹ، شرم اور جھنجھلاہٹ کے رنگ عیاں تھے۔

"کہا ہے نا کہ میں غلطی کی معافی پہلی دفعہ بھی نہیں دیتا۔ "سرد لہجے میں بولتا وہ بت بنی منتشا اور مسز جوزف کو نظرانداز کرتا اسے یونہی اپنی بانہوں میں بھرے باہر کی جانب بڑھا تو ژالے کا دل چاہا زمین پھٹے اور اس میں سما جائے۔

"سر پلیز مجھے نیچے اتار دیں، سب دیکھ رہی ہوں گی۔ "وہ ان سب کی نگاہوں سے بچنے کے لیے لاشعوری طور پہ چہرہ اس کے گریبان میں چھپاتی

مدہم مگر التجائیہ آواز میں بولی مگر اس نے اسے آزاد کرنے کی بجائے اپنی گرفت اس کی کمر کے گرد مزید سخت کی تو اس کی مضبوط انگلیوں کی سرسراہٹ اور مضبوط لمس پہ وہ لمحہ بھر کو سانس روکتی آنکھیں سختی سے میچ گئی اور پھر تب تک نہ آنکھیں کھولیں جب تک وہ اسے لیے پارکنگ میں نہ پہنچ گیا۔

"اب تم میری شرٹ چھوڑ سکتی ہو۔" اسے گاڑی کی بیک سیٹ پہ بٹھاتے ہوئے اس نے بھاری آواز میں

کہا تو اس نے بھک سے آنکھیں کھول کے اسے دیکھا اور پھر ایک نظر اس کے گریبان پہ ڈالی اور پھر نجانے کیا سوچ کے گرفت مزید مضبوط کرتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی جو ایک گھٹنہ سیٹ پہ ٹکائے اس کی جانب جھکا ہوا تھا۔

"میں جانتی ہوں کہ کس قدر ظالم اور وحشی شخص کے نام سے مشہور ہیں آپ اپنے سرکل میں لیکن یہ بات ذہن سے نکال دیں کہ میں آپ سے ڈرتی

ہوں، عورت صرف دو چیزوں کے چھن جانے سے خوفزدہ ہوتی ہے ایک عزت اور ایک اپنی یا اپنی فیملی کی زندگی۔ "سنجیدگی سے بات کرتی وہ رکی اور ایک بھرپور نگاہ اس کے چہرے پہ ڈالی جو بنا کسی تاثر کے اسے سن رہا تھا۔

"وقتی ہی سہی لیکن عزت میں اب آپ کی بن چکی ہیں اور زندگی چھن جانے کا مجھے کوئی خوف نہیں ہے میں اس خوف کو سالوں پہلے پیروں تلے روند

چکی ہوں اس لیے میرے ساتھ کوئی گیم مت کھیلیے

گا۔ "نا چاہتے ہوئے بھی آخری الفاظ پہ اس کا گلا

رندھ گیا تو وہ چند پلوں کے لیے رک سی گئی لیکن

پھر خود کو کمپوز کرتی دوبارہ گویا ہوئی۔

"یہ بات تو میں پورے وثوق سے کہتی ہوں کہ مجھ

سے نکاح آپ نے بنا کسی مطلب کے تو کیا نہیں

ہے اور یہ بھی جانتی ہوں کہ شادی آپ عنیہ

شیرازی سے کرنے والے ہیں اس لیے اگر مجھ پہ یہ

شوہرانہ پن جتایا نا تو میں بیویانہ پن پہ اتر آوں گی اور پھر نہ آپ کی زندگی میں ژالے میر رہے گی اور نہ عنیہ شیرازی۔"بات کے اختتام میں وہ جیسے اپنے ہی کہے پہ محظوظ ہوتی ہولے سے مسکرائی اور اس کا گریبان چھوڑتی پیچھے ہٹنے کو تھی جب وہ اس کے پہلووں پہ ہاتھ جماتا اس کے چہرے پہ جھکا اور اس کی باتوں کا اثر اس کی سانسوں میں تحلیل کرنے لگا تو کچھ لمحے پہلے اس کے سامنے بہادری کے جھنڈے گاڑھنے کی کوشش کرتی ژالے میر کو اپنی سانسیں

رکتی ہوئی محسوس ہوئیں جبکہ چہرہ اس کی قربت اور پرشدت لمس پہ سرخ قندھاری انار کی مانند ہو چکا تھا، اس کے گریبان کو تھامے ہاتھوں کی لرزش اپنے سینے پہ محسوس کرتا وہ اسے اچھے سے بے حال کرتا پیچھے ہٹا تو وہ گہری سانسیں بھرتی اپنے زندہ ہونے کا یقین کرنے لگی۔

"تم نے صحیح پہچانا کہ میں واقعی بہت ظالم انسان ہوں لیکن بے فکر رہو تمہیں ظالمانہ انداز میں نہیں

ماروں گا، عزت بن چکی ہو نا میری تم اس لیے تمہیں مارنے کے لیے فقط میرا لمس ہی کافی ہے۔ "

اس کے نم ہونٹوں پہ گہری نگاہ ڈالتے ہوئے وہ خوفناک لہجے میں بولتا اس کے پورے وجود میں سنسناہٹ سی بھر گیا۔

"اور آج کا یہ لمس تمہیں بتانے کے لیے تھا کہ شیرافگن کی زندگی میں ژالے میر اور عنیہ شیرازی اسی کی مرضی سے آئی ہیں اور ان کے جانے کا

تعین بھی میں کروں گا لیکن تمہارے بیویانہ پن کا شدت سے منتظر رہوں گا جو عنیہ شیرازی کو مجھ سے دور کرنے والا ہے۔"تمسخرانہ انداز میں اس کے چہرے پہ بکھری لٹ کو پھونک مار کے پرے ہٹاتا وہ اس کے پورے وجود میں آگ سا بھڑکا گیا۔

"چلو پھر شو شروع کرتے ہیں دیکھتے ہیں کہ جیت کس کی ہوتی ہے۔"دل ہی دل میں مصمم ارادے باندھتی وہ پرے ہو کے بیٹھ گئی جبکہ دل ابھی تک

اس کے لمس پہ دھڑک دھڑک کے پاگل ہو رہا تھا۔

اس کے پرے ہٹنے اور ڈرائیور کے آ جانے پہ وہ بھی سنجیدگی سے سیٹ پہ براجمان ہوا اور خود کو آج کی دعوت کے لیے زہنی طور پہ تیار کرنے لگا کہ اسے عالم ہاوس میں ایک الگ شیرافگن بن کے جانا پڑتا تھا۔

لالہ سے بات کرنے کے بعد وہ لاشعوری طور پہ اپنے اندر ایک اطمینان سا محسوس کرنے لگی جیسے اسے یقین ہو کہ اس کے لالہ اس کے لیے واقعی اس شخص کو ڈھونڈ لائیں گے۔

اس کے علاوہ گزشتہ تین دن سے وہ نقاب پوش شخص بھی اس کے سامنے نہیں آیا تبھی وہ اپنے

وجود میں گہرا سکون محسوس کرتی ہاسپٹل آئی تو

ڈاکٹر تنویر کے ریزائن دینے کا سن کے اسے شاک

سا لگا لیکن اگلے ہی لمحے وہ کندھوں سے بھاری بوجھ

سرکتا محسوس کرتی سرشار ہوتی سر جھٹک کے اپنے

کمرے میں آگئی جہاں بہت سارے کیسز اس کے

منتظر تھے۔

"ڈاکٹر صاحب! باہر ایک آدمی آئی ہے، اس کا بہت

سیریس ایکسیڈینٹ ہوئی ہے۔" کیس سٹڈی کرتے

اسے نجانے کتنی دیر ہوئی تھی کہ اچانک خان اس کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹا کے اندر آیا اور حواس باختہ انداز میں گویا ہوا تو اس سچویشن میں بھی اس کی تذکیر و تانیث سن کے اس کو ہنسی آ گئ جسے دباتی وہ اپنا استیتھوسکوپ اٹھاتی باہر کی جانب لپکی۔

"کون آدمی ہے خان؟اسی علاقے کا ہے کیا؟ "تیز تیز چلتی وہ اس جانب بڑھنے لگی جہاں مریض کے ہونے کا بتایا گیا تھا۔

"پتہ نہیں ڈاکٹر صاحب !اس کا چہرہ ڈھکا ہوا ہے اور وہ بار بار کہتی ہے کہ میرے چہرے سے میری بے ہوشی میں بھی رومال اتارا تو خود سمیت ہسپتال کو آگ لگا دوں گا۔ "خان شاید اس شخص اور حادثے سے سہما ہوا تھا تبھی لہجہ بہت خوفزدہ سا تھا جبکہ اس عجیب و غریب بندے کی منطق سن کے اسے حیرت کے ساتھ غصہ بھی آیا لیکن پروفیشن کا خیال کرتی وہ آگے بڑھی۔

"ڈاکٹر زرشے پیشنٹ آئی سی یو میں ہے اس کے سر میں گہری چوٹ آئی ہے اس کے علاوہ اس کے سینے میں نوکیلے شیشوں کی کرچیاں بھی کھبی ہیں اور بھی بہت سیریس چوٹیں آئی ہیں اسے، میں تو اس آدمی نے نروز پہ حیران ہوں کہ وہ اب تک ہوش میں کیسے ہے؟ "سسٹر نرگس اسے دیکھ کے جلدی سے بولیں تو وہ آئی سی یو کی جانب بڑھ گئی۔

آئی سی یو کا دروازہ کھول کے جیسے ہی وہ پیشنٹ کے بیڈ کے نزدیک پہنچی تو زمین وہ آسمان اس کی نگاہوں کے سامنے گھومنے لگے۔

کیونکہ وہ حسبِ معمول چہرہ رومال سے ڈھکے خون سے تر چہرہ و سینہ لیے بیڈ پہ لیٹا ششدر سا کر گیا۔

"ت۔۔تم؟"اس کی آواز میں ایک عجیب سا خوف اور بے یقینی لہرائی۔

"آپ سے ملنے کی بھی تو راہ نکالنی تھی ڈ۔۔ڈاکٹر۔ "
ہولے سے مسکراتی آواز میں کہتا وہ رفتہ رفتہ
آنکھیں موندتا اس کی سانسیں مدہم کرتا چلا گیا۔

اس کی جامد نگاہیں اس کے چہرے پہ جمی ہوئی تھیں
جب اسے سسٹر نرگس نے چلا کے مخاطب کیا۔

"ڈاکٹر زرشے اس کی ہارٹ بیٹ بہت سلو ہو رہی ہے۔ "ان کی آواز اسے صور پھونکنے جیسی لگ رہی تھی تبھی وہ کپکپاتے ہاتھوں کو دیکھتی اس کی جانب بڑھی اور دایاں ہاتھ رومال ہٹانے کو اس کے چہرے کی جانب بڑھایا تو اسے محسوس ہوا کہ اس کا ہاتھ لرز رہا ہے اور اس لرزش کی وجہ اس کے الفاظ تھے جو وہ خان سے سن کے آئی تھی۔

"میری بے ہوشی میں بھی کسی نے میرے چہرے سے رومال ہٹایا تو میں خود سمیت پورے ہاسپٹل کو آگ لگا دوں گا۔ "یہ یاد آتے ہی اس نے زور سے مٹھی بند کی اور گہری سانس بھرتے ہوئے خود کو ہر طرح سے تیار کرتی اسے ایک نئ زندگی سونپنے کے لیے خدا کے لیے مدد مانگنے لگی۔

"یہ کیا ڈرامہ ہے؟میں ان کپڑوں کو کیری کیسے کروں گی؟ "آدھ گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد وہ اسے لیے ایک مہنگے ترین سیلون میں لے آیا جہاں سب سے پہلے اسے وائیٹ کلر کی لانگ شرٹ پاجامے کے ساتھ ملٹی کلر کا ڈوپٹہ دیا اور پھر اس کی ایک نہ سنتے ہوئے اس کے بالوں کے اوپر سے کرل ختم کر کے نیچے سے مزید کرلز دے کے انہیں کھلا چھوڑتے ہوئے اس کے کانوں میں وائٹ ڈائمنڈ کے چھوٹے چھوٹے ٹاپس پہنا کے ایک نازک سا لاکٹ اس کی

خوبصورت گردن کی زینت بنا دیا جبکہ میک اپ کے نام پہ اسے ڈارک کلر کی مہرون لپ اسٹک لگائی جسے دیکھ کے اس کا دل اوب سا گیا جس کی وجہ سے اس نے مزید کسی پروڈکٹ کے استعمال سے منع کر دیا لیکن جب وہ وہاں سے نکلنے لگی تو لانگ شرٹ اور دو گز لمبے ڈوپٹے نے اسے بوکھلا سا دیا تبھی وہ گاڑی میں آتے ہی بنا سوچے سمجھے بھڑک اٹھی لیکن وہاں اسے غیر موجود پا کے اس کا پارہ مزید چڑھ گیا۔

"سر کدھر ہیں تمہارے؟ "اپنی کھسیاہٹ ختم کرنے کو وہ ڈرائیور سے خشک لہجے میں پوچھنے لگی۔

"پتہ نہیں۔ "اس کی لاعلمی پہ جلتی وہ رخ مکمل کھڑکی کی جانب موڑتی کڑھنے لگی۔

چند لمحے گزرے ہوں گے جب دروازہ کھول کے وہ خوشبوئیں بکھیرتا اس کے پہلو میں آن بیٹھا تو تب بھی اس نے رخ نہ موڑا جبکہ اس نے بیٹھتے ہوئے ایک سرسری نگاہ اس پہ ڈالی جو اس کی جانب سے

مکمل رخ موڑے یوں بیٹھی تھی کہ وہ اس وقت اس کا چہرہ دیکھنے سے قاصر تھا لیکن اس کے ڈریس کو دیکھ کے وہ مطمئن سا ہوتا سر سیٹ کی پشت سے لگا گیا۔

اگلے ہی پل موبائل کی رنگ ٹیون نے گاڑی کی خاموش فضا میں ارتعاش پیدا کیا تو اس کی کشادہ پیشانی پہ بل سے پڑ گئے لیکن سکرین پہ بلنک کرتے نمبر کو دیکھ کے اس نے نا چاہتے ہوئے بھی کال ریسیو کی۔

"شیر افگن عالم اسپیکنگ "!عادتاً اس نے کال پک کرتے ہی کہا تو دوسری جانب موجود عنیہ مسکرا دی اور بنا کسی سلام کے اسی انداز میں بولی۔

"کیسے ہو افگن؟ "اس کے استفسار کرنے پہ وہ گہری سانس بھرتا سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"تم کیسی ہو؟ "اس کے پرسکون انداز پہ اس سے بے نیاز بیٹھی ژالے کے کان کھڑے ہو گئے۔

'عنیہ شیرازی' نام سوچ کے ہی اس کے خرافاتی دماغ نے گھنٹی سی بجائی تو اس کے ہونٹوں پہ ایک مسکان سی مچل گئی۔

اس نے گردن موڑ کے اسے دیکھا جو بہت سکون کے ساتھ موبائل پہ محوِ گفتگو تھا تبھی وہ اپنے پلان پہ عمل کرنے کو اس کی جانب کھسکی اور چہرہ بالکل

اچانک ہی اس کے موبائل کے پاس لاتی قدرے

بلند آواز میں بولی۔

"ک۔۔۔کیا کر رہے ہیں آپ؟میرا میک اپ خراب

ہو جائے گا افگن۔ "لہجے میں جھجھک آمیز مصنوعی

گھبراہٹ پیدا کیے وہ جب بولی تو اس کے الفاظ پہ

جہاں دوسری جانب عنیہ کو ایک بے یقین جھٹکا لگا

وہیں اس نے موبائل کان سے ہٹا کے حیرت سے

اسے دیکھا۔

"افگن!افگن!وہ۔۔وہ لڑکی تمہارے اتنے پاس کیا کر رہی ہے؟ اور تم اس کے ساتھ۔۔۔۔ "موبائل کے سپیکر سے عنیہ کی صدمے سے چور ٹوٹی آواز سن کے اس نے مزید اپنے ڈرامے میں رنگ بھرنے کو چہرہ موبائل کے نزدیک کیا اور مسکرائی جبکہ اس کی خرافات سے یکسر بے نیازی برتتا ڈرائیور ناک کی سیدھ میں دیکھتا اپنی ڈیوٹی سر انجام دے رہا تھا۔

"نہیں کریں، سب دیکھ رہے ہیں ہمیں پیچھے ہٹیں نا۔"مزاحمتی لہجہ اپنائے وہ بولتی فاتحانہ انداز میں مسکرا کے اس کی جانب دیکھ کے سیدھی ہوتی گویا اس جنگ کی شروعات کا اعلان کر بیٹھی جو کچھ لمحے قبل ان کے مابین طے ہوئی۔

جبکہ اس کی مسکراتی نگاہوں، چہرے کے محظوظ کن تاثرات اور عنیہ کی صدمے سے چور آواز سے بے نیاز وہ بس سپاٹ نگاہوں سے اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا جو خوشی سے دمک رہا تھا۔

اگلے ہی لمحے وہ موبائل سیٹ پہ اچھالتا ایک جھٹکے سے اسے اپنی جانب کھینچتا بے حد نزدیک کر گیا۔

"کک۔۔کیا کر رہے ہیں آپ؟ میرا میک اپ خراب ہو جائے گا۔ "جو الفاظ کچھ ثانیے قبل اس نے دانستاً بولے تھے وہ اس وقت بے ساختہ اس کے ہونٹوں سے نکل گئے جب اس نے دائیں ہاتھ کا انگوٹھا اس کے ہونٹوں پہ رکھتے ہوئے ہلکا سا رب کیا اور بایاں ہاتھ اس کے بالوں میں پھنساتے ہوئے چہرہ

اس کے کندھے کی جانب جھکایا تو اس اچانک افتاد اور اس کے لمس پہ وہ بوکھلا اٹھی۔

اس کے لفظ' میک اپ 'پہ اس نے آنکھ بھر کے اسے دیکھا جہاں اس کی ہدایات کے برعکس صرف اور صرف لپ اسٹک سجی ہوئی تھی جسے مٹانے کی غرض سے وہ اس کے ہونٹوں پہ جھکنے ہی والا تھا کہ انچ بھر کی دوری پہ گڑبڑاتی ژالے نے دونوں ہاتھ اس کے ہونٹوں پہ جمائے۔

"دور ہٹیں، ڈرائیور دیکھ رہا ہے۔ "اپنی شاندار پلاننگ کے بعد اس کے بدلتے رویے پہ دل ہی دل میں خائف ہوتی وہ گڑبڑاتی ہوئی بولی تو اس نے استہزائیہ انداز میں اس کی جانب دیکھا جو سفید رنگ کے لباس میں ملبوس اڑی اڑی سی رنگت کے ساتھ ایک پل کو اس کے حواسوں پہ چھانے لگی لیکن اگلے ہی پل اس کے کسمسانے پہ اس نے سر جھٹکا۔

"تمہیں لگتا ہے کہ مجھے اس کے دیکھنے یا سننے کی

پرواہ ہو گی؟ "تمسخرانہ انداز میں کہتے ہوئے وہ بائیں

ہاتھ کی گرفت اس کے بالوں میں مزید مضبوط کرتا

اس کی ٹھوڑی کے تھوڑا سا نیچے اپنے لمس کا
پرشدت احساس دلاتا اس کی پلکیں ہلکی سی نم کر

گیا۔

"میرے ساتھ گیم کھیلنے سے قبل ایک بات یاد رکھنا

کے میں بدلہ لینے میں سیکنڈز کی بھی مہلت نہیں

لگاتا۔ "ایک نظر اس کے ہونٹوں کے دائیں جانب پھیلی پلکی سی لپ اسٹک اور ٹھوڑی کے نیچے بنے اپنے ہی لمس کے احساس سے بنے سرخ نشان کو دیکھتا وہ اسے اپنی گرفت سے آزاد کرتا ہوا بولا تو ژالے کا دل چاہا وہ اس بے باک مگر ظالم انسان کا گلا دبا دے جو اگلے انسان کی دکھتی رگوں کے ساتھ بہت سکون سے کھیل کے دوسروں کو بے سکون کر دیا کرتا تھا۔

"مجھے اتنا کمزور نہیں سمجھو، ایک دن یہی الفاظ تمہیں لٹاؤں گی۔" پرعزم انداز میں کہتے ہوئے وہ اس سے دور کھسکتی دروازے سے جا لگی جبکہ اس شخص کے سکون میں کوئی فرق نہ آیا۔

"مجھے انتظار رہے گا۔" ازلی لاپرواہی سے کہتے ہوئے اس نے سگریٹ کیس سے سگریٹ نکالتے ہوئے سلگایا تو ساتھ بیٹھا وجود بھی سلگ اٹھا۔

ــ

ــــ

وہ اس وقت ششدر نگاہوں سے کمپیوٹر کی سکرین کو دیکھ رہی تھی جبکہ ریسیپشن پہ بیٹھی لڑکی بول رہی تھی۔

"ڈاکٹر صاحب کی کال آگئی تھی اس لیے ہم نے ڈیٹا فائل کیا ہی نہیں تھا۔" اس کی آواز پہ وہ بمشکل کچھ بولنے کے قابل ہوئی۔

"لیکن تانیہ، تم کیسے بنا کسی ڈیٹا کے مریض کو اندر جانے دے سکتی ہو؟ وہ بھی ایسے مشکوک مریض کو جس کا چہرہ بھی کوئی نہیں دیکھ سکتا۔" بے بسی و جھنجھلاہٹ اس کے پورے وجود میں بھر گئی تھی جبکہ ناکامی کے احساس نے اسے تپا دیا تھا۔

"ڈاکٹر زرشے !ڈاکٹر صاحب نے کہا ہے کہ کوئی ہائی پروفائل کیس ہے اس لیے اسے فوری ایڈمٹ کیا جائے، میرے خیال میں ڈاکٹر صاحب کو کسی کی کال آئی ہے تبھی انہوں نے ایسا کہا ہے۔ "تانیہ مطلع کرنے کے ساتھ ساتھ اسے آگاہ کرنے لگی تو وہ کڑھ کے رہ گئی کہ آج تو ڈاکٹر صاحب بھی نہ آئے تھے کہ وہ ان سے ہی استفسار کر لیتی لیکن ابھی

ماسوائے اس سے پوچھنے کے اس کے پاس کوئی اور راستہ نہ تھا۔

وہ تیز تیز قدموں سے چلتی اس کے روم کی جانب گئی جسے رات کو ہوش آنے پہ کمرے میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔

"کون ہو تم؟ "وہ کمرے میں داخل ہوتی بلا تمہید گویا ہوئی تو اس نے نظریں اٹھا کے اسے دیکھا جو

نیلے رنگ کے سمپل فراک پہ سفید اوور کوٹ پہنے تندہی سے اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"میں بہتر محسوس کر رہا ہوں، ڈاکٹر "!سر ہلکا سا خم کرتے ہوئے وہ مسکرا کے بولا تو وہ کلس اٹھی۔

"کون ہو تم؟ "اس کے جتاتے انداز کو نظرانداز کرتے ہوئے وہ اپنا سوال دہراتی ہوئی بولی تو اس کی آنکھیں مسکرا اٹھیں۔

"آپ کو چانس دیا تو تھا پتہ کر لیتیں اور ختم کر لیتیں اپنے تمام خدشات، ڈاکٹر "!وہ اپنی بے ہوشی کا ذکر کرتا چہرے سے رومال ہٹانے کی بات کر رہا تھا جو کہ وہ جانتا تھا کہ اس کی دھمکی کے بعد کسی نے ہٹانے کی کوشش نہیں کی تھی جبکہ اس کی بات پہ زرشے نے تلخ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جو سر پہ پٹی باندھے، تکیے سے ٹیک لگائے سفید شرٹ کے

تمام بٹن کھولے سینے پہ بھی پٹی باندھے بہت سکون سے نیم دراز اسے بے سکون کر رہا تھا۔

"تمہارے ہائی پروفائل کیس سے ڈاکٹر صاحب ڈرتے ہوں گے کم از کم میں نہیں اس لیے اگر تمہیں لگتا ہے کہ تم اپنی دھمکیوں سے سب کو ڈرا کے یہاں سے خفیہ طریقے سے نکل جاو گے تو یہ تمہاری بھول ہے۔" اپنے تمام خدشات و تحفظات پہ قابو پاتی وہ اسے باور کرواتی پلٹی ہی تھی جب اس نے

اپنے داہنے ہاتھ پہ لگی ڈرپ کی پرواہ کیے بغیر اسے ایک ہی جست میں اٹھ کے اپنی جانب کھینچا تو اس اچانک افتاد پہ وہ گھوم کے اس کی جانب پلٹی لیکن اس سے پہلے کے وہ کوئی حفاظتی قدم اٹھاتی یا اسے کچھ کہتی وہ اگلے ہی لمحے ہاسپٹل بیڈ پہ تھی جبکہ وہ کروٹ کے بل اس پہ جھکا اسے ششدر کر گیا۔

"کچھ کہہ رہی تھیں آپ؟ اتنی دور سے مجھے سنائی کم دیتا ہے؟ "اس کے چہرے پہ جھکتے ہوئے وہ بولا تو اسے جیسے ہوش آیا۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟ آپ کے زخم خراب ہو جائیں گے پیچھے ہٹیں پلیز۔ "وہ اس وقت اس سے نفرت کو فراموش کیے ہوئے تھی جس کا ظاہری ثبوت اس کا اندازِ تخاطب تھا لیکن وہ اس سب سے بے نیاز بس اس کے خوبصورت چہرے کو دیکھ رہا تھا

جو اس پل اس کی قربت اور اس کی طبیعت خرابی کی وجہ سے ملی جلی کیفیات کا تاثر دے رہا تھا۔

"ششش! جاننا چاہتی ہیں نا مجھے ڈاکٹر؟موقع دے رہا ہوں آپ کو، جان لیں۔ "اس کے چہرے کے بالکل نزدیک چہرہ کیے وہ گھمبیر آواز میں بولا تو اس کی اس قدر نزدیکی پہ اسے گھٹن محسوس ہونے لگی۔

"تمہارے زخم۔۔۔تمہارے سینے سے۔۔۔خون۔۔"

اس قدر نزدیکی پہ اس کے ہونٹوں سے لفظ ٹوٹ ٹوٹ کے نکلنے لگے لیکن اسے بولنے کا موقع دیے بغیر وہ اس کے ہونٹوں پہ انگشت شہادت رکھتا اس کے لفظوں کا گلا گھونٹ گیا۔

"یہ موقع پھر سے نہیں ملے گا، یہ صرف آپ جان سکتی ہیں کہ میں کون ہوں؟ اگر آج نہ جان سکیں تو زندگی بھر بلیک ایگل اور بالاج مصطفیٰ کے درمیان

ایک بھنور کی طرح گھومتی رہیں گی ڈاکٹر "!لفظ ڈاکٹر
پہ زور ڈالتا وہ بھاری لہجے میں بولتے ہوئے اپنی
پیشانی اس کی پیشانی پہ ٹکا گیا جبکہ اپنی حالت اور
اس سچویشن پہ غور کیے بغیر وہ فقط بالاج مصطفیٰ کے
نام پہ الجھ چکی تھی تبھی اس نے کپکپاتا ہوا ہاتھ
آگے بڑھایا لیکن اس سے پہلے کہ وہ اس کے چہرے
سے رومال ہٹا پاتی اسے باہر ایک عجیب سا شور سنائی
دیا جو اسے ایک جھٹکے سے اس فسوں سے نکالتا تلخ
حقیقت کی دنیا میں پٹخ گیا۔

اور حقیقت کا تدراک ہوتے ہی جب اس نے اپنی اور اس کی قربت کو محسوس کیا تو اس کا چہرہ فق پڑ گیا جبکہ دھڑکنیں مانو کہ دم توڑنے لگی تھیں۔

"پیچھے ہٹو۔ "اس کے ہونٹوں سے بدقت یہ الفاظ نکلے کیونکہ اس وقت اسے اپنا وجود بے جان محسوس ہو رہا تھا لیکن جب شور بتدریج بڑھتا چلا گیا تو اسے لگا وہ آج رسوا ہو جائے گی، وہ جو برسوں سے دنیا

والوں سے چھپ کے بیٹھی تھی وہ آج سب کے

سامنے عیاں ہو جائے گی۔

لیکن اس پہ سایہ فگن شخص جانتا تھا کہ جب تک وہ

نہ چاہے گا تب تک اس دروازے تک کوئی پہنچ

نہیں سکتا تھا مگر اس کے متغیر حالت کے پیشِ نظر

وہ کچھ سوچتے ہوئے ہٹا کہ جانتا تھا کہ کس کی آمد

نے ہاسپٹل میں ہڑبڑی سی مچا ڈالی تھی۔

"میرا دیا گیا ایک چانس آپ ضائع کر چکی ہیں لیکن ایک چانس میں پھر سے آپ کو دیتا ہوں۔ "ناقابلِ فہم انداز میں کہتے ہوئے وہ اس کے ٹھنڈے ماتھے پہ جھکا تو اس نے مارے خوف کے آنکھیں موند لیں کہ اس پل گزرے مخدوش واقعات کی یاد نے اسے اس قدر لاغر کر دیا تھا کہ وہ کسی قسم کی مزاحمت کے لائق نہ رہی تھی۔

جبکہ اسے آنکھیں موندتے دیکھ کے وہ ہلکا سا مسکرایا اور دھیرے سے اپنے رومال کو کھسکاتا وہ نرمی سے ہونٹ اس کی پیشانی پہ رکھتا اسے مار گیا۔

"ب۔۔۔بالاج؟ "اس کے سلگتے لمس میں ایک جانا پہچانا سا لمس محسوس کرتے ہوئے اس کے لب ہولے سے پھڑپھڑائے جبکہ بند آنکھوں سے آنسو قطار در قطار بہنے لگے جنہیں نا چاہتے ہوئے بھی نظرانداز کرتے ہوئے وہ اس پر سے ہٹا۔

"ڈاکٹر! آپ یہاں سے جا سکتی ہیں اور باخدا یہ چانس
مس نہ کیجیے گا کیونکہ ایسی اپیلنگ حالت میں میرے
سامنے پڑی رہیں تو اپنے اندر کے غنڈے کو سلا
نہیں پاؤں گا۔ "وہ جو نجانے کس کس عظیم نقصان
پہ ماتم کناں تھی کہ اس کی مخصوص پرسکون آواز
سن کے اس نے بھیگی پلکیں وا کر کے سرخ نم
آنکھوں سے اسے دیکھا جو اب دوبارہ اسی حالت
میں نیم دراز مسکرا رہا تھا جبکہ اس کے الفاظ اور

نجانے کس کس بات پہ کلستی وہ اٹھی اور ایک تھپڑ اس کے چہرے پہ رسید کرتی بیڈ سے اتری۔

"میں جو سوچ رہی ہوں اگر وہ تم ہوئے تو میں جان لے لوں گی تمہاری۔" بھاری آواز میں اسے وارن کرتی وہ پلٹی اسی لمحے دروازہ کھولتا وہ اندر داخل ہوا تو زرشے ایک پل کو ساکت رہ گئی لیکن اگلے ہی پل بھاگ کے اس کے سینے سے جا لگی۔

"ہماری محبت کے مظاہروں پہ جواباً تھپڑ مل رہے ہیں جبکہ یہاں بن بلائے آنے پہ پرجوش سواگت ہو رہا ہے۔ "اپنے داہنے گال کو سہلاتے ہوئے وہ بڑبڑاتے ہوئے انہیں دیکھنے لگا جہاں وہ اب اپنے سینے سے لگی بہن کا ماتھا چوم رہا تھا۔

"روئی ہو آپ؟ "اس کی نم آنکھوں کو دیکھتے ہوئے اس نے ایک خونخوار نظر اس کے عقب میں ڈالی

جہاں وہ سر ہولے سے خم کر کے آنکھ دبا تا نئے سرے سے آگ لگا گیا۔

"نہیں لالہ !بس یونہی، آپ چلیں نا میرے روم میں، ماما کیسی ہیں؟ اور بھابھی کیسی ہیں انہیں نہیں لائے آپ؟ "اس کا دھیان اپنی طرف سے ہٹانے کو وہ اس کا بازو تھام کے تابڑ توڑ سوالات کرتی اسے باہر لے جانے لگی۔

"آپ چلو اور میرے لیے کافی آرڈر کرو، میں ایک کال کر کے آتا ہوں۔ "اس نے اسے ٹالتے ہوئے بھیجا تو بیڈ پہ لیٹا' بلیک ایگل 'کراہا۔

"کیا کہا ہے تم نے میری بہن سے؟ "اس کے بیڈ کی جانب بڑھتے ہوئے وہ خشمگیں لہجے میں گویا ہوا تو وہ جل اٹھا۔

"یہ دنیا کا واحد سالا ہے جو اپنے بہنوئی سے دھمکی اور مار کٹائی کے بغیر بات نہیں کرتا۔" وہ زیرِ لب بڑبڑاتے ہوئے اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"کہنے کا تم نے موقع ہی نہیں دیا ورنہ میں تو تمہارے آرڈر پہ عمل کرنے والا تھا۔" وہ سادہ لہجے میں ہاتھ اٹھا کے گویا ہوا تو اس کی سادگی پہ وہ خون کے گھونٹ بھر کے رہ گیا۔

"اس حالت میں تم میرے آرڈر پہ عمل کر رہے تھے؟ "وہ غرا کے بولا تو اس کے پٹے لگے سر میں جیسے درد سا ہونے لگا۔

"وہ بار بار پوچھ رہی تھیں تو میں۔۔۔۔۔۔۔ "اس نے بظاہر مسکراتے ہوئے جواب دینا چاہا جب وہ خشک لہجے میں اس کی بات قطع کرتے ہوئے بولا۔

"اپنی یہ غنڈہ گردی جہاں دکھانی ہے نا وہیں دکھاو اور آئندہ میں اس کی آنکھوں میں آنسو نہ دیکھوں۔ "بہت کچھ باور کرواتے ہوئے اس نے پلٹنا چاہا کہ وہ ہاسپٹل وہاں صرف اسے' دیکھنے 'آیا تھا۔

"تم آج ادھر کیا کر رہے ہو تمہاری آج اپنی مسز کے ساتھ کوئی ڈیٹ نہیں تھی؟ "اسے واپس پلٹتے دیکھ کے اس کی زبان میں ہمیشہ کی طرح کھجلی ہوئی

لیکن ہمیشہ ہی طرح کی غلط وقت پہ ہوئی تھی تبھی
وہ پلٹا اور ایک گھونسا اسی گال پہ رسید کیا جہاں کچھ
دیر قبل اس کی بہن تھپڑ مار چکی تھی۔

"بیشک تم سے میرے بہت رشتے ہیں لیکن یہ بہت
زیادہ تھا۔ "اس کو جبڑا سہلاتے دیکھ کے اس نے
ہولے سے اس کا کندھا تھپتھپایا۔

"گیٹ ویل سون "!اب کی بار اس کے لہجے میں ہلکی سی مسکراہٹ جھلکی جسے محسوس کر کے وہ کلس اٹھا۔

"بہت شکریہ !ابھی تم نے شادی پسند کی نہیں کی اور فقط ذکر کرنے پہ جبڑا توڑ ڈالا اگر پسند کی شادی ہوتی تو اب تک آدھے شہر کی آنکھیں پھوڑی ہوئی تھیں۔ "جلتے ہوئے وہ بڑبڑایا تو اب کی بار اس نے اسے نظرانداز کرتے ہوئے قدم واپسی کی جانب موڑے۔

"افگن !نواز عالم کو ان کے حالیہ الفاظ کی سزا دے چکا ہوں میں۔ "اس کی سنجیدگی سے بھرپور گھری آواز پہ اس کے بڑھتے قدم رکے اور پھر وہ گھری سانس بھرتے ہوئے گردن موڑ کے اسے دیکھنے لگا۔

"جانتا ہوں لیکن اسے سزا دینے سے قبل اپنی سیفٹی کو یقینی بنایا کرو کیونکہ میرے لیے بہت ضروری ہو تم اینڈ گڈ لک کرائم پارٹنر "!اسے تھمبز اپ کا

سائن دیتا وہ اس کے روم سے باہر نکلا تو اس کے غیر متوقع جذباتی اظہار پہ مسکراتے ہوئے وہ بیڈ پہ نیم دراز دو روز قبل ہوئے واقعات کو سوچنے لگا۔

ـــ

ـ

سیاہ شیشوں والی گاڑی میں بیٹھا وہ کچھ دیر قبل اس کی بھیجی گئی ویڈیو کو دیکھ رہا تھا جہاں وہ نواز عالم سے مل رہا تھا۔

وہ جانتا تھا کہ زرشے کے متعلق کہے جانے والے

الفاظ پہ وہ خود اسے سزا دے سکتا تھا لیکن اس کو یہ

ویڈیو بھیجنے کے مقصد سے وہ بخوبی واقف تھا تبھی

ڈیش بورڈ پہ پھینکتے وقت اس کے ماتھے کی رگیں

پھولی ہوئیں تھیں۔

"آئم سوری فادر ان لاء !لیکن مجھے بھی اپنے سالے

کی طرح بدلہ فوراً لینے کی بیماری ہے۔" آہنی گیٹ

سے نکلتی سیاہ مرسڈیز کو پر تپش آنکھوں سے

گھورتے ہوئے وہ بڑبڑایا اور گاڑی کا شیشہ نیچے کرتے ہوئے ہاتھ میں تھامی سائلنسر لگی پسٹل کا نشانہ فکس کرتے ہوئے پہلا فائر سیاہ مرسڈیز کے ٹائر پہ کیا اور پھر دوسرا، اس کا اگلا نشانہ گاڑی کا پچھلا شیشہ تھا لیکن اس کے تیسرے فائر کے ساتھ جیسے ہی شیشہ آواز کے ساتھ ٹوٹا تو اس کے گارڈز الرٹ ہو گئے اور جوابی فائرنگ کرنے لگے لیکن چونکہ وہ

اندھیرے میں تھا اس لیے ان کے نشانے خطا ہو رہے تھے۔

اس نے اگلا فائر کیا اور گاڑی کی پچھلی سیٹ سے نیچے چھپنے کی کوشش کرتے نواز عالم کے کندھے میں گولی پیوست ہو گئی اسی لمحے ایک گولی اس کی گاڑی کی سکرین سے ٹکرائی اور شیشوں کی کرچیاں اس کے سینے اور چہرے میں گھس گئیں، اگر وہ بروقت آنکھوں کے سامنے ہاتھ نہ رکھتا تو یقیناً وہ آنکھیں بھی کھو بیٹھتا۔

اس جوابی حملے کے باوجود اس نے گارڈز کے نرغے میں گاڑی سے اترتے نواز عالم پہ دوبارہ حملہ کیا تو

اب کی بار گولی اس کی ٹانگوں میں لگی اور یہ اس کے لیے کافی تھی۔

اپنا کام مکمل کر کے اس نے گاڑی اسٹارٹ کی لیکن تب تک اس کے گارڈز کی ایک گاڑی اس کے تعاقب میں پہنچ چکی تھی اور اس سے پہلے کے وہ گاڑی ریورس کرتا انہوں نے اس کی گاڑی کو دائیں جانب سے ہٹ کیا تو باوجود کوشش کے اس کا سر بیلنس نہ رکھ پانے کی وجہ سے اسٹیئرنگ سے ٹکرایا تو اس کے سامنے زمین و آسمان گھوم گئے لیکن

حواس پہ قابو پاتے ہوئے اس نے پسٹل پہ گرفت مضبوط کی اور اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی جس کی وجہ سے وہ بوکھلا گئے اور وہ موقع پا کے وہاں سے گاڑی نکال کے لے گیا۔

وہ جانتا تھا کہ اس کی فائرنگ نے نواز عالم کو عوام میں مزید مقبول بنا دینا ہے مگر وہ یہی چاہتے تھے اور ہوا بھی یہی اس حادثے کے چند گھنٹوں بعد ہی پی ایم اے نواز عالم پہ ہوئے قاتلانہ حملے کی پٹی ہر نیوز

چینل پہ چلنے لگی لیکن وہ جو پیغام اس تک پہنچانا چاہتے تھے وہ اس تک پہنچ چکا تھا۔

اس نے نیند میں ڈوبی آنکھیں بمشکل کھولتے ہوئے سامنے وجود پر شکوہ سی عمارت کو دیکھا جس پہ لکھا 'عالم مینشن 'واضح کر رہا تھا کہ وہ اس وقت اسے

کہاں لے کے آیا تھا لیکن ابھی تک یہ واضح نہ کیا تھا کہ کیوں لے کے آیا تھا؟

"ہم یہاں کیوں آئے ہیں؟ "اس نے اس کی جانب دیکھا جو ڈرائیور کی جانب متوجہ اسے گاڑی پورچ کے بائیں جانب کھڑی کرنے کو کہہ رہا تھا کیونکہ انہیں جلد ہی واپس بھی آنا تھا۔

"اندر چل کے دیکھ لینا۔ "ایسے جواب پہ اس کا دل چاہا وہ اندر جانے پہ لعنت بھیجتی یہیں بیٹھی رہی لیکن ایسا وہ صرف سوچ ہی سکی کیونکہ اس کی ایسی ہٹ دھرمی کے جواب میں یہ شخص ہاتھوں کی بجائے ہونٹوں سے کام لیتا تھا جو اسے انتہائی ناگوار تھا اس لیے صبر کے گھونٹ بھرتی وہ گاڑی سے اتری اور اس کی معیت میں آگے بڑھنے لگی۔

"السلام علیکم "!پر تعیش و خوبصورت لاونج میں داخل ہوتے ہی اس کی نگاہ ساڑھی میں ملبوس سوبر سی خاتون پہ پڑی جو مسکراتی ہوئی اس کی جانب بڑھ رہی تھیں۔

"وعلیکم السلام!ٹھیک ہو آپ؟ "محبت سے اسے ساتھ لگاتے ہوئے وہ گویا ہوئیں تو اس نے سر اثبات میں ہلایا جبکہ وہ اب افگن سے مل رہی تھیں۔

اسی لمحے فرحان صاحب کی آمد پہ وہ ان سے ملنے لگے اور مسز فرحان اسے ساتھ لیے صوفے کی جانب بڑھیں تو وہ گہری سانس بھر کے رہ گئی۔

"مطلب اب مجھے اچھی بہو بن کے ان کے سامنے اچھا تاثر دینا ہے۔" وہ نیند کو بمشکل بھگاتی مسکراتے ہوئے ان کے ساتھ بیٹھ گئی۔

"آپ لوگ ادھر اکیلے رہتے ہیں؟ "صرف ان دونوں کو اتنے بڑے گھر میں دیکھ کے وہ واقعی حیران ہوئی تھی کیونکہ ملازموں اور ان دونوں کے لیے تو یہ گھر بہت بڑا تھا۔

جبکہ اس کے اتنے بے تکے سوال پہ ان کے سامنے رکھے صوفے پہ بیٹھا شیر افگن جی بھر کے بدمزہ ہوا۔

"جی، اسی لیے تو افگن کو کہا تھا کہ آپ کو لے آئے اور وہ لے آیا، ماشاءاللہ بہت پیاری لگ رہی ہو آپ۔ "اس کو بڑے سے ڈوپٹے سے الجھتے دیکھ کے وہ بے ساختہ مسکرا دیں جبکہ ان کے آخری الفاظ پہ اس کا منہ بن گیا۔

"ابھی تو آپ کے بیٹے نے میری لپ اسٹک خراب کر دی تھی اس لیے میں نے صاف کر دی ورنہ پہلے میں بہت پیاری لگ رہی تھی۔ "اس کے الفاظ پہ

جہاں افگن کا چہرہ مارے ضبط کے سرخ پڑا وہیں وہ دونوں اپنی ہنسی روکنے کے چکر میں چہرہ جھکا گئے۔

"افففف!نان سینس۔ "وہ جو بڑی سے بڑی بات سن کے نہیں گھبراتا تھا اس لمحے ان کی دبی دبی مسکان دیکھ کے بری طرح خجل ہوتا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تو فرحان صاحب نے بے ساختہ اسے روکا۔

"بیٹھو نا افگن اور بتاؤ ہمیں کہ کیوں تم نے ژالے کی لپ اسٹک خراب کی ہے؟ "ان کی شریر آواز پہ ژالے کو بہت سکون ملا کہ اب اس کھڑوس کو ڈانٹ پڑتے دیکھ کے اس کو سکون ملنے والا ہے۔

"اپنی بہو سے پوچھ لیجیے کہ کیوں خراب کی تھی اور کیسے کی تھی؟ "اس کے خشک لہجے میں کہے گئے الفاظ پہ وہ بے ساختہ گڑبڑائی اور اسے بات کی نزاکت کا احساس ہوا کہ وہ کیا بول گئی تھی۔

اور اب وہ 'کیوں 'اور' کیسے 'جیسے باریک بینیوں میں نہیں جانا چاہتی تھی تبھی ان سنی کر گئی۔

"افگن میں نے کل کی پارٹی کے لیے ژالے کے لیے شاپنگ کر لی اس لیے میں چاہتی ہوں کہ آج رات یہ ہمارے پاس ہی رک جائے اور کل ایک ہی دفعہ پارٹی کے بعد آپ اسے واپس لے جانا۔"

ژالے کو چائے کا کپ پکڑاتیں مسز فرحان اس کی شکل دیکھ کے بات پلٹتی ہوئی گویا ہوئیں تو وہ چونکی۔

"کیسی پارٹی؟ اور میں ادھر کیسے رک سکتی ہوں مجھے تو ہاسٹل سے الاو ہی نہیں ہے۔ "وہ جلدی سے گویا ہوئی تو مسز فرحان نے پریشانی سے فرحان صاحب کی جانب دیکھا۔

"بیٹا کل ہماری اینیورسری ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ اس میں آپ ہمارے ساتھ ہو اور جہاں تک بات ہے ہاسٹل والوں کی اجازت کی تو وہ افگن لے لے

گا۔کیوں افگن؟"فرحان صاحب نے اسے تسلی دیتے ہوئے بیٹے کی جانب دیکھا جو بہت خاموش نگاہوں سے ژالے کے چہرے کے بدلتے تاثرات کا جائزہ لے رہا تھا۔

وہ سب اس وقت لیب میں کھڑے ٹیسٹ پرفارم کر رہے تھے جب ایک دم سے اس کی بلند چیخ پوری لیب میں گونج اٹھی۔

"زرشالے"!اس کی چیخ کے ساتھ بالاج کی بے ساختہ پکار گونجی۔

زرشالے کی چیخ سے بھی زیادہ وحشت بالاج کی آواز میں تھی جس نے وہاں موجود ہر فرد کو متجسس کر ڈالا تھا۔

جبکہ خود زرشالے بھی اس کی اچانک چیخ پہ اچنبھے سے اس کی جانب دیکھنے لگی جو اس کی جانب نہیں بلکہ اس کے پیروں میں پھیلے کیمیکل کو دیکھ رہا تھا جو شومئ قسمت سے اس کے نازک پیروں پہ گرنے کی بجائے فرش پہ گر گیا تھا اور زرشالے کے بروقت

پیچھے ہٹنے کی صورت میں اس کے پیروں کو زخمی ہونے سے بچا گیا تھا۔

"ایوری تھنگ از اوکے بالاج؟ "اس آکورڈ سی خاموشی کو توڑتے ہوئے پروفیسر صاحب نے سنجیدگی سے استفسار کیا تو وہ تب تک سنبھلتا ہوا آگے بڑھ آیا تھا۔

"ایوری تھنگ از اوکے سر! مس عالم کو باہر ڈین صاحب بلا رہے ہیں۔" اس نے سرسری سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے ایک نگاہ اس کی جانب دوڑائی جو بالکل خاموشی سے اسے تک رہی تھی۔

اس کی اس ایک نگاہ میں نجانے کیا تھا کہ زرشالے جھرجھری سی لیتی اپنی نگاہیں جھکاتی سر سے اجازت لے کے باہر کی جانب بڑھی جب ایک سرد سی سرگوشی پہ اسے اپنے قدم من من کے ہوتے محسوس ہوئے۔

"اپنی حفاظت کرنا سیکھیے مس عالم کیونکہ آپ جانتی ہیں کہ اگر آپ کو کچھ ہوا تو اس دنیا کے دو پاگل ترین انسان تہلکہ مچا دیں گے۔" اس کی سرگوشی میں پنہاں مطلب کو سمجھتے ہوئے وہ ناقابلِ بیان کیفیات کی زد میں تھی۔

وہ جانتی تھی کہ 'دو پاگل ترین انسانوں' میں ایک اس کا بھائی تھا لیکن اس دوسرے انسان کا کیا مطلب تھا؟

وہ بہت مضبوط اعصاب کی مالک تھی لیکن اس شخص نے پہلے ہی دن آ کے جس طرح سے اس کے اعصاب پہ حاوی ہونا شروع کیا تھا اور اب اس کا یوں اچانک ہی بدلا ہوا رویہ اسے حیرت میں ڈال رہا تھا مگر جو بھی تھا وہ اب اس کے متعلق شیر لالہ سے بات کرنے والی تھی۔

لگژری بیڈروم میں پڑے صوفے پہ نڈھال بیٹھی وہ دونوں ہاتھوں میں سر گرائے کنپٹی کو انگلیوں سے مسل رہی تھی جبکہ دایاں پاوں اضطرابی کیفیت میں مسلسل زمین پہ مارتی وہ اس اذیت پہ قابو پانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی جس کا وہ ابھی شکار تھی۔

"م۔۔مجھے یہاں رکنا ہی نہیں چاہیے تھا۔"وہ اپنے کپکپاتے ہونٹوں پہ زبان پھیرتی احساسِ بے بسی سے بڑبڑائی تو آنکھیں نم ہونے لگیں کہ اس پل وہ واقعی

خود کو اکیلا محسوس کر رہی تھی کہ اس کا موبائل

اس وقت بیٹری نہ ہونے کی وجہ سے حسبِ معمول

بند تھا اور اس کے پاس یہاں چارجر بھی نہ تھا کہ وہ

منتشا یا مسز جوزف سے رابطے کی سبیل نکال کے

اپنی اذیت کو کم کرنے کی ہی سعی کر لیتی لیکن اب

ہر طرف سے ناکامی محسوس کر کے یوں اسے لگ رہا

تھا گویا وہ تکلیف کی شدت سے حواس کھونے کو ہے

تبھی اس نے بمشکل اٹھ کے سائیڈ ٹیبل پہ پڑے

جگ کی جانب بڑھنے کی کوشش کی لیکن اپنی جگہ

سے کھڑا ہو کے ایک قدم لینے پہ ہی اس کے پیر بری طرح سے لڑکھڑائے اور وہ حواس کھوتی پوری قد سمیت نرم کارپٹ پہ جا گری۔

اسی لمحے دروازہ کھول کے اپنے مضبوط قدموں کے ساتھ اندر آتا افگن اسے یوں گرتے دیکھ کے بھونچکا رہ گیا لیکن اگلے ہی پل وہ خود کو سنبھالتا سرعت سے آگے بڑھا اور اس کے قریب بیٹھتے ہوئے اس کا سر سیدھا کرتے ہوئے جیسے ہی اپنی

گود میں رکھا تو اسے جیسے چار سو چالیس وولٹ کا

کرنٹ چھو گیا۔

کیونکہ اس کی ناک سے لکیر کی مانند بہتا خون اس

کے ہونٹوں کو بھی خون آلود کرتا اس کے چہرے

پہ پھیل رہا تھا۔

"ژالے "!اس کی زندگی میں بہت کم ایسے لمحے آئے

تھے جب اسے سب کچھ ہاتھوں سے پھسلتا ہوا

محسوس ہوا ہو اور وہ خود کو لاچار محسوس کرے لیکن

ایسے بہت کم لمحات میں سے ایک لمحہ اس پہ ابھی آن پہنچا تھا جب وہ ایک ایسی لڑکی کو اپنی آغوش میں لیے بیٹھا تھا جسے اس نے فقط ذاتی مفاد کے لیے اپنی زندگی میں شامل کیا تھا۔

مگر اس سمے جب وہ ڈوبتی سانسوں کے ساتھ اس کی آغوش میں پڑی تھی تو اسے نجانے کیوں اپنی سانسیں کیوں ٹوٹتی محسوس ہو رہی تھیں۔

"ژالے "!اس کا چہرہ ہولے سے تھپتھپاتے ہوئے وہ خالی خالی لہجے میں گویا ہوا مگر دوسری جانب اس کے ساکت وجود میں جنبش بھی نہ ہوئی تو اسے گھٹن سی محسوس ہونے لگی۔

اس نے فورا اسے اپنے مضبوط بازوؤں میں اٹھایا تو اس نے اس کی ہلکی سی کراہ سنی۔

"امی پانی "!اس کی سرگوشی میں اس قدر بے بسی و لاچاری تھی کہ افگن عالم کے سینے میں مقید برسوں

سے پتھر بنا دل اس لمحے ہل سا گیا لیکن وہ اپنی کیفیت پہ قابو پاتا بیڈ کی جانب بڑھا اور اسے بیڈ پہ لٹاتے ہوئے گلاس میں پانی بھرا اور پھر اسے سہارا دیتے ہوئے پانی پلانے لگا لیکن پھر سے حواس برقرار نہ ہونے کی وجہ سے اس نے پانی نہ پیا۔

گلاس واپس رکھ کے اس نے موبائل پہ ایک نمبر ملاتے ہوئے موبائل کان سے لگایا۔

"جلدی سے ڈاکٹر صاحب کو لے کے اوپر کمرے میں آو۔ "سپاٹ لہجے میں پیغام دے کے اس نے موبائل بیڈ پہ اچھالا اور خود جیب سے رومال نکال کے اسے پانی والے گلاس میں بھگو کے اس کے ناک سے نکلتا خون صاف کرنے لگا۔

وہ ابھی خون صاف ہی کر رہا تھا جب حماد کے ساتھ فرحان صاحب اپنا میڈیکل باکس لیے حواس باختہ سے کمرے میں داخل ہوئے۔

"کیا ہوا ژالے کو؟ افگن سب ٹھیک ہے نا؟ "وہ پریشانی سے بولتے ہوئے ان کے نزدیک پہنچے تو وہ گہری سانس بھرتا اس کے نزدیک سے اٹھ کھڑا ہوا اور بیڈ پہ پڑا کمبل اس کے وجود پہ ڈالتا ان کی جانب مڑا۔

"سب ٹھیک ہے، یہی جاننے کے لیے آپ کو بلایا ہے۔ "اپنے مخصوص انداز میں کہتے ہوئے وہ سامنے سے ہٹا تو وہ اسے ہلکی سی گھوری سے نوازتے اس کی

جانب بڑھے جو اس لمحے بالکل زرد پڑی سرسوں کا پھول لگ رہی تھی۔

اس کو ابتدائی اور وقتی ٹریٹمنٹ دیتے ہوئے ان کے چہرے کی گھمبیرتا بڑھ چکی تھی جو افگن کی زیرک نگاہوں سے مخفی نہ رہ سکی لیکن وہ بنا کوئی سوال کیے لب بھینچے کھڑا اس کا چہرہ دیکھنے لگا جو رات کی نسبت اس وقت بجھا ہوا دکھ رہا تھا۔

"میں نے انجیکشن لگا دیا ہے، ابھی آ جائے گا تھوڑی دیر میں ہوش اسے، تم پریشان نہیں ہو۔ "ان کے آخری جملے پہ کرنٹ کھا کے اس نے ان کی جانب دیکھا جو اس کی جانب متوجہ نہیں تھے۔

"کیا وہ' اِس 'کے لیے پریشان دکھ رہا تھا؟ "دل ہی دل میں سوچتے ہوئے اس نے دونوں ہاتھ چہرے پہ پھیرتے ہوئے جیسے اپنے تمام تاثرات زائل کرنے کی کوشش کی اور دوبارہ سے ایک سفاک اور بے

جس خول میں سمٹتا وہ ان دونوں سے بھی پہلے اس

کے کمرے سے نکلتا چلا گیا جبکہ اس کی اس حرکت

پہ فرحان صاحب کی اس کی پشت کو پر تاسف

نگاہوں سے گھورتے رہ گئے۔

کرسی کی سیٹ پہ سر ٹکائے وہ دونوں ہاتھوں سے

اپنے کندھے دباتی جیسے درد زائل کرنے کی کوشش

میں تھی کیونکہ صبح سے یکے بعد دیگرے تین

سرجریز نے اسے ذہنی و جسمانی طور پہ تھکا دیا تھا۔

تبھی وہ چائے کا آرڈر دے کے اپنے ذہن کو ریلیکس

کرنے کے لیے پلکیں موند گئی کہ لیٹنے کا وقت تھا ہی

نہیں کیونکہ کچھ دیر بعد اس نے پھر سے ایک
سرجری کرنی تھی۔

کچھ دیر گزرنے کے بعد دروازے پہ ہلکی سی دستک

کی آواز سن کے اس نے ' خان 'کا سوچ کے اندر

آنے کی اجازت دی تو اگلے ہی دروازہ کھلنے کی آواز آئی مگر اس نے آنکھیں یونہی موندے رکھیں۔

"خان! چائے ادھر ٹیبل پہ رکھ دو اور جاتے اور دروازہ ٹھیک سے بند کر جانا۔" دھیمی مگر تھکی سی آواز میں وہ آنکھیں بند کیے ہی بولی تو جواباً خاموشی چھائی رہی جس پہ عجیب سا محسوس کرتے ہوئے اس نے نیم وا آنکھوں سے سامنے دیکھا تو وہ ایک جھٹکے سے سیدھی ہوئی۔

"آپ؟ "اس نے حیرت و بے یقینی سے اسے دیکھا جو ہلکے نیلے رنگ کی شرٹ جس کے گریبان کے کھلے بٹنوں سے اس کا پٹی میں جھکڑا سینہ جھلک رہا تھا، کے ساتھ بلیک جینز پہنے، سر پہ پٹی باندھے اور معمول کی مانند چہرے پہ رومال باندھے اطمینان سے اس کے سامنے کرسی پہ بیٹھا ہولا سا گیا۔

"کیسی ہیں آپ؟ "ہمیشہ کی طرح فریش مگر سرد و سپاٹ لہجے میں استفسار کیا تو وہ جیسے ہوش میں آئی۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ "وہ اپنے اندر ابلتے غصے کو دباتی ہوئی بولی تو اس نے کندھے اچکاتے ہوئے اس کی جانب دیکھا۔

"آپ کے ہاسپٹل میں مریض کے طور پہ موجود ہوں تو پھر خود ہی یہاں میری موجودگی کا مقصد

سمجھ لیں۔ "اس کے جواب پہ اس کا چہرہ غصے سے دہکنے لگا۔

"مریض ہو تو مریضوں والے بیڈ پہ پڑے رہو جہاں تمہیں مکمل ٹریٹمنٹ دیا جائے گا۔ "وہ بے لچک انداز میں گویا ہوئی تو وہ اس کے میز پہ ہاتھ جماتا ہلکا سا آگے کی جانب جھکا۔

"چائے پی لیں، باقی باتیں بعد میں کر لیتے ہیں۔"

اس کے اس قدر اطمینان اور پرسکون انداز پہ اس کے اندر پرزور مزاحمت جاگی اور وہ بنا انجام کی پروا کیے چائے کا کپ پکڑتی اس کی جانب اچھال گئی۔

"میری زندگی کے مالک نہیں ہو تم جو میں تمہارے دیے گئے آرڈرز پہ چلوں گی، ایک کریمنل ہو جس کی تیمارداری مجھے اپنے پیشے کی وجہ سے کرنی پڑ رہی ہے اس لیے اپنی لمٹس کراس کرنے کی کوشش

مت کرنا کیونکہ گزشتہ عرصے میں جس طرح تم
مجھے مینیپیولیٹ کر چکے ہو اگر تم نے اسی روش کو
اپنائے رکھا تو میں ہر انجام سے بالاتر تمہارا اپنے لالہ
کو بتا دوں گی اور یہ بات یاد رکھنا کہ جس دن
شیر افگن عالم کو پتہ چلا کہ تم زرشے عالم کو ٹارچر کر
رہے ہو وہ دن تمہاری زندگی کا آخری دن ہو گا۔ "
وہ جو اس کے اس دن بالاج کے نام لینے اور اس کی
اس استحقاق بھری حرکت پہ بھری بیٹھی تھی کہ وہ

اسے ایک ایسے بھنور میں لے کے جا رہا تھا جسے سوچ کے ہی اس کی سانسیں رکنے لگتیں تھی۔

شاید یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے اندر چھڑی اس جنگ سے گھبراتی اس کی' چھیڑ 'پہ پھٹ پڑی اور بولتی چلی گئی۔

اس کے خاموش ہونے پہ وہ خاموش نگاہوں سے اسے دیکھتا اگلے ہی لمحے جیب سے موبائل نکالتا اس پہ انگوٹھا پھیرتا موبائل اس کے سامنے میز پہ رکھ

گیا تو اس کی حرکت پہ بپھری کھڑی زرشے نے حیرت سے موبائل کی بلنک کرتی سکرین کو دیکھا تو اسے یوں لگا کوئی اس کے سینے میں مقید دل کو نوچنے لگا ہو۔

"السلام علیکم، شیر افگن عالم اسپیکنگ"! سپیکر سے آتی افگن کی گھمبیر آواز پہ اس کو اپنے کان سائیں سائیں کرتے محسوس ہوئے۔

"آپ کے بھائی لائن پہ موجود ہیں انہیں جلدی بتایئے کہ میں آپ کو ہراس کر رہا ہوں۔" اس کی مطمئن آواز پہ اس نے بھیگی پلکیں اٹھا کے اسے دیکھا اور اگلے ہی لمحے اس کا موبائل اٹھا کے زمین پہ دے مارا اور خود اپنی جگہ سے حرکت کرتی اس کی جانب آئی اور ایک جھٹکے سے اسے گریبان سے جھکڑتی کھڑا کر گئی جو کہ اسی کی وجہ سے ممکن ہوا تھا۔

اس کے کھڑا ہونے پہ اس نے اسی طیش زدہ انداز، بھیگی پلکوں اور بھاری ہوتی سانسوں کے ساتھ ہاتھ اس کے چہرے کی جانب بڑھایا تو اس نے اسی ہاتھ کو اپنے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں لیتے ہوئے ہلکا سا گھماتے ہوئے اپنے طرف کھینچا تو اس کی پشت ایک جھٹکے سے اس کے کشادہ سینے سے آن ٹکرائی۔

"بہت سے کاموں کے ساتھ ساتھ یہ ایک ایسا کام ہے جو آپ میری مرضی کے بغیر نہیں کر سکتیں

ڈاکٹر۔ "اس کے کندھے پہ جھکتے ہوئے وہ سپاٹ لہجے میں بولا تو ایک بار پھر سے اس کی گرفت اور اس کے لمس میں وہی جانا پہچانا احساس محسوس کر کے وہ سسک اٹھی۔

"مت کریں میرے ساتھ ایسا پلیز۔ "وہ روتے ہوئے بولی تو اس کے انداز اور اندازِ تخاطب پہ اس کا وجود لحظہ بھر کو ساکت ہوا۔

"تم میرے سامنے نہیں آنا چاہتے تو مت آنا میں کبھی مجبور نہیں کروں گی لیکن ایک بار صرف ایک بار مجھے یہ یقین بخش دو کہ میں جس' شخص 'کے الوژن میں ڈوبی تمہاری قربت کو برداشت کرتی ہوں تم' وہی شخص 'ہو، پلیز۔ "وہ سسکتے ہوئے ملتجی لہجے میں گویا ہوئی تو اس کے وجود کے گرد لپٹے اس کے ہاتھ کی گرفت ڈھیلی پڑی تو وہ یونہی آنسو بہاتی اس کی جانب مڑی اور آنکھوں میں آس و نراس کی کیفیت لیے اس کا چہرہ دیکھنے لگی جس پہ بندھے سیاہ

رومال کی گانٹھ وہ دھیرے سے کھولنے لگا تو اس کی دھڑکنیں منتشر ہونے لگیں۔

اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اس کا دل اس لمحے آس و نراس اور خوف کی کیفیت میں ڈولتا دھڑکنا چھوڑ دے گا لیکن نہیں۔

وہ کم از کم آج چند لمحے کی مہلت خدا سے مانگنا چاہتی تھی۔

وہ اس لمحے اپنے سامنے اس چہرے کو دیکھنا چاہتی تھی جو اس کے جینے کی وجہ تھا لیکن پل پل اسے مرنے پہ مجبور کر رہا تھا۔

رومال کی گرہ کھولتے ہوئے اس کی گہری وحشت ناک نگاہیں اس پہ مرکوز تھیں جو چاکلیٹ کلر کے سوٹ میں ملبوس روئے روئے چہرے کے ساتھ اس کے سامنے کچھ کر دینے کا سا عزم لیے کھڑی اسے عجیب سے احساسات سے دوچار کر گئی۔

لیکن اس سے پہلے کہ وہ رومال ہٹا کے اپنے اور اس

کے درمیان کے بہت سے پردے ہٹا دیتا دروازہ

ایک جھٹکے سے کھلا۔

---------,-------------------------

بھاری ہوتے سر اور دکھتی آنکھوں کے ساتھ اس

نے کروٹ بدلی تو ایک نامانوس سے احساس کے تحت

اس کی نیند میں خلل پڑا جس کے باعث اس نے بوجھل پلکیں کھول کے اردگرد کے ماحول کو سمجھنے کی کوشش کی مگر ہر طرف پھیلے اندھیرے کے سبب وہ کچھ سمجھ نہ پائی لیکن اس سے پہلے کے وہ آنکھیں دوبارہ سے موندتی ایک بھاری آواز نے اس کے حواس سلب کر دیے۔

"گڈ مارننگ !امید ہے کہ تمہاری نیند اچھے سے پوری ہوگئی ہو گی اس لیے اب بستر چھوڑنے کا

تکلف کر لو، نیچے ناشتے پہ تمہارا انتظار ہو رہا ہے۔ "

بے لچک بھاری آواز نے اسے بتایا کہ وہ کہاں تھی؟

لیکن وہ اس آواز کو یا یہاں موجودگی کا سبب نہیں سوچ رہی تھی بلکہ وہ بیتی رات کے مناظر کو سوچ رہی تھی جب اس نے گرتے ہوئے آخری چہرہ جو دیکھا تھا وہ اسی شخص کا تھا۔

تو کیا وہ اس کے بارے میں سب کچھ جان چکا تھا؟

کیا وہ اس کی زندگی کا بھیانک راز پا گیا تھا جو اس نے خود سے بھی چھپانے کی کوشش کی تھی۔

اگر ایسا تھا تو وہ اتنا پر سکون کیوں تھا؟

وہ انہی سوچوں میں گم تھی جب اس کے ایک دم سے سارے لائٹس آن کرنے پہ اس کی آنکھیں چندھیا سی گئیں تھیں۔

"تمہیں اتنی نیند کیوں آتی ہے؟ "اس کی طنزیہ آواز پہ اس کے حواس الرٹ ہونے لگے تو اس نے آنکھوں کے سامنے سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے اس کی جانب دیکھا جو رات والے ڈریس میں ہی ملبوس تھا

لیکن اس وقت ٹائی اور کوٹ ندارد تھا جبکہ شرٹ پینٹ سے باہر تھی جس کے آدھے بٹن کھلے اور کف فولڈ کر کے کہنیوں تک لپیٹے ہوئے تھے۔

اپنے رف سے حلیے کے برعکس وہ بہت فریش اور چوکس دکھ رہا تھا جبکہ بے تاثر چہرہ معمول کی مانند تھا جسے دیکھ کے اس نے گہرا سکون خود میں سرائیت ہوتا محسوس کیا۔

"مجھے نیند اس لیے آتی ہے کیونکہ میرا آپ کی طرح الووں کے خاندان سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔" اسی کے انداز میں اسے جواب دیتی وہ بھول گئی تھی کہ سامنے کھڑا شخص اس کا صرف شوہر نہیں تھا بلکہ وہ اس کا باس بھی تھا جس کی سفاکیت کی مثالیں پورا شہر دیتا ہے۔

اس کی اس فضول گوئی پہ وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوتا اس کے بیڈ کی جانب بڑھا تو وہ جو اٹھنے کا سوچ رہی

تھی جارحانہ تیوروں سے اسے اپنی جانب آتا دیکھ

کے دوبارہ لیٹ گئی لیکن اس سے پہلے کے وہ اسے

کچھ کہتا ہلکی سی دستک کے ساتھ مسز فرحان کمرے

میں داخل ہوئیں تو بیڈ پہ کمبل میں بکھری حالت

کے ساتھ لیٹی ژالے اور بیڈ کے بالکل نزدیک رف

اور بکھرے سے حلیے میں کھڑے بیٹے کو دیکھ کے وہ

جھجھک سی گئیں کیونکہ کمرے کا منظر وہ سب کچھ

بیان کر رہا تھا جو وہ سمجھنا نہیں چاہتیں تھیں مگر

دونوں کی حالت انہیں ششش و پنج میں مبتلا کر رہی تھی۔

جبکہ یہی حالت ژالے کی بھی تھی کہ وہ یوں اس حالت میں اُس کی موجودگی میں ان کی آمد کی توقع نہیں کر رہی تھی اور اب ان سے بے تحاشا شرمندگی محسوس کر رہی تھی۔

ان تین نفوس میں اگر کوئی پرسکون تھا تو وہ شیر افگن تھا کیونکہ وہ اس کے نزدیک یونہی کھڑا اطمینان سے اس کی حواس باختگیاں ملاحظہ کر رہا تھا۔

جو مسز فرحان کو سلام کرتی جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھی لیکن اٹھتے ہی اسے مزید شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ اس وقت اس کا دوپٹہ اس کے پاس موجود نہ تھا۔

"سوری آنٹی!میں نیچے آ ہی رہی تھی یہ تو بس سر نے لیٹ کروا دیا۔"دوپٹے کی غیر موجودگی پہ خجالت محسوس کرتی وہ تیز تیز بولتی مزید بلنڈر مار گئی جس کا اندازہ اسے افگن کے ضبط سے سرخ پڑتے چہرے اور مسز فرحان کا معنی خیز نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھنے سے ہوا اور اگلے ہی لمحے اس کا چہرہ اتنی سرعت سے سرخ پڑا کہ اسے کھا جانے والی نگاہوں سے گھورتے افگن کو محسوس ہوا کہ اس کے چہرے پہ یکایک کسی نے پینٹ پھیر دیا ہو۔

"کوئی بات نہیں بیٹا !اپنے سر سے اچھی طرح' فری ' ہو کے نیچے آ جائیے گا اور کوئی جلدی نہیں ہے ہم انتظار کر لیں گے۔ "اس کی حالت کے پیشِ نظر وہ شگفتگی سے کہتیں کمرے سے نکل گئیں تو ان کے جملے کے مفہوم کو سمجھتی ژالے کا چہرہ رونے والا ہو گیا۔

"سر! آپ کی مدر بہت غلط سمجھ رہی ہیں، دیکھیں آپ پہلی فرصت میں انہیں جا کے بتائیں کہ جیسا وہ سمجھ رہی ہیں ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔ "وہ ان کے باہر نکلتے ہی اپنی کدورت بھلائے اس کے نزدیک گئی جو پاکٹ سے موبائل نکال رہا تھا۔

"کیا غلط سمجھ رہی ہیں وہ اور کیا نہیں ہوا؟ "اس کے تجاہل عارفانہ سے استفسار کرنے پہ اس کی رنگت

مزید دہکنے لگی جو انجانے میں ہی کسی کی نگاہوں کو اپنے ساتھ باندھنے لگی۔

"وہ۔۔وہ آپ بس انہیں یہ بتا دیں کہ آپ رات کو میرے ساتھ اس کمرے میں موجود نہیں تھے۔ "

اس نے آسان سے الفاظ کا چناو کرتے ہوئے اس کے سامنے مدعا پیش کرنے کی کوشش کی۔

"میں ایسا کیوں بولوں جب کہ میں ساری رات یہاں اس کمرے میں' تمہارے 'ساتھ موجود رہا ہوں۔ "وہ اپنے الفاظ پہ زور دیتے ہوئے بولا تو اسے کمرے کی چھت خود پہ گرتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"ساری رات؟مم۔۔میرے ساتھ؟اسی کمرے میں؟ " اس کے ہونٹ سرگوشی کے سے انداز میں پھڑپھڑائے تو اب کی بار اس کے انداز پہ اس کے

ضبط کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور وہ اسے ایک جھٹکے سے اپنے قریب کھینچتا گڑبڑانے پہ مجبور کر گیا۔

"تم اتنی شاکڈ کیوں ہو رہی ہو؟ کیا مجھ سے شادی نہیں کی تھی یا شادی کے تقاضوں سے بے خبر ہو؟ "

اس کے استہزائیہ انداز پہ اس کے انداز پرزور قسم کی مزاحمت جاگی اور وہ اس کی گرفت میں پھڑپھڑاتی دور ہونے کی سعی کرنے لگی لیکن وہ اپنی

گرفت مزید مضبوط کرتا اسے اپنے سینے میں بھینچ

گیا۔

"ہماری شادی نارمل شادی نہیں تھی؟یہ صرف اور

صرف ایک گیم تھی۔ "اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ

پھوٹ پھوٹ کے رو دے کیونکہ اس شخص نے

اسے بہت بری شکست سے نوازا تھا۔

جبکہ اس کے چہرے پہ پھیلی بے بسی کو دیکھتے ہوئے

وہ اس کے چہرے پہ جھکا اور اپنے استحقاق کے پھول

کھلاتا وہ اس بے بسی کے تاثر کو زائل کرتا وہی

سرخ رنگ دوبارہ سے بکھیرنے لگا جس نے کچھ

ثانیے قبل اس کی نگاہ کو جھکڑ لیا تھا۔

"یہ شادی گیم تھی یا حقیقت، اس کا فیصلہ میں خود

کروں گا۔اور جس دن میں نے چاہا کے مجھے

تمہارے نزدیک آنا تب مجھے کوئی بھی روک نہیں

سکتا لیکن۔۔۔۔ "اس کے گلابی ہونٹوں پہ انگوٹھا

پھیرتے ہوئے وہ اس کی اپنی بے باک حرکتوں سے منتشر ہوتی سانسوں کو سست روی کا شکار کر رہا تھا۔

"لیکن وہ دن ابھی نہیں آیا اس لیے جلدی سے فریش ہو کے نیچے آو ورنہ جتنی دیر لگاو گی ماما کی پوتے کے لیے فرمائش اس قدر ہی پرزور ہو جائے گی۔" اپنی بات مکمل کرتے ہوئے وہ اس کے نیم وا ہونٹوں کو خلافِ عادت نرمی سے چھوتے ہوئے اپنی

گرفت سے اسے آزاد کرتا دروازے کی جانب بڑھ گیا۔

جبکہ اس کے لمس پہ چکراتی، خاصی دیر کے بعد اس کے آخری الفاظ کا مفہوم سمجھتی ڑالے بند دروازے کو گھورتی باآواز بلند اسے گالیوں سے نوازنے لگی۔

"کمینہ، ذلیل، لوفر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ "غصے سے بولتی وہ کلستی ہوئی واشروم کی جانب بڑھ گئی۔

--

"ساڑھی؟ "اپنے سامنے پڑی سی گرین رنگ کی خوبصورت ساڑھی کو دیکھ کے اس نے جس انداز میں چیخ ماری مسز فرحان سمیت بیوٹیشنز بھی لمحے بھر کو دہل سی گئیں۔

"کیوں کیا ہوا، آپ کو ساڑھی پسند نہیں ہے؟"

انہوں نے نرمی سے اس سے استفسار کیا جو ان کے لاڈلے سے منسلک ہونے کے بعد انہیں بے حد عزیز ہو چکی تھی۔

"پسند ہے لیکن اتنی نہیں کہ اسے پہن کے میں کوئی فنکشن اٹینڈ کروں۔" وہ جھرجھری سی لیتی بولی تو اس کے صاف گو انداز پہ وہ کھل کے مسکرا دیں۔

"چلیں آج اسے پہن کے ٹرائی کریں کیونکہ افگن کو ساڑھی پسند ہے۔" ان کی بات پہ اسے جھٹکا سا لگا کیونکہ جس قدر وہ شخص خشک مزاج تھا یہ جملہ سن کے اسے اختلاف سا ہونے لگا۔

"وہ انہیں عنیہ کے لیے پسند ہو گی، آپ پلیز مجھے کوئی اور ڈریس دے دیں کیونکہ میں نے ایسے ہیوی ڈریسز کبھی نہیں پہنے۔" اب کی بار وہ مکمل سنجیدگی سے گویا ہوئی کیونکہ اس کی زندگی ایسی شاندار ہرگز

نہیں گزری تھی کہ وہ ایسے بھاری ڈریسز پہنتی اس لیے آج ایسے ڈریسز دیکھ کے اسے اختلاج ہونے لگا۔

"اچھا آپ پریشان نہیں ہوں، آپ یہ فراک پہن لو۔" انہوں نے ایک سائیڈ پہ پڑے باکس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے رسانیت سے کہا تو وہ کراہ اٹھی۔

کہاں وہ ٹاپ اور جینز پہننے والی من موجی لڑکی، کہاں یہ بھاری بھر کم مشرقی ڈریسز لیکن اب وہ مزید نخرے نہیں دکھا سکتی تھی اس لیے چارو ناچار سر اثبات میں ہلاتی وہ باکس کی جانب بڑھ گئی۔

"اس شخص کی کلر سینس کتنی قدر بکواس ہے۔" باکس سے نکلتی بلیک کلر کی خوبصورت فراک کو دیکھ کے وہ منہ بنا کے بڑبڑائی کیونکہ وہ شوخ اور برائٹ کلرز کی دیوانی تھی لیکن نکاح پہ اور اب اس فراک

کا کلر دیکھ کے اس کا دل بجھ سا گیا لیکن وہ ڈریس لے کے چینج کرنے چل دی کہ اسے جلدی جلدی سے فنکشن اٹینڈ کر کے واپس جانا تھا۔

"یو آر لکنگ سو میسمرائزنگ۔" جیسے وہ فراک زیب تن کر کے باہر نکلی بیوٹیشن اسے دیکھتے ہی بولی تو فطری طور پہ وہ ہلکا سا گھبرا گئی لیکن پھر خود کو کمپوز کرتی اس کی جانب بڑھی اور پھر وہ تھی اور بیوٹیشن کے ماہرانہ ہاتھوں کی پھرتیاں تھیں۔

"آپ کو زیادہ تیار کرنے کا آرڈر نہیں تھا لیکن آپ اتنے میں ہی بہت پیاری لگ رہی ہیں۔" اس کے کانوں میں بلیک ڈائمنڈ کے چھوٹے چھوٹے ٹاپس پہناتی وہ ایک طائرانہ نگاہ اس پہ ڈالتی ہوئی بولی تو ژالے نے ایک نظر شیشے میں خود کو دیکھا تو نگاہ جیسے جھکڑ سی گئی۔

لیکن اس سے پہلے کے وہ مزید غور و فکر کرتی دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا تو وہ دونوں چونکیں لیکن

دروازے پہ ایستادہ افگن کو دیکھ کے بیوٹیشن جلدی سے باہر نکل گئی جبکہ اس حلیے میں پہلا سامنا اس سے ہونے پہ وہ دل ہی دل میں گھبرا گئی تھی لیکن کچھ ظاہر کیے بنا وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور اپنا دوپٹہ اٹھانے کے لیے بیڈ کی جانب بڑھی۔

جبکہ وہ اس پہ نظریں جمائے دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا اس کی جانب بڑھنے لگا جو سیاہ پیروں کو چھوتی فراک، جس کی سیاہ آستینیں اس کی کلائیوں تک

جاتیں اس کی سفید کلائیوں کو عجب نکھار سا بخش رہی تھیں، چہرے پہ فاونڈیشن کی ہلکی سی تہہ لگائے وہ خوبصورت ہونٹوں کو سرخ رنگ سے چھپائے، گھنیری پلکوں کو مسکارے سے بوجھل کیے وہ کھلے بال دائیں کندھے پہ بکھرائے بلیک ڈائمنڈ کے نفیس مگر سادہ سے سیٹ کے ساتھ سجی سنوری سی کھڑی اس کو اپنی جانب مکمل طور پہ مائل کر گئی۔

"یہ اس طرح مجھے کیوں دیکھ رہے ہیں؟ "دوپٹہ کندھے پہ سجاتی وہ کوفت سے بڑبڑائی اور دھیرے سے اس کے پہلو سے نکلنا چاہا لیکن اس نے اس کی نازک کلائی اپنی مضبوط گرفت میں لیتے ہوئے اس کی کوشش ناکام بنا ڈالی۔

جبکہ اس اچانک افتاد پہ وہ ہائی ہیلز کے ساتھ توازن برقرار نہ رکھ سکنے کی صورت میں ایک جھٹکے سے اس کے مضبوط کندھے سے آن ٹکرائی۔

"یہ کیا طریقہ ہے؟ "وہ اس شخص کی نکاح کے اگلے روز والی جارحیت ہرگز نہیں بھولی تھی تبھی دل ہی دل میں خوفزدہ ہوتی وہ ظاہری طور پہ سنجیدگی سے بولی تو اس نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔

"تم اتنی ڈارک لپ اسٹک کیوں یوز کرتی ہو؟ "اس کے سرخ ہونٹوں پہ گہری نگاہیں گاڑھے وہ جس انداز میں بولا ژالے کا دل لرز اٹھا۔

"آپ کو میری لپ اسٹک سے کیا ایشو ہے، مجھے ایسے ہی شوخ کلرز پسند ہیں۔"خشک لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے آزاد کروانا چاہا جب وہ اس کا ہاتھ چھوڑنے کی بجائے دوسرا بازو اس کی کمر کے گرد حائل کرتا اسے اپنے بے حد نزدیک کر گیا۔

اس کی اس بے تحاشا قربت پہ ژالے کا دل جیسے لرزنے لگا کیونکہ اس سے بیزاری و ناپسندیدگی

دکھانے کے باوجود اس کا لمس اور اس کی قربت اس کے دل پہ عجب انداز میں اثرانداز ہوتی تھی۔

"مجھے مسئلہ یہ ہے کہ اس کا شوخ کلر مجھے ڈسٹرب کرتا ہے۔" ذومعنی لہجے میں کہتے ہوئے اس نے انگوٹھا اس کے ہونٹوں پہ رکھتے ہوئے ہلکا سا دبایا تو اس کی پرتپش سانسوں اور جھلستی قربت سے اسے اپنا چہرہ دہکتا ہوا محسوس ہوا۔

لیکن اس سے پہلے کہ وہ اس کے ہونٹوں پہ جھلکتا اس پہ سجے رنگ کو مٹا پاتا ژالے ایک دم سے چیخی۔

"عنیہ تم؟ "اس کی آواز اس قدر تیز اور غیر متوقع تھی کہ وہ لحظہ بھر کو غفلت برت گیا جس کا فائدہ اٹھاتی وہ پھرتی سے اس کی گرفت سے نکلی اور دروازے کی جانب بڑھی۔

"سر ایکچوئلی بات یہ ہے کہ آپ یہ شوخ کلرز عنیہ شیرازی کے ہی ہونٹوں سے چرائیں کیونکہ میں آپ کو اس کی اجازت نہیں دیتی۔" گردن اکڑا کے تیز تیز دھڑکتے دل کے ساتھ بولتی وہ اگلے ہی لمحے اس کے غصے سے سرخ ہوتے چہرے کی تاب نہ لاتی کمرے سے غائب ہوئی۔

جبکہ وہ مارے طیش کے دروازے کو گھورتا غائبانہ طور پہ اس سے مخاطب ہوا۔

"میں تمہاری اجازت کے بغیر تمہارے ہونٹوں کے رنگ اس طرح سے چراوں گا کہ آئندہ تم کبھی یہ فراموش نہ کر سکو کہ میں کون ہوں۔ "اس لہجے کی وحشت ناکی سے کمرے کی فضا بوجھل سی ہوتی چلی گئی۔

ــ

ـــــ

دروازے ایک جھٹکے سے کھلنے کی آواز پہ دونوں نے میکانکی انداز میں گردن گھما کے دیکھا تو وارد ہوتے نفوس کو دیکھ کے جہاں ایک کی آنکھوں میں بے یقینی جھلکی وہیں دوسرے فرد نے انہیں دیکھ کے محظوظ انداز میں مسکراتے ہوئے اپنی دائیں آنکھ ونک کی۔

"گڈ سروس برادر ان لاء "!زیرِ لب بڑبڑاتے ہوئے اس نے دوبارہ سے رومال کی گرہ کو مضبوط کیا۔

"لالہ آپ؟ "وہ اچانک وارد ہوتے شیر افگن کو دیکھتی بے یقینی سے بولی کہ وہ اس طرح کبھی نہ آیا تھا اور وہ بھی ایک ہفتے میں دوسری دفعہ۔

شیر افگن سے ہوتی اس کی نگاہ اس کے پہلو میں سیاہ فراک میں ملبوس ژالے سے ٹکرائی تو اس کے لب دھیرے سے مسکرائے۔

"بھابھی "!وہ ساری باتیں فراموش کرتی فرطِ جذبات سے اس کی جانب بڑھی اور گرمجوشی سے اسے گلے لگایا یہ جانے بغیر کے اس کا بھائی اس کے نقاب پوش مریض کو کیسی کھا جانے والی نگاہوں سے گھور رہا تھا۔

"یہ میری بہن ہے ڈاکٹر زرشے "!ژالے کی خاموشی محسوس کر کے اسے بالآخر تعارف کروانے کا خیال آیا تو وہ اپنے مخصوص سنجیدہ انداز میں کہتا کمرے

میں موجود صوفے کی جانب بڑھ گیا جبکہ اس کے آنے پہ دلکشی سے مسکراتا" بلیک ایگل "واپس میز کے سامنے رکھی کرسی پہ بیٹھ چکا تھا۔

"یہ کون ہیں؟ "زرشے سے ملنے کے بعد جب ژالے کی نگاہ کمرے میں موجود اس نقاب پوش پہ گئی تو اس نے فوراً استفسار کیا جبکہ اس کے سوال پہ زرشے نے حواس باختگی سے ایک نظر بھائی کے

سپاٹ چہرے کو دیکھا اور پھر اُسے جو بہت ڈھٹائی اور بے خوفی سے وہیں براجمان تھا۔

"یہ پیشنٹ ہیں، کچھ دن پہلے ہی ایکسیڈنٹ کیس کی وجہ سے یہاں ایڈمٹ ہوئے تھے۔" بھائی کی سنجیدگی کو محسوس کرتے ہوئے اس نے تفصیلاً جواب دیا اور انٹرکام اٹھا کے 'خان 'کو چائے لانے کا بولا۔

"آپ نے چہرے پہ رومال کیوں باندھا ہوا ہے؟"

اب کے ژالے ڈائریکٹ بلیک ایگل سے ہی مخاطب ہوئی تو وہ بھرپور انداز میں چونکا اور ایک محتاط نگاہ افگن کے بتدریج سرد پڑتے تاثرات سے سجے چہرے پہ ڈالی۔

"ایکچوئلی میرا چہرہ دیکھنے سے دنیا والوں کے ڈر کے مارے بیہوش ہو جانے کا خدشہ بہت زیادہ ہے اسی لیے اسے چھپا کے رکھتا ہوں۔" ایک پر تپش نگاہ

لب کچلتی کسی قدر خوفزدہ دکھتی زرشے پہ ڈالتے ہوئے اس نے نگاہوں کا رخ افگن کی جانب پھیر دیا جو نجانے اس قدر ضبط کا مظاہرہ کیوں کر رہا تھا۔

"زرشے اپنے پیشنٹ کو جلدی فارغ کریں۔" افگن کی سپاٹ آواز گونجی تو اس کے ہونٹوں پہ بے ساختہ مسکراہٹ بکھر گئی لیکن اس سے پہلے کے زرشے یا وہ کوئی رد عمل دیتے غیر متوقع نسوانی آواز پہ وہاں موجود سبھی نفوس ٹھٹھک سے گئے۔

کہ اس کی جانب دیکھتی ژالے پہلو میں بیٹھے شیر افگن کی موجودگی کو سرے سے نظر انداز کرتی جس اشتیاق سے بولی زرشے کا چہرہ اسی شدت سے زرد پڑا اور دل میں بے ساختہ بھانبھڑ سے جل اٹھے۔

"آپ کی آنکھیں بہت پیاری ہیں۔ "

"جسٹ واو "!حظ لینے والے انداز میں آنکھیں گھما

کے اس نے افگن کی مارے ضبط کے سرخ ہوتی

آنکھیں اور تنا ہوا چہرہ دیکھا تو افگن کا جی چاہا انہی

شاطر آنکھوں کو نکال کے اس کے ہاتھ پہ رکھ

دے۔

"انفیکٹ آپ کی پلکیں بہت پیاری ہیں ایسے لگ رہا

جیسے مسکارا لگا کے انہیں خم دیا گیا ہے، آہہہہ۔ "وہ

اس کی قدرتی طور پہ خمدار پلکوں کو دیکھتے وہ نرم

بول رہی تھی تو زرشے کو سینے میں بے تحاشا گھٹن
ہونے لگی لیکن اس کے الفاظ کی روانی میں خلل تب
پڑا جب اپنی کمر کے گرد اچانک لپٹے ہاتھ کی گرفت
ناقابلِ برداشت ہوئی تو وہ دھیرے سے کراہ اٹھی۔
اور بہت بے ساختگی سے اپنی مسکارے سے بوجھل
پلکیں اٹھا کے اس کی جانب دیکھا جو اس کی جانب
متوجہ نہیں تھا لیکن اس کے ہاتھ کی مضبوط گرفت
اور چہرے کے پتھریلے تاثرات چیخ چیخ کے کہہ

رہے تھے کہ اب کی بار وہ مزید کچھ بولی تو اس کی زبان اب ہاتھوں سے بند نہیں کی جائے گی۔

اس کے چہرے کے تاثرات جانچتے ہوئے اسے اپنے دل کی دھڑکن لحظہ بھر کو سست پڑتی محسوس ہوئی۔

جبکہ اس کی بات کے جواب میں اب کی بار وہ افگن کی حالت دیکھ کے ضبط نہ کر سکا اور اس کا زندگی سے بھرپور لہجہ کمرے کی فضا کو مہکا گیا جو بپھرے بیٹھے افگن کو مزید سلگا گیا لیکن اس سے پہلے کے وہ

اس کے جبڑے توڑتا۔وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور سب پہ طائرانہ نگاہ ڈالی۔

"آپ کی تعریف کا بہت شکریہ مسز عالم! آپ کے یہ الفاظ میں ہمیشہ کے لیے سنبھال کے رکھوں گا کیونکہ یہ میرے لیے کسی خزانے سے کم نہیں ہیں۔" افگن کی سلگتی آنکھوں میں اپنی شریر نگاہیں گاڑھتے ہوئے وہ جس نظریے سے بول رہا تھا وہ سمجھتے ہوئے اس نے شدتِ ضبط سے اپنی مٹھیاں

زور سے بھینچیں جبکہ ژالے نا سمجھی سے اسے
دیکھتی سر اثبات میں ہلا گئی۔

"اوکے ڈاکٹر زرشے میں چلتا ہوں، آپ اپنی فیملی
سے ملنے کے بعد مجھے' دیکھ 'سکتی ہیں۔ "اس کے
ذومعنی الفاظ پہ اس نے سراسیمگی سے اسے دیکھا تو
وہ آنکھ ونک کرتا وہاں سے چلا گیا تو اس جسارت پہ
اس نے لرز کے بھائی کی جانب دیکھا جو اس کی

طرف متوجہ نہیں تھا۔اس نے بے ساختہ تشکر بھری سانس خارج کی۔

"لالہ آپ نے مجھے آنے کا بتایا نہیں اور بھابھی کو بھی ساتھ لانا تھا تو مجھے انفارم کر دیتے میں گھر پہ ہی رک جاتی اب ادھر تو بھابھی کو وقت ہی نہیں دیا جا رہا۔"اس کے جاتے ہی وہ مکمل طور پہ ان کی جانب متوجہ ہوتی بولی تو شیر افگن نے گہری سانس خارج کرتے ہوئے مسکرا کے اسے دیکھا۔

"بس اچانک ہی پروگرام بن گیا، تمہاری بھابھی کو ہاسٹل ڈراپ کرنے جا رہا تھا سوچا تم سے ملوا دوں۔ " روانی میں کہتے ہوئے' تمہاری بھابھی 'اس کے ہونٹوں سے پھسلا تو ژالے نے حیرت سے اسے دیکھا جو اس کی آنکھوں کے تاثر کو سمجھتا بھی ان دیکھا کر گیا۔

"بہت اچھا سوچا آپ نے، آئیں بھابھی آپ کو ہاسپٹل کا وزٹ کرواتی ہوں۔ "وہ شیر افگن کو بار بار پہلو بدلتے دیکھ کے ژالے سے مخاطب ہوئی اور اسے ساتھ لیے دروازے کی جانب بڑھی تو افگن نے سر صوفے کی پشت سے ٹکاتے ہوئے کچھ لمحے قبل کے واقعات کو سوچنے لگا جب اس کے پرسنل نمبر" بلیک ایگل "کی کال آئی تھی۔

بڑے سے پر تعیش اور کشادہ کمرے میں اس وقت سگریٹ اور شراب کی ملی جلی بو نے ماحول میں عجیب گھٹن سی پیدا کر رکھی تھی۔

جبکہ اسی گھٹن زدہ ماحول میں بڑی سکرین پہ تیز تیز بولتی اینکر کی آواز نے ایک عجیب سا شور برپا کر رکھا تھا لیکن صوفے پہ بیٹھے اس فرد پہ نہ تو اس شور کا اور نہ ہی اس بو کا کوئی اثر ہو رہا تھا بلکہ وہ

بہت پر لطف انداز میں اس حرام مشروب کے

گھونٹ بھرتے ہوئے سکرین پہ لگی نیوز کو سن رہا تھا

جہاں پٹر پٹر بولتی نیوز اینکر اس کے نام کو ایک اور

بلند مقام دینے کی کوشش کر رہی تھی۔

بقول اس کے ایک مہذب اور سماج سیوا انسان' نواز

عالم 'پہ اسی کے گھر کے سامنے قاتلانہ حملہ کر کے

اسے اس کے' نیک مشن 'سے ہٹانے کی گھٹیا کوشش

کی جا رہی ہے اور اس کوشش کے عوض عوام پاگل

ہو رہی ہے اور مسلسل سراپا احتجاج ہے کہ انہیں
اپنے' نیک پرور لیڈر 'کے لیے انصاف چاہیے۔

اس کی نیوز کا لبِ لباب سن کے وہ اپنے جسم پہ لگی
ہوئی چوٹوں کو فراموش کر چکا تھا کہ اگر ان دو
گولیوں کے بعد اسے اس قدر فائدہ مل رہا ہے تو یہ
گولیاں اس کے لیے لکی چارم تھیں اور اسی لکی چارم
کو استعمال کرنے کے لیے وہ کل پبلک میں نکلنے کا
ارادہ رکھتا تھا کہ تا کہ وہ اس مشتعل عوام کو اپنے

حق میں ہموار کرے اور اپنے' نامعلوم دشمن 'کو باور کروا سکے کہ اس پہ ہاتھ ڈالنا اب اس کے لیے بھی مشکل ہے کیونکہ اس کے پاس' عوام کی سپورٹ ' تھی۔

مگر وہ اپنے خیالات اور مکروہ ارادوں میں مصروف یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کے' نامعلوم دشمن 'کے پاس جو سپورٹ تھی وہ اس کی عوام کی سپورٹ پہ دس گنا بھاری تھی۔

اور یہ وقت بتانے والا تھا ان سپورٹوں کا مقابلہ کس قدر تباہ کن ہونے والا ہے۔

کچھ دیر قبل جب وہ اپنی بلیک فراک کو چٹکیوں میں تھامے سہج سہج کے قدم رکھتی سیڑھیاں اتر رہی ہی تھی جب چوتھی سے پانچویں سیڑھی پہ ہی افگن اس کے ہمقدم ہوا اور اس کے کچھ بھی سوچنے سمجھنے سے

قبل اپنا مضبوط بازو اس کی کمر کے گرد حمائل کرتے ہوئے سیڑھیاں اترنے لگا۔

"سر! یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟ "اس کے اس قدر اچانک لمس اور قربت پہ بے تحاشا گھبراتی وہ اس کی گرفت میں تڑپ اٹھی لیکن ایک انچ بھی فاصلہ نہ بڑھا سکی۔

"آنکھوں اور عقل کا استعمال بروقت کر لو تو ان بے مقصد سوالوں کی نوبت کبھی نہ آئے۔" وہ اس کے سوال پہ بہت ٹھنڈے انداز میں طنز کرتے ہوا اسے جھلسا کے رکھ گیا۔

"ہاتھ ہٹائیں اپنا، چلنا مجھے خود بھی آتا ہے۔" اس کے طنز کے جواب میں وہ بے لچک انداز میں گویا ہوئی تو اس نے ایک سرد نگاہ اس کے خوشنما چہرے پہ ڈالی تو ناچاہتے ہوئے بھی ژالے کی پلکیں اس کی

اس نگاہ پہ لرز اٹھیں اور دل دھڑک کے اپنی موجودگی کا احساس دلانے لگا کہ اس نگاہ کی ٹھنڈک نے جسم بھر کو سنسنا سا دیا تھا۔

"اب اگر منہ سے ایک لفظ بھی نکالا تو سیڑھیوں سے نیچے گرا دوں گا۔ "وہ خوفناک لہجے میں اسے وارننگ دیتا ہوا بولا تو اس کے الفاظ پہ ایک گہری خاموشی اس کے اندر اترنے لگی لیکن اپنی کیفیت کے برعکس وہ سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

"مجھے موت کا ڈراوا نہ دیا کریں مجھے موت سے ڈر۔۔۔۔۔سر"!وہ سنجیدگی سے بول رہی تھی جب اچانک افگن نے اسے گھماتے ہوئے اس کی کمر سیڑھیوں کی جانب کرتے ہوئے اس کے سینے پہ ہلکا سا دھکا اسے لگایا تو اس نے بے ساختہ لرز کے اسے پکارتے ہوئے ہاتھ اس کی سمت بڑھاتے ہوئے گویا سہارا لینے کی کوشش کی تھی لیکن وہ سیکنڈ بھر بے حس بنا اس کے ہاتھوں کو تھامنے کی بجائے اسے نیچے

کی طرف جھکتے ہوئے دیکھتا رہا لیکن اس سے قبل

کے وہ پیچھے سیڑھیوں پہ گرتی اس نے اس کا ہاتھ

تھامتے ہوئے ایک جھٹکے سے اسے اپنی جانب کھینچا تو

وہ سیدھی اس کے کشادہ سینے سے آ لگی۔

اپنے سینے سے لگی ژالے میر کے دل کی تیز

دھڑکنیں اپنے سینے پہ محسوس کرتا وہ ان لمحوں کو

امر کرنے لگا۔

"موت سے ڈرنا سیکھو ژالے میر اور زندگی کے لیے لڑنا، اگر تم زندگی کے لیے لڑنا نہ سیکھ سکی تو میں تمہیں موت سے ڈرانا سِکھا دوں گا۔ "بہت دبے الفاظ میں اسے بہت کچھ باور کروانے کی کوشش کرتا وہ اسے اپنی بانہوں کے مضبوط حصار سے آزاد کرتا اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھامتا سیڑھیاں اترنے لگا جبکہ اس کی جانب ہلکا سا رخ موڑ کے اسے حیرانگی سے دیکھتی ژالے اس کی بات سمجھنے کی سعی کر رہی تھی۔

"تم مجھ پر سے اپنی نگاہیں ہٹا سکتی ہو کیونکہ ہم لان میں پہنچنے والے ہیں۔" اس کی حیران نگاہیں خود پہ محسوس کر کے وہ بنا اس کی جانب دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے بولا تو وہ لاشعوری طور پہ ہلکا سا گڑبڑا گئی۔

"میں دیکھ رہی ہوں کہ لوگوں میں اپنی دہشت پھیلا کے موت کو اک تماشا سمجھنے والا انسان اپنی ہی

بیوی کو موت سے ڈرنے کا سبق کیوں دے رہا ہے؟ "اپنی گڑبڑاہٹ پہ اگلے ہی پل قابو پاتے ہوئے وہ سنجیدگی سے بولی تو شیر افگن کے چہرے کے تاثرات میں فوری تغیر برپا ہوا جسے کمال مہارت سے چھپاتے ہوئے اس نے گردن گھما کے اسے دیکھا جو اس کے بے حد نزدیک کھڑی اس کے حواسوں پہ سوار ہو رہی تھی۔

سیاہ ساڑھی میں ملبوس اس کا نازک سراپا جبکہ ملائم چہرے پہ سجی سرخ لپ اسٹک کو دیکھ کے اس کی نگاہوں میں کچھ لمحے قبل کا منظر لہرایا تو اچانک وہ بنا ماحول کی پروا کیے بغیر اس کے چہرے پہ جھکتے ہوئے اس کے ہونٹوں پہ بکھرا رنگ چرانے لگا۔

لان کی اینٹرینس پہ کھڑی ژالے اس کی اچانک اس بے باک حرکت پہ لڑکھڑا سی گئی اور بے ساختہ سہارا کے لیے اس کے بازو کو دبوچا لیکن اس سے

پہلے کہ وہ اسے خود کر پاتی اسے افگن کے عقب میں عنیہ کا فق چہرہ دکھائی دیا تو اس کے مزاحمت کے لیے تیار اعصاب جیسے سن سے ہو گئے۔

جان گسل لمحات کے بعد جب وہ اس سے قدرے فاصلے پہ ہوا تو اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے افگن کے چہرے پہ بے ساختہ مسکان پھیل گئی جسے دیکھ کے نا چاہتے ہوئے بھی ژالے کا چہرہ لہو چھلکانے لگا جبکہ کانوں سے گویا دھواں نکلنے لگا۔

"اب شاید تمہیں سمجھ آ گئی ہو کہ میں تمہیں موت سے ڈرنے کا کیوں کہہ رہا ہوں؟ کیونکہ میں ہی تمہارے لیے سب سے بڑی موت ہوں جو جب چاہے تمہارے ہونٹوں پہ بکھرے رنگوں کو چرانے کے ساتھ ساتھ تمہاری سانسوں کو بھی بند کر سکتا ہوں۔" سرد لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اس کے ہونٹوں کو انگوٹھے سے رگڑا تو اس کے الفاظ پہ الجھتی ژالے کے بدن میں انجانی سی خوف کی لہر دوڑ

گئی لیکن اگلے ہی لمحے وہ اپنا ازلی خول خود پہ چڑھاتی اس کے عقب میں دیکھتی بولی۔

"معاف کیجیے گا سر لیکن ابھی آپ میرے ہونٹوں سے رنگ چرانے کے ساتھ ساتھ کسی اور کی سانسیں بند کر گئے ہیں۔" آنکھ کے اشارے سے عقب میں کھڑی عنیہ کو نشانہ بنا کے وہ وہاں سے آگے بڑھ گئی تو افگن بے ساختہ عنیہ کی جانب مڑا۔

جبکہ وہاں سے ہٹتی ژالے موبائل کی سکرین پہ اپنا چہرہ دیکھتی ٹشو سے اپنی بکھری لپ اسٹک کو سمیٹتی اپنی منتشر دھڑکنوں کو اعتدال میں لانے کی کوشش کرتی دل ہی دل میں اسے کوس بھی رہی تھی جو ایک بار پھر سے اسے ہرا گیا تھا۔

لیکن اس کے بعد پورے فنکشن کے دوران وہ ایک بار بھی اس کے ہتھے نہیں چڑھی بلکہ مسز فرحان کے ساتھ ہی ان کے مہمانوں سے ملنے لگی جن سے اس کی توقع کے مطابق اسے " مسز شیر افگن عالم "

کے نام سے متعارف کروایا گیا اور اس کی پذیرائی کی گئی۔

"ژالے! جائیں افگن کو بلا کے لائیں ابھی فوٹو سیشن کروانا ہے۔" مہمانوں سے میل ملاپ اور کھانے کے بعد جب مسز فرحان نے اسے مخاطب کیا تو وہ گڑبڑائی اور ایک طائرانہ نگاہ لان میں دوڑائی تو حسبِ توقع وہ ابھی بھی عنیہ شیرازی کے ساتھ ہی مشغول تھا۔

"آنٹی!وہ ابھی اپنی فیانسی کے ساتھ مصروف ہیں تو آپ بعد میں انہیں بلوا لیجیے گا۔ "اسے نہیں معلوم تھا لیکن بات کرتے کرتے اس کی نگاہوں اور لہجے میں ایک حسد سا چھلکنے لگا جسے محسوس کر کے مسز فرحان مدہم سا مسکرا دیں اور پھر ملازم کے ذریعے شیر افگن کو بلوایا۔

لیکن جیسے ہی شیر افگن ان کے نزدیک آیا تو اس کے ساتھ چپکی عنیہ کو دیکھ کے اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

"ہیلو آنٹی "!وہ اگرچہ ان سے مل چکی تھی لیکن انہیں دوبارہ سے دیکھ کے وہ چہکتے ہوئے بولی تو انھوں نے مسکراتے ہوئے سر ہولے سے خم کیا۔

"افگن ژالے کو ساتھ لیں اور آئیں ابھی فوٹو سیشن کا ٹائم ہے نا۔ "انہوں نے نرم لہجے میں کہتے ہوئے ژالے کی جانب اشارہ کیا جو اس وقت اس کی بجائے پورے لان کو دیکھ رہی تھی۔

"آنٹی آپ کا فوٹو سیشن پورا شہر دیکھتا ہے، مختلف نیوز پیپرز میں آئے گا تو میرے خیال میں اس میں اس لڑکی کی شمولیت آپ کے فوٹو سیشن کو تباہ ہی کرے گی۔"عنیہ اپنے اندر کی جلن کو زیادہ دیر چھپا

نہ سکی اور کچھ لمحے قبل دیکھے گئے منظر کی کڑواہٹ بیان کر گئی جبکہ اس کے الفاظ پہ پیچ و تاب کھاتی ژالے فوراً اس کی جانب مڑی۔

"جب میری اس فیملی میں شمولیت سے اس فیملی کو کچھ نہیں ہوا تو ایک آدھ فوٹو سے میرے خیال میں کوئی بہت زیادہ تباہی نہیں ہو گی اس لیے آپ زرا مہربانی کر کے تھوڑی دیر کے لیے' سر 'ہمیں ادھار دے دیں تاکہ ہم فیملی فوٹو سیشن مکمل کر سکیں۔ "

بولنے پہ آتی تو وہ شیر افگن سے نہ ڈرتی تھی تبھی وہ بنا کوئی لحاظ رکھے بولی تو بولتی چلی گئی کیونکہ اتنا تو اسے یقین تھا کہ وہ چاہے اسے بیوی نہ سمجھتا ہو لیکن اپنی ماں کے سامنے وہ اپنی' ملازم 'کو بھی نہیں ڈانٹے گا۔

اور ہوا بھی یہی لیکن انہوں نے ابھی دو سے تین تصاویر ہی بنوائی تھیں جب افگن کے پرسنل موبائل پہ ایک مخصوص سی رنگ ہوئی تو اس کا ماتھا فورا

ٹھنکا تبھی فوٹوگرافر کو اشارے سے روکتا وہ جیب سے موبائل نکالتا آن کر کے کان سے لگا لیا۔

"آپ کے بھائی لائن پہ ہیں، انہیں جلدی سے بتایئے کہ میں آپ کو ہراس کر رہا ہوں۔" دوسری جانب سے سنائی دیتے ان الفاظ پہ اس کا دماغ گھوم کے رہ گیا۔

کال فورا بند کرتے ہوئے اس نے مسز فرحان کو دھیرے سے کچھ سمجھاتے ہوئے ژالے کا ہاتھ پکڑا

اور بنا کسی کی کوئی پروا کیے وہ عالم پیلس سے نکلتا چلا گیا جبکہ یہ سب ساکت نگاہوں سے دیکھتی عنیہ شیرازی تہی داماں وہیں لان کے وسط میں کھڑی رہ گئی۔

"ہاہاہاہاہا"! جیسے ہی اس نے دروازے سے اندر قدم رکھا تو اس کے بے ہنگم قہقہے نے اس کا

استقبال کیا اور پھر یکایک یہ قہقہہ قہقہوں میں تبدیل ہو گیا۔

"مطلب دی گریٹ شیر افگن عالم جو کسی پہ ایک نظر ڈالنا گوارا نہیں کرتا اس کی بیوی اس کی موجودگی میں ایک غنڈے کی آنکھوں کی تعریف کر رہی تھی، واو "!زور زور سے ہنستے ہوئے وہ اپنے بیڈ سے کھڑا ہوتا اس کی جانب دیکھنے لگا جو ماتھے پہ

گھرے بل ڈالے اسے خونخوار نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"اپنی بکواس بند کرو گے؟ "اس کی ہنسی پہ تپتے ہوئے وہ غرا کے بولا تو اس نے فورا اپنی ہنسی کو بریک لگاتے ہوئے اس کی جانب دیکھا اور پھر یکایک اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"ویسے میں سوچ رہا تھا کہ۔۔۔ "اس نے بات کے دوران وقفہ لیا تو اس کے اس فضول سسپنس پہ اس نے اکتا کے اس کی جانب دیکھا۔

"کہ اپنی آنکھوں کی ایک تصویر بنا کے بھابھی ک۔۔۔۔۔۔ "وہ خباثت سے مسکراتے ہوئے بول رہا تھا جب وہ اس کی جانب لپکا۔

"تیری تو۔۔۔۔۔۔ "اس کو گردن سے دبوچتے ہوئے اس نے ایک زور دار مکا اس کے پہلو میں مارا تو وہ کراہ اٹھا۔

"میری ڈاکٹر کے ہاسپٹل میں مجھ پہ تشدد مت کر سالے "!وہ دبی دبی آواز میں چلایا۔

"اب اگر تم نے میری بیوی کا نام لیا تو میں نام و نشان مٹا دوں گا اور یہ بات یاد رکھو کہ بالاج مصطفیٰ

کے زرشے سے ملنے میں فقط دو ہی دن باقی رہ گئے ہیں اس لیے میری بیوی کی اپنی آنکھوں سے پسندیدگی کو بھولو اور آنے والے وقت کی تیاری کرو۔ "اسے یونہی گردن سے دبوچتے ہوئے اس نے سرد لہجے میں اسے بہت کچھ باور کروایا تو وہ گھوم کے اس کے حصار سے نکلا۔

"وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن ایک بات تو بتا؟ "اپنی گردن سہلاتے ہوئے وہ بولا تو اس نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"تو نے واقعی ارینج میرج ہی کی ہے نا؟ "اس کے انداز پہ ناچاہتے ہوئے بھی شیر افگن کے چہرے پہ مسکان پھیل گئی لیکن اس سے قبل کہ وہ اسے کوئی جواب دیتا دروازہ کھولتے ہوئے زرشے اور اس کے

ساتھ ژالے اندر داخل ہوئیں تو وہ نامحسوس انداز میں بلیک ایگل سے فاصلے پہ ہوا۔

"میں آپ کو ڈھونڈ رہا ہوں۔ "زرشے کو دیکھتے ہوئے اس نے گویا اپنی موجودگی کا دفاع کیا لیکن زرشے اس وقت اس کی وہاں موجودگی کو نہیں جج کر رہی تھی بلکہ اس کا سارا دھیان اس وقت اپنے ساتھ کھڑی ژالے کی طرف تھا۔

"لالہ! بھابھی۔۔۔۔ "اچانک وہ چلا کے کہتی ژالے کے لہراتے ہوئے وجود کی جانب بڑھی لیکن اس سے پہلے کہ وہ اسے تھامتی اس کے ناک سے نکلنے والا لہو ٹپکتے ہوئے زمین پہ جا گرا اسی لمحے افگن نے آگے بڑھ کے اسے اپنی بانہوں میں سنبھالنے کی سعی کی مگر وہ بھی اس کے بھربھری ریت کی مانند بکھرتے وجود کے ساتھ نیچے فرش پہ بیٹھتا چلا گیا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

دکھتے سر اور بھاری ہوتی پلکوں کے ساتھ اس نے کروٹ بدلی تو ہونٹوں سے ایک سسکاری سی نکلی جب اس کے ساتھ لیٹی منتشا فورا اس کی جانب متوجہ ہوئی۔

"ژالے "!اس نے اضطرابی کیفیت میں اسے پکارا لیکن تب تک وہ دوبارہ نیند میں کھو گئی تھی مگر آدھ گھنٹے بعد جب اس نے دوبارہ کروٹ بدلی تو اب کی

بار اس کے چہرے کے بگڑتے زاویے بتا رہے تھے

کہ اس کی نیند میں خلل پڑ چکا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ اسے بلاتی مسز جوزف زوردار

انداز میں دستک دیتی ہوئیں اندر داخل ہوئیں اور بنا

اس کی حالت کی پرواہ کیے بغیر اونچی آواز میں

بولیں۔

"ژالے مادام! اگر آپ نے اگلے پانچ منٹ میں فریش ہو کے یہ چائے کا کپ ہاتھ میں نہ لیا تو آئندہ پوری زندگی کے لیے یہ ہاتھ چائے سے محروم رہیں گے۔" ان کے طنزیہ لہجے میں ایک واضح تنبیہہ تھی جسے محسوس کر کے اس نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں اور لحظہ بھر کے لیے انہیں گھورنے کے بعد وہ ایک دم سے بستر سے نکلی تو چکرا سی گئی۔

اس کے چکرانے پہ منتشا آگے بڑھی ہی تھی کہ مسز جوزف کے مخصوص اشارے پہ وہ وہیں رک گئی جبکہ وہ لب بھینچتی واشروم کی جانب بڑھ گئی۔

اگلے پانچ منٹ میں وہ گیلے مگر پھولے ہوئے چہرے کے ساتھ ہاتھ میں چائے کا کپ لیے بیٹھی ان دونوں کو گھور رہی تھی۔

"میں یہاں کیسے آئی؟" اسے نہیں یاد تھا کہ وہ ہاسٹل تک کیسے پہنچی یا اسے کون چھوڑ کے گیا تھا۔

حواس کھونے سے قبل اسے کچھ یاد تھا تو فقط فرش پہ گرتا وہ سرخ قطرہ اور اپنی جانب بڑھتا ہوا شیر افگن عالم، اس کے بعد وہ نہیں جانتی تھی کہ وہاں کیا کچھ ہوا یا انہیں کیا کچھ ' معلوم 'ہوا۔

"گاڑی پہ۔ "منتشا کے برجستہ جواب پہ اس نے چائے کا بڑا سا گھونٹ حلق میں اتارتے ہوئے جیسے ڈھیر سارا غصہ بھی حلق سے اتارا تھا۔

"اور مجھے تو جیسے بڑی گاڑی ڈرائیو کرنی آتی ہے۔"

اس نے جیسے خود کا ہی مذاق اڑایا۔وہ تینوں اس وقت ان کے اس مشترکہ کمرے میں موجود تھوڑی سی جگہ میں رکھی پلاسٹک کی میز کے گرد رکھی چھوٹی پلاسٹک کی کرسیوں پہ بیٹھیں چائے پی رہی تھیں۔

"کیا ہو گیا ہے ژالے، جیسے پہلے ڈرائیور کے ساتھ آتی جاتی ہو ویسے ہی اسی کے ساتھ واپسی ہوئی تھی تمہاری اور ہمیشہ کی طرح آتے ہی تم فورا ڈھیر ہو

گئی۔ "منتشا اب کے لہجے میں بیزاری اور جھنجھلاہٹ لیے بولی تو وہ اس کے الفاظ پہ چونکی۔

"لیکن میں کیس۔۔۔۔۔ "اس کا دماغ جیسے ماوف سا ہو رہا تھا۔

وہ جانتی تھی کہ ہاسپٹل میں اس کی طبیعت خراب ہوئی تھی اور وہ ہوش کھو بیٹھی تھی لیکن اس کے بعد وہ ہوش میں کب آئی اور ڈرائیور کے ساتھ

ہاسٹل کیسے پہنچ سکتی ہے وہ جبکہ وہ ہاسپٹل بنا ڈرائیور

کے شیر افگن کی معیت میں گئی تھی۔

یہ ساری باتیں سوچتی وہ کیلنڈر پہ بدلتی تاریخوں کو

فراموش کر گئی تھی جو یہ بتا رہی تھیں کہ وہ ہاسپٹل

سے ہاسٹل' تین 'راتوں کے بعد پہنچی تھی۔

پر تعیش لاونج میں رکھے براون رنگ کے بیش قیمت

صوفوں پہ بیٹھیں وہ اس وقت اپنی دھڑکنیں شمار

کرتیں اپنے اندر کے خوف پہ قابو پانے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"ہم نے کوشش پوری کی ہے لیکن ہم چاہ کے بھی زرلالے عالم کے بارے میں کچھ بھی ایسا نہیں جان سکیں جو آپ لوگ استعمال کر سکیں۔" ان میں سے ایک مدہم لہجے میں بولی تو مقابل کے چہرے پہ کرختگی چھا گئی۔

"پچھلے کچھ مہینوں سے تم دونوں پہ پیسہ اس لیے نہیں بہایا کہ ایک دن تم لوگ یہ منحوس شکلیں لے کے میرے سامنے آو اور کہو کہ تم لوگ زرلا لے عالم کو ٹریپ نہیں کر سکیں۔ "اس کی کرخت آواز پورے لاونج میں گونجتی عجب ہیبت زدہ سا تاثر دے رہی تھی۔

"ہم اسے ٹریپ کر چکی ہیں، وہ ہم پہ اعتماد کرتی ہے لیکن ہم ایسا کچھ بھی نہیں کر سکیں جس سے وہ

ڈگمگا جائے اور ایسا شاید اس شخص کی وجہ سے ہو رہا ہے جو نجانے کیوں ہر دفعہ اس سے آ ٹکراتا ہے۔ "

اب کی بار دوسری لڑکی نے زہرخند لہجے میں کہا تو مقابل بہت برے انداز میں چونکا جبکہ ایک سرد سی لہر پورے وجود میں دوڑ سی گئی۔

"شیر عالم "!اس کے لہجے میں نا محسوس سا خوف چھلکا۔

"نہیں، شیر عالم تو یونی صرف ایک دفعہ آیا تھا جب ہم نے اسے ٹریپ کرنے کی کوشش کی تھی، وہ انسان ہمارے خیال میں زیادہ بڑا مسئلہ نہیں ہے کیونکہ وہ مصروف انسان ہے اس کے لیے ہر وقت اپنی بہن کی نگرانی کرنا آسان کام نہیں ہے اور نہ ہی یہ کام اس کا گارڈ) فرہاد (کر سکتا ہے لیکن زرشالے عالم تک پہنچنے کے لیے مختص کیے گئے راستے میں" بالاج مصطفیٰ "نام کا بیریئر آتا ہے۔"وہ تفصیلاً گویا ہوئی تو اس کو جیسے کرنٹ سا لگا۔

"بالاج مصطفیٰ کون ہے؟ "وہ الجھا کہ ان کی اطلاعات کے مطابق زرشالے عالم کو صرف فرہاد ہی اپروچ کر رہا تھا یونی میں تو یہ دوسرا کون نکل آیا۔

"شاید اس کا عاشق۔ "وہ عامیانہ لہجے میں گویا ہوئی تو مقابل کے چہرے پہ شیطانی سی مسکان بکھر گئی جیسے اسے کچھ سوچ کے بہت مزہ آنے لگا ہو۔

"تو ایسے عاشق کا نام تو تاریخ میں رقم ہونا چاہیے نا

جو محبوبہ کے لیے جان گنوا بیٹھے ہوں۔ "اس نے

گویا نپے تلے انداز میں انہیں بالاج مصطفی کی جانب

سے پر سکون رہنے کا اشارہ کیا کہ اسے وہ خود

سنبھال لے گا انہیں بس زرشالے عالم کو شیر عالم کی

کنگڈم سے دور لے کے جانا تھا۔

اس کی ہدایات کو بغور سنتے ہوئے وہ کچھ دیر جانے

کے لیے کھڑی ہوئیں تو لاونج سے نکلتے ہی سورج کی

کرنوں نے ان کے چہرے واضح کرتے ہوئے بتایا کہ وہ سحرش اور حائقہ تھیں زرشالے عالم کی بہترین دوستیں۔۔۔!

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ہاسٹل کی وہ صبح جب ژالے میر کی آنکھ کھلی اس سے تین رات قبل جب وہ ہاسپٹل کے ٹھنڈے فرش پہ بھر بھری ریت کی مانند بکھر گئی وہ لمحہ وہاں موجود تینوں نفوس پہ بھاری پڑا تھا۔

"لالہ!بھابھی "!ان دونوں کو ایک ساتھ فرش پہ گرتا دیکھ کے زرشے ایک دفعہ پھر سے چلائی تو رومال چہرے پہ باندھے بلیک ایگل بھی بے ساختہ ان کے نزدیک پہنچا۔

"پارٹنر "!اس نے افگن کے کندھے پہ ہاتھ رکھا تو وہ چونکا لیکن ژالے کا چہرہ تھپتھپاتی زرشے اس لمحے کو محسوس نہ کر سکی۔

"ڈاکٹر! ہوش کریں، آپ مسز افگن کی کنڈیشن کو سمجھیں اور انہیں جلدی سے ٹریٹمنٹ کے لیے لے کے جائیں۔" جب افگن نے چونک کے اس کی جانب دیکھا تو اس کی نگاہوں کے خالی پن نے بلیک ایگل کو ہلا کے رکھ دیا اسے محسوس ہوا کہ اس کے سامنے بیٹھا شخص اس لمحے گویا سب کچھ ہار بیٹھا ہو تبھی وہ فوراً خود کو سنبھالتا اپنے خول میں آتا زرشے سے مخاطب ہوا جو اس لمحے اپنے حواس منتشر کر بیٹھی تھی۔

لیکن اس کی پاٹ دار آواز پہ وہ بری طرح سے

چونکتی گویا کسی گہرے خواب سے جاگی تھی اور

حقیقت کا تدراک ہوتے ہی وہ اپنے اعصاب پہ قابو

پاتی اٹھی اور سسٹرز کو آواز دیتی اب ژالے کو

سٹریچر پہ لٹانے کی کوشش کرنے لگی۔

اگلے چند ہی لمحوں میں وہاں کھلبلی سی مچ گئی ایسے

میں جب ژالے کو سٹریچر پہ لٹانے کے لیے وارڈ

بوائے آگے بڑھا تو بلیک ایگل کا دل چاہا وہ اپنا ماتھا

پیٹ لے یا اپنے سامنے کھڑی اس ڈاکٹر کا جو ابھی

تک اپنے بھائی کے وحشی پن سے واقف نہ ہوئی تھی۔

"اپنے ہاتھ اپنی حدود میں رکھو۔ "جیسے ہی وارڈ بوائے نے بازو آگے کرتے ہوئے اسے تھامنا چاہا تو کب سے ژالے کو اپنے حصار میں لے کے بیٹھے شیرافگن کی سرد آواز گونجی تو سارے اپنی جگہ پہ تھم سے گئے۔

مگر شیر افگن کے اسے سٹریچر پہ لٹانے کے بعد جیسے ہی زرشے اسے لیے ایمرجنسی وارڈ میں داخل ہوئی تو دروازے کے پار کھڑے افگن کو ایک دفعہ پھر سے سینے میں گھٹن سی محسوس ہوئی۔

اسے اس لمحے محسوس ہوا کہ سانس لیتے ہوئے بھی سانس نہ لے سکنے کی اذیت کیا ہوتی ہے۔۔۔!

ـــ

اپنے سامنے رکھی رپورٹ کو ششدر نگاہوں سے دیکھتی زرشے کی آنکھوں میں ژالے کا خوبصورت چہرہ لہرایا تو اس کے دل کو جیسے دھکا سا لگا۔

"کیا آپ جانتے ہیں اس بارے میں لالہ؟"کافی دیر کے بعد جب وہ کچھ بولنے کے قابل ہوئی تو افگن کے تاثرات دیکھ کے سب سے پہلے اس کی زبان پہ یہی الفاظ آئے جبکہ اس کا سوال سن کے وہ چونکا لیکن بنا کچھ ظاہر کیے سکون سے بولا۔

"نہیں کیونکہ میں ڈاکٹر نہیں ہوں۔ "اس کے جواب پہ جانے کیوں زرشے کو لگا کہ وہ اس سے سچائی چھپا رہا تھا لیکن چونکہ وہ نہیں بتا رہا تھا تو مطلب کہ وہ کبھی بتائے گا بھی اس لیے اس نے مزید اصرار نہیں کیا۔

"کیا اس سے پہلے بھی ایسا کچھ ہوا ہے ان کے ساتھ؟ "اس نے اپنے سوال کا جواب کسی اور طریقے سے اگلوانے کی کوشش کی۔

"زرشے !مجھے کام کی بات بتائیں کہ اسے ہوش کب تک آ جائے گا؟ "اس کا سوال سرے سے نظر انداز کر کے وہ سنجیدگی سے بولا تو اس نے گہری سانس بھر کے اسے دیکھا۔

"ابھی کچھ کہہ نہیں سکتے کیونکہ ابھی ان کے ٹیسٹس وغیرہ ہو رہے ہیں۔" اس نے بھی' ٹیسٹس' کی تفصیل بتانے کی بجائے نپی تلی بات کی تو وہ سر اثبات میں ہلاتا اپنی جگہ سے اٹھا۔

لیکن اس کے مڑنے سے قبل اس کے چہرے پہ دکھائی دیتے تاثر نے اسے دیکھتی زرشے کو ساکت کر دیا۔

وہ جو زمانے بھر میں بے حس اور سنگدل مونسٹر کے

نام سے مشہور تھا اس لمحے اس سٹون مین کے

چہرے پہ

ژالے میر کے لیے چھائی پریشانی نے اس کے

پتھریلے تاثرات میں دڑاڑ ڈال دی تھی۔

یونیورسٹی کے خوبصورت لان میں اس وقت بے شمار سٹوڈینٹس مکھیوں کی طرح بکھرے پڑے تھے انہی بے شمار سٹوڈینٹس میں وہ تینوں بھی شامل تھیں جو گھاس پہ اپنی فائلز رکھے ان پہ سر جھکائے ہوئے تھیں۔

"یار یہ سر نے اتنا اچانک اسائنمنٹ کیوں دیا ہے ہمیں؟ "حائقہ بیزاری سے گردن دائیں بائیں گھماتی

ہوئی بولی تو اپنے نوٹس بناتی زرشالے نے نرم مسکان ہونٹوں پہ سجائے اسے دیکھا۔

"کیونکہ سر ہم پہ چھائی اس سستی کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ "وہ شگفتگی سے کہتی واپس اپنے کام کی سمت متوجہ ہوئی جب اس کے کانوں میں حائقہ کی پرجوش آواز گونجی۔

"زرش!کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم یہ اسائنمنٹ کسی اور سے بنوا لیں؟ "اس کی بات پہ اس نے چونک کے اسے دیکھا۔

"اور ایسا نرم دل کون ہے جو یہ عظیم کام کرے گا؟ "اس نے ارد گرد چلتے پھرتے سٹوڈینٹس کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"بالاج مصطفیٰ "!سحرش کے جواب پہ اس کے ہاتھوں میں پکڑا پین لرز سا گیا لیکن اگلے ہی لمحے وہ خود کو سنبھالتی سنجیدگی سے بولی۔

"وہ کہاں سے نرم دل ہو گیا، تم لوگ یہ فلاپ آئیڈیاز بنانے کی بجائے جلدی جلدی اپنا کام مکمل کرو۔ "وہ سر جھٹکتے ہوئے بولی تو ان کے ہونٹوں پہ مسکان مچل گئی۔

"یار زرشالے پلیز ہماری بات مان جاو، تم اگر اسے کہو گی تو وہ ضرور مدد کرے گا۔ "وہ منت بھرے لہجے میں بولی اور پھر ان دونوں کے بے حد اصرار پہ اس نے ہلکا سا مثبت اشارہ دیا تو ان دونوں کے ہونٹوں پہ مچلتی مسکان میں چھپی شیطانیت سے غافل وہ کچھ فاصلے پہ کھڑے فرہاد کی جانب متوجہ ہو چکی تھی۔

____

آفس کے پر سکون ماحول میں اس وقت چھائی خاموشی اور کی بورڈز کی کھٹ پٹ یہ واضح کر رہی تھی کہ اس وقت سب ہی اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہیں ماسوائے ایک نفس کے جو وہاں شیر افگن عالم کی غیر موجودگی کا کھل کے فائدہ اٹھاتی اس وقت اپنے موبائل پہ سکرولنگ کرنے میں مصروف تھی۔

"ژالے! کیا کر رہی ہو تم؟ "اس کی کوور کر ساریہ نے اسے یونہی موبائل کے ساتھ مصروف دیکھا تو اس کا دل چاہا کہ اپنا ماتھا پیٹ لے۔

"میں آج اپنے کھڑوس اور روڈ باس کی غیر موجودگی پہ شکرانے کے نوافل پڑھ رہی ہوں۔ "وہ شگفتگی سے کھکھلاتی ہوئی بولی تو ساریہ جزبز سی ہو گئی۔

"تم سر کے متعلق۔۔۔۔" اس نے منمناتے انداز میں کچھ کہنا چاہا جب وہ اس کی بات قطع کرتے ہوئے بولی۔

"ارے چھوڑو بھی اپنے سر کی شان میں قصیدے پڑھنا، آج تمہیں ایک ٹپ دیتی ہوں اس پہ ہمیشہ عمل کرنا۔۔۔۔۔" وہ بات کرتے کرتے رکی تو ساریہ کا دل چاہا وہ اس پل ہمیشہ کے لیے اس کی زبان بند کر دے کیونکہ وہ کیبنز کے باہر جہاں

کھڑی تھیں وہاں ژالے کی پشت پہ کھڑے شیر افگن کو دیکھ کے اس کا حلق خشک ہو رہا تھا۔

"باس کی تعریف کرنی ہو تو اس کی موجودگی میں کرو تاکہ وہ کھڑوس خوش ہو، اس کی غیر موجودگی میں کبھی بھی تعریف نہ کرنا کہ ایویں فرشتے برا مان جاتے ہیں۔ "اس نے اپنے نادر قول سے اسے نوازا تو ساریہ کو لگا کہ آج ان دونوں کا آخری دن ہے

لیکن ابھی نہیں کیونکہ اس نیوز بلیٹن کی آواز بند نہیں ہوئی تھی۔

"اوہ مائی گاڈ! کتنے ظالم لوگ ہیں جو بیچ راستے دھڑلے سے لوگوں کو قتل کرنے کی کوششیں کرتے ہیں۔" وہ موبائل کو دیکھتی پر تاسف لہجے میں گویا ہوئی تو ساریہ نے بھی تجسس سے اسے دیکھا۔

"کیا ہوا؟" اس نے فورا استفسار کیا۔

"یار یہ دیکھو نواز عالم پہ کسی نے قاتلانہ حملہ کیا ہے، اتنی زبردست پرسنالٹی اور ایسی شاندار شخصیت والے بندے پہ ایسا حملہ کرنے والے کو بیچ چوک میں دس ہزار درے لگانے چاہییے۔ "وہ وفورِ جذبات سے بول رہی تھی جب وہ ضبط کھوتا اس کی کہنی دبوچتے ہوئے جھٹکے سے اسے اپنے مقابل کرتا ہوا دھاڑا۔

"کیسے جانتی ہو تم نواز عالم کو؟"

"کیسے جانتی ہو تم نواز عالم کو؟ "اس کے بازو کو مضبوط گرفت میں جھکڑے وہ دھاڑا تو اس کی اچانک آمد اور غراہٹ پہ وہ فطری طور پہ بوکھلا سی گئی۔

لیکن بازو میں ہوتے درد نے جب اس کے غیر مہذبانہ رویے کا احساس دلایا تو اس کی پیشانی پہ بل پڑ گئے۔

"بیہیو یور سیلف سر !آپ مجھے یوں ورکنگ آورز کے دوران میری پرسنل لائف کے متعلق سوال نہیں پوچھ سکتے اور اتنے ال مینرڈ طریقے سے تو بالکل بھی نہیں پوچھ سکتے۔"ایک جھٹکے سے بازو اس کی مضبوط گرفت سے چھڑواتے ہوئے وہ بنا کسی خوف سے بولی تو ساریہ نے شیر افگن کے غصے اور ضبط سے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھتے ہوئے مارے خوف کے سانس تک روک لیا۔

"آفس میں آئیں۔" بمشکل خود پہ قابو پا کے وہ چبھتے ہوئے لہجے میں بولتا اپنے آفس کی جانب بڑھ گیا جبکہ اس کے حکم پہ کلستی وہ اس کی پشت کو گھور کے رہ گئی۔

"تم پاگل ہو یا جان بوجھ کے موت سے کھیلتی ہو؟" سارِیہ افگن کے منظر سے ہٹتے ہی اس کے نزدیک

آئی اور فہمائشی انداز میں بولی تو ژالے نے استفہامیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"کون سی موت؟ "ایک نظر اسے دیکھ کے اس نے واپس توجہ موبائل کی جانب مبذول کر لی۔

"شیر افگن عالم نامی موت۔ "اس نے لفظ چبا چبا کے بولے تو ژالے ٹھٹھکی لیکن اگلے ہی پل اس کے چہرے پہ بیزاری سی چھا گئی۔

"او چھوڑو بھی، یہ خوامخواہ کا ڈر پھیلایا ہوا ہے اس پھنے خان نے حالانکہ صحیح طریقے سے تو اس سے ماتھے پہ ب◌َل بھی نہیں ڈالے جاتے۔" وہ ناک چڑھاتے ہوئے بیزاری سے بولی تو ساریہ نے افسوس سے اسے دیکھا جس نے شاید ابھی تک اس کا اصل روپ نہیں دیکھا تھا۔

جبکہ وہ اس کے پرتاسف تاثرات کو سرے سے نظرانداز کرتے ہوئے فیس بک پہ سکرولنگ کرتی

اس کے بلاوے کو فراموش کرتی' نواز عالم 'پہ ہوئے قاتلانہ حملے کی مکمل اپڈیٹس لینے لگی۔

"میرے ضبط کا امتحان نہ لیا کرو کیونکہ جس دن میں ضبط کھو بیٹھا نتائج تم برداشت نہیں کر سکو گی۔ "

اس کے آنے کا انتظار کرتا اس کے نہ آنے پہ جب وہ غصے سے کھولتا ہوا باہر نکلا تو اسے ہنوز موبائل میں گم دیکھ کے وہ اس کے بالکل نزدیک پہنچتا سرد

لہجے میں کہتے ہوئے اسے گھسیٹ کے آفس کی جانب

لے جانے لگا۔

جبکہ اپنے کیبنز سے جھانکتے ورکرز نے افسوس سے

سر جھٹکتے ہوئے اس انوکھے کپل کو دیکھا جو ہر وقت

مرنے مارنے کو تیار رہتے تھے۔

----------,--------------------

"سر آپ۔۔۔۔" وہ زبان جو اس کی غیر موجودگی میں اس کے لیے تو تڑاخ کرتی تھی اس کے سامنے آتے ہی فوراً مہذب بن گئی جبکہ اس کے الفاظ فورا قطع کرتے ہوئے ہوئے اس نے آفس میں آ کے اس کی کلائی چھوڑی اور اس کے دونوں کندھوں پہ ہاتھ رکھ کے اپنے قریب کر گیا۔

جبکہ وہ اس غیر متوقع قربت پہ سانس روکتی اسے دیکھنے لگی جس کا چہرہ اس وقت خطرناک حد تک سنجیدگی لیے ہوئے تھے۔

"نواز عالم کو کیسے جانتی ہو تم؟ "اس کے لفظ لفظ سے ایک ان دیکھی وحشت اور خوف چھلک رہا تھا۔

اسے اس بات کا خوف تھا کہ جس انسان سے وہ دنیا میں سب سے زیادہ نفرت کرتا تھا اسی سے منسلک لڑکی کو وہ اپنی زندگی میں شامل کر بیٹھا تھا، ایسے میں اسے ہر بار سامنے دیکھ کے وہ اپنے اندر کے جانور کے جاگنے سے خوفزدہ تھا۔

"ایسے پکڑ کے رکھیں گے تو کیا میں جواب دے دوں گی؟ "اسے نہیں اندازہ ہوا کہ اس کے اندرونی خلفشار کی بدولت اس کے کندھوں پہ جمے ہاتھوں کی گرفت خطرناک حد تک سخت ہوتی جا رہی تھی۔

تبھی وہ اس کی قربت اور کندھوں میں دھنستی انگلیوں کے درد کو بمشکل برداشت کرتی بولی تو وہ ایک جھٹکے سے اسے مزید قریب کرتا اس کی مچلتی دھڑکنوں کو بھی ساکت کر گیا۔

"نواز عالم کو کیسی جانتی ہو؟ "بے تحاشا اسے قریب کرتا وہ اس کے کندھوں سے ہاتھ ہٹاتا ایک ہاتھ اس کے بالوں میں پھنساتا دوسرا ہاتھ اس کی کمر کے گرد حائل کرتا پیشانی اس کے رخسار پہ ٹکاتا گھمبیر مگر باور کرواتے لہجے میں بولا کہ اگر اس نے اب جواب نہ دیا تو یہ قربت مزید بڑھ بھی سکتی ہے۔

اس کی اس قدر قربت پہ خود کو بمشکل سنبھالے کھڑی ژالے نے ایک دفعہ پھر سے خود میں اسے

انکار کرنے کی ہمت مجتمع کرنے کی کوشش کی لیکن کمر پہ سرسراتے اس کے مضبوط ہاتھ کے لمس پہ اس کا دل لرز سا اٹھا۔

"سوشل میڈیا پہ انہیں فالو کیا ہوا ہے اس لیے ان کے متعلق اپڈیٹس ملتی رہتی ہیں۔" وہ دھیرے دھیرے بولی کہ جس طرح وہ اس کے رخسار پہ پیشانی ٹکائے ہوئے تھا اسے یہ خوف تھا کہ کہیں

اس کے چہرہ گھمانے پہ اس کے لب اس کے چہرے سے م◌َس نہ ہو جائیں۔

"بس؟ "بال اس کے رخسار پہ سہلاتے ہوئے اس نے چہرہ اٹھا کہ اس کی آنکھوں میں جھانکا تو اس کی حرکت پہ درحقیقت گھبراتی وہ بظاہر چڑ اٹھی۔

"نہیں!میرا تایا سسر لگتے ہیں وہ۔ "غصے میں تو وہ بولتے ہوئے ہر قسم کا لحاظ بھول جاتی تھی، ابھی بھی

اس کے چہرے کے بگڑتے زاویوں کو سیریس لیے بنا وہ منہ بناتے ہوئے بولی تو وہ کچھ سوچتے ہوئے سیدھا ہوا اور اسے اپنی گرفت سے آزاد کرتا اپنی کرسی کی جانب بڑھا اور اسے سامنے پڑی کرسی سنبھالنے کا اشارہ کیا۔

"تمہاری زندگی کی سب سے بڑی خواہش کیا ہے؟ " کرسی پہ بیٹھتے ہی اس نے بہت سنجیدگی سے سوال داغا تو ژالے میر کو یکلخت بارش میں بھیگتی اُس لڑکی

کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش یاد آئی لیکن وہ اُس خواہش کا ذکر کم از کم اس انسان سے نہیں کر سکتی تھی۔

تبھی اس کے چہرے کو دیکھتی وہ گویا اسے اس کا من پسند جواب دے گئی۔

"اس رشتے اور جاب سے چھٹکارا پانا۔ "اس کے بے لچک انداز پہ لحظہ بھر کو اس کے چہرے کے تاثرات متغیر ہوئے لیکن اگلے ہی لمحے وہ کھل کے قہقہہ

لگاتا کمر کرسی کی پشت سے ٹکاتا اسے محظوظ کن انداز سے دیکھنے لگا۔

"کمبخت ہنستے ہوئے کتنا پیارا لگتا ہے۔" اس کے مسکراتے چہرے سے بمشکل نگاہیں ہٹاتی وہ دل ہی دل میں بڑبڑائی۔

"اور اگر تمہیں اس جاب اور رشتے دونوں سے چھٹکارا مل جائے تو؟ "اس کے اگلے سوال پہ نجانے کیوں مگر اس کے دل کو ایک دھچکا سا لگا لیکن پھر اس شخص سمیت اس کے کہے ہر لفظ پہ لعنت بھیجتی وہ اپنے مخصوص انداز میں گویا ہوئی۔

"چونکہ آپ ایک بزنس مین ہیں اور بنا کسی مطلب کہ تو کوئی کام کیا بات بھی نہیں کریں گے اس لیے مجھے بتائیے کہ مجھے بدلے میں کیا کرنا ہو گا؟ "

سنجیدگی سے اس کی آنکھوں میں دیکھتی وہ مضبوط لہجے میں گویا ہوئی تو اس نے ستائشی انداز میں اسے دیکھا۔

"گڈ! مجھے سمجھنے کی اس کوشش میں تو کم از کم تم کامیاب ٹھہری ہو۔" کھل کے اسے سراہتے ہوئے وہ ٹیک چھوڑتا آگے ہوا اور دونوں بازو میز پہ رکھتا آگے کی جانب جھکا۔

"جس دن تمہارا انٹرویو تھا اس دن تم نے کہا تھا کہ تم' احمد اینڈ سنز کمپنیز 'میں کام کر چکی ہو، رائیٹ؟ " اب کہ وہ بنا تاثر کہ اس کے چہرے کے اتار چڑھاو کا بغور جائزہ لیتا سنجیدگی سے بول رہا تھا۔

"جی ایسا ہی ہے۔ "وہ زہن میں اس کے اس سوال کا پسِ منظر سمجھنے کی سعی کرنے لگی۔

"تمہیں واپس ان کے پاس ایک مہینہ جاب کرنا ہو گی۔" اس کے اگلے الفاظ پہ اس نے الجھ کے اسے دیکھا جو بہت گہری نگاہوں سے اسی کی جانب ہی متوجہ تھا۔

"لیکن میں کیسے وہاں دوبارہ جا سکتی ہوں جبکہ وہاں سے میں اپنی مرضی کے ساتھ ریزائن دے کے آئی تھی اور سب سے بڑی بات کہ پورا شہر جانتا ہے کہ میں۔۔۔" وہ بات کرتے کرتے رکی، آنکھوں کے

سامنے وہ پیپر لہرایا جو اسے اس شخص سے منسلک کر گیا تھا۔

"کہ میں اس کمپنی میں کام کرتی ہوں۔"وہ لفظوں کے ہیر پھیر سے بات مکمل کرتی اس کے اگلے کسی دھماکے کی منتظر تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اسے ایک چھوٹی سی بات کے باعث اپنا نام سونپنے والا شخص اتنی آسانی اور بنا مطلب کہ تو یہ نام اس کے نام سے الگ کر نہیں سکتا تھا۔

"جس طرح سے ڈوبنے والے شخص کو اپنی جان

بچانے کے لیے خود ہی ہاتھ پاوں چلانے پڑتے ہیں،

اسی طرح اس رشتے سے چھٹکارا کیسے پانا ہے یہ

تمہیں خود سوچنا پڑے گا۔ "بہت شاطر انداز میں

اپنی بات اس کے سامنے رکھتے ہوئے وہ اس کی مدد

کرنے سے بے نیازی دکھا گیا۔

جبکہ اس کی اس قدر بے مروتی پہ اس کا دل چاہا وہ

اس کی اس آفر پہ لعنت بھیجے اور جو جیسا ہے چلنے

دے، وہ خود ہی کچھ عرصے کے بعد اسے چھوڑ کے عنیہ شیرازی سے رشتہ جوڑ لے گا۔

لیکن اب بات کر کے مکرنا ژالے میر کی فطرت نہیں تھی تبھی وہ ہامی بھرتے ہوئے بولی۔

"ٹھیک ہے پھر میں اس پہ جس بھی طریقے سے عمل کروں، آپ کوئی روک ٹوک نہیں کریں گے۔" وہ سنجیدگی سے کہتی اپنی جگہ سے اٹھی اور

آفس سے باہر نکل گئی جبکہ وہ پرسوچ نگاہیں دروازے پہ ٹکائے اپنے فون پہ آنے والی کال کا انتظار کرنے لگا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں میڈم؟ "فرہاد نے اسے یوں دیکھا جیسے پاگل ہو جانے کا خدشہ ہو۔

"تم ایسا ری ایکٹ کیوں کر رہے ہو جیسے کہ میں نے کوئی انوکھی بات کر دی ہے۔" وہ نظریں چراتی مدہم لہجے میں بولی تو فرہاد نے خفگی سے اسے دیکھا۔

"یہ انوکھی بات ہی ہے میڈم کہ 'آپ' نے اپنی اسائنمنٹ مکمل نہیں کی اور اب اس کو مکمل کرنے میں آپ کو اپنے کلاس فیلو کی مدد چاہیے, کلاس فیلو بھی وہ جس سے آپ پہلے دن سے ہی بہت چڑتی

ہیں۔ "فرہاد نے جتانے والے انداز میں کہا تو وہ دل ہی دل میں اپنی دوستوں سے بہت خفا ہوئی کہ جن کی وجہ سے اسے یہ سب فیس کرنا پڑ رہا تھا۔

"میں اُس سے اب بھی چڑتی ہوں لیکن چونکہ اس نے بہت دفعہ مدد کی ہے تو میں نے سوچا کہ ایک دفعہ پھر سے مدد لے لیتی ہوں۔ "اسے سمجھ نہ آئی کہ وہ اسے کیا توجیہہ پیش کرے، اس طرح کی

آکورڈ سچویشن نے اسے بہت بری طرح سے شرمندہ کر دیا تھا۔

"اور اگر شیر سر کو خبر ہو گئی تو؟ "اس کے اس سوال پہ زرشالے نے تھوک نگلتے ہوئے اسے دیکھا۔

"تم نہ بتاؤ تو انہیں خبر نہیں ہو گی نا۔" وہ ملتجی اور کسی قدر پر امید لہجے میں بولی تو فرہاد نے افسوس سے اسے دیکھا۔

"آپ کی معصومیت کو سات توپوں کی سلامی، بہرحال دیجیے مجھے اپنی اسائنمنٹ اور خبردار آئندہ اپنی فضول دوستوں کی وجہ سے مجھ سے بہانے بازیاں کرنے کی کوشش کی تو شیر سر کو فوراً بتا دوں گا۔" اس کے ہاتھ سے اس کی فائل لیتا وہ تنبیہہ

کرتے ہوئے بولا تو اس کے آخری جملے پہ بری طرح شرمندہ ہوتی زرشالے سر جھکا گئی اور دل ہی دل میں عہد کیا کہ وہ آج کے بعد بالاج مصطفیٰ کے حوالے سے اپنی دوستوں کی کوئی بھی فضول ضد نہیں مانے گی۔

لیکن وہ غلط تھی۔

--

اوپن کچن میں کھڑا وہ اپنے لیے بلیک کافی بناتا ہوا ساتھ دھیرے دھیرے گنگنا رہا تھا۔

جب ڈور بیل کی آواز پہ اس کے ہونٹوں پہ مسکان سی پھیل گئی جسے فوراً دباتے ہوئے وہ ڈور بیل کی آواز کو نظرانداز کرتا کافی مکس کرتا رہا۔

اور پھر چند سیکنڈز کے بعد اس کی حسبِ توقع دروازے کا لاک کھلنے کی آواز آئی اور پھر مضبوط قدم کچن کی جانب بڑھتے ہوئے محسوس ہوئے۔

"مجھے پتہ تھا کہ تم آنے والے ہو اسی لیے تمہارے سواگت کے لیے دیکھو کافی بنا رہا ہوں۔" بنا مڑے وہ اطمینان سے کافی مکس کرتا بولا تو اس نے بڑے ضبط سے اس کی اولیو کلر کی شرٹ میں ملبوس پشت کو دیکھا۔

"اور مجھے آج ایک سو پچیسویں دفعہ آپ کے دروازے کو چوروں کی طرح کھولتے ہوئے یہ احساس ہوا کہ آپ اس قابل نہیں ہیں کہ آپ سے

انسانوں کی طرح ایک پراپر طریقے سے بات کی جائے۔ "اس نے جلے کٹے انداز میں کہتے ہوئے کچن میں پڑی چیئر گھسیٹی اور اس پہ بیٹھ گیا۔

"تعریف کا شکریہ۔ "سر خم کرتے ہوئے اس نے گویا تعریفی سند وصول کی تو اس کی ڈھٹائی پہ وہ صبر کے گھونٹ بھر کے رہ گیا۔

"اپنی میڈم کا پیغام لے کے آئے ہو؟ "کافی کا مگ اسے تھماتے ہوئے وہ جس انداز میں بولا فرہاد کا دل چاہا یہی مگ اس کے چہرے پہ دے مارے لیکن وہ ایسا صرف سوچ ہی سکتا تھا۔

"پیغام نہیں لایا بس یہ پوچھنے آیا ہوں کہ اسائمنٹ بنا دیں گے آپ یا میں کسی اور سے کہہ دوں؟ "تھا تو وہ بھی شیر عالم کا دستِ راست اس لیے سنجیدگی

سے بنا زرشالے کا نام لیے اسے کام کہا تو بالاج نے رسانیت سے جواب دیا۔

"اتنا ہائپر کیوں ہو رہے ہو فرہاد میاں، آپ کی میڈم سے ہمارے بھی کچھ رشتے بننے والے ہیں ان کے کام سے انکار کیسے کر سکتے ہیں؟ "اس کے رسانیت بھرے لہجے میں چھپی ڈھٹائی پہ وہ افسوس سے اسے دیکھ کے رہ گیا۔

"مجھے ترس آ رہا ہے اس وقت پہ جب زرشالے میڈم کو آپ کی سچائی پتہ چلے گی۔" اس کے چہرے کا بغور جائزہ لیتے ہوئے وہ تاسف زدہ لہجے میں گویا ہوا لیکن دوسری جانب چنداں فرق نہ پڑا۔

"میری تو خیر ہے مجھ سے تو ان کی کوئی دلی وابستگی نہیں ہے فی الحال لیکن سوچو اگر انہیں پتہ چلے کہ ان کی زندگی میں بہت زیادہ اہمیت رکھنے والے دو نفوس انہیں دھوکہ دے رہے ہیں تو۔۔۔۔"

شاطرانہ انداز میں مسکراتے ہوئے اس نے بات ادھوری چھوڑی تو فرہاد کی گردن میں گلٹی سی ابھر کے معدوم ہوئی جسے دیکھتے ہوئے وہ بھرپور انداز میں مسکرایا۔

"ہاں تو ترس کا لیول کچھ کم ہوا فرہاد میاں "!چڑانے والے انداز میں کہتے ہوئے اس نے کافی کا گھونٹ بھرا۔

"مجھے ابھی تک سمجھ نہیں آئی کہ آپ جیسا کمینہ شخص سر کے اتنے قریب کیسے ہے؟" وہ دانت پیستے ہوئے بظاہر مسکرا کے بولا تو بالاج کا خوبصورت قہقہہ اپارٹمنٹ میں گونج اٹھا۔

"کیونکہ تمہارے سر کی کمینگی کا لیول مجھ سے بھی ہائی ہے۔" انکشاف کرنے والے انداز میں کہتے ہوئے وہ اٹھا اور فریزر کی جانب بڑھ گیا جبکہ اس کے ڈرامائی انداز پہ ناچاہتے ہوئے بھی فرہاد کے

ہونٹوں پہ مسکان پھیل گئی جسے فورا سمیٹتے ہوئے وہ اپنے آنے کے مقصد کی طرف متوجہ ہوا اور پھر ایک نیلی فائل اسے پکڑاتے ہوئے وہ دھیرے دھیرے اسے کچھ ہدایات دینے لگا جنہیں سنتے بالاج کے چہرے پہ خوفناک سنجیدگی پھیل گئی۔

\---------------------------

\---

"تم پاگل ہو گئی ہو؟ "منتشا نے حیرت سے اسے دیکھا جو دونوں پیر اوپر کیے بیڈ پہ چوکڑی مار کے بیٹھی چائے پی رہی تھی۔

"افگن عالم سے شادی کرنے والی لڑکی پہ تمہیں عقلمندی کا شبہہ کب سے ہونے لگا؟ "وہ بات ہوا میں اڑاتی مذاق اڑانے والے لہجے میں گویا ہوئی تو منتشا نے اسے یوں دیکھا گویا وہ واقعی پاگل ہو چکی ہو۔

"ژالے پلیز بی سیریئس! تم نے ایسی ڈیل کیوں فائنل کی اس انسان سے؟ "اب کے وہ کسی قدر رسانیت بھرے لہجے میں گویا ہوئی تو ژالے نے چائے کا سپ لیتے ہوئے ایک نظر اسے دیکھا۔

"تو کیا کرتی میں وہاں؟ "اس نے الٹا اسی سے سوال کیا۔

"تمہیں اسے واقعی اپنی زندگی کی سب سے بڑی خواہش بتانی چاہیے تھی۔ "منتشا کے جواب پہ اس کے خوبصورت چہرے پہ ایک تاریک سا سایہ لہرایا۔

"اور تمہیں لگتا ہے کہ میری اس خواہش کو جاننے کے بعد وہ اسے پورا کرنے میں اپنی جان تک لگا دے گا؟ "وہ تمسخرانہ انداز میں گویا ہوئی تو منتشا نے دکھ سے اسے دیکھا اور کچھ کہنا چاہا لیکن وہ مزید کہہ رہی تھی۔

"جس طرح اس نے فورا میری خواہش کو کیش کیا ہے نا اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ چاہتا تھا کہ میں یہی سب بولوں۔ "اسی انداز میں کہتے ہوئے اس نے بات مکمل کی تو منتشا جواباً فقط اتنا ہی استفسار کر سکی۔

"تو اب تم کیا کرو گی؟ "اس کے چہرے پہ چھائے افسردگی کے بادل دیکھتی وہ اپنے اندر بھی وہی بادل اترتے محسوس کرنے لگی۔

"وہی کروں گی جو وہ چاہتا ہے کیونکہ میں اب خود بھی اس رشتے کو قائم نہیں رکھنا چاہتی جسے وہ شخص یوں کیش کروا رہا ہے۔ "دکھ اور غصے کی ملی جلی کیفیت میں کہتی وہ منتشا کو گہرے ملال کا شکار کر

گئی کیونکہ وہ جانتی تھی اب اسے کوئی بھی اس کے اس فیصلے سے ہٹا نہیں سکتا تھا۔

وہ سیاہ لبادے میں ملبوس چہرے کو سیاہ رومال سے ڈھکے ہوئے تھا جس پہ سیاہ و سفید رنگ میں ایک ایگل بنا ہوا تھا۔

اس کی دائیں کلائی میں تین چار کالے بینڈز تھے

جبکہ اسی ہاتھ کی چھوٹی انگلی پہ ایک انگوٹھی پہنی

ہوئی جس پہ eagle کندہ تھا۔

رات کے اندھیرے میں وہ بہت محتاط قدم اٹھاتا ہوا

اس ویرانے کی طرف بڑھ رہا تھا جہاں ایک

جھونپڑی سی بنی ہوئی تھی۔

دور سے دیکھنے والوں کے لیے یہ اس ویرانے میں

بنی کچی جھونپڑی تھی لیکن کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ

بظاہر کچی جھونپڑی اندر سے کن آسائشات سے بھری پڑی تھی اور وہاں کیا کچھ ہو رہا تھا۔
لیکن اس کے آگے کی جانب بڑھتے مضبوط قدم آج اس جھونپڑی اور اس میں موجود افراد کے ارادے خاک میں ملانے والے تھے۔

"ہم نے جس بلڈنگ میں اپنا مال پہنچانا ہے اس کا نقشہ اس بیگ میں موجود ہے اور مال کو کیسے اور کس طریقے سے لے جایا جائے گا اس کی بھی ساری

ڈیٹیل اسی بیگ میں موجود ہے۔ "چونکہ اس ویرانے میں گھاس پھونس سے ڈھکی اس کچی جھونپڑی کی طرف کسی کے بھی متوجہ ہونے کا خدشہ نہیں تھا اس لیے اس کے باہر کسی قسم کی سیکیورٹی نہیں تھی۔

جس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ آگے بڑھا اور اپنے اتنے دن کی محنت کے بعد اس جھونپڑی میں بنائے گئے سوراخ کی طرف بڑھا اور اس میں پھنسائے گئے تنکوں کو بہت احتیاط کے ساتھ باہر نکالنے لگا۔

جیسے ہی سوراخ تھوڑا سا خالی ہوا تو اسے اندر سے ایک فرد کی مدہم سی آواز سنائی دی جسے بغور ڈی کوڈ کرتے ہوئے اس نے ایک آنکھ سے اندر جھانکا تو ایک شخص دوسرے کو ایک براون لیدر کا چرمی بیگ تھما رہا تھا۔

اس سے پہلے کہ دوسرا شخص وہ بیگ تھامتا وہ آگے بڑھا اور جھونپڑی کے دروازہ جس کے باہر گھاس

پھونس کا ڈھیر لگا تھا، کو زوردار ٹھوکر مار کے کھولتے ہوئے اندر داخل ہوا۔

اس اچانک افتاد پہ اندر بیٹھے دونوں افراد نے پسٹل سنبھالتے ہوئے اس پہ نشانہ باندھا لیکن اس کے سائلنسر لگے پسٹل سے دو شعلے یکے بعد دیگرے نکلے اور ان کے ہاتھوں کو زخمی کرتے ہوئے خالی کر گئے۔

"جب کوئی سکون سے بات کرنے آیا ہو تو وائلینس نہیں پھیلاتے۔ "سکون سے کہتے ہوئے وہ ان کے پاس خالی رکھی کرسی پہ بیٹھ گیا اور طائرانہ نگاہ چاروں طرف گھمائی جہاں بہت سے جدید ٹیکنالوجی سے متعلق گیجٹس پڑے ہوئے تھے۔

"نائس چوائس۔ "اس نے جھونپڑی میں ان کے کام کرنے کی چوائس کو سراہا تو اپنے زخمی ہاتھ تھام کے بیٹھے وہ دونوں غصے سے پھنکارے۔

"کون ہو تم؟ "

"میری پہچان چھپی ہی رہنے دو کیونکہ مجھے جاننے کے بعد لوگوں کے ہوش کھو دینے کا خدشہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ "زیرِ لب مسکراتے ہوئے وہ بولا تو آنکھوں کے سامنے چھم سے ایک خوبصورت سراپا سا لہرایا تو رگ و پے میں ایک سرور سا طاری ہو گیا۔

"لوگوں کے بے ہوش ہونے کا خدشہ ہے یا اس بات کا ڈر ہے تمہیں کہ کوئی تمہیں پہچان نہ لے۔" ان میں بیگ دینے والا شخص تلملاتے ہوئے کروفر سے بولا تو اس نے بھنویں سُکیڑ کے اسے دیکھا۔

"واقعی یہ بات بھی ہے۔" اسی نازک سراپے کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس نے جیسے اس کی بات کی تائید کی تو وہ تمسخرانہ انداز میں مسکرایا۔

"جب ایسے چھوٹے چھوٹے خوف پالنے ہوں تو بڑے بڑے مگرمچھوں سے پنگا نہیں لیا کرتے۔ "

اس کے تائیدی الفاظ نے اس شخص کو مزید کروفر بخشا تو اس کے" مگرمچھ "لفظ پہ اس پہ چھایا سارا سرور چھپاک سے غائب ہو گیا۔

"ایڈیٹ!ساری امیجینیشن پہ پانی پھیر دیا تمہارے اس شکتی کپور کے روپ نے۔"اس نے آگے بڑھ

کے ایک جھانپڑ اس کے منہ پہ رسید کیا تو وہ الٹ کے کرسی سمیت پیچھے کو جا گرا۔

اپنے ساتھی کی یہ ہاتھ دیکھ کے دوسرا آدمی اس پہ حملہ آور ہونے کو اٹھا تو اس نے گھما کے وہی ہاتھ اس کی کنپٹی پہ دے مارا جس کے باعث وہ لڑکھڑا کے سامنے پڑی میز پہ جا گرا۔

"آج کے بعد میرے سامنے یوں ڈائیلاگ بازی نہ جھاڑنا کیونکہ یہ صرف مجھ پہ سوٹ کرتے ہیں۔ "

پسٹل کو ہاتھ میں گھماتے ہوئے وہ انہیں کراہتا ہوا دیکھ کے مڑا اور میز پہ رکھا وہ چرمی بیگ اٹھایا تو وہ دونوں اپنے جبڑوں کو سہلانے چھوڑ کے اس پہ جھپٹے۔

"چھوڑ اسے۔" ایک شخص نے اس سے بیگ چھیننے کی کوشش کی جبکہ دوسرے نے ہاتھ میں ہوتی تکلیف کو نظرانداز کرتے ہوئے دور پڑی پسٹل اٹھائی

ہی تھی کہ اسے اپنے ٹانگ میں لوہے کی ایک سلاخ سی دھنسی محسوس ہوئی۔

تکلیف کی شدت سے بے حال وہ وہی گرتا چلا گیا جبکہ اس سے ہاتھا پائی میں مصروف دوسرا شخص دھیان بٹنے کی وجہ سے اسے اپنی گرفت سے آزاد کر گیا۔

"چونکہ تم دونوں کی زندگی مزید مطلوب نہیں رہی اس لیے گڈ بائے۔ "بیگ کندھے پہ لٹکاتا وہ انہیں پسٹل سے ایک اشارہ کرتا باہر نکل گیا۔

کچھ ہی دیر بعد اس ویرانے میں ایک دھماکے کی سی آواز آئی اور جھونپڑی میں موجود افراد اپنے مکروہ ارادوں سمیت نیست و نابود ہو گئے۔

رات کے اندھیرے میں سیاہ پراڈو فراٹے بھرتی اپنی منزل کی طرف گامزن تھی جب اچانک اس میں ایک نسوانی سی آواز گونجی۔

"اوہ مائی گاڈ! میں آج اس کو میڈیسن دے کے ہی نہیں آئی۔" ماتھے پہ ہاتھ مارتی وہ اپنی یاداشت کو کوستی ہوئی بولی تو ڈرائیونگ کرتے شخص نے نظریں اٹھا کہ بیک ویو مرر سے اسے دیکھا جو یکلخت بہت پریشان نظر آنے لگی۔

"کسے میڈیسن نہیں دی؟ "اس نے استفسار کیا۔

"وہی نقاب پوش جو کچھ دن پہلے ہاسپٹل آیا تھا۔ " اپنے دھیان میں بولتی زرشے نے اس کے چہرے پہ چھانے والی اچانک پریشانی کی طرف توجہ نہیں دی۔

"تو اس میں اتنا پریشان ہونے والی کیا بات ہے، کوئی اور اسے دیکھ لے گا۔ "نامحسوس انداز میں اپنا

موبائل ہاتھ میں لیتے ہوئے اس نے نارمل سے انداز میں کہا تو زرشے نے نفی میں سر ہلایا۔

"اونہوں، وہ کسی اور سے میڈیسن نہیں لیتا اور ایک ہنگامہ برپا کر دیتا ہے اور میڈیسن میں ناغہ کرنے کا مطلب اسے ہاسپٹل میں مزید پناہ دینا ہے جو ہمارے ہاسپٹل کے لیے پریشانی کا باعث بن سکتی ہے، اس لیے تم گاڑی واپس موڑو۔" تفصیلاً اسے بتاتی وہ حکم

صادر کرتی سیٹ کی پشت کے ساتھ سر ٹکاتی پلکیں موند گئی۔

"لعنت ہے۔ "وہ جو موبائل ہاتھ میں لیے مسلسل کسی سے رابطے کی کوشش میں تھا لیکن رابطہ نہ ہونے کی صورت میں اس نے جھنجھلا کے موبائل ڈیش بورڈ پہ رکھا اور گاڑی واپس ہاسپٹل کی جانب موڑ لی۔

"چلو دیکھتے ہیں کہ ڈائیلاگ بازی میں ماہر اب کن ڈائیلاگز سے اپنے فعل کو جسٹیفائی کرتا ہے۔" زیرِ لب بڑبڑاتے ہوئے اس نے گاڑی کی سپیڈ تیز کر دی۔

۔

وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتی اس کمرے کی جانب بڑھ رہی تھی جسے اس انسان نے سپیشل اپنے لیے بک کیا ہوا تھا جب راستے میں اسے سسٹر نرگس نے دیکھا تو حیرت سے اس کے نزدیک لپکی۔

"خیریت ڈاکٹر زرشے! آپ اس وقت یہاں؟ آپ کی تو آج کی نائٹ شفٹ نہیں ہے نا؟ "وہ یکے بعد دیگرے سوالات کرتی چلی گئیں جبکہ وہ انہیں دیکھ کے ہلکا سا مسکرائی۔

"سسٹر! میں اس نقاب پوش کو میڈیسن دینا بھول گئی تھی وہی دینے آئی ہوں۔ "چونکہ پورا ہاسپٹل واقف تھا کہ وہ پراسرار سا شخص صرف اسی کے ہاتھ سے میڈیسن لیتا ہے تبھی سسٹر نرگس نے مزید کوئی سوال نہ کیا اور سر اثبات میں ہلاتی سائیڈ پہ ہو گئی۔

ان کے سائیڈ پہ ہوتے ہی وہ تیزی سے چلتی اس کے کمرے میں داخل ہوئی تو سامنے پڑے خالی بیڈ کو دیکھ کے اس کے قدموں کو بریک سا لگ گیا۔

"یہ اس حالت میں کہاں چلا گیا؟ "وہ بڑبڑانے کے سے انداز میں آگے بڑھی اور واشروم کی جانب دیکھا لیکن وہاں نیم وا دروازے سے جھانکتی تاریکی نے اسے بتایا کہ وہاں بھی کوئی موجود نہ تھا۔

"سسٹر "!وہ دروازے کی جانب بڑھتی زوردار آواز میں پکاری تو سسٹر نرگس بھاگتی ہوئی آئیں۔

"جی ڈاکٹر "!اس نے فورا استفسار کیا۔

"یہ پیشنٹ کدھر ہے؟ "اس نے خالی بیڈ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا تو خالی بیڈ اور کمرہ دیکھ کے سسٹر نرگس کی بھی وہی حالت ہوئی جو کچھ دیر قبل اس کی تھی۔

"ڈاکٹر میں آپ کے جانے سے آدھ گھنٹے پہلے راونڈ لگا کے گئی تھی تب تک وہ یہیں تھا۔" اس کے جواب پہ اس کے دل میں عجیب سی بے چینی پھیل گئی۔

"آپ جایئے اور باہر چیک کریں لیکن خیال رہے کہ بات پھیلے نہیں۔" وہ اسے ہدایت دیتی خود اپنے

کندھے پہ لٹکے بیگ سے موبائل نکال کے نمبر ملانے لگی۔

"السلام علیکم !ڈاکٹر تن۔۔۔۔ آہہہہ "وہ موبائل کان سے لگائے اپنے مخصوص نرم لہجے میں بول رہی تھی جب اچانک خود کو دو مضبوط بازووں کے حصار میں مقید پا کے اس کے ہاتھ سے موبائل چھوٹ کے نیچے جا گرا جبکہ ہونٹوں سے بے ساختہ ایک چیخ بلند ہوئی۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میری کچھ دیر کی غیر موجودگی آپ کو اتنی بے چین کر دے گی ڈاکٹر"!

بائیں کان میں ہونے والی اس گھمبیر سرگوشی اور کندھے پہ محسوس ہونے والے اس سلگتے لمس پہ اس کا پورا وجود سُن پڑ گیا۔

"اس بے چینی کو ایک ڈاکٹر کا اپنے پیشنٹ کے لیے کنسرن سمجھوں یا پھر۔۔۔۔" بائیں ہاتھ کے حلقے

میں اسے ہنوز مقید کیے وہ دائیں ہاتھ سے اس کے رخسار پہ بکھرنے والے بالوں کو کان کے پیچھے اڑستا ہوا بولا تو اس کے بولتے لمس پہ وہ جیسے کسی گہرے خواب سے چونکی۔

"چھوڑو مجھے۔" وہ دبے دبے لہجے میں غراتے ہوئے کسمسائی۔

"آپ کو چھوڑ دوں تو خود کہاں جاؤں؟ "شدت سے اسے خود میں بھینچتے ہوئے اس نے بے باکی سے کہتے ہوئے اس کی گردن سے بال ہٹاتے ہوئے گہری سانس بھرتے ہوئے گویا اس کی مہک خود میں اتارنے کی سعی کی۔

جبکہ اس کی گرفت میں مقید زرشے تو گویا اس بے باکی اور جرات پہ حواس کھو بیٹھنے والی تھی۔

"تم ایک شادی شدہ لڑکی کو یوں ہراس نہیں کر سکتے۔" وہ گھٹے گھٹے لہجے میں بولتی گہرے سانس لینے کی کوشش کرتی سسٹر نرگس کے واپس آنے کی دعائیں مانگنے لگی۔

لیکن اسے اپنی دعا پوری ہوتی نظر نہ آئی کہ وہ شاطر انسان اس کی پشت یونہی سینے سے لگائے چلتا ہوا دروازے کے قریب پہنچا اور ایک ہاتھ سے دروازہ بند کرتا بولٹ چڑھا گیا۔

تب زرشے کو لگا کہ بولٹ دروازے کو نہیں لگی بلکہ اس کی زندگی کو لگی ہے۔

اسے ایک بار پھر سے چار سال قبل کا وہ اذیت ناک منظر یاد آنے لگا جب اس کی شخصیت کو پامال کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔

"ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ، شادی شدہ لڑکی کو یوں ہراس نہیں کیا جا سکتا لیکن۔۔۔۔۔ "کچھ ثانیے بعد اس کی گھمبیر آواز گونجی تو اس کا دل چاہا زور زور

سے چلائے اور لوگوں کو خبر کرے کے وہ کس عفریت میں پھنس چکی ہے۔

"لیکن شادی شدہ لڑکی سے پیار کے کچھ پل بِتانا تو اس کے' شوہر 'کا شرعی و قانونی حق ہوتا ہے نا۔"

یکسر مختلف لیکن مانوس لہجے میں کہے گئے الفاظ پہ اس نے میکانکی انداز میں گردن گھما کے اپنے عقب میں دیکھا تو اس کے خوبرو چہرے سے نظر ٹکرائی۔

یہ وہ چہرہ تھا جسے وہ نجانے کتنے عرصے سے ہر چہرے میں کھوج رہی تھی۔

یہ وہ چہرہ تھا جسے دیکھنے کی آس میں وہ ایک مشہور زمانہ کریمنل کو دیکھنے کی ضد لگا بیٹھی تھی۔

یہ وہ چہرہ تھا جسے اس نے نگر نگر تلاشنے کی کوشش کی تھی۔

اور اب یہ چہرہ اس کے اتنے قریب تھا کہ وہ چاہتی تو ہاتھ لگا کہ اسے چھو سکتی تھی لیکن وہ اسے چھونے

کی بجائے یونہی بنا پلکیں جھپکائے ٹکٹکی باندھے دیکھتی رہی۔

وہ اسے اک تسلسل سے یوں نظر باندھ کے دیکھتی رہی کہ رفتہ رفتہ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

وہ جو اس کی وارفتہ نگاہیں خود پہ مرکوز دیکھ کے بنا کوئی حرکت کیے کھڑا تھا اس کی آنکھوں میں آنسو

دیکھ کے وہ جھکا اور اس کی دائیں آنکھ پہ اپنے لب رکھتا وہ آنسو چن گیا۔

وہ جو اس کی موجودگی کو محض ایک سراب سمجھ بیٹھی تھی اس کے سلگتے لمس پہ جب حقیقت کا ادراک ہوا تو اس اچانک انکشاف پہ وہ اپنے حواس برقرار نہ رکھ سکی اور اس کی بانہوں میں پھسلتی چلی گئی۔

"زرشے "!اس کے بے جان وجود کو سنبھالتے ہوئے

اس نے پریشانی سے اسے پکارا جب ایک دم سے

دروازے پہ دستک کی آواز آئی۔

"ڈاکٹر زرشے !وہ نقاب پوش باہر کہیں نہیں ہے۔ "

سسٹر نرگس کی متفکر آواز گونجی تو اس نے بند

دروازے کو گھور کے دیکھا۔

"ڈاکٹر کا اس وقت اس کمرے میں کیا کام ہے؟ نہیں ہیں وہ یہاں۔" وہ اپنے مخصوص سپاٹ لہجے میں بولا تو باہر کھڑی سسٹر نے اس کی موجودگی محسوس کر کے تشکر بھرا سانس خارج کیا اور وہاں سے چلی گئی جبکہ وہ واپس اس کی جانب متوجہ ہو چکا تھا۔

"لعنت ہو تم پہ پارٹنر! اللہ کرے تجھے تیری بیوی کبھی منہ نہ لگائے، کتنی دفعہ کہا تھا کہ پہلے انسانوں کی طرح انہیں ساری سچائی بتاو لیکن نہیں تمہیں تو

سرپرائزز پسند ہیں، اللہ کرے تجھے تیری زندگی کا سب سے گھٹیا ترین سرپرائز ملے۔"بڑبڑانے کے سے انداز میں وہ اپنے پارٹنر کو غائبانہ صلواتیں پہنچاتا اسے بازووں میں اٹھا کے بیڈ کی جانب لے جانے لگا۔

ـــ

وہ گنگناتی ہوئی بالوں میں برش کر رہی تھی جب مسز جوزف ناشتے کی ٹرے تھامے کمرے میں داخل ہوئیں۔

"یہ تم اتنی تیار شیار ہو کے کہاں جا رہی ہو؟ "

انہوں نے تنقیدی نگاہوں سے اسے دیکھا جو وائٹ کھلے ٹراوزر پہ براون کلر کا ٹاپ پہنے، کانوں میں سفید ٹاپس پہنے بالوں کو کھلا چھوڑے اب سفید پیروں میں سفید سینڈل پہن رہی تھی۔

"اپنے باس اور اس کی جاب پہ لعنت بھیجنے جا رہی ہوں۔ "اطمینان سے جواب دیتے ہوئے اس نے اسکارف گلے میں لٹکایا تو انہوں نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔

"یہ تیاری تو کسی ڈیٹ کی تیاری لگ رہی ہے۔ " انہوں نے سر تا پا بغور اسے دیکھا۔

"ایک آخری سوری پہلی اور آخری ڈیٹ تو بنتی ہے نا؟ "وہ ہونٹوں پہ گہرے رنگ کی لپ اسٹک لگاتی لاپرواہ انداز سے بولی تو مسز جوزف کی آنکھوں میں تاسف کے رنگ جھلکے۔

"اپنی زندگی اور ذات کو بے وقعت مت سمجھو ژالے۔ "انہوں نے دکھ سے اسے دیکھا۔

"ژالے میر کے لیے صرف اس کی ذات اہم ہے

آنٹی،میں اسے بے وقعت نہیں ہونے دوں گی۔بے

وقعتی تب تھی جب میں اس سے یہ رشتہ بچانے کے

لیے بھیک مانگتی۔"وہ سنجیدگی سے کہتی اچانک سر

میں اٹھنے والے درد کو نظرانداز کرتی ناشتے کی جانب

متوجہ ہوئی۔

--

اپنے لیے مختص کی گئی گاڑی کی بیک سیٹ پہ بیٹھتے ہی اس نے ڈرائیور سے افگن کا نمبر ملانے کو کہا کیونکہ اس کے پاس بیلنس اور پیکج نہیں تھا۔

"میم! سر کو بلا ضرورت کال کی جائے تو وہ غصہ کرتے ہیں، آپ آفس پہنچ کے ان سے بات کر لیجیے گا۔ "جس طرح کی ٹیڑھی پسلی وہ شخص تھا اسی طرح کے اس کے آدمی تھے۔

"میرا دماغ خراب ہے جو اس ہٹلر کو بلا ضرورت کال کروں گی، بات کرنی ہے مجھے ضروری نمبر ملا کے دو۔ "وہ ناک چڑھاتے ہوئے بولی تو وہ گہری سانس بھرتا نمبر ملا کے موبائل اس کی جانب بڑھا گیا۔

"کہو انور "! کچھ لمحوں بعد اس کی بھاری آواز گونجی تو وہ گڑبڑائی۔

"استغفراللہ! میں ژالے ہوں۔ "اس نے فورا اپنا تعارف کروایا اس سے پہلے کہ وہ اسے انور سمجھ کے نجانے کیا کچھ بول جاتا۔

"کہو؟ "اس نے یک لفظی سوال پوچھا۔

"مجھے آپ کے ساتھ ۔۔۔۔۔۔۔ہوٹل میں ڈیٹ مارنی ہے۔ "اسے سمجھ نہ آئی کہ وہ اسے کیسے ہوٹل بلائے اس لیے جو اسے سمجھ میں آیا وہ بولتی دوسری جانب موجود شیر افگن کو چونکنے پہ مجبور کر گئی۔

"آر یو ان یور سینسز؟ "اس کی آواز میں غصہ تو نہیں لیکن حیرت و بے یقینی تھی۔

"پاگل ڈیٹس نہیں مارتے۔ "وہ برا مارتی ہوئی بولی۔

"مجھے تجربہ نہیں ہے لیکن میں اس وقت بالکل فارغ نہیں ہوں۔" وہ بے مروتی سے بولا تو اس نے گھور کے موبائل کو گھورا۔

"ٹھیک ہے پھر میں اسی انور کو لے جاتی ہوں ڈیٹ پہ اور یہ یاد رکھیے گا کہ میں نے بہت پیاری لپ اسٹک لگا رکھی ہے ایسے میں آپ کے ڈرائیور نے مجھے دیکھا تو میں منع نہیں کروں گی۔" بنا انجام کی

پرواہ کیے وہ ایک تسلسل کے ساتھ بولتی فورا کال بند کرتی ساتھ ہی موبائل سوئچ آف کر گئی۔

"ڈرائیور! مجھے ۔۔۔۔۔۔۔ہوٹل لے چلو، تمہارے سر سے بات ہو چکی ہے وہ بھی آنے والے ہوں گے۔ "

چونکہ وہ دبی آواز میں بات کر رہی تھی اس لیے ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھا انور اس کی لافشانیوں سے واقف نہیں تھا۔

"میم میرا موبائل؟ "اس نے ہلکا سا رخ موڑتے ہوئے اپنا موبائل مانگا تو وہ بے ساختہ گڑبڑائی۔

"ابھی نہیں، تمہارے سر نے کہا ہے کہ وہ مجھے کال کرنے والے ہیں۔ "وہ خود پہ قابو پاتی جلدی سے بولی تو ڈرائیور نے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے گاڑی کی سپیڈ بڑھا دی۔

موبائل کو غصے گھورتے ہوئے وہ اس کے کہے گئے الفاظ کو ذہن میں دہرانے لگا۔

"یہ یاد رکھیے گا کہ میں نے بہت پیاری لپ اسٹک لگا رکھی ہے ایسے میں آپ کے ڈرائیور نے مجھے دیکھا تو میں منع نہیں کروں گی۔" اس کی کھنکتی ہوئی آواز اس کے کانوں میں گونجی تو اس کا چہرہ مارے طیش کے سرخ پڑنے لگا۔

زور سے پیپر ویٹ گھماتے ہوئے اس نے پہلے انور اور پھر ژالے دونوں کا نمبر ملایا لیکن پاورڈ آف کا سن کے اس کا دماغ مزید خراب ہونے لگا۔

"یو وِل پے فار اِٹ ژالے میر "!سرد برفیلے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے پیپر ویٹ اٹھا کہ سامنے دیوار پہ مارا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا۔

"واو "!حائقہ اور سحرش دونوں نے اسائمنٹ کو دیکھ کے جس انداز میں چیخ ماری اور اس پہ جس طرح پوری کلاس نے مڑ کے اُنہیں دیکھا اس پہ بری طرح شرمندہ ہوتی زرشالے نے گھور کے انہیں دیکھا تو وہ کھسیانی سی ہو گئیں۔

"بالاج کی رائیٹنگ بھی اتنی ہی شاندار ہے جتنی اس کی پرسنالٹی۔ "سحرش ستائشی انداز میں اسائمنٹ کو

دیکھتی بولی تو زرشالے نے کن اکھیوں سے کلاس میں داخل ہوتے بالاج کو دیکھ کے تھوک نگلا۔

"یہ میں نے بالاج سے نہیں بنوائی۔ "وہ دھیرے سے بولی تو انہوں نے ایک جھٹکے سے سر اٹھا کے اسے دیکھا۔

"اس سے نہیں بنوائی تو کس نے بنا کے دی ہے؟ " حائقہ کے لہجہ یکلخت بدلا۔

"یہ مجھے۔۔۔۔۔" ایک اچٹتی نگاہ خود کو دیکھتے بالاج پہ ڈالی اور شرمندگی سے نظریں چراتی آہستہ سے بات مکمل کر گئی۔

"مجھے شیر لالہ نے بنا کے دی ہے۔" اس نے پوری کوشش کی کہ وہ ان کی جانب نہ دیکھے تاکہ وہ اس کی آنکھوں سے اس کی کیفیت نہ جان سکیں۔

اگر نگاہیں اٹھا کہ دیکھ لیتی تو جان پاتی کہ ان دونوں کہ چہروں پہ اس وقت اس کے لیے کتنے نفرت انگیز تاثرات تھے۔

"تمہارے شیر لالہ تو بہت کمال ہیں۔ "سحرش نے عجیب سے لہجے میں کہا جس کا نوٹس لیے بنا وہ مسکرا دی۔

اس کی یہ مسکراہٹ اس وقت اس کے چہرے سے عنقا ہو گئی جب اس نے بالاج کو عین اپنے سامنے پڑی کرسی پہ آ کے براجمان ہوتے دیکھا۔

"السلام علیکم "!اس سے پہلے کہ وہ سمجھ پاتی حائقہ نے بالاج کو مخاطب کر لیا۔

"وعلیکم السلام "!ایک کٹیلی نگاہ اس پہ ڈالتے ہوئے وہ بظاہر نرم لہجے میں بولا تو زرشالے نے اپنا سر نوٹس پہ مکمل جھکا لیا۔

"کیسے ہیں آپ؟ "وہ خوشدلی سے بولی تو زرشالے کو اس کے اس رویے پہ کافی حیرت ہوئی کیونکہ وہ ان کی طرف اسی لیے متوجہ ہوئی کہ وہ لڑکوں سے فاصلے پہ رہتی تھیں۔

"فائن "!بے مروتی سے جواب دے کے اس نے رخ سامنے کی جانب موڑ لیا جبکہ وہ اپنا سا منہ لے کے رہ گئیں۔

کلاس ختم ہونے کے بعد وہ ان دونوں سے بھی پہلے کلاس سے باہر نکلی کیونکہ اسے ایک ضروری کام کرنا تھا۔

وہ کلاس سے نکل کے ایک سائیڈ پہ کھڑی ہو کے اس کا انتظار کرنے لگی۔

کچھ ہی لمحوں بعد وہ اسے کلاس سے نکلتا دکھائی دیا تو اس کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔

"السلام علیکم "!جب وہ اس کے قریب سے گزرنے لگا تو وہ مدہم آواز میں بولی تو اپنے دھیان میں چلتا بالاج جی جان سے چونکا۔

"وعلیکم السلام! کیسی ہیں آپ؟ "کلاس میں موجود اپنے روکھے رویے کے برعکس وہ خوشدلی سے گویا ہوا تو زرشالے نے سر ہولے سے اثبات میں ہلایا۔

"مجھے آپ سے بات کرنا تھی۔ "اس نے جواباً اس کی خیریت دریافت کرنے کی بجائے جلدی سے کہا کہ اسے یہ خوف تھا کہ وہ کسی کی نگاہوں کی زد میں نہ آ جائے۔

"جی کہیے؟ "پوری توجہ اس کی جانب مبذول کیے وہ نرمی سے بولا تو وہ انگلیاں چٹخاتی الفاظ جمع کرنے لگی۔

"یہ مت کریں۔ "بالاج نے بمشکل اپنی نگاہیں اس کے سفید ہاتھوں سے ہٹائیں جو اس کے تشدد کے باعث سرخی مائل ہو رہے تھے۔

"جی؟ "اس نے حیرت سے اسے دیکھا لیکن نجانے اس کی آنکھوں میں کیا تھا کہ وہ فورا پلکیں جھکا گئی۔

"مجھے شکریہ ادا کرنا تھا آپ کا؟ "وہ اس کے جواب دینے سے قبل ہچکچاتے ہوئے بولی تو اس نے آئبرو اچکا کے اس کی جانب دیکھا۔

"کس بات کا شکریہ؟ "اس کے تجاہل عارفانہ سے استفسار پہ اس نے خفگی سے اسے دیکھا۔

"اسائمنٹ بنانے کے لیے۔" وہ اب کے سنجیدگی

سے بولی تو بالاج کے چہرے پہ ایک نا سمجھ تاثر

سرعت سے پھیلا۔

"کون سی اسائمنٹ؟" اس کے اگلے سوال پہ اس کا

دماغ بھک سے اڑا۔

"آپ کو نہیں پتہ؟" اس نے ششدر نگاہوں سے

اسے دیکھا تو اس کے نفی میں سر ہلانے پہ زرشا لے

کا دل چاہا وہ فرہاد کا سر کھول ڈالے جس نے اسے اس کے سامنے شرمندہ کر ڈالا تھا۔

"آئم سوری! مجھے غلط فہمی ہو گئی تھی۔" وہ جلدی سے معذرت کرتی آگے بڑھنے لگی جب وہ تیزی سے اس کے سامنے آیا۔

"آپ کے چہرے پہ یہ شرمندگی والے تاثرات اچھے نہیں لگ رہے مس عالم، اپنے چہرے کو انہی

معصوم اور فطری رنگوں سے سجائیں جنھوں نے مجھے دیوانہ بنا رکھا ہے۔ "اس کے چہرے کو والہانہ انداز میں دیکھتے ہوئے وہ گھمبیر لہجے میں گویا ہوا تو زرشالے نے اسے یوں دیکھا جیسے اپنی سماعتوں پہ یقین نہ آیا ہو۔

"یوں مت دیکھیے، بن پیے بہک جاوں گا۔ "اس کی کھلی آنکھوں میں پھونک مار کے دلکشی سے کہتا وہ

سامنے سے ہٹ گیا جبکہ اس کے لفظوں کے حصار میں ششدر کھڑی زرشالے وہیں کھڑی رہ گئی۔

ہوٹل میں داخل ہوتے ہوئے اس نے طائرانہ نگاہ اردگرد ڈالی جب اسے ایک سائیڈ پہ ایک ٹیبل پہ اپنا مطلوبہ شخص نظر آیا تو وہ اسی ٹیبل کے سامنے لیکن ایک متناسب فاصلے پہ پڑے ایک خالی ٹیبل پہ بیٹھ گئی۔

"میں اسی ہوٹل میں موجود دائیں طرف موجود ٹیبل پہ بیٹھی ہوں اور آپ کے ڈرائیور کے علاوہ بہت سے اور لوگ بھی میری لپ اسٹک کو دیکھ رہے ہیں۔ "انور کے موبائل کو آن کر کے ایک میسج ٹائپ کر کے اس نے سینڈ کا بٹن دبایا اور چیٹ ڈیلیٹ کر کے موبائل انور کو تھما کے ٹیبل پہ اس رخ پہ بیٹھ گئی جہاں سے کسی کی نظر اس کے چہرے پہ نہیں پڑ سکتی تھی ہاں اس کے کمر پہ بکھرے

سنہری ملکے سے گھنگھریالے بال سب کی توجہ کھینچ رہے تھے۔

اس سے ہٹ کے اپنی گاڑی کو ہوا کی سی سپیڈ پہ دوڑاتے افگن نے جب اس کے بھیجے گئے میسج کو دیکھا تو اس کے وجود میں جیسے انگارے سے دوڑنے لگے۔

وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ جس لڑکی کو وہ کچھ عرصے تک اپنی زندگی سے نکالنے والا تھا اس کے

متعلق ایسی بات سن کے اسے برداشت کیونکر نہیں ہو رہا تھا۔

کچھ لمحوں بعد وہ اس ہوٹل میں داخل ہو رہا تھا جس کا پتہ اس کی بیوی اسے اس سارے عرصے میں کوئی دس دفعہ بتا چکی تھی۔

ہوٹل میں داخل ہونے سے قبل وہ پارکنگ میں کھڑے انور کی اچھی خاصی کلاس لینا ہرگز نہ بھولا تھا۔

مطلوبہ میز کی جانب بڑھتے ہوئے اس کی نگاہ اس کی کمر پہ بکھری سنہری آبشار سے ٹکرائی تو آنکھیں گویا دہکنے لگیں۔

وہ آگے بڑھا اور اپنا کوٹ اتارتے ہوئے اس کے کندھوں پہ پھیلاتا اس کے بال چھپا گیا۔

اپنے دھیان میں بیٹھی ژالے اس اچانک افتاد پہ بری طرح سے چونکی لیکن جیسے ہی مانوس سی خوشبو نتھنوں سے ٹکرائی تو اس کے لب ہولے سے مسکرا اٹھے۔

وہ جانتی تھی کہ وہ بیشک اس سے چڑتا تھا لیکن اپنا نام لگا ہونے کے باعث وہ کبھی یہ برداشت نہ کرتا کہ اس کی بیوی اس کے ڈرائیور کے ساتھ ہوٹلنگ کرے اس لیے توقع کے مطابق اسے سامنے دیکھ کے اس کی باچھیں کِھل سی گئیں۔

"اتنی جلدی آ گئے آپ؟ ابھی تو میں نے انور کے ساتھ لنچ کرنا تھا۔"وہ چونکہ اپنے پلان کے مطابق

آفس کے لیے لیٹ نکلی تھی اور راستے میں بہت چک پھیریاں لگانے کے باعث وہ جب ہوٹل پہنچے تو وقت لنچ کا ہونے والا تھا۔

"اتنا بولو جتنا بعد میں سہار سکو۔ "اس کے چمکتے چہرے پہ سرد نگاہیں گاڑھتا وہ سپاٹ لہجے میں گویا ہوا لیکن اس نے چنداں پرواہ نہ کی بلکہ اسی انداز میں پرسکون بیٹھی وہ دھیرے سے مسکرا دی۔

"میں آج صرف بولنا ہی نہیں بلکہ بہت کچھ کرنا بھی ہے اس لیے آپ پلیز صبر کا دامن تھام کے رکھیے گا۔ "اس نے پیشگی آگاہی دینا چاہی۔

"کیا کرنا چاہتی ہو تم؟ "آنکھیں اس کے چہرے پہ گاڑھتے ہوئے اس نے گویا اس کے چہرے کو پڑھنا چاہا۔

"میں ابھرنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہی ہوں۔ " مبہم سے انداز میں کہتی وہ مینیو کارڈ دیکھنے لگی جبکہ وہ اس کے ہونٹوں پہ سجے گہرے رنگ کو دیکھنے لگا جو اسے بری طرح سے ڈسٹرب کر رہا تھا۔

"یہ تیاری اور ایسا ماحول تو تمہاری بات کی نفی کرتے ہوئے یہ اشارہ دے رہا ہے کہ تم اس رشتے کو کوئی رنگ دینے کی کوشش میں ہو۔ "دونوں ہاتھ میز پہ رکھ کے ہلکا سا آگے کو جھکتے ہوئے وہ معنی خیز لہجے

میں گویا ہوا تو اس کے لہجے میں چھپے بے باک معنی کو سمجھتی وہ سر تا پیر سرخ پڑی۔

"میرے ساتھ ایسی چیپ گفتگو نہ کریں۔ "وہ اپنی مغلوب ہوتی کیفیت سے گھبراتی مینیو کارڈ بند کرتی جھنجھلا کے بولی تو اس نے اس کے دونوں کو گرفت میں لیتے ہوئے ہلکا سا اپنی جانب کھینچا تو پبلک پلیس پہ اس کے ایسے موڈ پہ ژالے کو بے اختیار اپنے حلق میں کانٹے سے چبھتے محسوس ہوئے۔

"میں چیپ گفتگو ہی نہیں بلکہ چیپ حرکتیں بھی کر سکتا ہوں اس کا پروف میرے موبائل میں موجود ہے۔"اس کے ہاتھوں کی پشت کو انگوٹھے سے سہلاتے ہوئے وہ اس کی دھڑکنوں کو منتشر کرتا چلا گیا۔

"سر میرے ہاتھ چھوڑیں۔ "وہ جو اس کے ساتھ گیم کھیلنا چاہتی تھی اس کے اس موڈ نے اسے خوفزدہ کر دیا تھا۔

"اونہوں! یو نو ڈیٹ ہے نا یہ ہماری تو ڈیٹس میں یہ سب چلتا ہے نا؟ "بائیں آنکھ کا کونہ دبا کے کہتا وہ اسے دنیا کا کمینہ ترین انسان لگا۔

"جی نہیں، ہماری ڈیٹ شریف ڈیٹ ہے۔" اپنے ہاتھ کھینچتی وہ بنا سوچے سمجھے بولی تو اس کا بے ساختہ دلکش قہقہہ فضا کو مہکا سا گیا۔

"اوہ مائی گاڈ شریف ڈیٹ؟" اپنے معمول کے روڈ موڈ سے ہٹ کے وہ اس وقت بہت الگ موڈ میں بولتا مسلسل ہنس رہا تھا جبکہ اس کی بات پہ ژالے کے چہرے پہ کھسیاہٹ سی پھیل گئی۔

"باخدا مجھے شریف ڈیٹ نہیں بلکہ رومینٹک ڈیٹ چاہیے۔ "اپنی ہنسی دباتے ہوئے وہ جس بے شرمی سے بولا ژالے کا دل چاہا زمین پھٹے اور اس میں سما جائے۔

"میں آپ کی صرف بیوی نہیں ہوں بلکہ آپ کی پی اے بھی ہوتی ہوں، یہ چیپ ڈائیلاگ بازی جھاڑتے ہوئے یہ بات بھی یاد رکھا کریں۔ "وہ جان بوجھ

کے سخت لہجے میں بولی تاکہ وہ اپنے اصل روپ میں آ جائے۔

"میں ڈائیلاگز نہیں جھاڑتا یہ کام میں نے کسی اور کے لیے چھوڑ رکھا ہے، میں عمل کرتا ہوں ایسے۔" اس کے ہاتھوں پہ اپنے ہونٹوں کا لمس چھوڑتا وہ بھاری لہجے میں کہتا اس کی بولتی بند کر گیا۔

"اور ہاں، ابھی اپنے لیے بیوی کا لفظ استعمال نہ کرنا کیونکہ ورنہ میرا موڈ بن جائے گا تمہیں واقعی "بیوی "بنانے پہ اس لیے بہتر ہے کہ مسز کا لفظ استعمال کر لینا۔ "وہ شخص واقعی اپنے قول و فعل کے اظہار کے معاملے میں ڈھٹائی کی حد تک بے باک تھا اور وہ اس بات کی پرواہ نہ کرتا تھا کہ اس کی ڈھٹائی اور بے باکی دوسرے کو حیا کی کس عمیق گہرائی میں لے جاتی تھی۔

ویٹر کے آنے پہ اس نے اس کے ہاتھ چھوڑے لیکن نگاہیں اس کے لرزتے ہونٹوں پہ مرکوز رکھیں اور اسے آرڈر دینے کا اشارہ کیا لیکن اس کی نگاہوں اور ہاتھوں کی بے لگام گستاخیوں سے بوکھلائی ژالے اس وقت کم از کم کسی کی بھی طرف دیکھنے کی ہمت نہیں کر سکتی تھی اس لیے اس نے اس کے اشارے کو نظر انداز کرتے ہوئے رخ بائیں جانب موڑ لیا۔

اس کی اس حرکت پہ بمشکل خود پہ ضبط کرتا وہ ویٹر کی طرف متوجہ ہوا اور آرڈر لکھوانے لگا۔

انہیں کھانا کھاتے ہوئے کچھ ہی دیر گزری ہو گی جب اچانک ژالے کی سرگوشی بھری آواز گونجی۔

"اینڈ اٹس آ شو ٹائم۔ "کن اکھیوں سے اپنے دائیں جانب دیکھتی وہ کرسی ایک دم سے دھکیلتی اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔

" لعنت بھیجتی ہوں میں آپ کی بیہودہ نوکری اور آپ جیسے بیہودہ باس پہ، آپ کے پاس جاب کرنے سے کئی درجے بہتر ہے کہ میں واپس وہیں جا کے جاب کی بھیک مانگ لوں جہاں سے میں آئی تھی۔ "

قدرے بلند آواز میں بولتے ہوئے اس نے پٹخنے کے سے انداز میں نیپکن میز پہ پٹخا تو اس کے اس اچانک حملے پہ شیر افگن نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

"کیا بکواس کر رہی ہو؟ "اردگرد متوجہ ہوتے لوگوں پہ سرد نگاہ ڈالتے ہوئے اس نے بھنچے ہوئے لہجے میں اسے کہا جو تیوریاں چڑھائے اسے تک رہی تھی۔

"میری باتیں آپ کو بکواس لگ رہی ہیں اور آپ کو شرم نہیں آتی اپنی ہی بیوی۔۔۔منکوحہ سے ایسے گھٹیا ڈیمانڈ کرتے ہوئے۔ "بنا اس کی غراہٹ کا اثر لیے وہ اور تیز لہجے میں گویا ہوئی تو اس کے ضبط کی انتہا

ہو گئی وہ ایک جھٹکے سے کرسی پرے دھکیلتا اٹھا تو اس کے جارحانہ موڈ پہ دل ہی دل میں گھبراتی ژالے بے ساختہ دو قدم پیچھے ہوئی۔

"اگر تم نے اب مزید کوئی لفظ منہ سے نکالا تو میں۔۔۔۔ "لوگوں کا خیال کرتے ہوئے وہ بمشکل مدہم لہجے میں بول رہا تھا جب اس کی بات قطع کرتی وہ زور سے بولی۔

"نہیں چاہیے مجھے آپ سے اس نام نہاد رشتے کی بھیک، میں ہزار دفعہ لعنت بھیجتی ہوں اس رشتے اور آپ سمیت آپ کی ہر ایک آسائش پہ۔"

دھڑکتے دل پہ بمشکل قابو پاتی وہ اپنی بات مکمل کرتی آگے بڑھی لیکن فوراً ہی واپس مڑتی میز پہ رکھا پانی کا گلاس اٹھا کے اس پہ اچھالتی بھاگنے کے سے انداز میں اسی کا کوٹ کندھوں پہ لٹکائے ہوٹل سے باہر نکل گئی جبکہ اپنی زندگی سب سے غیر متوقع اور

اس قدر بڑے سرپرائز پہ ششدر کھڑا اپنے غیض و غضب کو ضبط کرنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔

بھاری ہوتی پلکوں کو بمشکل کھولنے کی کوشش کرتی وہ ہلکا سا کراہی جب اس کے بالکل قریب نیم دراز وہ اس پہ جھک سا گیا۔

"ڈاکٹر! آنکھیں کھولیں۔ "اس کا گلابی رخسار تھپتھپاتے ہوئے وہ مضطرب لہجے میں گویا ہوا۔

تو اس کے مضبوط ہاتھ کے لمس اور قربت کا اثر تھا کہ وہ دھیرے دھیرے پلکیں کھولنے لگی۔

آنکھیں کھولتے ہی اس کی نگاہ جس چہرے سے ٹکرائی اسے دیکھ کے اسے پھر سے اپنی دھڑکنیں رکتی محسوس ہوئیں۔

"با۔۔۔۔ "اس کے لب دھیرے سے سرسرائے

لیکن اس کے ہونٹوں سے نکلنے والے لفظ کو مکمل

ہونے سے قبل ہی وہ اس پہ جھکتا خود میں سمیٹ گیا

جبکہ اس کی اچانک اس حرکت پہ وہ بھونچکا سی رہ

گئی اور بے ساختہ سہارے کے لیے اس کے دونوں

بازووں کو پوری شدت سے دبوچ لیا۔

اس پہ جھکا وہ نجانے کتنے زمانوں کی پیاس بجھانے کی

کوشش میں تھا لیکن اس کی اکھڑتی سانسوں کا خیال

آتے ہی اس نے اس کی سانسوں کو رہائی دی تو وہ

گہرے سانس بھرتی اس کے رگ و پے میں اک

سرور سا بھر گئی۔

"جانتی ہیں آپ، کنویں کہ بہت قریب رہ کے بھی

پیاس نہ بجھانا کس قدر جان جوکھوں کا کام ہوتا

ہے۔ "اس کی ستواں ناک سے ناک ملاتے ہوئے وہ

بھاری لہجے میں بولا تو زرشے کی آنکھوں سے

آنسوؤں کا ایک سیلاب بہہ نکلا اور اسے اس پل

واقعی ادراک ہوا کہ اس سامنے واقعی وہ موجود تھا جو اس کی رگ رگ میں بستا تھا۔

یہ ادراک ہوتے ہی اس نے دونوں بازو اس کے گرد لپیٹے اور خود ایسے ہی لیٹے لیٹے اس کے سینے میں سر گھسیڑا اور پھوٹ کے رونے لگی۔

"می۔۔میں نے ہر پل آپ کا انتظار کیا تھا۔" وہ بار بار یہی الفاظ دہراتی اس کے گرد اپنی گرفت مضبوط

کرتی خود کو اس میں سمونے کی کوشش کر رہی تھی تاکہ اب کوئی بھی انہیں جدا نہ کر سکے۔

"اور میں نے پل پل اس انتظار کی اذیت کو محسوس کیا ہے میں نے۔ "اس کے چہرے کو اپنے ہونٹوں کے لمس سے دہکاتا وہ شدت بھرے لہجے میں بولا تو اس کے لمس پہ بے حال وہ اس کی قربت کو محسوس کرتی خوشی سے ایک بار پھر سے رونے لگی۔

"زرشے بس کریں نا آپ جانتی ہیں کہ ان آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا میں۔"اس کے خوبصورت چہرے کو دونوں ہاتھوں کے پیالوں میں بھرتے ہوئے وہ اس کے چہرے پہ بکھرتے آنسوؤں کو چننے لگا۔

"لیکن گزشتہ چار سالوں سے میرے ہر آنسو کا سبب آپ ہیں۔"سسکتے ہوئے وہ شکوہ کناں لہجے میں بولتی اسے بے چین کر گئی۔

"ڈاکٹر پلیز۔۔۔"ڈاکٹر لفظ پہ وہ جیسے کسی گہرے خواب سے جاگی تھی۔

اس کے گرد سے بازو ہٹاتی وہ سیدھی ہوئی اور ایک متلاشی نگاہ کمرے میں ڈالی۔

"وہ۔۔۔وہ آدمی۔۔۔کیا وہ آپ تھے؟"اچانک اس کے کالر پہ ہاتھ رکھتی وہ کانپتے ہوئے لہجے میں گویا

ہوئی تو اس کے گلے میں ایک گلٹی سی ابھر کے معدوم ہوئی۔

"کون سا آدمی؟ "اس کے تجاہل عارفانہ سے استفسار کرنے پہ اس کے چہرے پہ سراسیمگی اور دل میں بے چینی سی پھیل گئی کہ آیا کہ اگر وہ یہ نہیں تھا تو ابھی وہ کہاں تھا؟

بہرحال جو بھی تھا وہ اس شخص کے خیال پہ لعنت بھیجتی واپس اس کے مضبوط سینے پہ سر ٹکا گئی۔

"آپ اب تو مجھے چھوڑ کے نہیں جائیں گے نا؟ "اس کے خوفزدہ لہجے پہ اس کے چہرے پہ ایک ملال سا جھلکا۔

"بس ایک چھوٹے سے کام کے لیے جانا ہے لیکن آئی پرامس کے آپ سے رابطے میں رہوں گا اور آپ سے ملوں گا بھی۔ "اس کی پیشانی چومتے ہوئے اس نے اسے یقین سونپا تو وہ آسودگی سے مسکراتی

اس کے سینے پہ واپس سر ٹکاتی اس کی موجودگی کو محسوس کرنے لگی۔

تیزی سے دروازہ کھول کے کمرے میں داخل ہونے کے بعد اس نے لپک کے دروازے کی چٹخنی چڑھائی اور پھر یونہی دروازے کے ساتھ ٹیک لگا کہ کھڑی اپنا سانس بحال کرنے لگی۔

"یا اللہ میں پورے سو نوافل پڑھوں گی لیکن مجھے اس زندگی میں اس شیر افگن نامی عفریت سے بچا لے یا پھر ان کی یاداشت گم کر دے تاکہ ان کے ذہن سے آج کے دن کے دو گھنٹے محو ہو سکیں۔ "

یونہی دروازے سے ٹیک لگائے وہ آنکھیں بند کیے محوِ مناجات تھی جبکہ اس کے کمرے میں اسی کے سنگل بیڈ پہ شان سے نیم دراز شیر افگن عالم کی سرد کٹیلی نگاہیں اسی پہ مرکوز تھیں جو دروازے کے

ساتھ سکڑی سمٹی سی کھڑی اس کے دل میں لگی آگ کو مزید بھڑکا گئی۔

"تمہارا خوف دیکھ کے دل کو بہت سکون محسوس ہو رہا ہے۔" اچانک اس کی گھمبیر آواز کمرے میں گونجی تو ژالے نے پٹ سے آنکھیں کھول کے سامنے دیکھا جہاں وہ آنکھوں میں دہشت لیے اسے ہی گھور رہا تھا۔

"ایسے نہیں دیکھو کیونکہ تمہاری مانگی جانے والی دعا رد ہو چکی ہے کیونکہ نہ تو میری یاداشت گئی ہے اور نہ ہی تمہیں مجھ سے کوئی بچا سکتا ہے۔"اس کے بیڈ سے اٹھتے ہوئے وہ دھیرے دھیرے اس کی جانب بڑھتے ہوئے وحشت ناک لہجے میں بولا تو ژالے کو پہلی بار اس کے لہجے میں اس شیر افگن کی جھلک دکھائی دی جس سے سارے خوف کھاتے تھے۔

اس کی خوفزدہ نگاہیں اس پہ مرکوز تھیں جو سرد نگاہوں سے اسے گھور رہا تھا۔

"آپ کو آپ کی عنیہ کی قسم ادھر ہی رک جائیں۔ "

جب وہ اس سے چار پانچ قدموں کے فاصلے پہ پہنچا تو اس نے جلدی سے کہا جبکہ اس کے الفاظ پہ اس کا غصہ انتہائی حدوں کو چھونے لگا۔

وہ ان قدموں کا فاصلہ سرعت سے مٹاتا اس کے نزدیک پہنچتا اس کے دونوں بازووں کو اپنی مضبوط گرفت میں لیتا دھاڑا۔

"کیا سمجھتی ہو تم خود کو؟ تمہیں شیر افگن عالم اس قدر کمزور دکھائی دیتا ہے جو تم یا کسی بھی چھٹانک بھر لڑکی کو اپنی کمزوری بنائے گا۔" وہ جو اس کی دن بھر کی حرکتوں پہ سلگ رہا تھا اس کے فضول الفاظ پہ اس کا دل چاہا وہ اسے جان سے مار ڈالے۔

"میرے بازو چھوڑیں سر "!وہ اس کی گرفت میں حد درجہ درد کرتے بازوؤں کو حرکت دینے کی ناکام کوشش کرتی ہوئی بولی کیونکہ اس کی مضبوط انگلیاں اسے بازوؤں کی جلد میں دھنستی محسوس ہو رہی تھیں۔

"اتنی نزاکت؟حالانکہ مجھے تو تم خاصی جی دار لگی جس نے بھرے مجمع میں مجھ پر یعنی شیر افگن عالم پہ

پانی کا گلاس پھینکا تھا۔ "وہ استہزائیہ انداز میں کہتا ہولے ہولے ہاتھوں کو سرکاتا ہوا اس کے ہاتھوں کی جانب بڑھنے لگا۔

تو اس کے ہاتھوں کی اس بے باک حرکت پہ اس کی رگوں میں خون کی گردش تیز ہونے لگی۔

"میں نے جان بوجھ کے ایسا نہیں کیا تھا۔ "وہ نچلا لب دانتوں سے کچلتی ہوئی مدہم لہجے میں گویا ہوئی تو اس نے بھنویں سکیڑ کے اسے دیکھا اور پھر یکلخت

اس کے دونوں ہاتھ اپنی گرفت میں لیتا انہیں اس کے سر سے اوپر کی جانب اٹھا کے دروازے سے پن کرتا اسے ہراساں کر گیا۔

اسے بے ساختہ نکاح کے بعد کا اگلا دن یاد آیا جب اس بے باک شخص نے اس پر اپنی جنون خیزیوں کے رنگ چڑھائے تھے۔

"اب جو میں کروں گا وہ جان بوجھ کے ہو گا۔" وہ بہت شاطر شخص تھا، وہ جانتا تھا کہ وہ صرف ایک چیز سے کتراتی تھی وہ تھی اس کی قربت اور وہ اسی چیز کو اس کی سزا بنا دیتا تھا۔

"آپ ایسا کچھ نہیں کریں گے، وہ سب میری جاب کا حصہ تھا۔" وہ اپنے ہاتھ آزاد کروانے کو تڑپی لیکن اس نے کوئی بھی موقع دیے بغیر اس کے ہاتھوں پہ گرفت مزید مضبوط کی اور اس کی گردن پہ جھکا۔

"اور یہ سب میری جیب میں رکھے ایک قانونی کاغذ کا حصہ ہے۔ "طمانیت بھرے انداز میں کہتے ہوئے اس نے اس کی گردن کو نشانہ بنایا تو کسی چیز کو درخود اعتنا نہ جانتی ڑالے اس کے اس استحقاق بھرے لمس پہ کانپ اٹھی۔

اور بہت بے ساختگی سے اپنے بازوؤں کو حرکت دے کے اسے روکنا چاہا لیکن کچھ کر نہ سکی جبکہ وہ اس کی مزاحمت پہ لحظہ بھر کو سیدھا ہوا اور ایک

نظر اس کے سرخ چہرے اور شدتِ ضبط سے بھنچے ہوئے ہونٹوں پہ ڈالی تو دل عجیب سے انداز میں دھڑک اٹھا۔

"جو کچھ تم نے کیا وہ کچھ ہی دیر میں پورا شہر دیکھے گا لیکن مجھے تم پہ ترس آ گیا ہے ژالے میر۔" وہ اس کے سرخ چہرے کو دیکھتا دوبارہ سے جھکا اور اس کی تھوڑی پہ اپنا لمس چھوڑا۔

"میں نے یہ سب آپ کے ہی کہنے پہ کیا تھا۔ "وہ بمشکل سانسوں کو اعتدال بخشتے ہوئے بولی تو اس نے سلگتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"میری ساتھ گیمز مت کھیلو۔ "وہ دبی دبی آواز میں غرایا۔

"آپ نے ہی کہا تھا کہ ڈوبتے شخص کو جان بچانے کے لیے خود ہی ہاتھ پیر چلانے پڑتے ہیں۔ "اس کی

قربت اور لمس کو بمشکل برداشت کرتے ہوئے اس نے مدہم لہجے میں جواب دیا تو اس نے تمسخرانہ انداز میں اسے دیکھا جو سرخ چہرے کے ساتھ کھڑی اسی کو دیکھ رہی تھی۔

"مائنڈ اٹ! میں تمہیں اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ تم مجھے ساری دنیا کے سامنے ڈی گریڈ کر کے اپنے فضول پلانز پہ عمل کرو۔" اس کے ہاتھوں پہ گرفت قائم کیے اس نے اچانک اس کے دائیں ہاتھ

کو گھماتے ہوئے اس کی پشت اپنے سینے سے لگاتے ہوئے بے رحم لہجے میں کہا تو اہانت کے احساس سے وہ پھڑ پھڑا کے رہ گئی۔

"اور میں آپ کو اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ آپ یوں میری نسوانیت کو ہرٹ کریں، چھوڑیں مجھے۔" وہ اپنی پوری جان لگاتے ہوئے بولی تو وہ قہقہہ لگا کے ہنستا اس کی دھڑکنیں منتشر کر گیا۔

"میں جو کر رہا ہوں وہ غلط طریقے سے ہی سہی لیکن ایک شوہر کا حق ہے مگر جو تم نے کیا تھا وہ ایک بیوی کو زیب نہیں دیتا۔" تھوڑی اس کے کندھے پہ جمائے وہ اس کی گردن کو نرمی سے چھوتا سانس روکنے پہ مجبور کر گیا۔

"نہیں ہوں میں آپ کی بیوی۔" بھرائی آواز میں کہتی وہ پھر سے اس کی گرفت میں پھڑپھڑاتی اپنی گردن اس کی پہنچ سے دور کرنے کی سعی کرنے لگی

جو اس کے لمس اور داڑھی کی چبھن سے جلنے لگی تھی۔

"ثبوت دکھا دوں۔ "اپنے اندر ابلتے غبار کو اپنے ہی انداز میں کم کرتے ہوئے اس نے جیب سے موبائل نکال کے اس کے سامنے لہرایا تو وہ مارے جھنجھلاہٹ اور بے بسی کے اس کے سینے پہ دونوں کہنیاں زور سے مارتی اسے اپنی گرفت ڈھیلی کرنے پہ مجبور کر گئی۔

"یہ ثبوت مجھے مت دکھائیں جو صرف آپ نے اپنی فضول کی انا کو بڑھاوا دینے کے لیے پیدا کیے تھے اور جو کچھ میں نے کیا وہ سب ضروری تھی کیونکہ ہوٹل میں احمد اینڈ سنز کمپنی کے مینیجنگ ڈائریکٹر موجود تھے۔ "اس سے فاصلہ بڑھاتی وہ تلخ لہجے میں بولی لیکن اس کا چہرہ بے تاثر رہا۔

"تم اپنی برداشت سے زیادہ کام کیوں کرتی ہو؟ "وہ سرد لہجے میں بولا تو اس نے جزبز ہوتے نگاہیں پھیریں لیکن اس کی قربت اس سے زیادہ وہ برداشت نہیں کر سکتی تھی اسی لیے اسے مجبوراً اس پہ حملہ کرنا پڑا تھا۔

"میری مرضی۔ "کچھ اور نہ سوجھا تو وہ مختصراً کہتی اس کے ہونٹوں پہ عجیب سی مسکان بکھیر گئی۔

"اپنی مرضی کرنے پہ مجھ جیسا ضدی شخص روئے زمین پر نہ ہو گا اس لیے آج کے بعد میرے سامنے یہ الفاظ مت دہرائیے گا۔ "ایک ہی جست میں دوبارہ اسے اپنی گرفت میں لیتے ہوئے وہ بولا تو وہ چیخ اٹھی۔

"آپ دور رہ کے بات نہیں کر سکتے۔ "اسے اس کا بار بار چھونا جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر رہا تھا لیکن ایک

چیز اسے حیران کر رہی تھی اسے اس کا چھونا ناگوار نہیں گزرتا تھا۔

" نہیں مجھے دوسروں کی رگوں پہ کھڑے ہو کر انہیں خوفزدہ کرنے میں لطف آتا ہے۔ "بے رحم لہجہ سفاک الفاظ اس کے رگ و پے میں سنسنی سی بھر گئے اسے ایک بار پھر اس سے خوف آیا اور یہ آج کے دن میں تیسری دفعہ تھا جب اسے اس شخص سے خوف آیا تھا۔

"اس لیے آج کی میری کہی بات اپنے دل و دماغ میں ہمیشہ باندھ کے رکھنا کہ میرے ساتھ کوئی گیم مت کھیلنا میں بہت بے رحمی سے بدلہ چکاتا ہوں۔ "

حسبِ عادت اس کی گردن کو نشانہ بناتے ہوئے وہ اس کے ہونٹوں سے نکلنے والی سسکی کو نظر انداز کرتا اپنی دیوانگی کے نشان اسے سونپتا اس کے قدرے خوفزدہ سراپے کو دیکھتا سیدھا ہوا۔

"کل وقت پہ آفس پہنچ جانا۔ "سنجیدگی سے اسے حکم دیتا وہ بند دروازے کی جانب بڑھا اور دروازہ کھول کے باہر نکل گیا۔

جبکہ وہ وہیں ششدر کھڑی اسے ہی سوچ رہی تھی جو بنا اسے زدوکوب کیے بہت شاطرانہ انداز میں اسے اس کے کیے کی سزا دے کے جا چکا تھا۔

--

وسیع و عریض بیڈ روم کے وسط میں جلے پیر کی بلی کی مانند چکراتی وہ فقط ایک ہی شخص کو سوچے جا رہی تھی جو بہت ساحرانہ انداز میں اس کی سوچوں پہ حاوی ہوا تھا۔

"اپنی حفاظت کرنا سیکھیے مس عالم !کیونکہ آپ جانتی ہیں کہ اگر آپ کو کچھ ہوا تو اس دنیا کے دو پاگل ترین انسان تہلکہ مچا دیں گے۔"

"ہیلو پارٹنر"!

"ایسے مت دیکھیں، میں بہک جاوں گا۔"

خوبصورت لب و لہجے میں کی گئیں معنی خیز سرگوشیاں اس کے کانوں میں گونجتی اس کی دھڑکنوں کو تہہ و بالا کرتیں اسے نئ راہوں کا مسافر بنا رہی تھیں۔

"وہ میری ساتھ کوئی گیم تو نہیں کھیلنے والے؟ "سرخ ہونٹ دانتوں تلے کچلتی وہ مضطرب ہوئی۔

"لیکن وہ ایسا کیوں کریں گے؟ "اگلے ہی پل اس نے بے چینی سے اپنے ہی خیالات کی نفی کی۔

وہ اپنے پراگندہ خیالات میں الجھی ہوئی تھی جب اس کے بیڈ پہ پڑا اس کا موبائل بج اٹھا، اس نے کوفت سے بجتے موبائل کو دیکھا اور بنا نمبر دیکھے کال

پک کی کہ اگر کال کاٹ دیتی تو دوبارہ کال آنے پہ وہ دوبارہ ڈسٹرب ہو جاتی اور سیل فون سوئچ آف کرنے کی اسے اجازت نہیں تھی۔

"السلام علیکم "!اس نے عادتاً پہلے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام!کیسی ہیں مس عالم؟ "دوسری جانب سنائی دینے والی آواز سن کے اسے سانپ سونگھ گیا۔

اسے اندازہ نہ تھا کہ اس کے خیالات یوں حقیقت کا روپ دھار کے اس کے سامنے آ کھڑے ہوں گے۔

"آپ؟ "اس کی آواز سے بے یقینی مترشح تھی۔

"جی! خیریت آپ اتنی پریشان کیوں لگ رہی ہیں؟ " اس نے فوراً استفسار کیا تو وہ سنبھلی۔

"نہیں، پریشان نہیں ہوں بس وہ اچانک آپ کی کال آئی تو اس لیے۔ "وہ دھک دھک کرتے دل پہ قابو پاتے ہوئے بولی تو اس کی سانسوں کے زیرو بم پہ دوسری جانب موجود بالاج مصطفی کو اپنا دل اپنے ہاتھوں سے پھسلتا محسوس ہوا۔

"میں اس نقصان کے لیے تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا پارٹنر! میرا دل مجھے دغا دے گیا ہے تمہارے پلانز کے چکر میں۔ "دل ہی دل میں اسے

غائبانہ لتاڑتے وہ اس کی سمت متوجہ ہوا جو اس کی خاموشی محسوس کر کے' ہیلو ہیلو 'پکار رہی تھی۔

"آپ کی آواز سننا تھی مجھے۔ "بہت مختصر الفاظ میں اپنی دلی کیفیات کا مکمل اظہار کرتا وہ اسے جہاں کا تہاں کھڑا رہنے پہ مجبور کر گیا۔

اس نے کبھی اسے واضح الفاظ میں نہیں کہا تھا کہ وہ اس سے محبت کرتا تھا لیکن اس کے ہر انداز سے، ہر لفظ سے، ہر نظر سے محبت جھلکتی تھی۔

اس کا اسے دیکھنا۔۔

اس کا اس کے لیے پوزیسو ہونا۔۔

اس کی حفاظت کرنا۔۔

ہر گھڑی سائے کی طرح اس کے ساتھ رہنا۔۔۔

یہ سب چاہے جانے کے انداز نا چاہتے ہوئے بھی اسے اپنا اسیر کر رہے تھے۔

"مجھے نیند آ رہی ہے۔ "وہ کتراۓ سے انداز میں
بولتی کال بند کرنے لگی جب وہ تیزی سے بولا۔

"حالانکہ پچھلے تین گھنٹوں سے آپ مجھے سوچ رہی
ہیں اور مزید پوری رات مجھے یاد کرتے ہوۓ
گزارنی ہے آپ نے۔ "اس کے ذو معنی الفاظ پہ وہ
ششدر سی رہ گئی۔

"آپ کو کیسے پتہ چلا؟" اس کی زبان بے ساختہ پھسلی جس کا احساس ہوتے ہی اس نے فورا اسے دانتوں تلے دبا کے گویا مزید بولنے سے منع کیا جبکہ اس کے الفاظ پہ دوسری جانب بالاج کے ہونٹوں سے ایک زندگی سے بھرپور قہقہہ ابل پڑا۔

"تھینک یو سو مچ میری جان۔" ہنسی بمشکل روکتے ہوئے وہ شدتِ جذب سے بولتا اسے بلش کرنے پہ مجبور کر گیا۔

اور یہ شاید شرم کا ہی غلبہ تھا کہ وہ بنا اس کی مزید سنے کال بند کر گئی لیکن اب اس پہ طاری بے چینی ختم ہو چکی تھی جبکہ ہونٹوں پہ ایک شرمگیں مگت سرشار مسکان پھیلی ہوئی تھی۔

اسی لمحے دروازے پہ دستک کے ساتھ ہی ملازمہ کی مودب آواز گونجی۔

"بی بی جی! نیچے شیر سر آئے ہیں اور آپ کو بلا رہے ہیں۔" ملازمہ کی آواز پہ وہ جیسے کسی گہرے خواب

سے چونکی اور اس کی نگاہوں کے سامنے بہت سارے سوالیہ نشان جگمگانے لگے۔

"کیا شیر عالم اس کی خوشی کو بخوشی قبول کر لے گا؟ "یہی سوچتی وہ اس سے ملنے کے لیے نیچے جانے لگی۔

رات کی تاریکی میں اس کی کار" عالم پیلس "کے وسیع و عریض پورٹیکو میں آ کے رکی تو فرنٹ سیٹ پہ بیٹھی زرشے نے مسکرا کے ڈرائیونگ سیٹ پہ براجمان اپنے شوہر کو دیکھا جو آج اسے چار سالوں کے بعد نظر آیا تھا۔

"کیا خیال ہے کمرے تک رسائی میری بانہوں میں کریں گی یا اپنے پیروں کو تکلیف دیں گی؟ "اس کا یوں بے خود ہو کے خود کو دیکھنا اسے بہت لبھا رہا

تھا لیکن اسے یہ بھی خوف تھا کہ کہیں وہ یہاں ہی ضبط نہ کھو دے تبھی وہ قدرے اس کی جانب جھکتا ہوا بھاری لہجے میں گویا ہوا تو وہ گڑبڑائی۔

"نہیں میں خود چل لوں گی۔" جلدی سے کہتی وہ دروازہ ان لاکڈ کرتی باہر نکلی تو وہ بھی زیرِ لب مسکراتا باہر نکلا۔

"یہ چوکیدار کہاں ہے آج؟" اس نے اب گیٹ کی طرف غور کیا تو پتہ چلا کہ ان کی گاڑی کے لیے گیٹ خود بخود کھلا تھا لیکن اب دیکھا تو پتہ چلا چوکیدار تو موجود ہی نہیں جبکہ اس کے سوال پہ وہ گہری سانس لے کے اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"میرے خیال میں آپ کو کمرے تک رسائی میری ہی بانہوں میں کرنی چاہیے تاکہ آپ میرے سینے میں مقید کی دل کی فرمائشیں سن سکیں کہ وہ چاہتا

کیا ہے۔ "نہاہت دلفریب انداز میں کہتا وہ اسے اپنی

مضبوط بانہوں میں اٹھا کے اندر کی جانب بڑھا تو وہ

گھبرا گئی۔

"میں خود چلوں گی بال۔۔۔۔ "اس نے بے ساختہ

مزاحمت کی لیکن جب اس نے اس نے وجود کو

ہولے سے جھٹکا دیا تو وہ فورا خاموش ہوتی گرنے

کے خوف سے خوفزدہ ہوتی اس کے سینے میں چہرہ

چھپاتی دونوں ہاتھ اس کی گردن کے گرد حائل کر گئی۔

"زرشے میری دھڑکن کیا کہہ رہی ہے؟ "سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس نے اسے متوجہ کرنے کی کوشش کی تو اس کے سوال میں چھپے معنی کو سمجھتی وہ بے ساختہ تھوک نگلتی اس کے کالر کو مزید سختی سے دبوچ گئی۔

"بتائیں نا؟ "اس کے پہلو پہ دباو بڑھاتا وہ اس کی سانسیں بوجھل کر گیا۔

"یہی کہ۔۔کہ آپ کو نیند آئی ہے اور ہمیں سونا چاہیے۔ "اس نے دانستہ طور پہ اس کا دھیان بھٹکانا چاہا لیکن اس کی بات پہ اس کا زندگی سے بھرپور قہقہہ گونج اٹھا۔

"واللہ! آج کم از کم میری دھڑکنیں ایسی انہونی خواہشیں نہیں کر سکتی وہ بھی اس صورت میں جب جاگنے کا ساماں بازوؤں میں موجود ہو۔ "بے باک اور معنی خیز لہجے میں بولتا وہ اس کی دھڑکنوں کو سست کر گیا۔

اس کی گرفت بے ساختہ اس کے کالر پہ مزید مضبوط ہوئی تو سانس تنگ ہونے پہ اسے خود پہ ترس آنے لگا لیکن اس کی کیفیت کو سمجھتے ہوئے اس نے اسے بنا ٹوکے بہت سکون کے ساتھ اس کے کمرے

میں داخل ہو کے جب کمرے کے وسط میں اتارا تو وہ فورا دو قدم پرے ہٹتی فاصلہ بڑھا گئی۔

"فریش ہو کے چینج کر لیں میں تب تک کھانے کے لیے کچھ لاتا ہوں۔" اس کے پرے ہٹنے کا نوٹس لیے بغیر اس نے اسے حکم دیا کیونکہ جانتا تھا کہ اس نے صبح ناشتے کے بعد سے کچھ نہ کھایا تھا اور اب رات کے دو بج رہے تھے۔

جبکہ اس کے لفظ' کھانے 'پہ وہ چونکی۔

اس کی زہنی رو فورا اس نقاب پوش کی جانب بھٹکی تو اسے خیال آیا کہ اس نے آج میڈیسن اور کھانا نہیں کھایا تھا۔

اپنے پیشے اور دلی نرمی سے مجبور اس نے سسٹر نرگس کو اس کی میڈیسن اور کھانے کے متعلق میسج کیا اور خود چینج کرنے چل دی جبکہ نیچے کچن میں کھانے کی ٹرے سجاتا' وہ 'اپنے موبائل کی روشن سکرین کو دیکھتا مسکرا رہا تھا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو تم؟ "سیاہ پراڈو کی پچھلی سیٹ پہ بیٹھے نواز عالم کی غراتی آواز گاڑی میں گونجی تو ڈرائیور نے بے اختیار بیک ویو مرر سے اس کی جانب دیکھا جو فون کان سے لگائے خاصا پریشان نظر آ رہا تھا۔

"کیا فضول بکواس ہے، ایسا کون پیدا ہو گیا جسے اس ویرانے پہ بنے ان کے ٹھکانے کی بیٹھے بٹھائے خبر

ہو گئی اور وہ ہر شے تباہ کر کے چلا گیا؟ "اس کے چہرے پہ چھایا خلفشار بڑھتا جا رہا تھا۔

"یہ ظفر کمال کی اپنی ہی کوئی چال ہو گی، اپنے آدمیوں کو انڈر گراونڈ کرنے کی تاکہ وہ اپنی ڈیمانڈ پوری کروا سکے جو وہ چاہتا تھا۔ "دوسری جانب سے نجانے کیا کہا گیا کہ وہ جواباً زہر خند لہجے میں گویا ہوا۔

"جو بھی ہے تم نظر رکھو ظفر کمال پہ اور اپنے کچھ آدمیوں کو اس جگہ پہ بھی بھیجوں مجھے وہاں کی مکمل رپورٹنگ چاہیے فنگر پرنٹس سمیت، ڈیل ہے ایک دو دن میں ایسے میں یہ مصیبت۔" وہ سخت کبیدہ خاطر دکھائی دے رہا تھا جبکہ گاڑی ڈرائیو کرتا ڈرائیور سوچ رہا تھا اب کس نے جرات کی تھی وقت کے فرعونوں سے پنگا لینے کی؟

"تمہارا دماغ خراب ہے؟ "ژالے نے اسے یوں دیکھا جیسے اس کا دماغ چل گیا ہو۔

"کچھ غلط تھوڑی کہہ رہی ہوں، کون سا کوئی غیر ہیں وہ۔ "اس کے ردعمل پہ جزبز ہوتی وہ نگاہیں چرا کے بولتی اسے منہ بنانے پہ مجبور کر گئی۔

"اتنے کوئی سگے بھی نہیں ہیں، اپنے فضول مشورے اپنے پاس رکھو۔حد ہے اب میں اس جلاد کو بیہودہ اداکاری کر کے اپنے حسن کے جال میں پھنساوں اور بدلہ لوں۔ "ناک سکیڑ کے کہتی وہ بڑبڑانے کے سے انداز میں کہتی لیٹنے کے لیے تکیہ ٹھیک کرتی اس لمحے کو کوسنے لگی جب اس نے اسے بتایا تھا کہ شیر افگن کیسے اسے اپنی چارمنگ پرسنالٹی سے ٹریپ کرتا ہے۔

"یار میری بات سنوں، تم خود سوچو وہ شخص جان بوجھ کے تمہاری اس کمزوری کو ٹارگٹ کرتا ہے تو جب تم خود تھوڑی کوشش کروں گی تو تم خود بھی ان کی کوئی کمزوری جان جاو گی اور اس مصیبت سے چھٹکارا پا لو گی۔ "منتشا اسے یوں روز روز پریشان نہیں دیکھ سکتی تھی تبھی جھنجھلا کے بولی۔

"ہاں وہ تو جیسے تیار بیٹھے ہیں کہ میں تیار ہو کے رومینٹک انداز میں ان سے پوچھوں کہ افگن آپ

کی کمزوری کیا ہے؟اور وہ کہیں تم؟ اور میں خوشی

کے مارے ان سے لپٹ جاؤں اور سارا کھیل ختم۔ "

وہ اس کے تکیے کھینچنے پہ چڑتے ہوئے جو بولنا شروع

ہوئی تو پھر بولتی چلی گئی۔

"بس یہی تمہیں یہی کرنا ہے اور بات ختم۔ "منتشا

شریر انداز میں اسے دیکھتے ہوئے بولی تو وہ احساس

ہونے پہ خجل ہوتی سرخ چہرہ جھکاتی پھر سے سونے

کے لیے لیٹنے لگی۔

"بکواس نہیں کرو۔ "اس نے اونہہ کے سے انداز میں اپنا سر جھٹکا۔

"ژالے پلیز اپنی صحت کا خیال کرو، تم کیوں نہیں سمجھتی یہ شیر افگن اور احمد کمپنی کے جھنجھٹ میں تم خود کو کس قدر زیادہ نقصان پہنچا رہی ہو۔ جتنی محنت تم اس رشتے کو ختم کرنے میں صرف کر رہی ہو اتنی ہی محنت تم اس رشتے کو بچانے میں کیوں

نہیں کرتی جو تمہارا واحد سہارا ہے۔ "منتشا اب کے سنجیدگی سے بولی تو ژالے نے سرد مہری سے اسے دیکھا۔

"وہ شخص کسی کا سہارا نہیں بن سکتا۔ "اسے اس شخص کے بے رحم الفاظ یاد آئے۔

"وہ تمہارا سہارا ہے۔ "منتشا نے اپنے لفظوں پہ زور دیا۔

"اس نے ساری دنیا کے سامنے تمہیں قبول کیا ہے، ان کی فیملی تمہیں قبول کرتی ہے پسند کرتی ہے۔وہ چاہے جس طرح بھی صحیح لیکن اس رشتے کو ابھی تک نبھا رہے ہیں تو تم کیوں ایک ہی دفعہ ان کے کہنے پہ اتنا بڑا داو کھیلنے کو تیار ہو گئی؟ یہ سمجھو نا کہ کیونکر وہ بھیجنا چاہتے ہیں تمہیں احمد کمپنی؟ کیوں انہوں نے فورا تمہاری بات کو کیش کیا ہے؟ ژالے پلیز حقیقت پسند ہو کے سوچو ہم جیسی لڑکیوں کا اس

دنیا میں کوئی سگا نہیں ہوتا نہ ہمیں یوں ساری دنیا

کے سامنے اپنانے کا حوصلہ رکھتا ہے۔ایسے میں

تمہیں کوئی ایسا مل چکا ہے تو اسے اپنی بیوقوفی میں

مت گنواو۔ "منتشا بہت واضح اور بے رحم انداز میں

اس کا برین واش کر رہی تھی جبکہ وہ چپ بیٹھی

اسے سن رہی تھی۔

"میرا ماننا ہے کہ جو ساری دنیا کے سامنے پوری وقار

کے ساتھ آپ کی دلی خواہشات کا خیال رکھتے ہوئے

آپ کو اپناتا ہے وہ ساتھ نبھانے کا بھی حوصلہ رکھتا ہے، تو پھر ایسے رشتے کو بچانے کے لیے اگر تمہیں کچھ طبیعت کے خلاف کرنا بھی پڑ رہا ہے تو کر لو نا وہ کوئی نامحرم تھوڑی ہیں تمہارے شوہر ہیں۔ "منتشا کی برین واشنگ بہت آرام سے جاری تھی جب اسے اس کے آخری جملے پہ پھر سے اختلاف ہوا۔

"شوہر نہیں ہیں وہ میرے۔ "اسے اپنی گردن پہ بننے والا سرخ نشان یاد آیا تو لہجے میں شاکی پن سا گھلا۔

"پھر ایسا کرو کہ آج ہی رخصتی کرواو اور یہ والا شکوہ دھو ڈالو۔ "اس کے انداز پہ جلے کٹے انداز میں کہتی وہ اٹھ گئی جبکہ اس کی بات کا مطلب سمجھتی ژالے کو اپنے جسم میں خون کی گردش ایک دم سے تیز ہوتی محسوس ہوئی۔

"استغفراللہ "!اگلے ہی پل وہ سر جھٹکتی تکیے میں منہ چھپا گئی۔

جب وہ دوبارہ کمرے میں داخل ہوا تو اس کے ہاتھ میں کھانے کی ٹرے تھی جو اس نے لا کر میز پہ سجائی اور خود اس کا انتظار کرنے لگا۔

اس کا انتظار زیادہ لمبا نا ٹھہرا اور کچھ لمحوں کے بعد وہ فیروزی کے سادہ شلوار سوٹ میں ملبوس سفید رنگ کا دوپٹہ اوڑھے بالوں کی ڈھیلی سی چٹیا بنائے اپنے تئیں بہت سادہ سے حلیے میں اس کے سامنے آئی۔

"بہت پیاری لگ رہیں ہیں آپ مسز زرشے عالم "!

ایک جذب سے اس کے خوبصورت وجود کو دیکھتا وہ آنچ دیتے لہجے میں گویا ہوا تو اس کی جانب بڑھتی

زرشے نے ٹھٹھک کے اس کی جانب دیکھا جس کی خوبصورت آنکھوں کی چمک اسے بتا رہی تھی کہ وہ واقعی دنیا کی خوبصورت ترین عورت ہے۔

"یہ آپ کے ساتھ کا کمال ہے، عورت کا حسن اس سے وابستہ مرد کے رویے اور اس کے برتاو پہ منحصر ہے۔" دھیمے سروں میں کہتی اس کے اشارے پہ اس کے ساتھ صوفے پہ براجمان ہو گئی۔

"اس کا مطلب ہے کہ ابھی آپ مزید نکھرنے والی ہیں۔"سر تا پا اس کا گہری نگاہوں سے جائزہ لیتے ہوئے اس نے لطیف سا اشارہ کیا تو وہ پل میں رنگوں میں نہا سی گئی۔

"مجھے بھوک لگی ہے۔"وہ روہانسی ہوئی تو وہ اس کی جانب ہلکا سا جھکتے ہوئے بولا۔

"مجھے بھی۔" اس کے بالوں سے اٹھتی مسحور کن خوشبو میں گہری سانس بھرتے ہوئے اس نے بھاری لہجے میں کہا تو اس کے عارضوں پہ جھکی پلکیں لرز گئیں۔

اس کی بھوک اور مغلوب کیفیت کا خیال کرتے ہوئے وہ سیدھا ہوا اور بہت شرافت کے ساتھ کھانا کھانے لگا اور اسے بھی ساتھ کھلانے لگا۔

"آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ آپ اتنے سال
کہاں تھے؟ "وہ جو سمجھتی تھی کہ وہ جب سامنے
آئے گا وہ اسے ہرگز معاف نہ کرے گی اسے
سامنے دیکھ کے وہ اس کے انتظار میں ہونے والی ہر
اذیت کو بھول گئی کہ اس کی موجودگی ہر ظلم پہ
بھاری تھی۔

"میں آپ کو سب بتاوں گا لیکن پلیز ابھی
نہیں۔ایسا نہیں ہے کہ آپ پہ اعتبار نہیں ہے لیکن

ابھی سب بتانے کا صحیح وقت نہیں آیا اس لیے ابھی کچھ پوچھیے گا۔ "وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولتا اس کے ابلتے سوالوں کا گلا گھونٹ گیا جبکہ اس کے چہرے کے اتار چڑھاو کا جائزہ لیتا وہ سوچ رہا تھا کہ وہ اسے کیسے بتائے کہ ان کے درمیان ہجر اگانے والا اسی کا' باپ 'تھا۔

"شیر لالہ کو پتہ کہ آپ واپس آ گئے ہیں؟ "کھانا ختم کرنے کے بعد وہ جب کھانے کے برتن رکھ کے

واپس آئی تو اک خیال کے تحت اس سے استفسار کیا جو اپنی جیکٹ اتار رہا تھا۔

"آپ کو لالہ کو بتائے بغیر آپ تک پہنچ سکتا ہوں؟ "اس کے جوابی سوال پہ وہ بے اختیار مسکرا دی جبکہ اس کے چہرے پہ بکھرنے والی مسکان دیکھتا وہ اس کے نزدیک ہوا اور اس کے دونوں ہاتھ تھامے۔

"سوال ختم ہو گئے؟ اب چلیں بیڈ پہ؟ "اس کے سادگی سے استفسار پہ وہ خجل سی ہو گئی لیکن جب وہ اسے لیے بیڈ کی جانب بڑھا تو اس کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔

"ابھی باتیں کریں؟ "اس کے ہاتھ کو کھینچتی وہ گھبرائے ہوئے انداز میں بولی تو اس نے گردن موڑ کے بغور اسے دیکھا جو چہرے پہ بکھرے حیا اور

گھبراہٹ کے رنگ لیے اس کے دل میں اترتی جا رہی تھی۔

"پریشان ہیں؟ "ایک نتیجے پہ پہنچتے ہوئے وہ سنجیدگی سے گویا ہوا تو اس نے پہلے ہاں اور پھر نفی میں سر ہلایا۔

"پریشان نہیں ہوں بس اک بات کہنا چاہتی ہوں اگر آپ ناراض نا ہوں تو۔ "وہ لب کچلتے ہوئے بولی

تو اس نے ہاتھ بڑھا کے لب اس کے دانتوں کی گرفت سے آزاد کروایا۔

"ریلیکس ہو کے بات کریں۔ "اس کے ہاتھوں کی بے باک حرکت پہ وہ دہک سی گئی۔

"ہمارے نکاح پہ لالہ کے علاوہ کوئی نہیں تھا تو م۔۔۔میں چاہتی ہوں کہ ہم اپنے رشتے کی شروعات سب کی دعاوں کے ساتھ کریں۔ "وہ نگاہیں جھکائے

جھجھکتے ہوئے بولی لیکن جب اس کی جانب سے
جواب موصول نہ ہوا تو وہ گھبرا گئی۔

"میرا مقصد آپ کو ناراض کرنا نہیں ہے میں بس یہ
چاہتی کہ میرے اور آپ کے گھر والے بھی
جب۔۔ہمارے۔۔۔س۔۔۔۔ "اس کی خاموشی کو
محسوس کر کے اس کے الفاظ ٹوٹنے لگے تو وہ اس
کے نزدیک ہوا اور پھر بے تحاشا نزدیک، اتنا نزدیک

کہ زرشے کو محسوس ہوا کہ اس کی پلکیں اُس کے رخساروں کو چھونے لگی تھیں۔

اس نے اس کے خوبصورت چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں کے پیالوں میں بھرا اور اس کی خوبصورت آنکھوں میں جھانکا۔

"آپ بہت انمول ہیں۔ "بہت مختصر انداز میں اس کے کہے کو دلپزیر انداز میں مان بخشتا وہ اس کے

ماتھے پہ جھکا اور اپنے استحقاق کے پھول کھلاتا اسے طمانیت سے مسکرانے پہ مجبور کر گیا۔

کھٹر پٹر کی آواز پہ اس کی آنکھ کھلی تو اس نے مندی مندی آنکھیں کھول کے سامنے دیکھا تو آنکھیں پٹ سے کھل گئیں۔

سرخ کلر کی ٹاپ کے ساتھ سیاہ ٹراوزر پہنے وہ گھنگھریالے بھورے بالوں کو سکارف میں باندھے ہونٹوں پہ شوخ کلر کی لپ اسٹک لگائے اب جھک کے سیاہ ہائی ہیلز پہن رہی تھی جن کی سٹریپس سرخ کلر کی تھیں۔

"تم کس کی شادی پہ جا رہی ہو؟ "منتشا نے نیند سے بھری آنکھیں پھاڑ کے اسے دیکھا جو اب اپنی پلکوں پہ مسکارا سجا رہی تھی۔

"شادی پہ کون ٹاپ پہن کے جاتا ہے؟ "نخوت سے جواب دیتی وہ پوری توجہ سے اب آئی لائنر آنکھوں پہ لگانے لگی تو منتشا کو گویا غش پڑنے لگا۔

"تو پھر کہاں جا رہی ہو؟ "اس کی نیند مکمل طور پہ اڑ چکی تھی۔

"اپنے شوہر کو رجھانے۔" جل کے کہتی وہ دیوار پہ لگے چھوٹے سے شیشے کے سامنے سے ہٹی اور کرسی پہ پڑا اپنا بیگ اٹھانے لگی جبکہ منتشا کو چند سیکنڈز لگے تھے اس کی بات سمجھنے میں اور پھر اگلے ہی پل وہ بیڈ سے اچھل پڑی۔

"تم واقعی اس سب پہ عمل کرنے والی ہو نا جو میں نے کل تمہیں کہا تھا؟" اس کے لہجے میں جوش اور بے یقینی دونوں پنہاں تھے۔

"اب کیا لکھ کے دے دوں؟ مجھے تم یہ بتاو کہ اگر انہوں نے یا کسی اور نے پوچھا کہ اتنا تیار ہو کے کیوں آئی ہو تو کیا کہوں؟ "وہ الجھن زدہ لہجے میں گویا ہوئی۔

"تو تم کہہ دینا اپنے شوہر کے لیے۔ "اس کے اطمینان سے کہنے پہ اس کا اندر تک جل گیا لیکن

مصلحتاً وہ چپ رہی اور مسز جوزف کا انتظار کرنے لگی جو ناشتہ لے کے آنے والی تھیں۔

"ویسے ژالے "!منتشا کی پکار پہ اس نے فقط گردن موڑ کے اسے دیکھا۔

"جب تم افگن بھائی سے رومانس بگھار رہی ہوئی تو ویڈیو بنا لینا میں دیکھنا چاہتی کہ تم اس روپ میں

کیسی لگتی ہو؟ "اس کے لطف لینے والے شریر انداز پہ اس کا چہرہ خفت سے سرخ پڑ گیا۔

"بکواس نہیں کرو۔ "اس نے سرخ چہرے کے ساتھ اسے ڈانٹا۔

"اچھا ویسے اس ڈریس کو منتخب کرنے کی خاص وجہ؟ "منتشا نے اس کے ڈریس کو ناقدانہ نگاہوں سے دیکھا۔

"کیونکہ ایک تو میں شلوار قمیض زیادہ نہیں پہنتی دوسرا جس طرح سے ان کی فیانسی کی ڈریسنگ اس سے یہی ثابت ہوتا کہ محترم کو ایسی ہی ڈریسنگ پسند۔ "اس کا انداز ہنوز جلا کٹا ہی تھا۔

اسی پل مسز جوزف کمرے میں داخل ہوئیں تو اس کی تیاری دیکھ کے ان کے تاثرات بھی کم و بیش اسی سے ملتے جلتے تھے جو کچھ دیر قبل منتشا تھے مگر وہ

انہیں نظرانداز کیے چائے کا کپ اٹھا چکی تھی اور منتشا کو اشارہ کیا کہ وہ بولنا شروع ہو جائے۔

"السلام علیکم لالہ"! لاونج میں داخل ہوتے وہ خوشی سے باآواز سلام کرتی شیر لالہ کی مانند بڑھی جو اسے دیکھتے ہی صوفے سے کھڑا ہو چکا تھا۔

"کیسی ہے لالہ کی جان؟ "اس کا ماتھا چومتے ہوئے اس نے محبت سے استفسار کیا وہ کھل کے مسکرا دی۔

"میں ٹھیک ہوں، آپ ٹھیک ہیں لالہ؟ "اس کے ساتھ صوفے پہ بیٹھتی وہ مسکراتے ہوئے بولی تو مسز فرحان نے طمانیت سے اپنے بچوں کے اس پیار کو دیکھا۔

"سٹڈی ٹھیک جا رہی ہے؟ کالج میں کوئی مسئلہ تو نہیں ہے؟ "اس کے پہلے سوال کا جواب اثبات میں دیتا وہ تفکر آمیز لہجے میں گویا ہوا تو کالج کے نام سے اسے بے طرح ایک شخص یاد آیا جسے فوری دماغ سے جھٹکتے ہوئے وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"جی لالہ سب ٹھیک ہے۔ "وہ مدھم لہجے میں گویا ہوئی تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"کھانا لگ گیا ہے باقی باتیں بعد میں کر لینا۔ "وہ جو دونوں بہن بھائی اپنی باتوں میں مگن ماں کا اٹھنا اور واپس آنا محسوس نہ کر سکے، ان کی آواز پہ چونکے۔

"ڈیڈ نہیں پہنچے ابھی؟ "ان کی معیت میں ڈائننگ ہال کی طرف بڑھتے شیر عالم نے استفسار کیا۔

"راستے میں ہیں، پانچ منٹ تک پہنچ جائیں گے۔"

ان کے جواب پہ وہ سر ہولے سے خم کرتا اپنی

کرسی گھسیٹ کے بیٹھ گیا۔

"لالہ مجھے آپ سے بات کرنی ہے ایک لیکن کال پہ

کرنی ہے تو جب آپ فارغ ہوئے تو بتائیے گا۔"

کھانا کھانے کے بعد جب سب بیٹھ کے چائے پی

رہے تھے تو اک نتیجے پہ پہنچتی وہ شیر عالم کی جانب

ہلکا سا کھسکتی مدہم لہجے میں گویا ہوئی تو اس کے

چہرے پہ گہری نگاہ ڈال کے وہ سر اثبات میں ہلا گیا۔

جیسے ہی گاڑی آفس کے مین گیٹ کے سامنے رکی تو اسے اپنی بیٹ مس ہوتی محسوس ہوئی لیکن وہ خود کو ہمت کا درس دیتی گاڑی سے باہر نکلی اور پیر مضبوطی سے چکنے فرش پہ جماتی وہ سیاہ پینسل ہیل کے ساتھ ٹک ٹک کرتی آگے بڑھتی جا رہی تھی۔

اس نے سیڑھیوں کی بجائے لفٹ کو فوقیت بخشی کہ وہ ان ہیلز کے ساتھ کم از کم سیڑھیاں نہیں چڑھ سکتی تھی تبھی اس نے لفٹ کا بٹن پریس کیا اور بنا دھیان کیے وہ لفٹ میں داخل ہوئی۔

"یا اللہ آج کا دن اچھے سے گزار دینا یا کم از کم آج کے دن اس شخص کی آنکھوں کو کچھ ہو جائے یا ان کو کم از کم مجھے دیکھنے کی فرصت نہ ملے۔"بیگ کی

لمبی سی سٹریپ کندھے پہ لٹکا کے اس نے ہاتھ میں پکڑا موبائل بیگ میں ڈالا اور خود کمر پہ بکھرے بال سمیٹ کے انہیں جوڑے کی شکل دیتی اس کے گرد سکارف لپیٹتے ہوئے مسلسل بول رہی تھی۔

"میرے حق میں مانگی تمہاری دعائیں شاید اللہ کو پسند نہیں آتیں جو وہ قبول نہیں کرتا کیونکہ نا صرف میری آنکھیں ٹھیک ہیں بلکہ اتنی ٹھیک ہیں کہ انہیں تمہارا بیک گلا پھٹا ہوا مجھے بہت کچھ دیکھنے

پہ مجبور کر رہا ہے۔ "بھاری مگر بے تاثر غیر متوقع آواز سن کے اس کے ہاتھ میکانیکی انداز میں اس کے پہلوؤں میں لٹک سے گئے اور وہ ایک جھٹکے سے پیچھے مڑی جہاں وہ سیاہ سوٹ میں ملبوس لفٹ سے ٹیک لگائے اس کو گہری نگاہوں سے تک رہا تھا۔

اس کی نگاہوں کے ارتکاز پہ اس نے بے ساختہ بازو اپنی کمر کی طرف گھمایا اور ہاتھ سے اپنی کمر اور گردن ٹٹولنے لگی۔

"جھوٹ بول رہے ہیں آپ؟ "جب اس کے ہاتھ کچھ نہ لگا تو اس نے مشکوک نگاہوں سے اسے دیکھا تو اس نے گہری سانس بھر کے اسے دیکھا۔

"ظاہر ہے۔ "اس کے کندھے اچکا کے کہنے پہ وہ گہری پرسکون سانس بھرتی دوبارہ رخ موڑتی اس کی جانب اپنی پشت کر گئی جب اگلے ہی لمحے اسے اپنی پچھلی گردن سے انچ دو نیچے اس کے سلگتے ہونٹوں کا

لمس محسوس ہوا تو وہ لڑکھڑا سی گئی اور بے ساختہ سہارے کے لیے اپنے ٹراوزر کو دونوں ہاتھوں سے دبوچ گئی۔

"میں ایسے فضول جھوٹ نہیں بولتا۔" اس کے جوڑے کے گرد لپٹے سکارف کی گرہ ایک جھٹکے سے کھول کے اس کے سارے بال اس کی کمر پہ بکھیرتا وہ اس کی سانسوں کو بھی بکھیر کے رکھ گیا۔

"اب ٹھیک ہو گیا؟ "وہ جو اس کی حرکت پہ حسبِ عادت شرم و حیا سمیت بھڑک اٹھنے والی تھی منتشا کی ڈوز یاد آئی تو آہستگی سے گویا ہوئی۔

اس کے بالوں پہ ہاتھ پھیرتا شیر افگن اس کے کہے الفاظ پہ ٹھٹھکا اور بہت بھرپور انداز میں مسکرا دیا۔

"ایک مفت کی ایڈوائس دوں تمہیں؟ "اس کے داہنے کندھے کی جانب جھکتا وہ گھمبیر لہجے میں گویا ہوا تو اس کے لہجے کے زیر و بم، سانسوں کی تپش

اور لفٹ کی تنہائی میں اسے اپنے حواس سلب ہوتے محسوس ہونے لگے لیکن وہ بمشکل خود پہ قابو سر اثبات میں ہلا گئی۔

"ایسے اپیلنگ حلیے میں کھڑے ہو کے اس شخص سے ایسے سوال نہیں پوچھنے چاہیے جو آپ پہ آپ سے زیادہ حق رکھتا ہو۔ "اس کے کندھے پہ اپنے ہونٹوں کا لمس چھوڑتا وہ اسے سنبھلنے کا موقع دیے

بغیر اس کے بال ہٹا واپس اسی جگہ پہ اپنا لمس چھوڑتا اس کے ہاتھوں پیروں سے جان نکالنے کے درپے ہو گیا۔

"سر "!اس کے لب سرسرائے لیکن وہ دھیان دیے بغیر اسے اچھی طرح اپنی بات کا مطلب سمجھانے کے بعد سیدھا ہوا تو ژالے کو اپنی گردن جلتی سی محسوس ہوئی لیکن اس کے کسی بھی ردعمل سے قبل

وہ بٹن دباتا لفٹ کے کھلتے دروازے سے باہر نکل گیا۔

جبکہ وہ وہیں کھڑی اپنی دھڑکنوں کو اعتدال پہ لاتے ہوئے یہی سوچ رہی تھی۔

"اس شخص کو اپنی اداوں کے جال میں پھنساوں جو بنا کسی چابی کے یوں سٹارٹ ہوتا کہ اس کی بریکس ہی فیل ہو جایا کرتی تھیں۔" اپنے چہرے کو تھپتھپاتی

وہ اس ملاقات کے تاثرات کو کم کرتی لفٹ سے باہر نکلی اور نئے محاذ کے لیے خود کو تیار کرنے لگی۔

ہاتھ میں سفید چٹ پکڑے وہ دل میں اترتی خاموشی کو محسوس کرتی گہری سانس بھر کے رہ گئی۔

"میں جانتا ہوں کہ آپ کے لیے یہ سب بہت مشکل ہے لیکن یہ سب ہماری آنے والی زندگی کی خوشحالی کے لیے بہت ضروری ہے اس لیے بس تھوڑا سا مزید انتظار۔ "چند بے ربط سے جملے اور یقین دہانی۔

وہ جو رات کو اس کی بانہوں میں بہت پرسکون سوئی تھی۔ صبح جاگنے پہ نا تو بازوؤں کا حصار ملا اور نہ ہی وہ مگر کاغذ کے ایک ٹکڑے پہ لکھے گئے یہ چند الفاظ

ضرور ملے تھے جو اسے ایک بار پھر سے الجھا گئے تھے۔

"ایک ڈاکٹر بن رہے تھے آپ بھی پھر آپ کا ایسا مشکوک رویہ اور یہ ہائبرنیشن پریڈ؟ "وہ بری طرح سے الجھی ہوئی تھی مگر پھر ہاسپٹل سے کال آنے پہ وہ ہر سوچ کو ذہن سے جھٹکتی تیار ہونے چل دی کیونکہ اب اس کے پاس یہ یقین تو تھا نا کہ اس کا شوہر زندہ ہے۔

ڈیڑھ گھنٹے بعد جب وہ ہاسپٹل پہنچی تو پہلا سامنا ہی سسٹر نرگس سے ہوا جو اسے دیکھتے ہی اس کی جانب لپکیں۔

"ڈاکٹر زرشے !وہ اس پیشنٹ نے کل رات سے نہ میڈیسن لی ہے اور نا ہی کچھ کھایا الٹا چیزیں توڑ رہا ہے۔ "ان کے ہانپتے ہوئے انداز پہ وہ پریشانی سے

اس کے روم کی جانب بڑھی جہاں سے توڑ پھوڑ کی آواز باہر تک آ رہی تھی۔

"یہ کیا تماشا لگا رکھا ہے؟ "دروازے پہ کھڑی وہ درشت مگر بلند آواز میں بولی تو ہاتھ میں دوائیوں کی شیشیاں پکڑے اس کے ہاتھ وہیں ساکت رہ گئے مگر اگلے ہی لمحے وہ دوائیاں واپس رکھتا سرشاری سے بولا۔

"ڈاکٹر "!اس کے اک لفظ سے ہی اتنی وارفتگی جھلک رہی تھی کہ وہ اپنے سٹاف کی موجودگی کے باعث خائف سی ہو گئی۔

"سسٹر! آپ جلدی سے سویپر کو بلا کے یہ صفائی کروایئے میں تب تک ان کو دیکھتی ہوں۔"وہ سسٹر کو حکم دیتی ان کی جانب بڑھتی سنجیدگی سے گویا ہوئی تو اس کے رومال میں چھپے لب مسکرا دیے۔

"مجھے دیکھنے کی خواہش کب تک یونہی پالتی رہیں گی آج ہمت کر ہی ڈالیں۔" اس کے کہے کو اپنے ہی رنگ میں ڈھالتا اسے زہر سے بھی برا لگا۔

"ایسی کوئی خواہش اگر تھی بھی تو وہ الحمداللہ ختم ہو چکی ہے اس لیے آپ بھی مزید یہ ڈرامہ ختم کریں اور جتنی جلدی ہو ہمارے ہاسپٹل کا کمرہ خالی کریں۔" بے لچک لہجے میں بولتی وہ اس کی بلڈ پریشر

چیک کرتی اب اس کے زخموں کا معائنہ کر رہی تھی۔

"میرے جسم سمیت دل کے زخم بھر دیں میں چلا جاوں گا۔ "اس کی آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کرتا وہ بھاری لہجے میں گویا ہوا تو زرشے نے کمال ضبط سے اس کی گفتگو سن کے اسے بمشکل ہضم کیا۔

"یہ جگہ جہاں تم بیٹھ کے میرے ساتھ فضول گوئیاں کر رہے ہو یہاں اسی جگہ میں کل رات اپنے شوہر کے ساتھ موجود تھی، مجھے اکیلے جان کے مجھے ہراس کرنے کی کوشش مت کرو۔جو ابہام مجھے تم سے نرمی برتنے پہ مجبور کرتے تھے وہ کل رات ختم ہو چکے ہیں اس لیے آئندہ میرے راستے میں مت آنا۔"اس کی خوبصورت پلکوں سے سجی روشن آنکھوں میں اپنی کٹیلی چمکدار آنکھیں گاڑھے وہ

بہت سنجیدگی کے ساتھ ایک ایک لفظ پہ زور دیتی اپنے الفاظ اس کے گوش گزارتی واپس مڑی۔

"اور اگر آپ کا شوہر ہی نہ رہے؟ "پہلی دفعہ اسے اس کے لہجے میں ایک گینگسٹر کی بو محسوس ہوئی اور یہ ایسی بو تھی جس اس کا سانس فورا بند کیا تھا۔

مگر وہ سنبھلی اور بنا مڑے خالی لہجے میں بولی۔

"تو سمجھنا اس دن صرف وہ نہیں بلکہ میں بھی ساتھ ہی مر گئی ہوں۔ "اپنی بات کہہ کے وہ کمرے سے نکل گئی جبکہ بیڈ پہ بیٹھے اس شخص کا چہرہ اس کے الفاظ کی بے رحمی پہ رومال کے پیچھے سفید پڑ گیا۔

سیاہ مرسڈیز کالج کے سامنے جا کے رکی تو یکے بعد دیگرے دو گاڑیاں جب اس کے پیچھے رکیں تو بہت

ساری نگاہیں بیک وقت رشک، حسد اور نفرت کے رنگ لیے مرسڈیز میں بیٹھی لڑکی کو دیکھنے لگے جو سرمئی رنگ کے فراک پاجامے میں ملبوس وائیٹ حجاب چہرے کے گرد لپیٹے دوپٹہ کندھے پہ لٹکائے اپنے ہمقدم چلتے فرہاد کے ساتھ چل رہی تھی۔

"فرہاد لالہ! آپ نے میری اسائنمنٹ کس سے بنوائی تھی؟ "اسے آج اچانک کچھ دنوں بعد یاد آیا تو اس نے فورا استفسار کیا۔

"کیوں کیا ہوا؟ "فرہاد نے چونک کے اسے دیکھا۔

"میں نے بالاج کو شکریہ کہا تو وہ کہتے کہ انہوں نے تو کوئی اسائمنٹ نہیں بنائی۔ "وہ الجھتے ہوئے گویا ہوئی تو فرہاد نے زیرِ لب بہت ہی مہذب الفاظ سے اس شخص کو نوازا اور بہت سا تھوک نگلتے ہوئے اپنے ساتھ چلتی زرشالے کو دیکھا۔

"میں نے خود ہی بنا دی تھی تاکہ شیر سر کو کہیں سے علم نہ ہو جائے اور ہم دونوں کو ڈانٹ پڑے۔" وہ فورا بہانہ گھڑتا ہوا بولا تو اس کے کندھوں سے جیسے بہت سارا بوجھ اتر گیا تھا۔

"آہ شکر ہے، ویسے آپ نے کبھی بتایا نہیں کہ آپ کی رائیٹنگ اس قدر شاندار ہے۔" وہ توصیفی انداز میں بولی تو اس نے فقط سر ہلانے پہ اکتفا کیا۔

کہ کم از کم وہ' اُس 'شخص کے کھاتے کی تعریف
سن کے خوش نہیں ہو سکتا تھا۔

"ہائے زرشالے "!اس کی دونوں دوستیں اسے دور
سے ہی دیکھ کے چہکیں تو فرہاد کے چہرے کے
تاثرات فورا سرد پڑے۔

"وہ بالاج مصطفی کب سے تمہیں ڈھونڈ رہا ہے۔ "وہ
پاس آ کے پرجوش سے انداز میں گویا ہوئیں تو فرہاد

کی موجودگی میں ان کے الفاظ پہ خفت زدہ سی ہو گئی اور ایک محتاط نگاہ فرہاد پہ ڈالی جو ان سے چند قدم کے فاصلے پہ کھڑا بے چین نظر آ رہا تھا۔

"ہاں شاید پریزنٹیشن کے حوالے سے کوئی کام ہے لیکن پہلے میں کلاس لے لوں۔" وہ اپنے مخصوص مدہم لہجے میں انہیں جواب دیتی کلاس کی جانب بڑھ گئی تو وہ دونوں نفرت سے اپنا یہ پلان بھی فیل ہوتا دیکھ کے دل مسوس کے رہ گئیں۔

"السلام علیکم! مس عالم۔ "وہ جو بہت توجہ سے لیکچر سن رہی تھی دائیں جانب سے آتی غیر متوقع آواز پہ اس کا ارتکاز بری طرح سے بکھرا اور پین اس کے ہاتھ سے چھوٹ کے نیچے جا گرا۔

"ایک سلام پہ اتنی حواس باختگیاں حالانکہ آج تو میں پورا دیوان سنانے والا ہوں۔ "اپنے روڈ اور اکھڑ

رویے کے بالکل برعکس وہ شوخ لہجے میں بولتا اسے گڑبڑانے پہ مجبور کر گیا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے۔" اس کے ہاتھ سے پین لیتے ہوئے اس نے دوبارہ سے توجہ لیکچر کی سمت کرنی چاہی لیکن ایسا ممکن نہ تھا۔

وہ شخص تو تب بھی توجہ سمیٹنے کا باعث بن جاتا تھا جب اس سے کسی قسم کا کوئی رشتہ نہ تھا۔

اور اب تو دل کے تار اس سے جڑ رہے تھے اب کیسے اس کی موجودگی اس پہ اثر انداز نہ ہوتی۔

مگر وہ خود پہ جبر کیے بمشکل لیکچر کے کچھ پوائنٹس نوٹ کرنے پہ کامیاب ہو پائی اور لیکچر ختم ہوتے ہی وہ سرعت سے باہر کی جانب لپکی۔

"زرشالے"! اسے باہر کی طرف لپکتے دیکھ کے اس نے بے ساختہ پکارا۔

"پلیز بالاج!سب یہاں دیکھ رہے ہیں آپ کو جو کچھ کہنا ہے وہ آپ شیر لالہ سے کہہ لیجیے گا مگر یہاں نہیں۔ "وہ ڈھکے چھپے انداز میں اسے اپنا اقرار سونپتی اس کی سنے بغیر وہاں سے نکل گئی یہ جانے بغیر کہ اس کا بالاج کے پاس اس کا رکنا، بولنا اور پھر بھاگ جانا کسی نے بہت توجہ سے دیکھا اور کچھ سوچا تھا۔

جبکہ وہ وہیں کھڑا بڑبڑا رہا تھا۔

"سوئے ہوئے کو تو کسی نے جگایا، جاگے ہوئے کو کون جگاتا ہے؟اسی طرح آپ کے شیر لالہ کو تو تب کچھ کہا کا بتایا جائے جب وہ کسی بات سے بے خبر ہوں۔ "اس کی جلی کٹی بڑبڑاہٹ عروج پہ تھی۔

"خوشی ہوئی جان کے کہ کسی کے ہاتھ میں تو آپ جیسے شخص کی بھی زنجیریں ہیں۔ "اس کی بڑبڑاہٹ

سے لطف اندوز ہوتا فرہاد سرگوشی کے سے انداز میں کہتا اس کو مزید سلگا کہ زرشالے کے پیچھے ہو لیا۔

"اوہ مائی گڈنیس!یو لک سو پریٹی ژالے، کہیں افگن سر کے ساتھ ڈیٹ کا ارادہ بنا کے تو نہیں آئی؟ "وہ

جیسے کیبنز کی طرف آئی ان کی سینیئر فرح اسے دیکھتے ہی شگفتگی سے گویا ہوئیں تو وہ کراہ اٹھیں۔

"آپ کے افگن سر ڈیٹ مارنے والے شخص ہوئے تو ضرور مار لوں گی اب آفٹر آل اتنا تو حق بنتا ہے نا؟ "وہ اپنی دلی کیفیات کے برعکس وہ بھی جواباً اسی کے انداز میں گویا ہوئی تو وہ کھل کے ہنس دیں۔

"بالکل سارے حق تمہارے پاس ہی تو ہیں اب تم اپنے اس بجلیاں گراتے روپ سے اس حق کا صحیح استعمال کر لو۔ "وہ پر لطف سا اشارہ دیتے ہوئے بولیں تو وہ نا چاہتے ہوئے بھی بلش کر گئی۔

اور پھر یہ سب ان تک ہی محدود نہ رہا بلکہ اپنے کیبن تک پہنچتے پہنچتے اسے جس جس نے دیکھا سبھی کا ردعمل مسز فرح جیسا ہی تھا جسے وہ خوشدلی سے برداشت کرتی اپنی کیبن میں پہنچی۔

"اففففف! کتنا مشکل ہے یہ سب۔" وہ دھپ سے
اپنی کرسی پہ بیٹھتی با آواز بولی اور ہاتھ اپنے اسکارف
کو کندھوں پہ دوبارہ سے سیٹ کرنے لگے جب نگاہ
میز پہ پڑے باکس پہ پڑی۔

"اب یہ کیا ہے؟" متجسس انداز میں کہتی وہ اس
باکس کو کھولنے لگی۔

باکس کھلتے ہی اس کی آنکھوں کی پتلیاں حیرت کی
شدت سے پھیل سی گئیں۔

"یہ۔۔۔" اس نے شاک باکس میں پڑی سرخ شرٹ اور ساتھ پڑے نوٹ پہ لکھے مختصر سے الفاظ کو دیکھا تو دل عجیب سے انداز میں دھڑک اٹھا۔

"چینج یور ٹاپ۔ "مختصر حکمیہ الفاظ اس بار اسے ناگوار نہ گزرے بلکہ وہ تشکر آمیز سانس بھرتی شرٹ دبوچ کے اُس کے آفس کی جانب چل دی کیونکہ چینج کی سہولت صرف وہیں تھی۔

آفس میں داخل ہوتے ہی خالی روم نے اس کا استقبال کیا تو وہ گہری سانس بھرتی اٹیچ واشروم کی جانب بڑھ گئی۔

"پہلی دفعہ اس شخص کی کوئیک سروس کی داد دینے کو دل کر رہا ہے۔" دل ہی دل میں معترف ہوتی وہ جلدی سے چینج کر کے باہر نکلی تو ٹھٹھک سی گئی۔

اس کی جانب پشت کیے وہ کان کے ساتھ موبائل لگائے، دوسرے ہاتھ میں سگریٹ تھامے کسی سے محوِ گفتگو تھا جبکہ سیاہ کوٹ، کوٹ سٹینڈ پہ لٹک رہا تھا۔

"یہ کب آئے؟" وہ سوچ ہی رہی تھی جب وہ مڑا اور اسے دیکھتے ہی ہاتھ کے اشارے سے اسے بیٹھنے کو کہا اور خود واپس کال کی سمت متوجہ ہو گیا۔

اس کے انتظار کی زحمت سے بچنے کے لیے اس نے ساتھ لایا ہوا موبائل آن کیا اور سکرولنگ کرنے لگی۔

"ان بلیوایبل "!اچانک سکرول کرتے کرتے اس کی پرجوش آواز گونجی تو کال پہ محوِ گفتگو افگن نے ناگواری سے اسے دیکھا لیکن اس کے دمکتے چہرے پہ نظر پڑتے ہی یہ ناگوار نگاہ بھٹک سی گئی۔

نگاہ کو مزید بھٹکنے سے بچاتے ہوئے اس نے سر جھٹکا اور سگریٹ ہونٹوں سے لگا کے گہرا کش لیا۔

"کیا دیکھ کے اچھل رہی تھی؟ "کال بند کر کے وہ اس کی سمت متوجہ ہوا تو اس نے جلدی سے موبائل کی روشن سکرین اس کے سامنے کی۔

"یہ دیکھیں احمد اینڈ سنز کمپنی والوں نے ویکنسیز کے لیے ایڈ دیا ہے اور یہ ایڈ کل سے پہلے نہیں تھا

مطلب میرا آپ پہ گرایا جانے والا پانی کا گلاس رائیگاں نہیں گیا۔ "وہ سرمستی سے بولتی اس کی خشمگیں نگاہوں کو نظرانداز کر گئی۔

"جی بالکل اس دن صرف 'ایک' پانی کے گلاس 'کا ہی ضیاع ہوا تھا۔ "اس کے لفظ چبا چبا کے بولنے پہ اسے اپنے کہے کا احساس ہوا تو وہ فورا سنبھلی۔

"سوری لیکن میں اس دن وہ سب نہ کرتی تو یہ سب نہ ہوتا۔ "اس نے اپنی صفائی دی جسے اس نے سر جھٹکتے ہوئے نظر انداز کیا اور بولنے لگا۔

"تم ابھی وہاں جا رہی ہو کیونکہ یہ ایڈ صرف تمہارے لیے دیا گیا ہے، ان کے لیے یہ لکی چارم ہو گا میری کمپنی میں کام کرنے والے فرد کو اپنی فرم میں لے جانا اس لیے وہ تم سے انٹرویو جیسی فارمیلیٹی بھی نہیں کریں گے اس لیے تم کچھ ہی

دیر میں وہاں پہنچ رہی ہو۔ "اس کی بارعب سنجیدہ آواز گونج رہی تھی۔

"ویسے آپ کے اندر چھپے خودپرست انسان کو گراں نہ گزرے تو میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ اچھے خاصے آپ میں غنڈوں والے گٹس ہیں تو آپ اپنے انہی گٹس کو استعمال کر کے جو معلومات چاہیے لے لیں، مجھے خوامخواہ ادھر بھیج رہے ہیں یا آپ کو مجھ پہ اپنے گٹس سے زیادہ یقین ہے؟ "ٹیبل پہ اپنے

دونوں بازو رکھے وہ قدرے آگے کو جھکی رازداری اور سنجیدگی سے بولتی اس جیسے روڈ انسان کے ہونٹوں پہ بھی مسکان بکھیر گئی جسے دیکھ کے ژالے نجانے کیوں جزبز سی ہو گئی۔

"جب ایسے مسکراتے ہیں تو یقین سا ہونے لگتا ہے کہ ضرور کوئی بلنڈر مارا ہے میں نے۔" اس کی مسکان دیکھ کے وہ زیرِ لب بڑبڑائی جبکہ اس کی

بڑبڑاہٹ سے لطف اندوز ہوتے افگن کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔

"ہاں مجھے تم پہ بہت یقین ہے کہ تم وہاں اپنی بے معنی باتوں سے ان سب کو اس قد۔۔۔۔۔۔" وہ اپنے مخصوص لہجے میں بول رہا تھا جب آفس کا دروازہ ایک دم سے کھلا اور عنیہ شیرازی آندھی طوفان بنی اندر داخل ہوئی۔

"تم۔۔۔تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے افگن کی ساری دنیا کے سامنے بے عزتی کرنے کے بعد اسی کے سامنے ایسے دھڑلے سے بیٹھی ہو۔"بلند آواز میں دھاڑتی وہ کرسی پہ بیٹھی ژالے کی جانب لپکی تو فطری طور پہ ہلکا سا بوکھلائی۔

مگر اس سے پہلے کے وہ اس پہ جھپٹتی اپنی کرسی پہ بیٹھا افگن سرعت سے اٹھا اور ژالے کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

"ریلیکس عنیہ "!اس نے سرد لہجے میں اسے ٹوکا مگر وہ اسی جنونی انداز میں اس کے پیچھے کھڑی ہوتی ژالے کی جانب لپکنے لگی جو اس اچانک افتاد پہ بوکھلائی۔

"میں ریلیکس نہیں ہوں گی تم نکالو اسے آفس سے۔ "وہ زور سے دھاڑی تو ژالے نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

"پہلے تو آپ اس آفس سے نکلیں، میں' آپ ' کے افگن سے بات کر رہی ہوں جو آپ کی بد قسمتی سے میرے باس اور شوہر ہیں، آپ اس طرح آ کے وائلینس تب مچائیے گا جب یہ آپ کے شوہر بن جائیں۔ "اس کے عقب سے نکلتی وہ سنجیدگی اور مضبوطی سے بولتی دونوں کو بیک وقت حیران کر گئی۔

"یو ایڈیٹ "! ہتک سے سیاہ پڑتے چہرے کے ساتھ وہ انگلی اٹھا کے اس کی جانب لپکی جب وہ اس سے بھی زیادہ شدت سے غرائی۔

"میں آپ کی زرخیز غلام نہیں ہوں اس لیے مجھے آج کے بعد گالی دینے کی کوشش مت کرنا اور مہربانی کر کے اپنی بچی کھچی منگنی کے دعوے میری غیر موجودگی میں آ کے کر لیجیے گا ابھی ہم کام کی بات کر رہے ہیں۔ "اس سے تو وہ پہلے سامنے میں

ہی نہیں ڈری تھی، آج بھی فطری طور پہ ہلکا سا گھبرائی تھا لیکن جلد ہی سنبھلتے ہوئے جوابی کاروائی پہ اتر آئی۔

"سٹاپ اٹ عنیہ! گھر جاو یا ویٹنگ روم میں انتظار کرو میں فارغ ہو کے تم سے بات کرتا ہوں اور آج کے بعد تم اگر میرے آفس میں کسی بھی وجہ سے ایسے داخل ہوئی یا یوں میس کری ایٹ کیا تو میں بھول

جاوں گا کہ تم ایک لڑکی ہو۔ "سرد مہری سے بات مکمل کر کے وہ مڑا اور اپنی سیٹ کی جانب بڑھ گیا۔

"افگن "! اپنی اہانت پہ سلگتی عنیہ نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے افگن کی پشت کو دیکھا اور کچھ کہنا چاہا لیکن اپنی سیٹ پہ بیٹھتے افگن نے پلٹ نے جن سرد نگاہوں سے اسے دیکھا۔

وہ فورا لب بھینچ کے پیچ و تاب کھاتی ایک خونخوار نگاہ ژالے پہ ڈالتی تن فن کرتی کمرے سے نکل گئی۔

"آپ ان کو کیوں نہیں بھیجتے اس کمپنی میں؟" اس کے نکلتے ہی وہ سنجیدگی سے بولی تو اسی سرد مہر نگاہ سے اسے نوازا گیا تو اسے احساس ہوا کہ وہ آج بہت زیادہ بول گئی ہے اور یہ اس شخص کے صبر کی انتہا تھی۔

"اوکے سوری تو میں ادھر سے ریزائن کر دوں نا آج پھر؟ "وہ واپس اپنے خول میں سمٹتی ہوئی بولی تو اس نے سر تا پا اسے گھورا۔

"تمہیں یاد ہو تو تمہیں ایک مہینے بعد مجھ سے اور اس جاب سے چھٹکارا ملے گا اس لیے تم صبح ادھر جاو گی اور پارٹ ٹائم تمہاری جاب ادھر ہو گی۔"

اس کی بات پہ اس نے اسے یوں دیکھا جیسے وہ پاگل ہو چکا ہو۔

"میں دو ٹائم جاب کیوں کروں گی اور میں کسی دوسری کمپنی میں جاب کرتے ہوئے ادھر آوں گی تو باقی سب کان میں نوالے نہیں ڈالتے۔" وہ بے دھڑک بولتی چلی گئی کیونکہ وہ کبھی بھی دو ٹائم جاب نہیں کرنا چاہتی تھی جبکہ اس کی باتوں کو بمشکل برداشت کرتا وہ مصلحتاً اس کو سن رہا تھا۔

"میری بات ختم ہونے سے قبل اب اگر بولی تو میں اپنے طریقے سے چپ کرواوں گا۔"اس کے چپ ہوتے ہی اس کی سپاٹ مگر تنبیہی آواز گونجی تو اس کی بیٹ مس ہوئی۔

"تمہیں جاب دینا ان کی مجبوری ہو گی اس لیے تمہیں تم انہیں کہو گی کہ تم پانچ بجے تک وہاں جاب کروں گی اور اس کے بعد تم ساڑھے سات بجے تک" عالم مینشن "آیا کروں گی اور یہی تمہاری

پارٹ ٹائم جاب ہو گی۔ "وہ مکمل بات بتائے بغیر
اپنے تئیں تفصیل دیتے ہوئے سنجیدگی سے بولا تو
اس نے آنکھیں پھاڑ کے اسے دیکھا۔

"میں مینشن کیوں جاؤں گی؟ "اس کا دل عجیب لے
میں دھڑکا کیونکہ اسے یکایک وہ رات یاد آئی جو اس
نے مینشن میں گزاری تھی۔

"تمہاری جاب ہے یہ ابھی جاو اور پہلی فرصت میں یہ ڈریس چینج کرو اور وہاں ایسا ڈریس نہیں پہن کے جانا ہاں میرے پاس تم ایسے ہی کپڑے پہن کے آنا۔۔۔۔ "سنجیدگی سے بات کرتے کرتے اسے اس کی آنکھوں میں عجیب سی لپک نظر آئی تو اس کی دھڑکنیں سست پڑیں۔

"کیونکہ میرا دل مائل سا ہو رہا ہے ان کپڑوں میں تمہیں دیکھ کے۔ "بے شرمی اور بے باکی کی تمام حدیں عبور کرتا وہ اسے دنیا کا کمینہ ترین انسان لگا۔

"افففففف "!اس کے جسم کا گویا سارا خون اس کے چہرے پہ آن سمٹا تھا جبکہ اس کی اندر تک اترتی بے باک نگاہوں کی لپک سے فطری طور پہ مغلوب ہوتی وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور بنا اس کی جانب دیکھے دروازے کی جانب بڑھی۔

"مجھ سے جان چھڑوانا اگرچہ تمہاری سب سے بڑی خواہش ہے لیکن وہاں اگر تمہیں کسی ناگزیر سچویشن سے گزرنا پڑا تو یہ بات فراموش ہرگز نہ کرنا کہ تم 'شیر افگن عالم' کی بیوی ہو جو عزت اور کردار پہ بات آئے تو کوئی سمجھوتہ نہیں کرتا۔" ڈور ناب گھماتا اس کا ہاتھ اس کے لہجے کی گھمبیرتا اور گہرائی پہ ساکت رہ گیا۔

گزرتی سردیوں کی شام کا سورج ڈھلتے ہوئے شام کے حسین سائے ہر سو بکھیر رہا تھا جب وہ دونوں بھی اسی شام کا منظر بنیں ایک بڑے سے بنگلے سے نکلتیں ٹیکسی میں بیٹھ گئیں۔

"تمہارے خیال میں اگر ہم زرشالے اور بالاج پہ الزام لگائیں گے تو کیا ہم اپنے پلان میں کامیاب ہو جائیں گی؟ "حائقہ نے سحرش سے پوچھا جو موبائل کی سکرین پہ نجانے کیا تلاش کر رہی تھی۔

"ایسا ہی ہو گا کیونکہ کسی بھی غیرت مند بھائی کے لیے اپنی بہن کا نازیبا حالت میں ایک غیر مرد کے ساتھ بند کمرے سے نکلنا قابلِ قبول ہر گز نہیں

ہوتا۔ "جواباً اس کی سفاک آواز گونجی تو حائقہ کے چہرے پہ بھی پراسرار سی مسکان پھیل گئی۔

"مطلب کہ جب وہ دونوں ایک کمرے سے یوں نکلیں گے تو شیر عالم اپنی بہن کو دھتکار دے گا اور وہ پہنچ جائے گی اپنے اصل ٹھکانے رائیٹ؟ "ایک عورت کے متعلق ایسے گھناونے پلانز بناتی وہ انسانیت کی بہت مجروح تصویر لگ رہی تھیں۔

"بالکل لیکن ہمیں یہ سب سوچ سمجھ کے کرنا ہو گا کیونکہ ہمارا جلد بازی میں اٹھایا جانے والا قدم ہمیں بھی مروا دے گا۔ "سحرش نے اسے تنبیہہ کی تو وہ سمجھتے ہوئے سر اثبات میں ہلا گئی۔

حسبِ معمول وہ اوپن کچن کی شیلف کے سامنے کھڑا اپنے کافی بنا رہا تھا جب اسے محسوس ہوا کہ اس کے اپارٹمنٹ کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا تھا۔

اس بات کا یقین ہوتے ہی وہ مسکرا دیا اور آگے بڑھ کے ایک مگ اور پکڑا اور اس میں بھی کافی چھینٹنے لگا لیکن چند لمحے گزرے ہوں گے جب اچانک اس کا سر انہی مگ کے ساتھ آ کے ٹکرایا اور کافی شیلف پہ پھیلتی چلی گئی۔

"اتنے پاگل کیسے ہو سکتے ہو تم کہ اتنا بڑا ثبوت موقع واردات پہ چھوڑ آو؟ "طیش زدہ سرد آواز پہ وہ جو جوابی کاروائی کے لیے چوکنا ہو رہا تھا ایک دم سے ٹھہر گیا۔

"ثبوت؟ "اس کا پورا وجود گویا سن ہو گیا۔

"کیسا ثبوت؟ "اس نے اس کی جانب سوالیہ نگاہوں سے دیکھا تو لاعلمی کے اس مظاہرے پہ اس کا دل

چاہا وہ مزید دو رکھ کے اسے لگائے اور پھر اس نے ایسا ہی کیا۔

اس کے گریبان کو زور سے پکڑتے ہوئے اس نے اس کے جبڑے پہ زور سے مارا تو اسے ایک دم سے خون منہ میں گھلتا ہوا محسوس ہوا۔

"تو اس قدر گھامڑ ہے کہ تجھے اتنے دن گزر جانے کے باوجود بھی پتہ نہیں چلا کہ تو کیا چیز ادھر چھوڑ

کے آیا ہے؟ "وہ دھاڑتے ہوئے بولا تو اس کے دماغ میں جیسے گھنٹی سی بجی اس نے ایک جھٹکے سے اپنا بایاں ہاتھ اپنے چہرے کے سامنے کیا تو وہ' کراہ ' اٹھا۔

ریہ

"افففف۔ "اس کی چھوٹی انگلی میں پہنی گئی Eagle کندہ انگوٹھی اس کی انگلی سے غائب تھی۔

"آں۔۔۔میرا کالر چھوڑ نا اب۔ "وہ کم از کم اس کے یوں سامنے کھڑے ہو کے اپنی غفلتوں کا اعتراف نہیں کر سکتا تھا اس لیے پہلے اس نے اس کے چنگل سے آزاد ہونا چاہا۔

"میری بات کا جواب دے پہلے۔ "اس نے کالر مزید دبوچتے ہوئے کہا تو اب کی بار کوئی اور جائے فرار نہ پا کے اس نے اپنے بائیں ہاتھ کا مکہ بنا کے اس کے پہلو میں دے مارا تو اس غیر متوقع حملے پہ

اس کی گرفت اس کے کالر نرم پڑی جس کا فائدہ اٹھا کے وہ فورا پرے ہوا۔

"سوری لیکن میں عادت سے مجبور ہوں، کسی کے ہاتھ کالر پہ یوں برداشت نہیں کر سکتا۔ "اس کی شعلے اگلتی نگاہوں سے بے نیاز وہ اپنے ڈائیلاگ جھاڑنے سے باز نہ آیا تو اس کا دل چاہا وہ اس شخص کی گچی مڑوڑ دے۔

"اچھا ریلیکس!بی پی شوٹ مت کروا لینا اپنا، وہ انگوٹھی دراصل میں بات کرنے کے دوران انگلی پہ گھما رہا تھا اس لیے جلدی میں نیچے گر گئی تھی لیکن تم پریشان مت ہوں اس پہ میرے فنگر پرنٹس نہیں ہیں۔ "وہ اس کے بگڑے تاثرات کو دیکھتا ہوا اب کے سنجیدگی سے گویا ہوا لیکن اس کے تاثرات ہنوز قائم و دائم رہے۔

"تمہیں وہ انگوٹھی پہنے کس کس نے دیکھا ہے؟ "وہ سرد لہجے میں گویا ہوا تو اس نے الجھ کے اس کی جانب دیکھا اور پھر اس کی بات سمجھتے ہوئے بہت مطمئن انداز میں گویا ہوا۔

"ان دونوں نے جنہیں موت کے گھاٹ اتار کے آیا ہوں اور۔۔۔۔ "وہ کہتے کہتے رکا تو اس کے روم روم میں بے چینی پھیل گئی۔

"اور۔۔؟ "اس نے استفہامیہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جو جینز کی پاکٹ میں دایاں ہاتھ گھسائے کھڑا بائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے داڑھی کھجا رہا تھا۔

"اور میری ڈاکٹر نے۔ "اس کے سادگی سے کہنے پہ اس کے کھولتے اعصاب پہ جیسے ٹھنڈا پانی پڑا تھا لیکن پھر بھی اس نے ایک خونخوار گھوری اس پہ ڈالنی ضروری سمجھی جو اس کی رگ کو سکون سے دباتا اب دانت نکال رہا تھا۔

"کافی بنا کے لاو میرے لیے۔ "اس کی بتیسی کو نظرانداز کرتے ہوئے اس نے صوفے پہ بیٹھ کے اسے حکم جاری کیا جسے وہ بہت سکون کے ساتھ نظرانداز کرتا اسی کے سامنے پڑے صوفے پہ بیٹھ گیا۔

"اب کیا ہے؟ "اس کے بیٹھنے پہ اس نے کوفت زدہ انداز میں اسے دیکھا جو سکون سے ریموٹ اٹھا کے اس کو الٹ پلٹ کر کے دیکھ رہا تھا۔

"اپنی غنڈہ گردی دکھانے سے قبل آنکھوں کا استعمال کر لیتے تو پتہ چلتا کہ میرے ہاتھ میں کافی کا جار تھا جو اس وقت سنک میں کافی والے مگ کے ساتھ پڑا اپنی آخری سانسیں لے رہا ہے۔ "اسی کے

سے انداز میں تراخ سے جواب دیتا وہ اس کو لب بھینچنے پہ مجبور کر گیا۔

"ویسے تم اس وقت میرے غریب خانے پہ کیا کر رہے ہو؟ یہ وقت تو خالصتاً تمہارا آفس ٹائم نہیں ہوتا جہاں تم اپنی بیوی کو ٹیز کرتے ہو۔" اس کی خاموشی محسوس کر کے اس نے اب پھر سے اس کی رگ دبائی تو حسبِ سابق وہ بھڑک اٹھا۔

"میری بیوی کا نام مت لیا کر۔ "اس کی سرد آواز میں کی گئی تنبیہہ پہ وہ خوفزدہ ہونے کی بجائے کھل کے ہنس دیا۔

"پتہ ہے کیا مجھے بہت مزہ آتا ہے تیری منہ سے یہ 'میری بیوی 'جیسے لفظ سننے میں۔ "اس کے محظوظ کن انداز پہ اس کی تیوری پہ کئی بل نمودار ہوئے جبکہ کنپٹی کی پھڑکتی رگ اندرونی خلفشار کی مکمل عکاسی کر رہی تھی۔

"اب اس بکواس کا کیا مطلب ہوا؟ "اس نے رکھائی سے کہا۔

"نہیں دراصل میں یہ دیکھ کے اچھا محسوس کرتا ہوں کہ جسے ایک مطلب کے تحت بیوی بنایا اس کے لیے تیرا یہ انداز ہے تو عنیہ کے لیے تو تو دنیا سے لڑ جائے گا۔ایسا ہی ہے نا۔ "بہت سادگی سے کہتے ہوئے اس نے اپنی شاطر نگاہیں اس کے چہرے

پہ مرکوز کیں تو اس سادگی میں چھپی چالاکی اور شاطر پن محسوس کر کے وہ کلس اٹھا لیکن اب کی بار اس نے جواب دینا مناسب نہ سمجھا۔

"آج وہ احمد اینڈ سنز کمپنی جا رہی ہے۔ "چند ثانیے بعد اس کی بے تاثر آواز گونجی تو اس نے چونک کے اسے دیکھا۔

"لیکن یار وہ لوگ۔۔۔۔" اس کا ضبط سے سرخ

پڑتا چہرہ دیکھ کے اس نے بات وہیں ہونٹوں میں دبا

لی جبکہ وہ اس کی ادھوری بات کا مکمل مطلب

سمجھتے ہوئے بھی نظرانداز کر گیا۔

"چائے پلاو مجھے۔" اس نے اس کی باتوں سے بچنے

کے لیے نیا بہانہ ڈھونا تو وہ اسے کچھ دیر کی مہلت

دینے کا سوچ کے اپنی جگہ سے اٹھا اور کچن کی جانب

بڑھ گیا۔

جبکہ اس کے جانے کے بعد وہ موبائل کی سمت متوجہ ہوا جہاں اسے' اس 'کے احمد اینڈ سنز کمپنی پہنچنے کی اطلاع موصول ہو چکی تھی۔

--

خوبصورت ٹائلز سے سجے فرش پہ مضبوط کے ساتھ وہ سیاہ سینڈل میں ملبوس پیر جماتی بہت محتاط انداز میں آگے بڑھ رہی تھی۔

سفید ٹراوزر کے ساتھ بلیو شارٹ گول گھیرے والی کھلی سی شرٹ پہنے وہ گلے میں سٹالر کو مفلر کی طرح لپیٹے اپنے ہلکے سے گھنگھریالے بالوں کو سکارف میں لپیٹے بہت خوبصورت اور جاذبِ نظر دکھ رہی تھی۔

حسبِ توقع جب وہ ریسیپشن پہ پہنچی تو اس کے نام بتانے سے پہلے ہی اسے آفس کا بتا کے وہاں پہنچنے کا کہا گیا۔

"یا وحشت! یہ سر اور اس کمپنی والوں کے درمیان آخر چکر کیا ہے جو یہ فارمیلیٹیز بھی پورا کرنے کے چکروں میں نہیں ہیں۔" آفس کے دروازے پہ کھڑی وہ ہولے سے بڑبڑائی اور پھر بہت احتیاط سے دروازہ ناک کرنے کے بعد اندر سے اجازت موصول ہونے پہ اندر داخل ہوئی۔

اندر داخل ہوتے ہی اس نے سلام کرنے کے ساتھ ایک طائرانہ نگاہ آفس میں ڈالی تو اس نے میز کے پار بیٹھے" احمد انور "اور پھر دیوار کے ساتھ لگے صوفوں پہ ان کے تینوں بیٹوں کے ساتھ اس کمپنی کے مینیجر کو دیکھا تو اس کا دل جانے کیوں گھبرانے لگا لیکن وہ خود پہ قابو پاتی ایک زبردستی کی مسکان ہونٹوں پہ سجا کے آگے بڑھی تو غیر متوقع طور پہ احمد صاحب اپنی جگہ سے اٹھے اور اس کا پرتپاک سا استقبال کیا۔

"ویلکم مس ژالے! بہت اچھا لگا آپ کو یوں ایک دفعہ پھر سے اس کمپنی میں دیکھ کر۔" ان کے اس انداز پہ وہ اب کے کھل کے مسکراتی ان کا شکریہ ادا کر کے ان کے سامنے کرسی پہ پر تکلف انداز میں بیٹھ گئی۔

"کیا لیں گی آپ؟ چائے، کافی یا کولڈ ڈرنک؟" اس کے بیٹھتے ہی انہوں نے پوچھا تو اس نے فورا بے

تکلفی سے کولڈ ڈرنک کا کہا اور خود اپنے ہاتھ میں پکڑی فائل ان کے سامنے رکھی۔

"اس کی تو ضرورت نہیں ہے آپ کی پہلی فائل ابھی تک ہمارے پاس موجود ہے۔" انہوں نے شگفتگی سے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو وہ ہولے سے مسکرا دی لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی ایک دم سے اس کے عقب سے ایک مردانہ آواز گونجی۔

"لیکن اب فرق صرف اتنا ہے کہ وہاں ژالے میر کے نام کے ساتھ شیر افگن عالم کا نام نہیں ہے مگر اِس فائل میں یہ بطورِ مسز شیر افگن کے نام سے جانی جائیں گی، رائیٹ مسز افگن عالم؟ "احمد صاحب کے منجھلے بیٹے زبیر احمد نے عجیب سے انداز میں استفسار کیا تو اس کے چہرے پہ بکھری مسکراہٹ فورا اڑنچھو ہو گئی۔

"میرا نام اب بھی ژالے میر ہی ہے، افگن عالم سے میرا جو بھی رشتہ ہے وہ بہت جلد ٹوٹ جائے گا۔ " اس نے سنجیدگی سے جواب دے کے رخ احمد صاحب کی جانب موڑا جو اپنے بیٹے کو متنبہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

"اس بات کو ختم کریں، مس ژالے مجھے بے حد افسوس ہے کہ میرے پاکستان نہ ہونے کے باعث میرے بیٹے آپ کی سیلری پہ کمپرومائز نہ کر سکے اور

آپ کو جاب چھوڑنی پڑی لیکن اگر آپ نہ مانیں تو ایک سوال پوچھوں؟ "انہوں نے معذرت کرتے ہوئے اس سے بہت مہذب انداز میں اجازت چاہی تو اس نے ہولے سے سر اثبات میں ہلایا۔

"عالم کمپنیز سے ریزائن دینے کی کیا وجہ ہے جبکہ وہ تو اپنے ورکرز کو بہت اچھا پیکج دیتے ہیں اور اس کے علاوہ آپ کا تو افگن عالم سے ایک رشتہ بھی ہے جسے دنیا جانتی ہے۔ "انہوں نے اپنی شاطر کھوجتی

نگاہیں اس کے صبیح چہرے پہ گاڑھتے ہوئے استفسار کیا تو اس نے بنا کوئی تاثر دیے ان کی جانب دیکھا۔

"سر! جب کسی جگہ عزت نہ ہو تو وہاں پیسہ بھی کسی کام نہیں آتا اور جہاں تک بات ہے اس رشتے کی تو وہ افگن عالم نے زبردستی بنایا تھا کیونکہ وہ عورتوں کے ساتھ بہت طریقے سے پیش آتا ہے۔اس نے مجھے بھی ٹریپ کیا جس کی وجہ سے مجھے مجبورا اس سے نکاح کرنا پڑا لیکن اب مجھ سے مزید یہ سب

برداشت نہیں ہوا تو میں نے ریزائن کر دیا۔" اس نے پہلے سے گھڑے ہوئے جواب کو بہت سکون کے ساتھ یوں پیش کیا کہ وہاں بیٹھے وہ پانچوں گھاگ شکاری اس کی اداکاری کو جان نہ سکے۔

"ہمم! بہت افسوس ہوتا ہے ایسے مردوں پہ لیکن خیر آپ پریشان مت ہوں۔ آپ کل سے جوائن کر سکتی ہیں یہ آپ کا اپنا آفس ہے اور رہی سیلری کی بات تو آپ اپنا پیکج بتا دیں۔ میں کوشش کروں گا کہ

آپ کو مکمل سہولیات دی جائیں۔ "ژالے میر نہیں جانتی تھی وہ ان سب کے لیے سونے کی ایسی چڑیا ثابت ہونے والی تھی جس میں ان سب کے خیال میں شیر افگن کی جان بند تھی۔

ایسے میں اگر کچھ دن اس پہ انہیں اپنی ساری دولت بھی خرچ کرنی پڑتی تو وہ کرنے سے دریغ نہ کرتے کہ کچھ دنوں تک وہ یہ سب سود سمیت واپس لینے کا ارادہ رکھتے تھے۔

"بہت بہت شکریہ سر"!وہ ممنونیت سے انہیں دیکھ کے وہاں سب کچھ فائنل کر کے آفس کے اس روم سے باہر نکلی تو اس کے کندھوں سے جیسے بہت سارا بوجھ اتر گیا۔

"شکر ہے یہ مرحلہ تو حل ہوا۔"اس نے شکر ادا کیا لیکن اگلے ہی پل اس کے تاثرات یوں ہو گئے جیسے کڑوا بادام چبا لیا ہو۔

"اب اس شخص کو بھی برداشت کرنا ہے۔" ٹیکسی میں بیٹھتے ہوئے اس نے کوفت سے سوچا اور ٹیکسی والے کو ہاسٹل پہنچنے کا کہا کیونکہ وہ جانتی تھی ابھی اس کا پیچھا کیا جائے گا اس لیے وہ افگن کے کہے کے مطابق پہلے ہاسٹل روانہ ہو گئی۔

اس کی گاڑی بہت تیزی کے ساتھ کشادہ سڑک پہ گاڑیوں کے درمیان سے گزرتی اپنا راستہ بناتی منزل کی طرف رواں دواں تھی۔

"انور! تمہیں راستے میں کہیں بھی کوئی گاڑی اپنا تعاقب کرتی نظر آئے تو تم نے گاڑی کو کسی قیمت پہ نہیں روکنا اور مجھے فورا اطلاع دینی ہے رائیٹ۔" وہ اسپیکر پہ کال رکھے ریش ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

"جی سر"!دوسری جانب انور کی مودب سی آواز گونجی تو اس نے اسے مزید دو تین ہدایات دے کے کال بند کی اور خود مکمل توجہ ڈرائیونگ کی طرف مبذول کر دی۔

کچھ منٹوں کی دیری کے بعد اس کی گاڑی عالم پیلس کے وسیع پورٹیکو میں پارک ہو رہی تھی جبکہ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا اندر کی جانب بڑھا تھا۔

"السلام علیکم "!خوبصورت اور انٹیک آرائشی لوازمات سے سجے ہال میں داخل ہوتے ہی اس نے بلند آواز میں سلام کیا تو اس کی غیر متوقع آواز پہ ملازمہ کے ساتھ کچن میں مصروف حدیقہ بیگم خوشی سے باہر نکلیں۔

"افگن آپ؟ "وہ خوشی سے اس کی جانب لپکیں اور اسے پیار کرتیں اپنے سینے سے لگا گئیں۔

"آپ نے بتایا نہیں اپنے آنے کا؟ "وہ اس کی اچانک آمد پہ بہت حیران اور خوش تھیں۔

"مجھے نہیں پتہ تھا کہ اپنے ہی گھر آنے کے لیے اپنی ہی ماں کو اطلاع کرتے ہیں۔ "وہ انہیں مضبوط بازو کے حلقے میں لیتا رسانیت سے گویا ہوا تو ان کے چہرے پہ شاکی پن سا لہرایا۔

"جب گھر اپنا ہے تو روز کیوں نہیں آتے؟ "ان کے لہجے میں ایک عجیب سی کسک تھی جسے محسوس کرتا وہ چند پل کے لیے چپ سا ہو گیا۔

مگر پھر سر جھٹکتے ہوئے خود کو سنبھالا اور مدہم سا مسکراتے ہوئے ان کے بالوں پہ اپنے لب رکھے۔

"اب سے روز ہی آیا کروں گا، نا صرف میں بلکہ آپ کی بہو بھی۔ "اس کے مدہم سے لہجے میں کیے

گئے انکشاف پہ انہوں نے بے یقینی سے انہیں دیکھا۔

"ژالے یا پھر عنیہ؟ "ان کے لہجے میں عنیہ کا نام لیتے ہوئے اک نامحسوس سا خوف چھلکا جسے محسوس کر کے وہ مسکرا دیا۔

"فی الحال تو ایک ہی شادی کی ہے اس لیے ایک ہی آئے گی جب دوسری شادی کی تو اس سے بھی

ٹائمنگ فکس کر کے آپ کو بتا دوں گا۔ "ان کا خدشہ دور کرنے کی بجائے وہ سہولت سے گویا ہوا تو انہوں نے خفگی سے اسے دیکھا۔

"بہت بری بات ہے یہ۔ "چونکہ انہیں ژالے واقعی پسند آئی تھی اس لیے اس کے ساتھ زیادتی کا سوچ کے ہی ان کا دل برا ہونے لگا۔

"اچھا چلیں اب سب اچھا کرنے لیے مجھے اپنے ہاتھوں سے اچھی سے چائے بنا کے تو بھجوا دیں۔ "

اس نے خلافِ طبیعت شگفتگی سے فرمائش کی تو وہ کھل سی اٹھیں اور بہت فریش انداز میں اپنی جگہ سے اٹھیں اور کچن کی جانب بڑھ گئیں جبکہ وہ ایک نظر موبائل کو دیکھتا اپنے کمرے کی جانب بڑھ چکا تھا۔

جلدی جلدی چائے کے گھونٹ لیتی وہ بسکٹس منہ میں رکھ رہی تھی جبکہ اس کی اس جلدی پہ منتشا نے بغور اسے دیکھا۔

"یہ ندیدے پن کا مظاہرہ کیے بغیر بھی کھالو گی تو کوئی تم سے تمہاری چائے اور بسکٹ نہیں چھینے گا۔ " اس نے سنجیدگی سے اسے ٹوکا تو وہ گرم گرم چائے

کا بڑا سا گھونٹ لیتی اب ہاتھ کو جھلاتی اپنی زبان کی جلن کم کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"مجھ پہ طنز کے ٹوکرے برسانے کی ضرورت نہیں ہے۔وہ تمہارے' بھائی 'کا چہیتا ڈرائیور نیچے مجھے لینے کے لیے پہنچ چکا ہے۔ "اس نے بھائی پہ زور دیتے ہوئے جواب دیا تو منتشا کو اس کے انداز پہ ہنسی آ گئی۔

"تو اب کیا تم اپنے باس کی طرح اس کے ڈرائیور کو بھی انتظار نہیں کروانی چاہتی؟ "اس کے سادگی سے کہنے پہ اس نے یوں منہ بنایا جیسے چائے میں کوئی کڑوی کسیلی گولی ہو۔

"در فٹے منہ، مجھے جلدی اس لیے ہے کہ میں ٹائم پہ جاوں اور اس کھڑوس کی توجیہہ سنوں کہ وہ مجھ سے کس خوشی میں دو دو جابز لے رہا ہے۔ "اس

کے نالاں سے انداز میں کیے گئے شکوے پہ منتشا نے گہری سانس بھری۔

"یہ جس لحاظ سے تم افگن بھائی کو ان کی غیر موجودگی میں تو تڑاخ کر کے مخاطب کرتی ہو، کبھی ایسی تو تڑاخ ان کے سامنے نکلی ہے؟ "منتشا نے اسے دیکھا جو دن والے وائٹ اینڈ بلیو ڈریس میں ہی ملبوس اپنے ہونٹوں کو لپ اسٹک سے سجا رہی تھی۔

"میرا دماغ خراب ہے جو شیر کی کچھاڑ میں ہاتھ ڈالوں گی؟ "اس کے جواباً جھرجھری لے کے کہنے پہ وہ مزے سے ہنس دی۔

"چلو پھر تو مجھے توقع ہے کہ وہ تمہارے ڈھیلے ہوئے پرپرزے مزے سے کس لیں گے۔ "منتشا کے کہنے پہ وہ اسے کچھ کہنے لگی جب مسز جوزف کمرے میں داخل ہوئیں۔

"کپڑے چینج نہیں کیے تم نے؟ وہاں تو افگن کے پیرنٹس بھی ہوں گے نا۔ "انہوں نے ناقدانہ انداز سے اس کا حلیہ دیکھا تو اس نے منہ بنا کے انہیں دیکھا۔

"آنٹی میرے پاس ایسے ہی کپڑے ہیں اب میں وہاں جانے کے لیے اپنے بجٹ کا کباڑہ تو نہیں کر سکتی۔ "اس نے سنجیدگی سے انہیں جواب دے کے ان دونوں سے رخصت لی اور کمرے سے نکل گئی۔

آج یونیورسٹی میں فنکشن تھا جس کے لیے سب بہت ایکسائیٹڈ تھے کیونکہ میڈیکل کی ٹف اور بورنگ روٹین میں ایسے مواقع ان سب کی خوشی دوبالا کر گئے تھے۔

"تم آ رہی ہو نا فنکشن پہ؟"سحرش نے ساتھ چلتی زرشالے کو مخاطب کیا جو سینے سے نوٹس کی فائل

لگائے حسبِ معمول حجاب میں ملبوس دوپٹہ کندھوں پہ پھیلائے بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

"ارادہ تو نہیں ہے میرا، دل تو یہی ہے کہ یہ جو دو دن سٹڈی نہیں ہے گھر ایک چکر لگا آوں۔" وہ اپنے مخصوص مدہم انداز میں گویا ہوئی تو ان دونوں کے چہرے پھیکے پڑے لیکن انہوں نے ہمت نہ ہاری۔

"یار یہ تو غلط بات ہے نا، ہم تین ہی تو دوستیں ہیں ایسے میں تم بھی نہیں ہو گی تو ہم نے اکیلے آ کے کیا کرنا ہے؟ "حائقہ نے منہ بناتے ہوئے کہا تو وہ محبت سے اسے دیکھتی نرم سے انداز میں گویا ہوئی۔

"اکیلے کہاں ہو گی تم دونوں؟ تم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ انجوائے کرنا نا۔ "اس کے ہولے سے مسکرانے پہ جیسے اس کے وجود سے جیسے کھکھلاہٹیں بکھرنے لگیں۔

"نہیں یار ہمیں تمہارے ساتھ ہی انجوائے کرنا ہے، ویسے بھی اتنے عرصے میں پہلا فنکشن آیا ہے یہ تو اسے مل کے انجوائے کرتے ہیں۔ "وہ اسے فنکشن پہ بلانے کی پوری تگ و دو میں تھیں تبھی وہ ان کی محبت اور خلوص سے ہار مانتی انہیں اپنی رضامندی دے گئی۔

لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ جس خلوص اور محبت کی

وجہ سے اس نے آج فنکشن میں آنا کا فیصلہ کیا تھا

یہ خلوص پرسوں اس کے لیے بہت بھیانک موڑ

سامنے لے کے آنے والا تھا۔

------،--------------------------

'عالم پیلس' کے ہال میں داخل ہوتے ہوئے اس نے ایک طائرانہ نگاہ دوڑائی تو اسے کچن سے آتیں حدیقہ بیگم دکھائی دیں۔

"السلام علیکم "!وہ ہلکی سی کانشیئس ہوئی۔

"وعلیکم السلام!کیسی ہو آپ؟ "اسے سینے سے لگاتے ہوئے وہ محبت سے گویا ہوئیں تو وہ ان کی محبت پہ خفیف سی ہو گئی۔

"میں ٹھیک ہوں، آپ ٹھیک ہیں؟ "وہ ہولے سے منمنائی تو وہ اسے ساتھ لیے صوفے کی جانب بڑھ گئیں۔

"میں ٹھیک ہوں، مجھے تو جب سے افگن نے آپ کے آنے کا بتایا میرے لیے تو انتظار مشکل ہو گیا تھا۔ "وہ مسکراتے ہوئے بولیں تو افگن کے نام پہ اس کا دل سکڑ کے پھیلا۔

"انکل کہاں ہیں؟ "اس نے فرحان صاحب کے متعلق استفسار کیا۔

"وہ تو ابھی ہاسپٹل ہیں ایک گھنٹے تک پہنچیں گے۔ " انہوں نے جواب دیا اور پھر ملازمہ کے ہاتھ سے چائے لے کے اسے کپ پکڑانے لگیں ساتھ ساتھ باتیں بھی جاری تھیں۔

"بیگم صاحبہ! چھوٹے صاحب بی بی کو اپنے کمرے میں بلا رہے ہیں۔" وہ پچھلے آدھ گھنٹے سے مسز فرحان کے ساتھ باتوں میں مشغول افگن عالم کو مکمل فراموش کر چکی تھی۔

لیکن پھر اچانک ہی ملازمہ کے اس پیغام پہ اس کے ہاتھ میں تھاما ادھ کھایا کباب چھوٹ کے پلیٹ میں جا گرا۔

"ریلیکس! آپ اتنی پریشان کیوں ہو گئ ہیں؟ "اس کی حواس باختگی کو دیکھتے ہوئے مسز فرحان متفکر لہجے میں گویا ہوئیں تو وہ بمشکل ہولے سے مسکرائی۔

"ن۔۔نہیں میں ٹھیک ہوں، وہ اپنے ہی دھیان میں تھی تو اچانک ان کی آواز سن کے ڈر گئی۔ "وہ بات سنبھالتے ہوئے گویا ہوئی تو انھوں نے مسکراتے ہوئے اسے افگن کے کمرے میں جانے کو کہا تو اس

کا دل چاہا وہ فورا انکار کر دے لیکن وہ ایسا نہ کر سکی۔

"مجھے تو یہ شخص پسند بھی نہیں کرتا اس کے باوجود ایسی حرکتیں کرتا ہے لیکن عنیہ کے ساتھ۔۔۔۔ "

اس کے کمرے کی جانب بڑھتے ہوئے یہ سوچ کے ہی اس کا دل برا ہونے لگا۔

____

اس دن اس نقاب پوش گینگسٹر کو انتباہ کرنے کے بعد وہ اسے ہاسپٹل میں نظر نہ آیا تھا جس کے سبب وہ دلی اور ذہنی طور پہ بہت پرسکون ہو چکی تھی۔

اس سکون کی سب سے بڑی وجہ اس کے شوہر کی واپسی بھی تھی جو اس رات کے بعد واپس تو نہیں آیا تھا لیکن اب فرق یہ تھا کہ وہ اسے کال ضرور کرتا تھا اور اس کے لیے یہی تسلی کافی تھی کہ وہ زندہ تھا۔

اپنے گھر اپنے کمرے میں موجود بیڈ پہ پر سکون انداز

میں لیٹی وہ کوئی کتاب پڑھ رہی تھی جب اسے

دروازے کے پار ایسے کھٹکا سا محسوس ہوا جسے اپنا

وہم گردانتی وہ کتاب کی جانب متوجہ ہو گئی۔

لیکن اگلے ہی لمحے لاک گھمانے کی آواز پہ اس کا

دھیان فورا دروازے کی جانب بڑھا اور دل کسی

احساس کے تحت زوروں سے دھڑک اٹھا۔

لیکن دروازے میں نمودار ہوتے شخص کو دیکھ کے اس کا رنگ فق پڑا جبکہ کتاب چھوٹ کے گود میں آ گری۔

"تم؟ "اس کی بے یقین نگاہیں اس پہ مرکوز تھیں جو حسبِ معمول سیاہ رومال سے چہرہ ڈھکے سیاہ پینٹ شرٹ اور جیکٹ میں ملبوس اس کے گھر میں اسی

کے کمرے کا لاک کھولے بہت اطمینان سے کھڑا اسے بے اطمینان کر گیا۔

"کیسی ہیں ڈاکٹر؟ "اس کی پھیلی نگاہوں میں اپنی خوبصورت آنکھیں گاڑھتا وہ بھاری لہجے میں گویا ہوتا آگے بڑھا تو وہ جیسے کسی گہرے خواب سے جاگی۔

"تم یہاں کیسے؟ میرے کمرے کا لاک کیسے کھولا تم نے؟ "اس کی حیرت کم ہونے میں نہیں آ رہی تھی جبکہ چہرہ اس کے بڑھتے قدموں کے ساتھ سپید پڑتا جا رہا تھا۔

"ایک ڈاکٹر کے گھر مریض تو آ سکتے ہیں نا۔ "وہ اس کے پرپل نائٹی میں سجے خوبصورت سراپے سے نگاہیں چراتا ہوا بھاری لہجے میں بولتا صوفے پہ براجمان ہوا تو وہ جیسے چونکی۔

اس نے محسوس کیا کہ اس کے لہجے سے آج ایک مخصوص شگفتگی زائل تھی، اس کا لہجہ اس کے تکلیف میں ہونے کی عکاسی کر رہا تھا۔

"مریض یوں منہ اٹھا کے کمرے میں رات کے اس پہر نہیں آیا کرتے۔" وہ ناگواری سے بولتی اس کی بار بار اٹھتی نگاہوں کو محسوس کر کے تکیے کے پاس رکھی چادر اٹھا کے اپنے گرد لپیٹ گئی۔

"بالکل لیکن ایسا صرف مریض کرتے ہیں، میرے جیسے موالی مریض سے آپ کو ایسی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔ "اپنی آنکھوں کے پپوٹے انگوٹھے سے دباتا وہ بولا تو اس کا تن من جل اٹھا۔

"پھر مجھ سے تیمارداری کی توقع مت رکھو، گھر آنے والے مریضوں کے لیے نیچے ایک کمرہ مختص کر رکھا ہے وہاں دفع ہو۔ "اس کی ڈھٹائی پہ وہ زور سے

بولی تو اس نے پلکیں اٹھا کے اس کی جانب دیکھا تو اس کی سرخ آنکھوں کو دیکھ کے وہ پل بھر کے لیے فریز سی ہو گئی۔

"موالیوں کے ساتھ ایسی شرطیں نہیں باندھا کرتے ڈاکٹر صاحبہ، عزت کے ساتھ جان جانے کا بھی خدشہ ہو سکتا ہے۔" بھاری مگر دھمکی آمیز لہجے پہ اس کی ریڑھ کی ہڈی تک سنسنا اٹھی۔

اسے اس لمحے اُس کی کمی بے حد محسوس ہوئی۔ اس
کا دل چاہا وہ پاس پڑا موبائل اٹھا کے شیر لالہ یا پھر
اسے ہی اطلاع کر دے لیکن وہ ایسا نہ کر سکی
کیونکہ اس نے دیکھا تھا کہ وہ اب اپنی جیکٹ میں
رکھا پسٹل نکال کے میز پہ رکھ چکا تھا۔

وہ مرے مرے قدم اٹھاتی اپنی جگہ سے اٹھی اور
سب سے پہلے دروازے کی جانب بڑھی۔

اسے دروازے کی جانب بڑھتے دیکھ کے بھی وہ اٹھ کے اس کے پیچھے نہ گیا تھا کیونکہ اسے یقین تھا کہ وہ بھاگے گی نہیں اور ہوا بھی یوں، اس نے بھاگنے کی بجائے دروازہ سارے کا سارا اپنی تسلی کے لیے کھول دیا اور نیچے اپنی ملازمہ کو اپنا میڈیکل باکس لانے کے لیے بھیجا۔

"بی بی جی!ان صاحب کی طبیعت بہت خراب تھی، انہوں نے کہا یہ چھوٹے صاحب کے دوست ہیں،

ان سے بات بھی کروائی اس لیے ان کی حالت دیکھ کے انہیں آپ کے کمرے کے پاس چھوڑا تھا۔"

ادھیڑ عمر ملازمہ اس کا میڈیکل باکس لیے اندر داخل ہوئی تو فورا اپنی صفائی پیش کی تو وہ سر ہولے سے اثبات میں ہلا گئی۔

کیونکہ اسے یقین تھا کہ اس غنڈے نے یقیناً کسی اپنے ہی جیسے غنڈے سے ان کی بات کروا کے ان کی سادہ لوحی کی فائدہ اٹھایا تھا۔

"کیا تکلیف ہے تمہیں؟ "اس سے فاصلہ رکھتی وہ صوفے پہ بیٹھتے ہوئے بدلحاظی سے گویا ہوئی تو اس نے بغور اس کے تاثرات دیکھتے ہوئے کلائی اس کے سامنے کی۔

اس کے مضبوط ہتھیلی سامنے پھیلانے پہ وہ گڑبڑا سی گئی لیکن پھر سنبھلتے ہوئے اپنی انگلیاں اس کی کلائی پہ

رکھیں تو اسے محسوس ہوا کہ اس نے کسی جلتے انگارے کو چھو لیا ہو۔

"ارے تمہیں تو بہت تیز بخار ہے۔ "وہ پر تشویش لہجے میں گویا ہوئی تو اس کے رومال کے پیچھے چھپے ہونٹ ہولے سے پھیلے۔

"تم جلدی سے یہ ٹیبلٹ لو ابھی ورنہ تمہارے نروز پہ اٹیک ہو سکتا ہے۔ "اس کے ٹمپریچر کو نوٹ

کرتے ہی اس نے ایک گولی اس کی جانب بڑھائی تو اس نے گولی اس کی ہتھیلی سے اٹھا کے رومال پیچھے سے اپنے منہ میں رکھی اور بنا پانی کے نگل گیا۔

"میڈیسن پانی کے بغیر نہیں لیتے۔ "اس نے اسے ٹوکا اور پھر پانی کا گلاس اسے دیا جسے تھامنے کی بجائے وہ اسے تکنے لگا۔

"تم اطمینان سے پیو کیونکہ تمہیں دیکھنے کی اب میری کوئی حسرت نہیں ہے۔" وہ جل کے کہتی رخ موڑ گئی جبکہ اس کے الفاظ اور انداز پہ وہ اپنی خراب طبیعت کے باوجود کھل کے مسکرا دیا۔

"تمہیں بہت شدید بخار ہے، یہ میڈیسن لکھ کے دے رہی ہوں یہ یاد سے لے لینا تم اور کوشش کرنا کہ گھر جا کے ایک ٹھنڈا شاور لے سکو۔" اس نے پرسکرپشن اس کی جانب بڑھاتے ہوئے

پروفیشنل انداز میں کہا تو اس کی آنکھیں دہک اٹھیں۔

"یہ آپ کی بے رخی سے لگی ہے ڈاکٹر جسے آپ کی نظرِ کرم ہی ٹھنڈا کر سکتی ہے۔یہ کسی شاور یا دوا کے بس کا کام نہیں ہے۔ "اس کا ہاتھ اپنے تپتے ہاتھ میں لے کے وہ بوجھل سے انداز میں گویا ہوا تو اس کا وجود ہتک کے احساس سے دہک اٹھا۔

"ہاتھ چھوڑو میرا۔ "وہ دبے دبے لہجے میں چلائی لیکن اس نے ہاتھ چھوڑنے کی بجائے اس کی نازک ہتھیلی اپنے ماتھے پہ رکھی۔

"میرا سر دبائیں زرشالے۔ "سرگوشی نما بے چین انداز میں بولتا وہ اس کے مزاحمت پہ آمادہ وجود کو ساکت کر گیا۔

اس کے کمرے کے دروازے کے سامنے کھڑی وہ اپنی ہمت مجتمع کر رہی تھی اور پھر خود پہ بہت کچھ پڑھ کے پھونکتی وہ ڈور ناب گھماتی دروازہ کھول کے اندر جھانکنے لگی۔

دروازہ کھولتے ہی اس کی نگاہ بیڈ پہ نیم دراز سگریٹ پھونکتے افگن پہ پڑی تو اس کے آگے بڑھتے قدم وہیں تھم گئے۔

"سر آپ نے بلایا تھا؟" وہیں جمے اس نے ہلکی سی بلند آواز میں اسے متوجہ کیا تو سگریٹ کے گہرے کش لیتا افگن دروازے کی جانب دیکھنے لگا۔

"اندر آو۔" تھوڑا سا پیچھے ہو کے ٹیک لگا کے بیٹھتا وہ بھاری لہجے میں گویا ہوا تو اس کے حلیے کو دیکھ کے ژالے نے مضبوطی سے ڈور ناب کو جھکڑا۔

سیاہ پینٹ کے ساتھ سفید شرٹ جو اس وقت ایک سائیڈ سے پینٹ سے باہر نکلی تھیں، آستینیں کہنیوں تک فولڈ کیے، گریبان کے دو بٹن کھولے وہ جوتوں سمیت بیڈ پہ نیم دراز اسے خوفزدہ کر رہا تھا۔

"نہیں سر! میں نیچے آنٹی کے ساتھ بہت مزے کی باتیں کر رہی ہوں اس لیے آپ جلدی سے بتا دیں کیا کہنا ہے؟ "وہ اتنی ڈرپوک ہرگز نہیں تھی لیکن

اس شخص کے ساتھ اس کا رشتہ ایسا تھا کہ وہ اس کی حرکتوں کے باعث اس سے کتراتی تھی۔

جبکہ اس کی بہانے بازی پہ اس نے ماتھے پہ بل ڈال کے اسے دیکھا تو اس نے ڈھیر سارا تھوک نگلا اور اس کی آنکھوں کی زبان سمجھتی وہ چار و ناچار ڈور ناب چھوڑتی مرے مرے قدم اٹھاتی اندر کی جانب بڑھی۔

"دروازہ بند کر کے آو۔ "اس کے اگلے حکم پہ اس نے اسے یوں دیکھا جیسے اس نے تختہ ء دار پہ چڑھنے کا حکم سنایا ہو۔

"نہیں! کمرے میں سگریٹ کا دھواں ہے اور دروازہ بند ہونے سے مجھے گھٹن ہوتی ہے۔ "اسے بروقت بہانہ سوجھ گیا جو کہ غلط بھی نہیں تھا جبکہ اس کی بات سن کے اس نے نامحسوس انداز میں ہاتھ میں پکڑا سگریٹ ایش ٹرے میں مسل دیا۔

"ادھر آ۔۔۔۔ "اسے ہنوز کمرے کے بیچ و بیچ

کھڑے دیکھ کے وہ بولا ہی تھا کہ وہ فٹ سے کمرے

میں پڑے صوفے پہ براجمان ہو گئی۔

اس کی اس حرکت پہ وہ زور سے اپنی مٹھی بھینچ کے

رہ گیا۔

"انٹرویو کیسا رہا؟ "اس نے فورا مطلب کی بات

پوچھی۔

"توقع سے زیادہ اچھا۔ "اس نے صاف گوئی سے جواب دیا۔

"کب سے جوائننگ کر رہی ہو؟ "اس نے اگلا سوال داغا۔

"کل سے۔ویسے مجھے یہ تو بتائیں ان کی آپ سے دشمنی کیا ہے جو میرے آپ کے متعلق کہے بیانات

پہ ان کی باچھیں کھل گئی تھیں؟ "وہ اب کے اپنی متجسس طبیعت کے سبب گویا ہوئی تو اس نے بیڈ سے پیر نیچے لٹکا کے بیٹھتے ہوئے ابرو اچکا کے اسے دیکھا۔

"تمہیں ایسے کیوں لگا کہ میں تمہیں یہ سب بتا دوں گا؟ "اس کے تیکھے انداز پہ وہ سلگ اٹھی جبکہ چہرہ سبکی کے تحت سرخ پڑا۔

"مجھے یہ سب بتا نہیں سکتے لیکن ایک چارے کے طور پہ ان کے سامنے ضرور پیش کر سکتے ہیں؟ "وہ کاٹ دار انداز میں بولی تو اس کا پورا وجود بھڑ بھڑ جل اٹھا۔

"شٹ اپ "!اس کی دھاڑ پہ وہ اپنی جگہ پہ اچھل سی گئی جبکہ وہ بمشکل اپنے اٹھتے ہاتھ کو قابو میں رکھتا زور سے اپنی مٹھیاں بھینچے اسے گھور رہا تھا۔

"چارے کا مطلب سمجھتی ہو تم؟ "وہ غرایا تو اب کی

بار اس کی بلند آواز پہ اس کے سر کے پچھلے حصے

میں اک ٹیس سی اٹھی جس کے سبب اس نے بے

ساختہ دونوں ہاتھ اپنے کانوں پہ رکھے۔

اس کے اس طرح سے ردعمل دینے پہ وہ جیسے

سنبھلا تھا اور گہرا سانس لیتا وہ منہ پہ ہاتھ پھیرتا خود

پہ قابو پانے کو بیڈ سے اترتا ادھر سے ادھر ٹہلنے

لگا۔

"میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ اپنے الفاظ کا چناو کرتے ہوئے اپنے دماغ کا استعمال کیا کرو لیکن شاید تمہارے پاس اس کی شدید کمی ہے۔" سرخ نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے وہ سرد لہجے میں گویا ہوا تو اس کے زبان میں پھر سے خارش ہوئی جسے اس کا جلالی روپ دیکھ کے اس نے بمشکل قابو کیا اور بات بدلتے ہوئے گویا ہوئی۔

"کیوں بلایا تھا آپ نے مجھے یہاں پہ؟ کیا ہو گی میری پارٹ ٹائم جاب؟ "وہ اس کے اس حکم نامے کا مقصد جاننا چاہتی تھی۔

"تمہیں یاد ہو تو میں نے تمہیں ایک الٹی میٹم دیا تھا۔ "واپس بیڈ پہ براجمان ہوتا وہ سنجیدگی سے گویا ہوا تو اس نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"کیسا الٹی میٹم؟" اس نے الجھے ہوئے لہجے میں استفسار کیا۔

"تمہیں ایک مہینہ دیا تھا یہ سمجھنے کے لیے کہ ذات پہ جشن کیسے منایا جاتا ہے لیکن میں نے تمہیں دو مہینوں سے زیادہ وقت دے دیا ہے اس لیے اب مجھے تم یہ سمجھاوں گی کہ بیوی کی ذات پہ جشن کیسے منایا جاتا ہے؟" اس کی کھلی روشن آنکھوں میں

اپنی سیاہ آنکھیں گاڑھتا گہرے لہجے میں بولتا اس پہ دھڑا دھڑ ساتوں آسمان اس کے سر پہ گراتا چلا گیا۔

"نہیں۔ "اس کے ہونٹ ہولے سے سرسرائے۔

اسے اندازہ نہیں تھا کہ یہ شخص اس قدر کمینہ اور شاطر ہو گا جو لفظوں کو تاش کے پتوں کی مانند اپنی مرضی اور فائدے سے ادھر سے ادھر بکھیرتا چلا جاتا تھا۔

"ویسے اس الٹی میٹم کے ساتھ میں نے کچھ اور بھی کہا تھا۔ "اس کی حیرت کو انجوائے کرتا وہ محظوظ کن انداز میں گویا ہوا تو وہ اس کی جانب دیکھتی اس کے اگلے دھماکے کی منتظر تھی۔

"اگر تم اس کا مطلب نہ سمجھ سکی تو میں تمہیں عملی طور پہ اس کا مطلب سمجھاوں گا۔ اب تم بتاو کہ یہ مطلب تم مجھے سمجھاو گی یا میں تمہیں سمجھاوں؟ "

چہرے پہ ایک کِھلی سی مسکراہٹ لیے وہ بہت

مسرور کن لہجے میں گویا ہوا تو اس کا دل چاہا وہ خود کو ہی شوٹ کر ڈالے جس نے ایک ایڈونچر کے تحت اس انسان کو اپنے پلے باندھا تھا۔

"مس ژالے میر! آپ کی جاب کا ایک گھنٹہ گزر گیا ہے، اب آپ کی خاموشی مزید وقت ضائع کرے گی تو مطلب سمجھنے سمجھانے کے لیے باقی وقت کم ہو گا۔" بے باکی اور کمینگی سے کہتا وہ بے شرمی کی

ساری حدوں کو توڑتا اس کے کانوں سے دھواں نکال گیا۔

"مم۔۔مجھے یہ جاب نہیں کرنی ہے۔ "وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہوتی بوکھلاتے ہوئے بولی تو افگن نے فورا ہاتھ اٹھا کے اسے آگے بڑھنے سے روکا۔

"شش !ادھر ہی بیٹھی رہو، نیچے گئی تو مما کے سامنے بھی اٹھا کے لانے سے گریز نہیں کروں گا۔ "اپنی

جگہ سے اٹھتا وہ اس کی جانب بڑھتا سنجیدگی سے اسے دھمکاتے ہوئے بولا تو وہ جیسے چڑ گئی۔

"اپنی بے شرمی اور ڈھٹائی کی فخریہ مثالیں دینے کی ضرورت نہیں ہے، آلریڈی جانتی ہوں میں کیونکہ بہت سے ٹریلر دیکھ چکی ہوں۔" اس کی باتوں اور بے باک نگاہوں کی لپک سے چڑتی وہ تڑاخ سے بولی تو اس نے بنا برا منائے اس کا ہاتھ تھام کے ایک جھٹکے سے اپنے قریب کھینچا۔

"اور دکھاوں؟ "شوخ نگاہوں سے اس کے سرخ چہرے کو دیکھتے ہوئے وہ جھکا اور اس کے پھولے رخسار کو ہونٹوں سے چھوا تو اس نے کترائی ژالے اس کے لمس پہ اپنے دھڑکنوں کے انتشار کو نہ روک سکی۔

"سر پلیز! دروازہ کھلا ہے۔" اس کو روکنے کے لیے اسے کوئی اور بہانہ نہ سوجھا تو وہ دبے لہجے میں گویا ہوئی۔

"میں نے تو بند کرنے کا آپشن دیا تھا لیکن تمہیں منظور نہیں تھا۔" دروازے کی جانب پشت کیے وہ اسے بانہوں میں جکڑے معمول کی طرح اپنی منمانیوں پہ آمادہ دکھ رہا تھا۔

"سر پلیز، ہمارا رشتہ ایسا نہیں ہے کہ آپ یہ سب کرتے پھریں۔ "وہ اپنے بالوں میں سرسراتی اس کی مضبوط انگلیوں کے لمس سے دہک اٹھی تھی تبھی وہ اپنی پاگل ہوتی دھڑکنوں کے شور سے گھبراتی ہوئی بولی تو اس نے اس کے بالوں سے اسکارف نکالتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

اس لمحے افگن کی جانب دیکھتی ژالے کو اس کی سیاہ آنکھوں میں ایسے رنگ نظر آئے کہ جن کو دیکھ کے وہ دنگ سی رہ گئی۔

وہ رنگ کسی کھڑوس باس کے اپنی سیکرٹری کے لیے نہیں تھے۔۔۔

وہ رنگ کسی منتقمانہ مزاج افگن عالم کے ژالے میر کے لیے نہیں تھے۔۔

وہ رنگ استہزاہ، تکبر، سرد پن، نفرت، ناپسندیدگی،

بیزاری یا شاطرانہ پن کے رنگ نہیں تھے۔

بلکہ

یہ رنگ بہت خوبصورت تھے اور محبت و عشق و

عاشقی سے دور رہنے والی ژالے میر اس لمحے ان

رنگوں کو سمجھ کے بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

"ہمارا رشتہ کیسا ہے اس پہ غور و فکر کرنے کی بجائے تم یہاں اپنے ہونے کے مقصد پہ غور کرو تو زیادہ بہتر نہیں ہو گا؟ "آنکھوں میں چھائے تاثرات کے قطعی برعکس وہ گہرے لہجے میں بولا تو اس کی دھڑکنیں سست پڑیں۔

اس نے بے ساختہ اس کے سینے پہ ہاتھ جمائے پیچھے ہونا چاہا تھا جب نجانے کیوں وہ واپس اس کے سینے سے لگتی اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتی دلفریبی سے مسکرائی۔

"آپ مطلب سمجھنا چاہتے تھے نا تو میں مطلب سمجھا دیتی ہوں۔ "وہ دلنواز لہجے میں بولتی اس کی آنکھوں کے الجھے تاثرات کو نظرانداز کرتی اپنے دل کی غیر ہوتی حالت کو نظرانداز کیے اس کے پیروں پہ اپنے پیر جماتی اگلے ہی پل اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں پہ جما گئی۔

اس کی اس غیر متوقع حرکت پہ جہاں اس کا وجود پل بھر کے لیے ساکت ہو گیا وہیں دروازے بیچ و بیچ کھڑی عنیہ شیرازی کھڑے کھڑے جیسے بھری بھری ریت کی مانند ڈھے سی گئی۔

اس کے ہونٹوں کو ہولے سے چھو کے جیسے ہی اس نے اس سے دور ہونا چاہا تو افگن کے مضبوط بازو اور اس کی بڑھتی شدت نے ایسا کرنے سے روک دیا۔

عنیہ شیرازی کو اپنے تئیں سزا دینے کے لیے وہ جو اپنی عادت کے برعکس اس کے نزدیک ہوتی ایسی بے باک حرکت کی مرتکب ٹھہری تھی اس کے جواب میں اس کی ایسی جنون خیزی پہ وہ جیسے چکرا سی گئی۔

ان دونوں کو یوں ایک دوسرے میں مگن دیکھ کے راکھ ہوتی عنیہ ایک دم سے چلا اٹھی۔

"افگن "!اس کی دھاڑ پہ اس پہ جھکا افگن حیرانگی سے سیدھا ہوا اور اسے یونہی بانہوں میں جھکڑے پیچھے کو پلٹا تو وہاں بپھری کھڑی عنیہ کو دیکھ کے اسے کچھ لمحے قبل ژالے کی کی گئی دیدہ دلیری یاد آئی۔

اس نے عنیہ کو ایک نظر دیکھ کے ایک گہری نگاہ نیم وا ہونٹوں کے ساتھ سرخ چہرہ لیے کھڑی ژالے پہ ڈالی تو وہ شرمندہ سی ہوتی نظریں جھکا گئی۔

"افگن !تم۔۔۔تم اس لڑکی کے ساتھ۔۔۔"صدمے کی شدت سے وہ کچھ بول بھی نہیں پا رہی تھی جبکہ اس کے انداز پہ افگن نے گہرا سانس بھر کے خود کو تحمل مزاجی کی تلقین کی۔

"کیسی ہو عنیہ اور کب آئی تم؟ "وہ اس کی بات نظرانداز کرتی خلافِ معمول نرم لہجے میں بولا تھا کیونکہ وہ اس وقت اس کے گھر میں کھڑی تھی۔

"تب آئی تھی جب تم اس کے ساتھ گلچھرے اڑانے میں مصروف تھے۔" وہ بدلحاظی سے چیختی ہوئی بولی تو افگن نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

"بیہیو یور لینگوتج عنیہ۔" اس نے سرد لہجے میں اسے ٹوکا لیکن وہ اثر لیے بنا خونخوار تیوروں کے ساتھ آگے بڑھی اور ان دونوں کے سامنے جا رکی۔

"میری لینگویج کو گولی مارو افگن، تم آج ایک فیصلہ کرو کہ تمہیں یہ لڑکی اپنی زندگی میں چاہیے یا پھر میں؟ "وہ اونچی آواز میں بولی تو اس کی اس بات پہ ژالے کے دل کو جیسے کسی نے مٹھی میں دبوچ لیا تھا۔

جبکہ اس فضول شرط پہ افگن کی پیشانی شکن آلود ہوئی تھی۔

"شیر افگن کسی کی فضول شرطوں پہ اپنی زندگی کے فیصلے نہیں کیا کرتا۔ "اس نے سرد لہجے میں جواب دیا تو ژالے نے نجانے کس احساس کے تحت اس کی جانب دیکھا لیکن وہ اس کی جانب متوجہ نہیں تھا بلکہ وہ سامنے کھڑی عنیہ کو گھور رہا تھا۔

"لیکن آج تمہیں یہ فیصلہ کرنا پڑے گا شیر، تمہیں میرا ساتھ چاہیے یا اس لڑکی کا؟ "وہ فیصلہ کن انداز

میں بغیر ڈرے ڈٹی کھڑی تھی جبکہ ژالے کو اب اس صورتحال سے بے چینی ہونے لگی تھی۔

"سر میں چلتی ہوں۔" وہ ہولے سے منمناتی اس کا ہاتھ اپنے گرد سے ہٹانے لگی تو اس کی بات پہ عنیہ کو پتنگے لگ گئے۔

"تم کہاں جا رہی ہو میری ذات میں آگ لگانے کے بعد، یہیں رکو اور تماشہ دیکھو اب۔" وہ افگن سے

تھوڑا فاصلے پہ ہوتی ژالے کا ہاتھ بے دردی سے پکڑ کے اسے بیڈ کی جانب دھکا دیتی ہوئی بدتمیزی سے گویا ہوئی تو اس کے اچانک حملے پہ وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکی اور سر کے بل پیچھے بیڈ پہ جا گری۔

"ماں "!نرم بیڈ اگرچہ نقصان دہ نہیں تھا لیکن اس کی حالت سر کے پچھلے حالت پہ ہلکی سی ضرب بھی

برداشت کرنے کی اہل نہیں تھی تبھی وہ درد کی
شدت سے بے اختیار سسکی۔

"ژالے "!اسے یوں دیکھ کے وہ ایک دم سے اس
کی جانب لپکا جب عنیہ لپک کے اس کے راستے میں
آئی۔

وہ جو پہلے ہی اس کی حالت دیکھ کے شعلوں میں گر
چکا تھا عنیہ پہ راستے روکنے پہ جیسے وہ خود پر سے
کنٹرول کھو گیا تھا۔

"ہمت کیسے ہوئی تمہاری میری بیوی کے ساتھ ایسا سلوک کرنے کی؟ "اس کے دونوں بازوؤں کو اپنی گرفت میں جھکڑتا وہ اسے سختی سے دیوار کی جانب دھکیلتا بپھرے شیر کی مانند دھاڑا تو درودیوار اس کی گونج سے جیسے تھرا اٹھے۔

"افگن"! اس کے ایسے رد عمل پہ عنیہ نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھا جو اس لمحے بہت پرایا اور پہنچ سے دور لگ رہا تھا۔

"نام مت لو میرا اپنی زبان سے، میرے ہی کمرے میں کھڑی تم مجھے اپنی انگلیوں پہ نچانے کا پلین بناتی یہ کیوں بھول گئی کہ مجھے اپنی انگلیوں پہ نچانا آسان کام نہیں ہے۔" اسے دیوار سے لگائے وہ اس کے نزدیک پھر سے گرجا تو وہ اس کی دہشت سے کانپ

اٹھی جبکہ دونوں ہاتھوں میں سر کو تھامے بیٹھی ژالے اس کی اونچی آواز کے باعث سر میں اٹھتی ٹیسیوں کو برداشت کرنے کی بمشکل سعی کر رہی تھی۔

"تمہیں فیصلہ چاہیے تھا نا میرا تو کل انتظار کرنا میرے فیصلے کا اور ابھی کے لیے چلی جاو یہاں سے ورنہ میں ہر لحاظ بھول بیٹھوں گا۔" اس کے بازو ایک جھٹکے سے چھوڑتا وہ پلٹتے ہوئے بیڈ کی جانب

لپکا تو اس کی بے قراری دیکھ کے وہ سر تا پا جھلس گئی۔

"اس لڑکی کے لیے تم نے میرے ساتھ ایسے جانوروں جیسا سلوک کیا ہے نا تو مجھے قسم ہے تمہاری کہ اس لڑکی کا وہ حال کروں گی کہ تم اس پہ تھوکنا بھی گوارا نہ کرو گے۔" وہ زہر خند نگاہوں سے ان دونوں کو گھورتی دروازے کی جانب بڑھی جہاں سے مسز فرحان اندر داخل ہو رہی تھیں۔

لیکن وہ انہیں مکمل نظر انداز کرتی تھپ تھپ کرتی وہاں سے نکل گئی۔

"افگن! یہ عنیہ کو کیا ہوا اور یہ۔۔۔ژالے کو کیا ہوا ایسے کیوں بیٹھی ہے؟"وہ جو عنیہ کے گیلے چہرے اور ایسے انداز پہ متعجب سی آگے بڑھیں بیٹے کو گھٹنہ موڑے بیڈ پہ ژالے کے نزدیک بیٹھے دیکھ کے پریشان ہو گئیں۔

"ماما! ڈیڈ کو کال کریں پلیز جلدی۔" وہ ماں کے سوالوں کا جواب دیے بغیر پریشانی سے انہیں کہتا ژالے کو بانہوں میں بھرنے لگا کیونکہ وہ اب رفتہ رفتہ اپنے حواس کھو رہی تھی۔

"اللہ! ماں۔۔۔درد۔۔۔" اس کے نازک مگر خشک ہوتے ہونٹوں سے فقط یہی ٹوٹتے الفاظ نکل رہے تھے جو اس جیسے پتھر دل شخص کا بھی سینہ شق کر رہے تھے۔

"ژالے "!اس نے بہت نرمی کے ساتھ اسے بانہوں میں بھرتا اپنے سینے سے لگا گیا تو اس کے نرم لمس پہ بکھرتی وہ اس کے سینے سے لگی شدتوں سے رو دی۔

"مجھے بہت درد ہو رہی ہے۔ "وہ تکلیف زدہ لہجے میں بولتی اس کے کھلے گریبان میں چہرہ چھپاتی شاید درد کے احساس کو کم کرنے لگی جبکہ اس کے لہجے کی

کسک پہ وہ اگلے ہی پل اسے بازووں میں اٹھاتا باہر کی جانب لپکا۔

اس کے بازووں میں مقید وہ اس کے سینے سے لگی اب رفتہ رفتہ اپنے حواس کھوتی اس کے کالر پہ گرفت ڈھیلی کر گئی تھی۔

تجھے سوچ کر، تجھے چاہ کر
مرے ہمنشیں یہ یقیں ہوا

تو ہی منزلوں کا سراغ ہے

تو ہی تیرگی میں چراغ ہے

ہے تو ہی وہ جس کے لیے ہوں میں

مری زندگی، مری شاعری

مرا دن بھی، شام بھی، رات بھی

مری خامشی، مری بات بھی

تیرے بن جو گزری گزر گئی

بھلا اس کا کوئی شمار کیوں

مری زندگی ترا ساتھ ہے

ترا پیار میری حیات ہے

عاطف سعید

وہ کل فنکشن میں پہننے کے لیے اپنا ڈریس سلیکٹ کر رہی تھی جب اس کے موبائل پہ کال آنے لگی۔

اس نے بے ساختہ وقت دیکھا تو یہ وقت شیر عالم یا اس کے گھر والوں کی کال کا نہیں تھا۔

اس وقت ایک ہی شخص کال کرتا تھا اور یہ اس کا گزشتہ کچھ دنوں سے معمول تھا۔وہ چاہے تھوڑی دیر کے لیے ہی سہی لیکن اسے کال ضرور کرتا تھا۔

اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ آگے بڑھ کے کال پک کی تو اس کی گھمبیر آواز اس کے کانوں میں گونجی۔

"السلام علیکم "!اس کی خوبصورت آواز پہ اس نے مدھر بھرے انداز میں واپسی سلامتی بھیجی تو حال احوال دریافت کرنے کے بعد وہ اپنے مخصوص انداز میں گویا ہوا۔

"آ رہی ہیں آپ کل فنکشن پہ؟ "اس کے استفسار پہ اس کی نظر بیڈ پہ پڑے اپنے نیوی بلیو کلر کے ڈریس پہ پڑی تو اس نے ہونٹ کا کونہ دانتوں میں دباتے ہوئے آہستگی سے جواب دیا۔

"جی۔" اس کے مختصر جواب پہ وہ گہری سانس بھر کے رہ گیا۔

"میں نے آپ کے لالہ سے بات کی تھی۔" اس کے اگلے انکشاف پہ موبائل اس کے ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے بچا۔

"ل۔۔۔لالہ سے؟"شیر عالم کے غصے کا سوچ کے ہی اس کا دل جیسے بند ہونے لگا۔

"جی آپ نے ہی تو کہا تھا۔"اس نے جواباً سادگی کا مظاہرہ کیا تو وہ چپ سی ہو گئی۔

"ل۔۔لالہ نے کچھ کہا تو نہیں؟"وہ جھجھکتے ہوئے بولی کیونکہ وہ لالہ کے جلالی روپ سے بہت خائف تھی۔

"زیادہ کچھ نہیں بس اتنا کہا ہے کہ انسانوں کی طرح اپنے گھر والوں کو بھیجو اور میری بہن کی تکلیف دینے کی کوشش کی تو زمین میں زندہ گاڑھ دوں گا۔ "اس نے بہت سکون کے ساتھ اس کے کہے الفاظ من و عن اس کے سامنے دہرائے تو اس کے انداز پہ اسے ہنسی آگئی۔

"آنسہ زرشالے عالم! آپ کا بھائی آپ کے ہونے والے شوہر کو زندہ زمین میں گاڑھنے کی دھمکی دے رہا ہے اور آپ ہنس رہی ہیں۔ "اس کی مترنم ہنسی کو اپنی سماعتوں میں جذب کرتا وہ بظاہر پرتاسف لہجے میں گویا ہوا تو اس کے چہرے پہ گلال سا بکھر گیا۔

"جی کیونکہ مجھے یقین ہے کہ آپ ایسی نوبت ہی نہیں آنے دیں گے کہ لالہ اس حد تک پہنچیں۔ "

نہایت دلفریب اور خاص انداز میں وہ اس کی ذات کو معتبر کرتی اس کے دل کے نہاں خانوں میں جیسے گھستی چلی گئی۔

"آپ واقعی انمول ہیں زرشالے۔" اس نے اپنے الفاظ پھر سے دہرائے تو وہ اس کے جذبات کی شدت محسوس کرتی محبوبیت سے ہنس دی۔

وہ ساکت سی پھیلی بے یقین نگاہوں سے اسے تک رہی تھی جو اس کا ہاتھ پکڑے اپنے ماتھے پہ رکھ رہا تھا۔

"ت۔۔۔تم نے ابھی مجھے کیا کہا؟ "اس کے خوبصورت ہونٹوں سے سرسراتے ہوئے انداز میں نکلا تو اس نے آنکھیں کھول کے ایک نظر اسے دیکھا جو اس کے نزدیک بیٹھی اسے ہی تک رہی تھی۔

"میرا سر دبائیں۔ "اس نے ہاتھ پہ زور دیتے ہوئے بوجھل لہجے میں کہا تو وہ اس کی گرفت سے اپنا ہاتھ کھینچتے ہوئے چیخ اٹھی۔

"یہ نہیں اس کے بعد تم نے مجھے کیا بولا؟ "اس کے سینے میں اس لمحے پکڑ دھکڑ چل رہی تھی جبکہ اس انداز پہ وہ آنکھیں کھولتا اسے دیکھنے لگا جو اس

کی ایک لمحے کی بے اختیاری پہ مر مٹنے کو تیار ہو چکی تھی۔

"مجھے۔۔۔۔ "اس نے گلا کھنکھارتے ہوئے کچھ کہنا چاہا جب وہ ایک دفعہ پھر سے چیخی۔

"خدا کے لیے کوئی لفاظی کرنے کی بجائے ایک دفعہ پھر سے دہراو کہ تم نے مجھے کیا کہا؟ "وہ جیسے بے

بسی سے گویا ہوئی تو وہ جیسے ہارے ہوئے انداز میں اسے دیکھتا نظریں جھکا گیا۔

"زرشالے "!اس کے پھر سے بولنے پہ وہ جیسے ہل سی گئی۔

ہاسپٹل میں یا اس سارے علاقے میں اسے ہر کوئی زرشے کے نام سے جانتا تھا۔

ایسے میں اس شخص کا اسے اس نام سے پکارنا اسے جو اشارہ دے رہا تھا وہ سمجھنا نہیں چاہتی تھی۔

لیکن آج اسے ہمت کرنا ہی تھی آج اسے آر یا پار کرنا تھا۔اس نے ہاتھ اس کے چہرے کی جانب بڑھایا تو وہ جیسے تڑپ اٹھا۔

"پلیز "!اس نے اسے روکنا چاہا لیکن وہ اس کے روکنے پہ سرخ نگاہیں اس کے چہرے پہ گاڑھتی بے تاثر لہجے میں گویا ہوئی۔

"تم نے کہا نا کہ غنڈوں کے ساتھ عزت اور جان دونوں جانے کا اندیشہ ہے تو یوں سمجھو دونوں اپنے ہاتھوں سے دینے لگی ہوں اس لیے مجھے مت روکو۔" وہ اس کے بے حد نزدیک بیٹھنے اور میز پہ رکھے پسٹل کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولی تو وہ مزید کچھ نہ کہہ سکا۔

جبکہ وہ کانپتا ہوا ہاتھ اس کے چہرے کی جانب بڑھاتی دل ہی دل میں دعا کر رہی تھی کہ یہ' وہ ' ہرگز نہ ہو۔

لیکن جیسے ہی اس کا ہاتھ اس کے چہرے پہ ٹکے رومال کو سرکانے لگا ویسے ہی اس کی آنکھوں کی پتلیاں سائز میں بڑی ہوتی چلی گئیں۔

"بالاج "!اس کے ہونٹوں سے بے آواز سرگوشی نکلی جو اردگرد کی ہر شے کو گویا ساکت کر گئی تھی۔

-

چل پیر سائیں کوئی آیت پھونک

کوئی ایسا اسم اعظم پڑھ!

وہ آنکھیں میری ہو جائیں

کوئی صوم و صلوتہ درود بتا!

کہ وجد وجود میں آجائے!

کوئی تسبیح ہو کوئی چلہ ہو

کوئی ورد بتا!

وہ آن ملے!

مجھے جینے کا سامان ملے

گر نہیں تو میری عرضی مان !

مجھے مانگنے کا ہی ڈھنگ سکھا

کہ اشک بہیں مرے سجدوں میں

اور ہونٹ تھرا تھر کانپیں بس!

مری خاموشی کو بھید ملے

کوئی حرف ادا نہ ہو لیکن!

مری ہر اک آہ کا شور وہاں سرعرش مچے!

مرے اشکوں میں کوئی رنگ ملا

مرے خالی پن میں پھول کھلا!

مجھے یاد ملا

سرکار ملا

اے مالک ملک، کے شاہ سائیں

مجھے اور نہ کوئی چاہ سائیں

مری عرضی مان نہ خالی موڑ!

مجھے مان بہت مرا مان نہ توڑ!

چل پیر سائیں کوئی آیت پھونک

کوئی اسم اعظم ایسا پڑھ

وہ آنکھیں۔۔۔میری ہو جائیں۔۔۔!!

ایمرجنسی وارڈ کے دروازے کے سامنے کھڑا وہ سرخ آنکھوں کے ساتھ شیشے پار کا منظر دیکھ رہا تھا جہاں

وہ بہت سی مشینوں میں جھکڑی اس کے دل کو تکلیف دے رہی تھی۔

"میرا دل چاہتا ہے کہ میرے پاس ڈھیر سارا پیسہ ہو اور میں ورلڈ ٹور کروں، میں دنیا کا ہر رنگ دیکھوں، اسے محسوس کروں۔" بارش میں بھیگتی وہ چہکتے ہوئے بول رہی تھی لیکن نجانے کیوں لہجے کی اس چہکار کے باوجود اس سمے اس کے چہرے پہ اک پرمژدگی سی چھائی ہوئی تھی۔

"میرا دل چاہتا ہے کہ میں خدا سے اپنی زندگی کے چند پل ادھار مانگوں اور اسے کہوں کہ میری خواہشات پوری ہونے تک وہ مجھے زندہ رکھے۔" اب کے چہکتے لہجے میں ایک یاسیت اور حسرت سی ٹپکی۔

وہ جو وہاں بیٹھا بہت بیزاری کے ساتھ اپنے کلائنٹ کا انتظار کر رہا تھا، وہ لاشعوری طور پر ریسٹورینٹ کے شیشے کے پار دکھائی دیتی اس لڑکی کی جانب

متوجہ ہو چکا تھا جو بارش کے شور میں بلند آواز میں بولتی ساتھ کھڑی لڑکی سے باتیں کر رہی تھی۔

وہ بے خیالی میں اسے ہی دیکھ رہا تھا جو اپنی دوست سے باتوں میں مصروف تھی لیکن یکلخت اس نے اسے دونوں ہاتھوں سے سر تھام کے نیچے بیٹھتے دیکھا تو وہ کافی حیران ہوا۔

لیکن اس سے پہلے کہ وہ اس سب کی وجہ جان پاتا اس کی دوست نے چلا کے ایک ٹیکسی روکی اور وہ اسے لیے وہاں سے جا چکی تھی۔

"افگن "!وہ اپنی سوچوں میں گم کھڑا تھا جب فرحان صاحب نے اس کے کندھے پہ اپنا بھاری ہاتھ رکھا۔

"ڈونٹ وری!ہم نے سب ٹیسٹس نئے سرے سے کیے ہیں۔اللہ پہ بھروسہ رکھو امید ہے کہ کچھ بہتری

کی صورت نکل آئے گی۔ "انہوں نے اسے کھوکھلی امید دینی چاہی لیکن وہ بنا کچھ کہے سر اثبات میں ہلاتا منتشا اور مسز جوزف کی طرف متوجہ ہوا جو کچھ دیر قبل وہاں پہنچیں تھیں۔

"آپ لوگ وہاں اس روم میں جا کے کچھ دیر ریسٹ کریں۔میں ہوں ابھی یہاں۔ "اس کے سنجیدہ انداز پہ وہ چاہنے کے باوجود بھی انکار نہ کر سکیں اور روم کی جانب بڑھ گئیں۔

جبکہ وہ اب واپس شیشے کے پار نظر آنے منظر کو دیکھنے لگا۔

"م۔۔میں جینا چاہتی ہوں سر۔ "اس کے کانوں میں ایک تکلیف دہ اور بھیگی سی سرگوشی گونجی تو سینے میں گھٹن بڑھتی چلی گئی۔

–––––––––––––––––––––––––––––––––

–

یونیورسٹی میں فنکشن اپنے عروج پہ تھا جب سحرش نے افففف کے سے انداز میں ہاتھ اپنی پیشانی پہ مارا۔

"افففف کتنی بھلکڑ ہوں، شال ہال میں رکھ آئی ہوں جبکہ اب سردی لگ رہی ہے اور اس ہیل نے جگہ سے اٹھنا محال کر دیا ہے۔" وہ روہانسے انداز میں گویا ہوئی تو اس کی حالت دیکھ کے زرشالے کا نرم دل پسیجا۔

"تم بیٹھو ادھر، میں لے آتی ہوں۔ "وہ اپنی جگہ سے اٹھی تو اس کا دل بلیوں اچھلنے لگا لیکن بظاہر وہ نرمی سے گویا ہوئی۔

"ارے نہیں، حائقہ آتی ہے واشروم سے تو وہ لے آئے گی۔ "اس کے کہنے پہ وہ ہولے سے مسکرائی۔

"کوئی بات نہیں، میں لے آتی ہوں۔ "وہ نرمی سے کہتی وہاں سے نکلی تو اس نے جلدی سے کسی کو ڈن کا میسج کیا اور خود اٹھ کے بالاج مصطفیٰ کو تلاشنے لگی۔

--

"یہ اس وقت یہاں کیا کر رہی ہیں؟ "وہ جو کسی کے بلانے پہ اس طرف آیا تھا زرشالے کو اس ویرانے

اور خاموشی میں ہال کی جانب بڑھتا دیکھ کے پریشانی سے بڑبڑایا اور خود بھی اس کے پیچھے لپکا یہ جانے بغیر کہ آج ان کے لیے کیسی سازش رچائی گئی تھی۔

"یہاں کیا کرنے آئی ہیں آپ اکیلے؟ "ہال میں داخل ہوتے ہوئے وہ سنجیدگی سے گویا ہوا تو وہ جیسے ڈر کے اچھلی لیکن اس کی آواز پہچان کے پرسکون ہو گئی۔

"اففف! ڈرا دیا آپ نے مجھے۔ "وہ خفگی سے گویا ہوئی تو اس کے خوبصورت سراپے کو دیکھتے ہوئے اس کی آنکھوں میں خوبصورت رنگ اترنے لگے۔ جبکہ اس کی آنکھوں کی لپک سے گھبراتی وہ رخ بدل گئی۔

"میں سحرش کی شال لینے آئی ہوں لیکن مجھے یہاں کوئی شال نہیں مل رہی۔ "وہ اسے جواب دیتے ہوئے ایک قدم آگے بڑھی تو 'سحرش' کے نام پہ

اس کے حواس الرٹ ہوئے مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کرتا یا کہتا ہال کا دروازہ ایک جھٹکے سے بند ہوا۔

اس اچانک حملے پہ دونوں نے ایک ساتھ پلٹ کے بند دروازے کو دیکھا پھر یکے بعد دیگرے ہال کے باقی دونوں دروازے بھی اچانک بند ہوئے تو بالاج کو زمین و آسمان گھومتے محسوس ہوئے۔

"بالاج! یہ دروازے کس نے بند کیے؟" زرشالے کی آواز اسے گہری کھائی سے آتی محسوس ہوئی۔

زرشالے کی لرزتی آواز پہ اس نے اس کی جانب دیکھا جس کا چند لمحے قبل کھِلتا ہوا چہرہ اس وقت سفید پڑ رہا تھا۔

"ریلیکس زرشالے! میں دروازہ کھولتا ہوں۔" اس کی بگڑتی حالت کے پیشِ نظر وہ اپنے اعصاب کنٹرول

کرتا ہوا نرمی سے گویا ہوا لیکن وہ بس بند دروازوں کو دیکھ رہی تھی۔

"با۔۔بالاج دروازہ کھلوائیں پلیز۔ "وہ رندھے ہوئے لہجے میں خوفزدہ سی بولی تو بالاج نے ہال میں پھیلی نیم تاریکی میں اپنی جیب سے موبائل نکالا لیکن سگنل نہ ہونے پہ وہ زور سے لب بھینچ گیا۔

موبائل واپس جیب میں ڈال کے وہ دروازے کی جانب بڑھا اور بہت محتاط انداز میں اس کا لاک

کھولنے کی کوشش کرتا وہ ساتھ ساتھ دستک دیے جا رہا تھا لیکن دروازے ہنوز بند تھے۔

"آپ کسی کو کال کریں نا۔ "جب دروازہ مزید پانچ منٹ نہ کھلی تو زرشالے کو ڈوبتی سانسوں کے درمیان گھٹی گھٹی سی آواز میں کہا تو اپنی بے بسی اور اس کی حالت پہ بالاج کا دل چاہا وہ ہر شے تہس نہس کر دے۔

"زرش! ریلیکس پلیز، میں کچھ کرتا ہوں، آپ یہاں بیٹھ جائیں۔ "وہ اس کے نزدیک ہوتا اس کے کندھے کو ہلکا سا چھو کے وہاں پڑی کرسیوں کی جانب اشارہ کرتا رسانیت سے گویا ہوا تو اس نے ایک جھٹکے سے اس کا ہاتھ پرے کیا۔

"ن۔۔نہیں آپ دروازہ کھلوائیں یا شیر لالہ کو کال کریں ورنہ میرا دم گھٹ جائے گا۔ "وہ ایک دم سے شدتوں کے ساتھ روتی ہوئی اس کا بازو ہاتھ میں

جھکڑ گئی تو اس کی حالت کو دیکھتے بالاج کی آنکھیں سرخ ہونے لگیں جبکہ ماتھے کی رگیں شدتِ ضبط کی وجہ سے پھولنے لگی تھیں۔

"آپ روئیں نہیں اس طرح آپ کی ط۔۔۔ "اس کے سر کو سہلانے کے اٹھا ہاتھ بمشکل نیچے کرتے ہوئے اس نے اسے تسلی دینی چاہی جب وہ بھڑ اٹھی۔

"آپ کو سمجھ کیوں نہیں آ رہی کہ اندھیرے اور گھٹن میں میرا سانس بند ہونے لگتا ہے۔" وہ دبے دبے لہجے میں چیختی ایک دم سے اس کا گریبان دونوں سے جھکڑتی ہچکیوں سے روتی نڈھال سی اپنا سر اس کے سینے پہ ٹکا گئی۔

اپنے سینے سے سر ٹکائے زرشالے کی اس بند کمرے میں گونجتی ہچکیوں کی آواز اس کے دل و دماغ پہ

ہتھوڑے کی مانند لگ رہی تھی جبکہ سرخ آنکھیں طیش کے عالم میں بند دروازے پہ ٹکی ہوئی تھیں۔

"زرشالے "!نرمی سے اسے پکارتے ہوئے اس نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا ہی تھا کہ اسے باہر عجیب سی آوازیں آتی محسوس ہوئیں۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ سوچتا یا سمجھتا ہال کا مین دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور سٹوڈینٹس کا ایک ریلہ سا اندر داخل ہوا۔

اس اچانک افتاد پہ بالاج کے سینے سے لگی زرشالے نے تیزی سے سر اٹھا کے دروازے کی جانب دیکھا تو اتنے سارے لوگ دیکھ کے اس کا دماغ چکرانے لگا۔

"دیکھ لیں سر، میں نے آپ کو کہا تھا نا کہ یہ سب کچھ اتنے مہینوں سے چل رہا ہے اور آج یونی میں ہونے والے فنکشن سے فائدہ اٹھا کہ یہ دونوں یہاں

آ گئے لیکن بد قسمتی سے رنگے ہاتھوں پکڑے گئے۔ "

وہ دونوں ابھی اتنے لوگوں کے ایک دم سے وہاں آنے کے بابت سوچ ہی رہے تھے کہ ایک نسوانی آواز میں کہے گئے الفاظ پہ دونوں کو یونی کی چھت خود پہ ٹوٹتی محسوس ہوئی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے ڈین صاحب، مس عالم اور میں یہاں بائے چانس بند ہو گئے تھے۔ "لاشعوری طور پہ زرشالے کو اپنے عقب میں کرتا وہ ایک آہنی دیوار

کی مانند اس کے سامنے کھڑا ہوتا ڈین صاحب سے بولا جو بہت چبھتی نگاہوں سے انہیں دیکھ رہے تھے۔

"بند ہوتے تو دروازہ باہر سے لاکڈ ہوتا لیکن دروازہ لاک نہیں تھا مسٹر بالاج۔ "ڈین صاحب کی کاٹ دار آواز پہ بالاج ہی نہیں اس کی پشت پہ کھڑی زرشالے بھی بری طرح سے چونکی۔

کیونکہ اس نے خود دیکھا تھا کہ دروازہ باہر سے بند کیا گیا تھا۔

"اور اگر میں مان بھی لوں کہ یہ بائے چانس تھا تو جو کچھ ہم سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ سب کیا تھا مسٹر بالاج؟ "چبھتے لہجے میں کہتے ہوئے ڈین صاحب کی آواز قدرے بلند ہوئی تو بالاج کا چہرہ اہانت و غصے کے احساس سے سرخ پڑنے لگا۔

جبکہ اپنی ذات کے متعلق بھرے مجمع میں ایسی بات سن کے زرشالے کے وجود سے جان نکلنے کو تھی۔

"سر یہ آج کی بات نہیں ہے، یہ سب بہت عرصے سے چل رہا ہے اور اس کے تو ثبوت بھی ہم نے آپ کو دکھائے ہیں۔ "غیر متوقع نسوانی آواز پہ بالاج کی پشت پہ کانپتی کھڑی زرشالے نے بے یقینی سے قدرے سائیڈ پہ ہو کے دیکھا تو دل گویا مر سا گیا۔

کیونکہ یہ الفاظ بولنے والی اور کوئی نہیں اس کی دوست' سحرش ' تھی۔

"ن۔۔نہیں سر! میں یہاں سحرش کی ش۔شال لینے آئی تھی۔ "سحرش کی بات سن کے وہ بالاج کے پہلو سے نکلتی متوحش سی بولی۔

اسے وہاں موجود ہر شخص کی آنکھیں ملامت کرتی محسوس ہو رہی تھیں۔

"کون سی شال؟ میری شال تو میرے پاس ہے۔ "

سحرش نے استہزائیہ انداز میں کہتے ہوئے اپنی شال اس کے سامنے لہرائی تو زرشالے کے اندر بہت کچھ جیسے ایک چھناک سے بہت نیچے کہیں گر کے ٹوٹ گیا تھا۔

"سر یہ ہماری دوست تو تھی لیکن اس کا بالاج کے ساتھ بڑھتا افیئر دیکھ کے ہم نے آج۔۔۔۔۔۔۔۔ "

حائقہ بھی سحرش کی بات میں وزن پیدا کرنے کو بولی جب بالاج بپھرتا ہوا ان کی جانب لپکا۔

"بکواس بند کرو اپنی، میں جان سے مار ڈالوں گا اگر زرشالے کے متعلق ایک بھی لفظ کہا تو۔ "وہ خطرناک تیوروں کے ساتھ ان کی جانب بڑھتا واقعی انہیں جان سے مار ڈالتا جو اگر بروقت اسے روکا نہ جاتا۔

"بیہیو یور سیلف مسٹر بالاج، اتنی گھٹیا حرکتیں یونی میں کرتے ہوئے تم دونوں کو شرم سے ڈوب مرنا چاہیے۔ کرتا ہوں میں ابھی مسٹر عالم کو کال تاکہ وہ بھی جان سکیں کہ ان کی بہن یہاں لڑکوں کے ساتھ کیسے افیئر چلا رہی ہے۔" ڈین صاحب ان دونوں کو حقارت سے دیکھتے ہوئے بولا تو ان کے آخری الفاظ پہ اس کے ضبط کا پارہ ٹوٹ گیا۔

وہ سٹوڈینٹس کے گروپ سے اپنا آپ چھڑوا کے ہر انجام سے بے نیاز بپھرے ہوئے شیر کی مانند ڈین صاحب کی جانب لپکا اور ان کے کالر کو اپنی گرفت میں لیتا زور سے دھاڑا۔

"اپنی بکواس بند کرو، اگر اب زرشالے کے متعلق کوئی گھٹیا لفظ منہ سے نکالا تو یہیں زمین میں گاڑھ دوں گا۔ "ان کے گریبان کو دبوچے وہ بولا تو بہت سارے سٹوڈینٹس ایک ساتھ اس کی طرف لپکے اور

اس کی پسلیوں میں مکے مارتے ہوئے اس کی گرفت سے سر کا کالر چھڑوایا۔

"اور تم دونوں کا تو میں وہ حشر کروں گا کہ تم کسی کی عزت کا سودا کرنے سے قبل ہزار بار سوچو گی۔ " سٹوڈینٹس کے شکنجے میں کسا وہ سحرش اور حائقہ کی طرف دیکھتا پتھریلے انداز میں گرجا تو اپنی گردن کو رومال سے تھپتھپاتے ڈین صاحب نے نفرت سے اسے دیکھا۔

"لے کے جاو اسے کانفرس روم میں اور زیادہ جنگلی پن دکھائے تو باندھ دینا اس جانور کو شیر عالم اور پولیس کے پہنچنے تک۔ "نفرت سے کہتے ہوئے انہوں نے وہاں پہنچنے والے گارڈز کو اشارہ کیا تو شیر عالم کے نام پہ بالاج نے فورا پلٹ کے زرشالے کو تلاشنا چاہا لیکن اگلے ہی پل وہ چکرا کے رہ گیا کیونکہ زرشالے کہیں نہیں تھی۔

"زرشالے"!ہال کے دروازے کی طرف گھسیٹتے

ہوئے اس کے ہونٹ خوف کے عالم میں

سرسرائے۔

اسے نہیں پتہ تھا کہ وہ کہاں جا رہی ہے یا اس کی

منزل کیا ہے؟

وہ بس لرزتے بدن کو گھسیٹتے ہوئے بمشکل آگے کو

چلتی روئے جا رہی تھی۔

اس کے کانوں میں اس وقت بس اپنی ذات کے متعلق کہی گئی باتیں کوڑے کی مانند برس رہی تھیں۔

کچھ دیر قبل جب وہ ہال میں موجود ہر فرد کی زبان سے اپنے کردار کے متعلق گھٹیا الفاظ سن رہی تھی اور آنکھوں میں حقارت دیکھ رہی تھی۔

اسی وقت شیر لالہ کا نام سن کے اس کا دل دھڑکنا بھول گیا۔

اسے لگا کہ یہ سب سن کے یہاں موجود لوگوں کی طرح شیر عالم نے بھی اس کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کیے تو کیا وہ جی پائے گی؟

کیا وہ اس کی آنکھوں میں تضحیک دیکھ پائے گی؟

کیا وہ اپنی وجہ سے بھری محفل میں اپنے بھائی کا جھکا سر دیکھ پائے گی؟

یہی سب سوچتے وہ نفی میں سر ہلاتی پیچھے کی طرف قدم اٹھاتی عقبی دروازے کے پاس پہنچی اور پھر انتہائی قدم اٹھانے کا سوچتی وہاں سے نکل گئی۔

اور اب سڑک کنارے چلتی وہ زارو قطار روتی جا رہی تھی۔

وہ زرشالے عالم تھی شیر عالم کی لاڈلی اور اکلوتی بہن جس کا خواب اسے ڈاکٹر بنانا تھا۔

جسے وہ ہمیشہ اپنے پرشفقت سائے اور مہربان پروں میں چھپائے رکھتا تھا۔

اس کی وہی اکلوتی اور لاڈلی بہن اپنی کم عقلی اور بدقسمتی کی بدولت اپنے بھائی کا سر جھکانے کا باعث بن چکی تھی۔

زہریلی سوچوں نے اس کے ذہن پہ اس قدر غلبہ پا لیا تھا کہ وہ اپنے ہوش و حواس سے بیگانہ ڈھیلے

ڈھلے قدموں سے چلتی ہوئی بیچ سڑک آ کھڑی ہوئی۔

اس سے پہلے کہ کوئی گاڑی اسے اپنی تیز رفتاری کا نوالہ بناتی ایک سیاہ کار تیزی سے اس کے نزدیک آ کے رکی اور اس میں سے ایک آدمی نکلا اور کلوروفارم سے بھیگا رومال اس کے ناک پہ رکھنے کے بعد اس کا بے ہوش وجود اٹھا کے تیزی سے کار میں بیٹھ گیا۔

اور وہاں یونیورسٹی میں داخل ہوتے شیر عالم اور یونی

میں موجود بالاج مصطفیٰ کو خبر ہی نہ ہو سکی کہ دشمن

کس قدر گہرا وار کر چکا تھا۔

یونیورسٹی کے کانفرس ہال میں اس وقت کم و بیش

پندرہ سے بیس لوگوں کا پینل ایک بڑی میز کے گرد

بیٹھا ہوا تھا۔

جس کی سربراہی کرسی پہ وی سی اور ان کے سامنے

ہی دوسری طرف پتھریلے تاثرات لیے وہ بیٹھا ہوا

تھا جس نے ایک دفعہ بھی نظر اٹھا کے بائیں جانب

کمر پہ بندھے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ کھڑے بالاج

کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

"عالم صاحب آپ کی بہن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ "وی سی

صاحب نے بات شروع کی تھی جب اس نے بہت

سرد مہری سے ان کی بات کاٹی۔

"میری بہن کے متعلق کوئی بھی بات اتنے مجمع کے سامنے کرنے سے قبل اس کی پوری تصدیق کر لیجیے گا کیانی صاحب۔" اس کے سپاٹ لہجے میں بہت شدید کاٹ چھپی تھی۔

گویا کہ وہ بات سننے سے قبل ہی بات کی سنگینی سے واقف ہو چکا تھا۔

"ہم نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔بہت معذرت لیکن آپ کی بہن اپنے کلاس فیلو کے ساتھ بند کمرے میں رنگ رلیاں مناتے ہوئے ایک مجمع کے سامنے پکڑی گئی ہے۔" بالاج کے ہاتھوں ہوئی اپنی تذلیل سے سلگتے ڈین صاحب نے پھر سے اپنی جذباتیت کے باعث بہت سنگین غلطی کر دی۔

وہ جو بہت ضبط کے ساتھ بیٹھا ان باتوں کو سن رہا تھا ڈین صاحب کی گھٹیا لفاظی پہ ایک جھٹکے سے

کرسی پرے کو پھینکتا ان کی جانب لپکا اور اس پینل کی موجودگی میں کرسی پہ بیٹھے ڈین کے سر پہ اپنے ہاتھ کا پنجہ مارتے ہوئے اس کا منہ میز پہ دے مارا۔

"اپنی زبان کو لگام دو ورنہ میں اسی زبان کو گدی سے کھینچ کے گردن کے گرد لپیٹ دوں گا۔" وہ اس کے منہ پہ سختی سے ہاتھ رکھے اس کا منہ میز پہ دبائے بھوکے شیر کی مانند دھاڑا تو وی سی صاحب نے فورا اسے ٹوکا۔

"مسٹر عالم! آپ اپنی لمٹس کراس نہیں کر سکتے۔ "
انہوں نے تند لہجے میں تنبیہہ کی۔

"شروعات آپ لوگ مت کریں، آپ سب نے جو
گھٹیا بکواس کرنی تھی وہ میں سن چکا ہوں اس سے
زیادہ کسی نے ایک بھی لفظ میری بہن کے متعلق
منہ سے نکالا یا اس کا نام یہاں لیا تو اس کے ختم
ہونے کا مجھے کوئی افسوس نہیں ہو گا۔ "انتہائی سرد

لہجے میں وہ ان کی طرف سلگتی آنکھوں سے دیکھتا

بالاج کی طرف بڑھا اور اس کے ہاتھ کھولے۔

"میری بہن کہاں ہے؟ "اس نے بالاج کی آنکھوں

میں دیکھتے ہوئے سوال کیا تو بالاج نے تھکی سی

سانس خارج کرتے ہوئے سر نفی میں ہلایا۔

"جب تمہیں کال کی گئی تھی تب وہ ہال میں نہیں تھیں۔ "بالاج کے جواب پہ شیر افگن کو زمین گھومتی ہوئی محسوس ہوئی۔

اس نے فورا گھوم کے دروازے کی جانب دیکھ کے آواز بلند کی۔

"فرہاد "!اس کی رعب دار آواز پہ دروازے کے پار کھڑا فرہاد اندر داخل ہوا۔

"زرشالے کو ڈھونڈو فورا۔ "اس کے بلند لہجے میں عجب سا اضطراب مترشح تھا۔

"میری ایک بات تم سب لوگ دھیان سے سن لو، میری بہن کو زرا بھی نقصان اس کے اپنے ہاتھوں یا کسی اور کی وجہ سے پہنچا تو تم سب کی قبریں میں خود اپنے ہاتھوں سے کھودوں گا۔ "غصے اور اضطراب سے پاگل ہوتا وہ بھوکے شیر کی مانند گرجا اور تیزی سے دروازے کی جانب لپکا۔

"ایک آدھ گھنٹے میں تم لوگوں کی تسلی کے لیے ثبوت اس ٹیبل تک پہنچ جائیں گے لیکن یہ تم بھول جانا کہ یہ۔۔۔۔۔ "ڈین کی جانب دیکھتے اس نے بالاج کی جانب اشارہ کیا۔

"یہ جیل جائے گا کیونکہ اس نے جو کیا وہ بہت کم تھا تم اس سے زیادہ ڈیزرو کرتے ہو۔ "درشتگی سے کہتے ہوئے وہ بالاج کی طرف مڑا جس کے ماتھے

سے سٹوڈینٹس کے زدوکوب کی وجہ سے خون بہہ رہا تھا۔

"ان دونوں لڑکیوں کو پندرہ منٹ کے اندر اندر تلاش کرو۔ "چونکہ وہ اس کے جیل نہ جانے کے آرڈر دے چکا تھا اور وہاں موجود کوئی بھی فرد ایسا نہ تھا جو اس نے پنگا لینے کا سوچتا۔

اس لیے سب ضبط کے کڑوے گھونٹ بھرتے اس کے دیے گئے الٹی میٹم کا انتظار کرنے لگے۔

بالاج کو حکم دینے کے بعد وہ خود زرشالے کی تلاش میں باہر کی جانب بھاگ گیا۔

-

وہ دونوں بہت خوش تھیں کیونکہ بالآخر ان دونوں نے خود کو دیا گیا ٹاسک مکمل کر لیا تھا۔

اور یونیورسٹی سے نکلتے ہی ایک آدمی انہیں ان کے کام کی قیمت دے کے ان کی خوشی کو دوبالا کر گیا تھا۔

پیسوں کے تھیلے کو اپنے ہینڈ بیگ میں رکھ کے دونوں نے پہلے اپنے پروگرام کے تحت ہاسٹل سے اپنا چیدہ چیدہ سامان اٹھایا اور پھر رکشے میں بیٹھ کے ریلوے سٹیشن کی جانب کوشاں ہو گئیں۔

"مجھے امید تو نہیں کہ کسی کا شک ہماری طرف آئے گا لیکن اگر کسی نے ہم پہ شک کرنے کا سوچا بھی تو اس سے قبل ہم اس شہر سے بہت دور جا چکی ہوں گی۔ "ڈھیر سارے پیسوں کی موجودگی کے احساس سے حائقہ کی آواز خوشی کے مارے کانپ رہی تھی جبکہ سحرش کو نجانے کیوں ایک عجیب سا خوف اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھا۔

"یار اگر کسی کو پتہ چل گیا تو؟ تم جانتی ہو نا کہ اس کا بھائی کتنا خطرناک ہے؟ "سحرش نے قدرے خوفزدہ لہجے میں اسے مخاطب کیا۔

"اوہو، چھوڑو بھئی یہ امیر لوگوں کے چونچلے ہیں۔انہیں ایسی باتوں سے فرق نہیں پڑتا۔ویسے بھی اس کا بھائی کوئی سپر ہیرو تھوڑی ہے جو اتنے بڑے شہر میں ہمیں چٹکیوں میں تلاش۔۔۔۔۔۔ "وہ

بڑے لاپرواہ انداز میں بول رہی تھی جب رکشہ ایک جھٹکے سے رکا۔

"کیا ہوا بھائی؟ "وہ فورا ڈرائیور کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"پتہ نہیں باجی، یہ گاڑی اچانک سامنے آ گئ ہے۔ " ڈرائیور کی آواز پہ دونوں نے سامنے دیکھا تو جیسے روح پرواز کر گئ۔

کیونکہ ان کے سامنے بہت خوفناک تیوروں کے چلتا بالاج ان کے رکشے کے بے حد نزدیک پہنچ چکا تھا۔

"شرافت سے یہاں سے نکل کے اس گاڑی میں بیٹھنا پسند کرو گی یا اس کی زبان سمجھاوں؟" وہ کھڑکی میں جھکتا ہاتھ میں تھامے پسٹل کی جانب اشارہ کرتے ہوئے سپاٹ لہجے میں بولا تو دونوں خوف سے زرد پڑتے چہرے لیے اس کی معیت میں گاڑی کی طرف بڑھ گئیں۔

شیر افگن عالم کے دیے گئے الٹی میٹم کے بعد اب سب ایک دفعہ پھر سے کانفرس روم میں بیٹھے ہوئے تھے لیکن اب وہاں ان دونوں کا بھی اضافہ ہو چکا تھا۔

"جھوٹ یا غلط بیانی کرنے کی بجائے جو سچ ہے اسے فوراً اگل دو ورنہ میں عورت ہونے کا لحاظ نہیں

کروں گا۔"شیر نے سرد لہجے میں حکم جاری کیا تو

ان کے رگ و پے میں مارے خوف کے سنسنی سی

دوڑ گئی۔

انہیں اندازہ ہوا کہ اس شخص نے واقعی اپنی صحیح

دہشت پھیلا رکھی تھی۔

"ہم پیسوں کے لیے لوگوں کے دیے گئے ٹارگٹس

کو پورا کرنے کا کام کرتی ہیں، ایسے میں جب کچھ

مہینے پہلے جب ہم ہمیشہ کی طرح اپنا کام پورا کرنے

کے بعد اس شہر میں شفٹ ہوئیں تو ایک شخص
ہمیں ملا اور ایک بنگلو میں لے کے چلا گیا۔
وہاں ہمیں ایک آدمی ملا ہم نہیں جانتی کہ وہ شخص
کون ہے یا اس کا نام کیا ہے؟ لیکن اس شخص نے
ہمیں زرشالے سے دوستی کرنے کا ٹاسک دیا تھا اور
اس کا اعتماد جیتنے کو کہا۔جب ہم نے یہ کام پورا کر
لیا تو اس نے ہمیں کہا کہ اسے یونی میں یا کہیں بھی
اس طرح بدنام کرو تاکہ اس کا بھائی اسے چھوڑ
دے۔"جو باتیں انہیں معلوم تھیں وہ اس کے

خوف سے فورا روتے روتے اگلنے لگیں جبکہ ان کی باتیں سنتے شیر افگن کی گردن کی رگیں مارے اشتعال کے نمایاں ہونے لگیں۔

"کون شخص تھا وہ؟ "میز پہ زور سے ہاتھ مارتا وہ آگے کو جھکا تو دونوں تھرا اٹھیں۔

"ہم نہیں جانتیں کیونکہ وہ شخص چہرہ چھپا کے سامنے آتا تھا لیکن اس شخص نے اپنے ہاتھ میں چار

انگوٹھیاں پہن رکھی ہوتی تھیں۔ "سحرش جو کچھ زیادہ ہی خوفزدہ ہو چکی تھی وہ تیزی سے روتے ہوئے بولی تو اس کے آخری الفاظ پہ وہ تھم سا گیا۔ لیکن اگلے ہی پل وہ زور سے مٹھیاں بھینچتے اپنی جگہ سے اٹھا۔

"نواز عالم "!اس نے نفرت سے اس نام کو دانتوں تلے چبایا اور پھر سرعت سے فرہاد کی جانب مڑا۔

"فرہاد ان دونوں کو جیل لے جاو اور احمر کو کہنا کہ ان تک کوئی وکیل بھی میری اجازت کے بغیر نہیں پہنچنا چاہیے اور تم۔۔۔۔" فرہاد کو حکم دے کے وہ ڈین کی جانب مڑا۔

"تم میری بہن اور میرے دوست پہ کیس کرنے والے تھے نا لیکن اب تم وہ ایفرٹ اپنی یونی کو بچانے کے لیے کر لینا۔" بے لچک اور پتھریلے انداز میں کہہ کے وہ ان سب کے پھیکے پڑے چہروں کو

تنفر سے دیکھ کے جب کانفرس روم سے باہر نکلا تو ایک فون کال وہ اس یونی پہ کیس کروانے کے لیے کر چکا تھا۔

____

مضبوط قدم اٹھاتا وہ سامنے موجود کمرے کے بند دروازے کے نزدیک پہنچا اور پھر چہرے پہ ڈھیروں

خوشی سجائے وہ دروازے کو آہستگی سے کھول کے

کمرے میں داخل ہوا۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے بیڈ کی طرف

دیکھا جہاں اس کی جیت، اس کی خوشی سرخ بلینکٹ

اوڑھے بے سدھ لیٹی ہوئی تھی۔

وہ سرشار چہرے کے ساتھ مسکراتا ہوا آگے بڑھا اور بیڈ کے کنارے پہ ٹکتا اس کے خوبصورت چہرے کو دیکھتا رہا اور پھر اچانک اس کے چہرے پہ جھکا۔

"میری بیٹی "!اس کے ہونٹوں سے یہ لفظ بہت بے ساختگی میں نکلے اور پھر وہ اس کے ماتھے کو محبت سے چوم کے اس کے آرام کا سوچ کا وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"مجھ سے مقابلہ کرتے ہوئے تم شاید یہ بھول چکے تھے شیر افگن عالم کہ باپ ہمیشہ باپ ہی رہتا ہے۔ "

دروازے کے قریب پہنچ کے اس نے ایک نظر پلٹ کے بیڈ پہ لیٹی زرشالے عالم کو دیکھا اور پھر دل ہی دل میں اس سے مخاطب ہوتے دروازہ کھول کے باہر نکل گیا۔

"تم نے اتنے برسوں مجھ سے میری بیٹی کو چھین کے دور کیے رکھا لیکن دیکھ لو جیت بالآخر میری ہی

ہوئی۔ "سیڑھیوں کی جانب بڑھتے وہ فتح سے چور دل ہی دل میں افگن سے مخاطب ہوا۔

اُس شیر افگن سے جو اس کی پہلی اولاد، اس کا بیٹا تھا۔

اور پینل میں بیٹھے افراد سمیت جیل میں جانے والی سحرش اور حائقہ نہیں جانتی تھیں کہ زرشالے عالم کی عزت کو داو پہ لگا، اس کی ذات کا تماشا بنا کے اسے اپنے پاس لے کے آنے والا اور کوئی نہیں۔

بلکہ شیر افگن عالم اور زرشالے عالم کا سگا باپ" نواز عالم "تھا۔

ماضی:

"نواز! تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟" حدیقہ عالم نے بے بسی سے صوفے پہ بیٹھ کے نوٹوں کی گڈیاں بریف کیس میں سجاتے اپنے شوہر کو مخاطب کیا۔

"کیا کر رہا ہوں میں؟" نواز عالم نے ایک نظر اپنی بیوی کو دیکھا جو ان کی منظورِ نظر بیوی تھی۔

"یہی اپنے ہی ملک کے لوگوں سے غداری کر کے ان کے خون پسینے کو بیچ کے اپنی تجوریاں بھرنا کہاں

کی اصول پسندی اور انسانیت ہے۔ "وہ افسوس سے ان پیسوں کو دیکھتے ہوئے گویا ہوئیں تو نواز عالم نے لاپرواہی سے سر جھٹکا۔

"تمہارا ان باتوں سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔ یہ میرا کام ہے اور مجھے پتہ ہے کہ مجھے کیا کرنا ہے کیا نہیں۔تم بس اس گھر اور میرے بیٹے پہ دھیان دو۔ "اس نے سرد لہجے میں بیوی کو تنبیہہ کی۔

اگرچہ حدیقہ عالم ان کی بہت من چاہی بیوی تھیں، جن سے انہوں نے بہت پاپڑ بیلنے کے بعد شادی کی تھی اور انہیں اپنی فطرت و طبیعت کے برعکس رعایت بھی دے دیا کرتے تھے لیکن جب کبھی حدیقہ بیگم ان کے کام کے متعلق کچھ کہتیں تو ان کا رویہ خاصا روکھا ہو جاتا تھا۔

"میں اپنے بیٹے کی وجہ سے ہی کہہ رہی ہوں نواز، میں اپنے بیٹے کو کیسے یہ حرام کھلا سکتی ہوں جو تم

بہت سے لوگوں کے خوابوں کو بیچ کے لاتے ہو۔"

وہ تلخ لہجے میں بولتیں اپنی جگہ سے اٹھیں تو ان کی تلخ گوئی پہ آگ بگولہ ہوتے نواز عالم کا ہاتھ بے اختیار ہوا میں بلند ہوا۔

"بکواس بند کرو اپنی۔ تمہیں ڈھیل دے رکھی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم سر پہ چڑھ جاو۔ یہ مت بھولو کہ میں اگر سر پہ چڑھا رہا ہوں تو مجھے سر سے اتارنا بھی بہت اچھے سے آتا ہے۔"نواز عالم

نے اگرچہ ہاتھ ان کے رخسار پہ پڑنے سے قبل ہی روک لیا تھا لیکن ان کے بے رحم لہجے میں کہے گئے الفاظ نے حدیقہ بیگم کو اس اٹھتے ہاتھ سے بھی زیادہ تکلیف دی تھی۔

"یہ جن پیسوں پہ تم یوں حقارت بھری نظر ڈال رہی ہو نا کل کو یہی پیسے جب ہمارے بچوں کے مستقبل کو سنواریں گے تو تم میری شکر گزار ہو گی۔"متکبر لہجے میں بول کے وہ انہیں ایک سائیڈ پہ

دھکیل کے بریف کیس لاکر میں رکھ کے واشروم کی

جانب بڑھ گئے اور بے یقین و ششدر حدیقہ بیگم

ان کے دھکیلنے کی وجہ سے بیڈ پہ گر سی گئیں۔

جبکہ ان کے روم سے ملحقہ روم میں دروازے کی

جھری سے یہ سب دیکھتے پانچ سالہ شیرافگن نے

باپ کے منظر سے ہٹنے کے بعد ماں کو گرتے ہوئے

دیکھا تو بھاگ کے اس کے نزدیک جانے لگا۔

لیکن اس کے وہاں پہنچنے سے قبل اس کے وہاں آنے سے انجان حدیقہ بیگم بھاگتی ہوئی ڈریسنگ روم میں بند ہو گئیں۔

ہال میں پڑے خوبصورت صوفوں میں سے ایک پہ بیٹھیں وہ حسبِ معمول افگن کو اس کا ہوم ورک کروا رہی تھیں جبکہ متفکر نگاہیں بار بار وال کلاک کی

طرف بھی جا رہی تھیں جہاں رات کے آٹھ بجنے والے ہو رہے تھے۔

لیکن نواز عالم ابھی تک گھر نہیں پہنچے تھے۔ان کی منتظر وہ آج افگن کو کام بھی لیٹ کروانے بیٹھی تھیں لیکن وہ تاحال گھر نہیں پہنچے تھے۔

"مما! پاپا کب آئیں گے؟ "ہوم ورک لکھتے افگن نے جب ماں کا دھیان بار بار گھڑی کی جانب بھٹکتے دیکھا تو آخر کار بول اٹھا۔

"آ جاتے ہیں تھوڑی دیر میں۔ "بیٹے کے اچانک سوال پہ بری طرح سے چونکتی وہ مسکراہٹ ہونٹوں پہ سجا کے اس کی جانب متوجہ ہو گئیں۔

"آ گئے آپ کے پاپا۔ "جب پندرہ منٹ بعد گاڑی کا ہارن سنائی دیا تو حدیقہ بیگم تشکر بھرا سانس خارج کرتے ہوئے خوشی سے بولیں تو وہ مسکرا دیا۔

چند ثانیوں کے بعد دروازہ کھلنے کی آواز پہ حدیقہ بیگم نے کھِلے ہوئے چہرے کے ساتھ استقبال کرنے کے لیے رخ دروازے کی جانب موڑا تو یکلخت ان کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑا تھا۔

کیونکہ دروازے پہ نواز عالم نہیں بلکہ ان کا دیور فرحان عالم کھڑا تھا۔

"السلام علیکم بھابھی۔ "حدیقہ کو دیکھ کے وہ مسکرا کے گویا ہوا تو وہ سنبھلیں۔

"وعلیکم السلام! کیسے ہو فرحان؟ "چہرے پہ خوش آمدیدی مسکراہٹ سجائے وہ نرم لہجے میں بولی تو اپنے مخصوص ٹھہرے ہوئے انداز میں بولا۔

"الحمداللہ، آپ کیسی ہیں اور میرا یہ شیر کیسا ہے؟ " حدیقہ سے اس کی خیریت دریافت کرنے کے بعد وہ

افگن کی طرف بڑھا اور اسے اپنے بازووں میں بھینچتا مشفقانہ انداز میں گویا ہوا۔

"بھائی نظر نہیں آ رہے، گھر نہیں پہنچے ابھی کیا؟ " شیر کو گود میں لے کے بیٹھتا وہ نواز صاحب کی غیر موجودگی محسوس کرتا ہوا بولا تو حدیقہ بیگم کے چہرے پہ ایک تاریک سا سایہ لہرایا۔

کچھ دن پہلے نواز عالم کے کہے بے رحم الفاظ نے ان
کے دل کو چھلنی کر دیا تھا لیکن شیر افگن کا سوچ کے
وہ اپنے ہر دکھ کو وہیں سینے میں دبا گئیں۔

شاید عورت کی یہی سب سے بڑی کمزوری ہوا کرتی
ہے، جس دن عورت نے اس کمزوری کو طاقت بنا
کے کمپرومائز کرنا چھوڑ دیا اس دن شاید عورت اپنا
مقام پہچان سکے گی۔

"ابھی تک تو نہیں آئے، آج شاید کسی کام کی وجہ سے لیٹ ہو گئے ہیں۔ تمہارے لیے کچھ کھانے کو منگواوں؟ "فورا سنبھلتے ہوئے انہوں نے فرحان کو جواب دینے کے ساتھ ساتھ حقِ میزبانی نبھانا چاہا لیکن اس نے منع کر دیا۔

"تم کب آئے پاکستان اور سامان کہاں ہے تمہارا؟ " اسے افگن کے ساتھ مگن سا باتیں کرتے دیکھ کے

انھوں نے استفسار کیا کیونکہ وہ ڈاکٹر بن رہا تھا اور سپیشلائزیشن کے لیے لندن میں رہائش پذیر تھا۔

"سامان میرا ایئرپورٹ پہ چینج ہو گیا تھا لیکن وہ کہہ رہے تھے کہ پہنچا دیں گے اس لیے میں نے وہاں وقت ضائع نہیں کیا اور گھر آ گیا۔ "اس نے نرم لہجے میں جواب دیا اسی لمحے باہر ایک اور گاڑی کا ہارن سنائی دیا تو وہ الرٹ ہو گئیں۔

"آئی تھنک نواز آ گئے۔" وہ فرحان سے کہتی اپنی

جگہ سے کھڑی ہوئیں جبکہ باپ کے آنے کا سن کے

افگن بھی فرحان کی گود سے نکل کے دروازے کی

جانب لپکا۔

اسی لمحے دروازہ کھلا اور لڑکھڑاتے ہوئے نواز عالم

اندر داخل ہوئے۔

"پاپا"!افگن خوشی سے چہکتا باپ کی ٹانگوں سے چپکا تو ڈولتے قدموں کے ساتھ کھڑے نواز صاحب لڑکھڑائے۔

"ایڈیٹ، پیچھے ہٹو۔"خفگی سے اسے ڈانٹتے ہوئے انہوں نے پرے دھکیلا تو ان کے ڈولتے قدموں اور لہجے کی خماری پہ حدیقہ بیگم کے سر پہ گویا ساتوں آسمان ٹوٹ پڑے تھے۔

"نواز؟ "وہ بے یقینی سے اپنے شوہر کو دیکھ رہی تھیں جو ان کی نظر میں پہلے صرف کرپٹ تھا لیکن اب وہ شرابی بھی بن چکا تھا۔

"بھائی! آپ نے شراب پی ہے کیا؟ "حدیقہ بیگم کی دگرگوں حالت اور بے رنگ آنکھوں کو دیکھ کے فرحان نے آگے بڑھ کے بھائی سے سوال کیا جو اس بالکل بھی اپنے حواسوں میں نہیں تھا۔

"ن۔۔ نہیں۔وہ تو بس اس۔۔ کم۔۔ کمینی نے ۔۔زبردستی پلا دی۔۔ تھی۔ "بے ربط ٹوٹے الفاظ میں بولتے وہ ایک نئے انکشاف کے ساتھ حدیقہ بیگم کا کلیجہ نوچ گئے۔

"زانی "!ان کی خالی خالی نگاہیں بہت بے یقینی اور تعجب سے ان کی جانب دیکھ رہی تھیں۔

جبکہ بھائی کے الفاظ پہ فرحان کا دل دھک سے رہ گیا۔

اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ پاکستان آتے ہی اس طرح کی صورتحال سے بھی واسطہ پڑ سکتا ہے۔

"آو۔۔ڈارلنگ۔۔۔اس کم۔۔ینی نے جو آگ لگائی ہے ا۔۔اسے بجھاو۔۔۔۔ "سامنے کھڑی بیوی کو دیکھ کے ان کے سر پہ ایک دفعہ پھر سے نشہ طاری ہونے لگا تبھی وہ ان کا ہاتھ تھام کے اپنی جانب گھسیٹ گئے۔

"نہیں۔ "دیور کے سامنے شوہر کی ایسی حرکت پہ وہ جیتے جی مر گئی تھیں۔

لیکن نشے میں دھت وہ جیسے ہر رشتے، ہر مقام کو فراموش کر گئے تھے۔

"بھائی خدا کے لیے ہوش میں آئیں۔ "جب ان کی دست درازی اور حدیقہ کی مزاحمت بڑھنے لگی تو ششدر کھڑے فرحان کو جیسے ہوش آیا۔

اس نے بے ساختہ آگے بڑھ کے نواز صاحب کی گرفت سے حدیقہ کو چھڑوانا چاہا۔

"دفع ہو جاو تم یہاں سے۔"حوس اور نشہ اس قدر دماغ پہ حاوی ہو چکا تھا کہ حدیقہ اور اس کے بعد فرحان کی مزاحمت نے انہیں پاگل سا کر دیا تھا۔ اور وہ فرحان کو پرے دھکا دے کے حدیقہ بیگم کا بازو گھسیٹ کے اسے لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ سامنے موجود کمرے کی جانب بڑھنے لگے۔

"ماما "!فرحان نے جب سنبھلتے ہوئے پھر سے آگے بڑھ کے انہیں اس ظلم سے روکنا چاہا تو اچانک افگن کی بلند مگر روتی پکار پہ اس کے قدموں کو جیسے زنجیر سی لگ گئی۔

اس نے پلٹ کے وحشت زرہ نگاہوں سے اسے دیکھا جس کا چہرہ اس وقت باپ کے اس روپ اور ماں کی التجاؤں کو دیکھ کے سفید پڑ رہا تھا۔

"شیر۔۔۔"وہ حدیقہ اور نواز کو بھولتا سرعت سے افگن کی جانب لپکا۔

۔

اگلی صبح' نواز پیلس 'میں ہمیشہ کی طرح بہت پر سکون انداز میں شروع ہو چکی تھی لیکن بہت کچھ تھا جو پہلے کی طرح نارمل نہیں تھا۔

"تم کب پہنچے ہو پاکستان؟" ڈائننگ ٹیبل پہ فریش اور مطمئن نواز عالم نے اخبار پڑھتے ہوئے اسے مخاطب کیا جو ان کی جانب دیکھنے کی بجائے سامنے پڑے چائے کے کپ کو گھور رہا تھا۔

"کل رات۔" اس نے مختصر سا جواب دیتے ہوئے ایک نظر انہیں دیکھا اور ان کے چہرے سے کچھ کھوجنا چاہا لیکن وہاں چھایا سکون اس کو زہر خند سا کر گیا۔

"اچھا!حدیقہ ڈارلنگ، تم آج فرحان کی پسند کا ڈنر تیار کروانا آج رات میں کھانا تم لوگوں کے ساتھ ہی کھاوں گا پھر تبھی گپ شپ بھی ہو گی۔ابھی مجھے کہیں جانا ہے۔"بنا کسی شرمندگی یا ندامت کے وہ اپنے مخصوص پرسکون انداز میں کرسی پہ آ کے بیٹھتی حدیقہ سے مخاطب ہوئے تو فرحان نے بے ساختہ حدیقہ کی جانب دیکھا۔

لیکن ان کے چہرے اور گردن پہ نظر آتے نواز کی درندگی کے نشانات دیکھ کے اس نے بہت تکلیف اور شرمندگی سے نگاہیں جھکائیں۔

"افگن کہاں ہے؟ چلا گیا ہے سکول؟ "ڈائینگ چیئر سے اٹھتے ہوئے انہیں افگن کا خیال آیا۔

"طبیعت خراب ہے تو لیٹا ہوا ہے۔ "حدیقہ بیگم کی بے تاثر آواز گونجی۔

"اچھا میں ڈاکٹر کو کال کر دیتا ہوں تو میڈیسن لے دینا۔ "ایک اچھے باپ کو فرض ادا کر کے وہ حدیقہ بیگم کی طرف جھکے تو نجانے کیوں ناچاہتے ہوئے بھی فرحان کی نظر ان تک گئی۔

اس نے دیکھا کہ جب نواز عالم نے حدیقہ کے سر کو ہونٹوں سے چھوا تھا انہوں نے اذیت سے آنکھیں شدت سے میچ کے گویا ڈھیروں ضبط کیا تھا۔

"اوکے جینٹل مین رات کو ملاقات ہو گی۔ "فرحان کا کندھا تھپتھپا کہ وہ باہر نکلے کیونکہ ملازم ان کا بریف کیس لے کے نکل چکا تھا۔

"جو چیزیں تمہیں پسند ہیں وہ خانسا ماں کو بتا دینا، میں فی الحال افگن کے پاس جا رہی ہوں۔ "بنا اس کی جانب دیکھے وہ خشک لہجے میں کہہ کے گھسیٹتی اٹھیں تو فرحان نے بے ساختہ اسے پکارا۔

"بھابھی "!اس کی بے ساختہ پکار پہ حدیقہ بیگم بے ساختہ رک کے اسے دیکھنے لگیں۔

"آئم سوری بھابھی۔ "اس کی ندامت میں ڈوبی آواز گونجی گویا وہ اپنے بھائی کی درندگی کی معافی مانگنا چاہتا تھا۔

"وہ کس بات کے لیے؟ "اس نے بے تاثر سے انداز میں پوچھتے ہوئے اس کی جانب دیکھا تو اس کے اندر جیسے الفاظ کم پڑنے لگے۔

"بھائی نے جو کیا اس کے لیے۔ "ہاتھ کرسی کی بیک پہ رکھتا وہ شرمندگی سے گویا ہوا تو اس کے رنگ پہ ایک تاریک سا سایہ لہرایا۔

"جس میں تمہاری کوئی غلطی نہیں ہے ایسے کام کی معافی مت مانگو۔ "نرمی سے اسے ٹوک کے وہ افگن کے کمرے کی طرف بڑھ گئی جو باپ کے ایسے بھیانک روپ سے بہت ڈر چکا تھا۔

جبکہ دل پہ ڈھیروں بوجھ لیے فرحان عالم باہر کی جانب بڑھ گیا تھا۔

"ایم این اے صاحب! ہم آپ کی حتی المقدور خدمت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس لیے اب ہمارا کام بھی وقت پہ ہو جانا چاہیے۔" نواز عالم نے سامنے بیٹھے شخص اور پھر میز پہ پڑے پیسوں کے بنڈلز کو دیکھا تو طمانیت سے مسکرا دیے۔

"فکر نہیں کریں احمد صاحب، آپ کا کام کل ہو جائے گا۔" ٹانگ پہ ٹانگ چڑھاتے ہوئے انہوں نے میز پہ رکھا شراب کا گلاس اٹھایا۔

"شکریہ ایم این اے صاحب! خالی شراب شباب کے ساتھ لطف نہیں دیتی، اگر کہتے ہو تو ایک اجلی کلی کو بھیجوں؟ "چونکہ نواز عالم اس کے فارم ہاوس آیا تھا اس لیے وہ اسے مکمل خوش کر کے بھیجنا چاہتا تھا کیونکہ اسے اپنا ٹینڈر بھی تو بھروانا تھا۔

"اگر وہ اجلی کلی کل والی کی طرح نشیلی ہے تو ضرور۔ "ہر طرح کے کرپٹ کام میں گرے نواز

عالم نے لڑکیوں سے ناجائز رشتہ جوڑنے کا کام کل ہی کیا تھا اور کل ہی کے دن وہ ذلالت کی سبھی حدیں پار کرتا چلا گیا۔

اور پھر احمد صاحب کی بھیجی گئی لڑکی کے ساتھ وقت گزارتے ہوئے وہ فراموش کر گئے کہ ان کا بیٹا گھر میں بیمار پڑا ہے اور انھوں نے بھائی اور بیوی سے رات کو اکٹھے کھانا کھانے کو کہا تھا۔

وہ مرجھائے سے افگن کے ساتھ فلور کشن پہ بیٹھا ویڈیو گیمز کھیل رہا تھا جبکہ حدیقہ ملازمہ کے ساتھ میز پہ کھانا لگوا رہی تھی۔

"افگن! چلیں بیٹا اٹھ کے ہاتھ منہ دھوئیں، ڈنر کا ٹائم ہو گیا ہے۔" اس کے چہرے پہ ابھی بھی کچھ نیلے کالے سے نشانات موجود تھے لیکن اس کا رویہ اگرچہ نارمل مگر فرحان کو ابنارمل لگ رہا تھا۔

"جی مما"! ماں کی بات سن کے وہ اٹھا اور واشروم کی جانب بڑھ گیا۔

"تم بھی فریش ہو لو، کھانا تقریباً لگ چکا ہے۔" اس نے نرمی سے فرحان کو بھی کہا تو اس نے بے ساختہ وال کلاک کی جانب دیکھا۔

"لیکن وہ ب۔۔۔۔" وہ کچھ کہتے کہتے رکا تو حدیقہ گہری سانس بھرتی اس کی جانب مڑی۔

"اگر تم انتظار کرنا چاہو تو کر سکتے ہو لیکن ہو سکتا ہے کہ گھر آنے پہ تمہارا بھائی ہوش و حواس سے بیگانہ ہو اور تمہیں بھوکا سونا پڑے۔ "تلخی سے کہتی وہ ڈائینگ روم کی طرف بڑھی تو وہ بھی بھاری قدم اٹھاتا اس کی معیت میں چل دیا۔

"بھابھی آپ اتنی ایجوکیٹڈ ہو کے اتنا سفر کیوں کر رہی ہیں؟ "جب اس سے رہا نہ گیا تو اس نے کرسی گھسیٹتے ہوئے اس کے رویے پہ کڑھتے ہوئے اس سے بالآخر پوچھ ہی لیا۔

"اس کے لیے کیونکہ یہ تم بھی جانتے ہو کہ تمہارا بھائی کبھی بھی مجھے میرے بیٹے سے ملنے نہیں دے گا اگر میں نے اس کے بارے میں ایک لفظ بھی منہ

سے نکالا۔ "اس کے جواب پہ فرحان نے پلٹ کے ڈائینگ روم میں آتے افگن کو دیکھا۔

"تمہاری سپیشلائزیشن کب تک کمپلیٹ ہو جائے گی؟ " افگن کرسی پہ آ کے بیٹھا تو حدیقہ نے موضوع چینج کیا۔

"بس چند ہی ماہ رہ گئے ہیں، ابھی اسی لیے آیا ہوں کہ مجھے یہاں جگہ دیکھ کے ہاسپٹل بنوانا ہے اور ایک

گھر خریدنا ہے۔ "اس نے تفصیلاً جواب دیا تو حدیقہ کے چہرے پہ مسکراہٹ بکھر گئی۔

"ہاسپٹل بھی بنوانے کا سوچ لیا اور گھر خریدنے کا بھی لیکن اس گھر میں رہنے والی کا دور دور تک نام و نشان نہیں۔ "مدہم سی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے اسے چھیڑا تو اس اچانک حملے پہ وہ جھینپ سا گیا۔

"کیوں افگن، چاچو کی شادی پہ میرے بیٹے نے شہ بالا بننا ہے؟ "حدیقہ مسکراتے ہوئے بیٹے کی طرف متوجہ ہوئیں تو وہ خوش ہوا۔

"چاچو کی شادی؟ "اس نے کچھ اس خوشی سے فرحان کی طرف دیکھا کہ وہ ہنس دیا۔

"ارے میرے شیر، ایسے کیا دیکھ رہا ہے؟ابھی نہیں شادی کر رہا میں۔"اس کے بالوں کو بگاڑتے ہوئے اس نے ان کے جوش کو کم کرنا چاہا۔

"ابھی نہیں کر رہے لیکن جلدی ہی کرو کیونکہ میرے بیٹے نے چچی کے ساتھ دوستی کرنی ہے۔" افگن کے مسکراتے چہرے کو دیکھ کے وہ خوشدلی سے بول رہی تھی جب ہال کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا۔

"فرحان پلیز افگن کو روم میں لے جاو۔ "کل ہی والی حالت میں نواز عالم کو آتے دیکھ کے جلدی سے بولی تو فرحان اس کی بات سمجھتا تیزی سے کھانا کھاتے افگن کو گود میں اٹھا کے اس کے کمرے کی طرف بڑھ گیا جبکہ حدیقہ بیگم بے بسی سے اس شخص کو دیکھ رہی تھیں جو آج پھر سے ان کا رشتہ فراموش کر کے ان کی نسوانیت کی توہین کرنے والا تھا۔

افگن کے کمرے میں کھڑا فرحان نواز عالم کی بلند آواز اور حدیقہ کی گڑگڑاہٹ پہ جیسے زمین میں دھنسنے لگا تھا اور پھر جب حدیقہ بیگم کی بلند چیخ سنائی دی تو وہ خود پہ ضبط نہ رکھ سکا اور دروازہ کھول کے کمرے سے باہر بھاگا۔

لیکن باہر آتے ہی جیسے اس کے پیر زمین نے جھکڑ لیے تھے کہ اس کا بھائی ہر مرتبے، ہر تقدس کو

بھلائے ہال کے فرش پہ حدیقہ کو گرائے اس کو پامال کیے جا رہا تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ بھائی؟ "نفرت و غصے کی زد میں اس نے آگے بڑھ کے حدیقہ پہ جھکے نواز کو ایک جھٹکے سے پیچھے کھینچا۔

"آپ کو شرم نہیں آ رہی اپنی ہی بیوی کے ساتھ ایسا گھٹیا سلوک کرتے ہوئے۔"جب وہ ایک بار پھر

سے آگے بڑھنے لگا تو فرحان نے غصے سے انہیں

پرے دھکا دیا اور زور سے دھاڑا۔

اس کے دھکے پہ اپنے آپ کو نا سنبھالتے ہوئے نواز

عالم پیچھے کو جا گرے تو سر پہ لگنے والی چوٹ کے

باعث حواس کھوتے چلے گئے۔

نواز سے دھیان ہٹا کے اس نے حدیقہ کی طرف

دیکھا تو دل چاہا زمین پھٹے اور اس میں سما جائے

کیونکہ حدیقہ کا حلیہ اس وقت انتہائی نازیبا حالت میں تھا۔

اس نے جلدی سے اپنی شرٹ اتار کے اس کے وجود پہ ڈالی اور نظریں چراتے ہوئے اسے سہارا دیا تو وہ اس کے کندھے پہ سر ٹکاتی یوں بلند آواز میں دھاڑیں مار مار کے روئی جیسے سب کچھ لٹا بیٹھی ہو۔

"بھابھی پلیز۔ "ایک نظر فرش پہ گرے بھائی پہ ڈال کے اس نے کندھے سے لگی حدیقہ کو کھوکھلے انداز میں چپ کروانا چاہا لیکن وہ حواس کھوتی اس کے بازووں میں بکھر گئی۔

دن اسی طرح سے پر اذیت اور راتیں تذلیل اور حقارت میں ڈوبے گزر رہی تھیں۔

اب جو پردہ حدیقہ، نواز اور فرحان کے مابین تھا وہ نواز عالم نے بہت ڈھٹائی سے چاک کیا تھا۔

جس بیوی کو اس نے انتہائی محبت اور منتوں سے حاصل کیا تھا اسے اب وہ نشے میں اکثر سب کی موجودگی میں ذلیل کر دیا کرتا تھا مگر نشہ اترتے ہی وہ پھر پیار کرنے والے شوہر کا روپ دھار لیتا تھا۔

اس سب بیچ کسی نے افگن کے تبدیل ہوتے رویے کو محسوس ہی نہ کیا کہ وہ نواز کو دیکھ کے کہیں نہ کہیں چھپ جایا کرتا تھا۔

"تم واپس کب جا رہے ہو؟ "ناشتہ کرتے ہوئے نواز عالم نے فرحان کو مخاطب کیا تو وہ اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"ابھی تو کوئی ارادہ نہیں ہے، ابھی تو ہاسپٹل کا کام دیکھ رہا ہوں۔ "اس نے لاپرواہی سے جواب دیا تو اس نے دیکھا کہ نواز کے چہرے پہ ناگواری سی پھیل گئی ہے۔

جبکہ حدیقہ نے چونک کے اسے دیکھا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس کے واپس جانے کی ڈیٹ کل کی تھی اور یہاں وہ کس وجہ سے رک رہا تھا۔

"جتنی جلدی ہو واپس جانے کی تیاری کرو، ہاسپٹل کا کام میں دیکھ لوں گا۔ تم اپنی سٹڈی مکمل کرو۔ " بارعب انداز میں اسے کہہ کے انہوں نے نیپکن سے منہ صاف کیا اور کرسی سے کھڑے ہوئے۔

"اوکے ڈارلنگ سی یو۔ "حسبِ معمول جھک کے حدیقہ عالم کا سر چومتے ہوئے اس نے کہا اور ڈائیننگ ہال سے باہر نکل گئے۔

"تم واپس کیوں نہیں جا رہے؟ "حدیقہ اس کی طرف متوجہ ہوئی لیکن وہ جواباً کچھ نہ بولا۔

"میری وجہ سے اپنی سٹڈی داو پہ لگانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ تم یا میں اسے کچھ نہیں کہہ سکتے

کیونکہ وہ میرا شوہر ہے۔"اس نے اسے باور کروایا کہ وہ چاہ کے بھی نواز کو اس کی درندگی سے روک نہیں سکتا۔

"اچھا۔"مختصر انداز میں کہہ کے اس نے بات ختم کی اور بنا اس کی جانب دیکھے باہر نکل گیا۔

پھر بہت ہی غیر متوقع طور پہ نواز کا رویہ آنے والے چند دنوں میں بدلنے لگا۔

اس نے اسی پیار کرنے والے شوہر اور باپ کا روپ دھار لیا تھا۔وہ ان دونوں کو وقت دینے لگا اور اپنے ہی دیے زخموں پہ محبت کے پھاہے رکھتا حدیقہ عالم کو سب کچھ بھولنے پہ مجبور کر گیا۔

نواز عالم کے رویے اور حدیقہ کے چہرے کے خوبصورت رنگوں کو پھر سے واپس پلٹتے دیکھ کے فرحان دلی طور پہ بہت مطمئن ہوا اور اپنے واپس

جانے کی تیاری کرنے لگا جس کا اس نے نواز اور حدیقہ دونوں کو بتا دیا تھا۔

اس کے جانے کا سن کے سب سے زیادہ اثر افگن نے لیا تھا کیونکہ وہ اس سے بہت زیادہ اٹیچ ہو چکا تھا۔

لیکن فرحان نے اس سے وعدہ کیا کہ وہ جلد ہی واپس آنے کی کوشش کرے گا تو تب جا کے اس نے اسے جانے کی اجازت دی تھی۔

"میں نے تمہارے کہے کے مطابق ساری تیاری کر لی ہے لیکن میں اسے تمہارے فارم ہاوس پہ نہیں بھیجوں گا بلکہ تمہیں میرے گھر پہ آنا پڑے گا۔"

نواز عالم نے سامنے بیٹھے احمد کو کہا تو اس نے سر ہولے سے خم کیا۔

"میری ویڈیوز کب تک مجھے ملیں گی؟"نواز صاحب نے اسے دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا تو احمد انور کے چہرے پہ شاطرانہ پن سا لہرایا۔

"کل کام پورا ہونے کے بعد دے دوں گا۔"اس کے جواب پہ نواز عالم نے بمشکل غصہ ضبط کیا۔

کچھ دن پہلے جب احمد انور کے ٹینڈر پکڑے گئے تب سے ہی وہ نواز عالم کو بلیک میل کر رہا تھا کہ اس کے ٹینڈر پھر سے بھروائے۔

چونکہ اس کے ٹینڈرز میں غیر قانونی مواد ہوتا تھا
اس لیے اسے آسانی سے بھروا کے آگے پہنچانا ممکن
نہ تھا لیکن پہلے وہ نواز عالم کو پیسے دے کے کام
کرواتا تھا مگر اب وہ اس کی لڑکیوں کے ساتھ بنائی
گئی اس کی خفیہ ویڈیوز کے ذریعے بلیک میل کر رہا
تھا۔

نا صرف بلیک میل کر رہا تھا بلکہ حدیقہ عالم کے
ساتھ ایک رات بھی گزارنا چاہتا تھا۔

وہ اس کی بلیک میلنگ کبھی نہ مانتا جو اگر وہ اسے میڈیا پہ وائرل کرنے کا نا کہتا۔

حدیقہ عالم کا نام اس نے تبھی لیا تھا جب نواز عالم نے اس سے ویڈیوز لینے کے لیے اس پہ حملہ کروایا تھا اس سے بچنے کے بعد اس نے یہ کڑی شرط رکھی تھی۔

اس کی شرط سن کے نواز عالم کا دماغ گھوم گیا لیکن جب اپنا تاریک ہوتا کیریئر نظر آیا تو انہوں نے یہ کڑوا گھونٹ بھرنے کا سوچ لیا تھا۔

اس کام کو پورا کرنے کے لیے انہیں فرحان کے جانے کا انتظار تھا اور بالآخر کل وہ یہاں سے جا رہا تھا اور کل ہی نواز عالم اپنے بیوی ایک چارے کے طور پہ اس بھیڑیے کے سامنے پیش کرنے والا تھا۔

نواز عالم صبح ناشتے پہ ہی اسے مل چکے تھے اور اب گیارہ بج رہے تھے جب وہ اپنی بھابھی اور بھتیجے سے ملنے کے بعد ایئرپورٹ کی طرف روانہ ہونے والا تھا۔

"بھابھی کوئی پریشانی ہوئی تو مجھے ضرور بتائیے گا اور میرے شیر کا خیال رکھیے گا۔" اس نے افگن کی

جانب دیکھتے ہوئے محبت سے کہا تو حدیقہ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے مسکرا کے اسے دیکھا۔

"چاچو! جلدی آیئے گا, میں آپ کو بہت مس کروں گا۔ "افگن نے ہاتھ ہلاتے ہوئے افسردگی سے کہا تو فرحان کے دل کو کچھ ہوا۔

وہ افگن سے پہلے بھی بہت محبت کرتا تھا, اکثر و بیشتر گفٹس بھیجتا رہتا تھا لیکن اس بار نواز کی وجہ

سے وہ دونوں ایک دوسرے کے بہت قریب آ چکے تھے اس لیے اب دور جانا بہت مشکل لگ رہا تھا۔

الوداعی ہاتھ ہلاتے ہوئے وہ گاڑی میں بیٹھ گیا تو افگن کی آنکھوں میں آنسو لہرانے لگے۔

"ریلیکس میری جان!چاچو جلد ہی واپس آئیں گے ڈاکٹر بن کے۔"حدیقہ نے بیٹے کے آنسو صاف کرتے ہوئے واپس اندر کی طرف قدم موڑے۔

"پھر ہم چاچو کی شادی کریں گے نا۔ "افگن نے اپنی خوبصورت آنکھوں سے ماں کے چہرے کو دیکھتے ہوئے استفسار کیا تو وہ ہنس دی۔

"بالکل کیوں نہیں۔ "اس کے جواب پہ افگن بھی مطمئن ہو گیا۔

وہ افگن کو پاس بٹھائے کارٹون دکھا رہی تھی جب گاڑی کے ہارن کی آواز پہ وہ چونکی۔

"آپ کے پاپا آج دن کو کیسے آ گئے؟ "تعجب سے کہتے ہوئے اس نے افگن کی طرف دیکھا۔اسی اثناء میں دروازہ کھول کے نواز صاحب اندر داخل ہوئے لیکن وہ اکیلے نہیں تھے ان کے ساتھ ایک اور آدمی بھی تھا۔

کسی اجنبی کو دیکھ کے وہ فورا سیدھی ہوئیں اور اپنا دوپٹہ کندھوں پہ درست کیا۔

"السلام علیکم "!ان کے نزدیک آنے پہ اس نے آہستگی سے سلام کیا تو احمد انور نے بے باک نگاہوں سے سر تا پا اس کا جائزہ لینے لگا جو کہیں سے بھی ایک بچے کی ماں نہیں لگ رہی تھیں۔

"وعلیکم السلام!حدیقہ یہ میرا دوست ہے احمد انور اور احمد یہ میری مسز حدیقہ عالم ہیں اور یہ میرا بیٹا شیر افگن عالم ہے۔"نواز صاحب نے تعارف کروایا تو وہ

مروتاً مسکرائی حالانکہ اس شخص کی نگاہوں سے اسے الجھن ہو رہی تھی۔

"آپ لوگ بیٹھیں، میں کھانا لگاتی ہوں۔" کچھ دیر مروتا ان کے پاس بیٹھنے کے بعد وہ کھانا لگوانے کا کہہ کے اٹھی اور پھر ان کے ساتھ کھانا کھانے کی بجائے افگن کو لے کے کمرے میں آ گئی۔

آج فرحان کی وجہ سے وہ اتوار ہونے کے باوجود جلدی جاگا تھا اس لیے اب وہ سو گیا تھا تبھی وہ اسے اس کے کمرے میں لٹا کے باہر نکل ہی رہی تھی کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور احمد انور کمرے میں داخل ہوا۔

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ "اس شخص کو کمرے میں دیکھ کے وہ ناگواری سے بولی تو اس کے چہرے پہ مکارانہ مسکراہٹ بکھر گئی۔

"آج مجھے ہی یہاں آنا تھا کیونکہ آج کا دن تمہارا میرے نام ہے۔ "غلیظ انداز میں کہتا وہ اس کی سمت بڑھا تو وہ جیسے تڑپ کے پیچھے ہٹیں تو افگن کے کمرے کا دروازہ کھل گیا۔

"بکواس بند کرو اپنی، نواز کہاں ہے؟ "اس نے متوحش نگاہوں سے بند دروازے کی جانب دیکھا۔

"وہ تو نیچے نیوز سن رہا ہے اس لیے اسے ڈسٹرب نہیں کرو۔ "سکون سے جواب دے کے وہ آگے بڑھا تو وہ جلدی سے دروازے کی طرف لپکی لیکن بیچ راستے میں ہی اس نے اس کا دوپٹہ کھینچ لیا۔

دوپٹے کی رگڑ آنے پہ اس نے جلدی سے دوپٹہ گلے سے اتار کے پھینکا اور دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گئی۔

"نواز!نوا۔۔۔۔۔۔ "وہ دروازہ کھولتے ہی وہ پاگلوں کی طرح چلانے لگی لیکن نیوز دیکھتے نواز عالم نے کان گویا لپیٹ لیے اور دھیان نیوز پہ لگا دیا۔

وہ مطمئن تھے کیونکہ ملازم سارے اس وقت کوارٹرز میں بھیجے جا چکے تھے۔

"کیوں اپنا اور میرا وقت برباد کر رہی ہو، میرے ساتھ تعاون کرو ورنہ پچھتاو گی۔ "اس کی کمر کے گرد بازو حائل کرتا وہ اسے اپنی طرف کھینچتا ہوا بولا

تو وہ اس کی گرفت میں جلے پیر کی بلی کی مانند تڑپ اٹھی۔

"نہیں چھوڑو مجھے۔ "وہ تڑپتے ہوئے اس کی گرفت میں گڑگڑائی۔

لیکن وہ فرعون صفت بندہ اس کی التجاوں کو سنے بغیر اس کے کپڑوں کے چیتھڑے اڑاتا اس کی نسوانیت

کی توہین کرتا رہا جبکہ وہ اونچی آواز میں روتی اپنے شوہر کو پکار رہی تھی۔

مگر وہ کان لپیٹے اپنی عزت کے مکمل دغدار ہونے کا منتظر نیچے بیٹھا رہا۔

--

وہ ایئرپورٹ کے نزدیک پہنچنے والا تھا جب اسے اچانک یاد آیا کہ وہ پاسپورٹ اور ٹکٹ گھر ہی بھول آیا تھا۔

اس نے جلدی سے ڈرائیور کو گاڑی موڑنے کو کہا اور گھڑی دیکھ کے وقت کا اندازہ لگانے لگا۔

"نواز پیلس "پہنچنے پہ جب گیٹ پہ چوکیدار نظر نہ آیا تو اس نے ڈرائیور کو انتظار کرنے کا کہہ کے خود ہی اندر جانے کا فیصلہ کیا۔

بھاگتے قدموں کے ساتھ وہ داخلی دروازہ کھول کے اندر داخل ہوا تو کان میں فورا حدیقہ کی چیخوں کی آواز پڑی تو دل جیسے دھڑکنا بھول گیا۔

وہ تیزی سے ان کے کمرے کی طرف بھاگا تو اس کی نظر ہال میں بیٹھے نواز عالم پہ پڑی۔

"بھائی ادھر ہیں تو پھر۔۔۔۔۔۔" وہ اس سے آگے کچھ سوچنا نہیں چاہتا تھا تبھی فی الوقت وہ بھائی کو

نظر انداز کر کے سیڑھیوں کی طرف بھاگا تو اس کے قدموں کی دھپ دھپ پہ نواز عالم بری طرح سے چونکے اور پھر اسے دیکھ کے جلدی سے اس کے پیچھے لپکے۔

"بھابھی "!وہ بلند آواز میں پکارتا جب کمرے پہ پہنچا تو اسے لگا وہ جیسے کھڑے کھڑے مر گیا ہے۔

وہ جو کوئی بھی تھا وہ جانوروں کی طرح حدیقہ پہ جھکا اس کے بدن کو نوچے جا رہا تھا۔

حدیقہ کی چیخوں پہ وہ اس کی جانب لپکا تو نظر ملحقہ دروازے پہ سفید چہرہ لیے کھڑے افگن پہ نگاہ پڑی تو اس کا دل چاہا وہ دنیا تہس نہس کر دے۔

اسی کیفیت کے تحت وہ آگے بڑھا اور اس شخص کو پشت سے کھینچ کے پیچھے دیوار کی طرف دے مارا۔

"بھابھی "!وہ حدیقہ کی طرف متوجہ ہوا اور بیڈ شیٹ گھسیٹ کے اس کے نیم برہنہ وجود پہ ڈالی۔اسی لمحے نواز عالم نے کمرے کی دہلیز پہ قدم رکھا۔

"واہ نواز عالم!میں نے سوچا تھا کہ میں تیرے ساتھ تیری پاکیزہ بیوی کا سودا کرنے والا ہوں لیکن یہاں تو تیری بیوی نے تیرے ہی بھائی کو دیوانہ بنا رکھا ہے۔"منزل کے بالکل نزدیک پہنچ کے فرحان کی آمد نے احمد انور کو پاگل کر دیا تبھی وہ سر کے

پچھلے حصے سے بہتے خون پہ ہاتھ رکھتا استہزائیہ لہجے میں بولا تو نواز عالم کے دماغ میں جیسے گھنٹی سی بجی تھی۔

"بکواس بند کرو اپنی گھٹیا آدمی۔" فرحان بپھرے انداز میں اس شخص کی جانب بڑھا اور اس کو گردن سے دبوچ کے لگاتار اس کا سر دیوار پہ مارنے لگا۔

"بند کرو اپنا یہ تماشہ، شرم نہیں آئی تمہیں اپنی بھابھی کے ساتھ افیئر چلاتے ہوئے۔ "اپنے آپ کو صاف رکھنے کے لیے نواز عالم نے بہت غلط کارڈ کھیلا تھا۔

"آپ کو شرم نہیں آئی اپنی بیوی کی عزت کا سودا اپنے ہی ہاتھوں کرتے ہوئے۔ "وہ بلند آواز میں دھاڑا اور نواز عالم کے گریبان کو زور سے جھکڑا۔

"ف۔۔۔فرحان!پ۔۔پانی "ٹوٹتی سانسوں کے ساتھ بمشکل حدیقہ عالم کے ہونٹوں سے الفاظ نکلے جو نواز عالم کو جھلسا گئے کہ اس نے ان کے ہوتے ہوئے اسے کیوں پکارا تھا۔

مگر وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ عورت اسی مرد کو خوشی و غم میں بلاتی ہے جو اس کی عزت کا رکھوالا ہو اور آج فرحان عالم نے ثابت کر دیا تھا کہ وہی اس کی عزت کا رکھوالا ہے۔

"گھٹیا عورت، شوہر کے سامنے دیور کو پکارتے ہوئے شرم نہیں آئی تمہیں؟ "نواز عالم بھوکے بھیڑیے کی مانند اس کی طرف لپکا جب فرحان نے ایک گھونسہ اس کے منہ پہ رسید کیا اسی لمحے احمد انور نے جیب سے پسٹل نکالی لیکن اس سے پہلے کہ وہ گولی چلاتا ایک دھماکے کی آواز پہ سب ساکت ہو گئے جبکہ احمد انور لڑکھڑاتا ہوا زمین پہ آ گرا۔

اس کے یوں گرنے پہ سب نے پلٹ کے دیکھا تو افگن آنکھوں میں نفرت لیے اس کو تک رہا تھا جبکہ اس کے ہاتھوں میں پتھر کے لیمپ کی تار لٹک رہی تھی جو اس نے کچھ دیر قبل احمد انور کے سر پہ مارا تھا۔

"مما "!احمد کے سر سے خون بہتا دیکھ کے وہ بے سدھ پڑی ماں کی طرف لپکا تو فرحان نے بڑھ کے

حدیقہ کو سہارا دیا تو نواز عالم اپنی شکست پہ پاگل ہونے لگا۔

"اگر تم نے اسے لے کے یہاں سے قدم باہر نکالا تو میں تمہیں برباد کر دوں گا اور اس عورت کو طلاق دے دوں گا۔" اسے حدیقہ کو پانی پلاتے دیکھ کے وہ چلائے تو فرحان نے نفرت انگیز نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

"آپ پہلے اپنی بربادی کا سامنا کریں کیونکہ پولیس باہر آپ کو لینے آ چکی ہے۔" اس نے اس کو دیکھتے ہوئے کہا اسی لمحے حدیقہ کا سر نیم بے ہوشی کی حالت میں فرحان کے کندھے سے ٹکرایا تو وہ اپنے حواس کھو بیٹھے اور اپنے بیٹے اور بھائی کی موجودگی میں اپنی بیوی پہ بدکرداری کے الزامات لگا کے اسے طلاق دے گئے۔

بھائی کی اس حرکت پہ فرحان ساکت رہ گیا۔اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اتنا گھناونا کام کرنے کے بعد وہ یوں اس پہ الزام لگا کے ایسا قدم اٹھائے گا۔

لیکن فورا اعصاب سنبھالتے ہوئے اس نے حدیقہ کو بازووں میں سنبھالا اور افگن سمیت اس کے کمرے میں بند کر دیا۔

اسی لمحے پولیس کمرے میں داخل ہوئی اور ان دونوں کو اپنے ساتھ لے گئی۔ایس پی چونکہ اس کا

دوست تھا جسے وہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے میسج کر چکا تھا اس لیے وہ فوراً انہیں ساتھ لے گئی۔

طلاق کے بعد اصولاً تو حدیقہ کو وہیں رہ کے عدت پوری کرنا تھی مگر یہاں وہ اسے رکھ نہیں سکتا تھا اس لیے اسے ساتھ لیے وہ لاہور چلا آیا جہاں اس نے اپنے لیے نیا گھر خریدا تھا وہاں وہ ان دونوں کو لے کے پہنچا اور اپنے خانساماں)جسے اس نے کچھ دن پہلے ہائیر کیا تھا کہ اس کے پاکستان شفٹ ہونے

سے پہلے وہ گھر کو گھر والی لک دے سکے اس لیے
خانساماں کے علاوہ بھی ملازم گھر میں موجود تھے (
کی بیوی کو ان کے ساتھ رہنے کی تلقین کی۔

ان دونوں کو وہاں آئے ایک مہینہ ہوا تھا جب اسے
حدیقہ کے امید سے ہونے کی خبر ملی تھی۔
اس مقام پہ اس خبر سے نا تو حدیقہ خوش تھی نہ
وہ۔ حدیقہ عدت نہیں بیٹھ سکی تھی کیونکہ اس کی

مینٹلی حالت بہت خراب تھی لیکن اس کے باوجود وہ اس کے سامنے کم آتا تھا۔

دو بار وہ اپنے ہاتھوں کی نسیں کاٹ چکی تھی مگر بروقت طبی امداد ملنے پہ بچت ہو گئی۔

چونکہ حدیقہ والدین کی اکلوتی اولاد تھی اور اس کی شادی کے ایک مہینے بعد اس کے پیرنٹس کی پلین کریش میں دیتھ ہو گئی تھی اس لیے وہ کہیں اور بھی نہیں جا سکتی تھی اور نا فرحان عالم کے پیرنٹس حیات تھے جو حدیقہ کو سہارا دے لیتے ایسے میں

فرحان نے اسے افگن کے بارے میں سوچنے کا کہہ کے اس فیز سے نکلنے کو کہا۔

نو ماہ بعد جب حدیقہ نے بیٹی کو جنم دیا تو فرحان نے کسی طریقے سے نواز سے طلاق کے پیپرز پہ سائن کروا لیے تھے تاکہ ہر طرح کا شک و شبہہ ختم ہو جائے۔

بیٹی کی آمد کے بعد حدیقہ نے ایک نظر بھی اسے نہیں دیکھا نہ اسے سینے سے لگایا تھا۔

اس کا نام فرحان کے کہنے پہ افگن نے" زرشالے " رکھا تھا۔

زرشالے ایک ماہ کی ہونے والے تھی لیکن حدیقہ نے ایک دفعہ بھی اسے نہیں اٹھایا تھا۔

اس کی مکمل ذمہ داری گورنس اور ان دونوں چچا بھتیجے پہ تھی۔

وہ ایک ایسا ہی معمول کے جیسا دن تھا جب فرحان ہاسپٹل سے گھر پہنچا اور سیدھا حدیقہ کے کمرے کی طرف بڑھا۔

"مجھے کچھ کہنا ہے آپ سے۔" اس کی خیریت دریافت کرنے کے بعد وہ سیدھا مدعے کی بات پہ آیا تو حدیقہ نے ایک نظر اسے دیکھا۔

"کہو۔ "اسے یہی لگا کہ وہ زرشالے کے متعلق کچھ کہے گا۔

"مجھ سے شادی کریں گی؟ "اس کے غیر متوقع الفاظ پہ اس نے کرنٹ کھا کے بے یقین اور ششدر نگاہوں سے اسے دیکھا۔

کافی دیر کے بعد وہ کچھ سنبھلی اور خشک لہجے میں گویا ہوئی۔

"تم جانتے ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ "اس کی آواز تلخ جبکہ آنکھیں خفگی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"جی میں نے جو کہا ہے وہ اپنے پورے ہوش و حواس میں کہا ہے۔ "اس کی ٹھہری ہوئی پر سکون سی آواز پہ حدیقہ کا وجود جل اٹھا۔

"ہمدردی کرنا چاہ رہے ہو یا ہمیں یہاں رکھنے کا کرایہ وصول کرنا چاہتے ہو؟ "حدیقہ کے الفاظ اگرچہ بہت سخت اور ظالم تھے تبھی ضبط اور برداشت کی شدت سے فرحان کا چہرہ سرخ پڑا تھا۔

"میری اینٹنشنز کو غلط مت سمجھیں پلیز, یہ سب میں اپنی دلی رضامندی سے کہہ رہا ہوں۔ "اس کے تلخ لہجے کے جواب میں وہ رسانیت سے گویا ہوا تو حدیقہ نے کوفت سے اسے دیکھا۔

"مجھے دیکھو غور سے فرحان عالم، میں تمہاری بھابھی ہوں جو ہارورڈ یونیورسٹی کی سٹوڈینٹ تھی لیکن تمہارے بھائی سے محبت کرنے اور اس سے شادی کرنے کی سنگین غلطی نے میری ذات کو میری پہچان کو روند دیا اور پھر ایک دن تمہارا بھائی مجھے دیے گئے خود کے نام، پہچان اور عزت کو روندنے کا باعث بن گیا۔ میں وہ عورت ہوں جس کا بیٹا چھ سال کی عمر میں ابنارمل بچوں جیسی زندگی گزار رہا

ہے، اسے راتوں کو اب بھی لگتا ہے کہ اس کے سامنے اس کی ماں کی عزت پہ ہاتھ ڈالا جا رہا ہے، اسے اب بھی لگتا ہے کہ اس کا باپ اس کی ماں کو زردوکوب کر رہا ہے۔میری وجہ سے میرے بچے نے کسی کو قتل کرنے کی کوشش کی ہے۔میں ایسی مسخ ہوئی عورت ہوں جو اپنی ہی اولاد کی طرف دیکھنے سے نفرت کرتی ہے کہ یہ اولاد مجھے میری زندگی کے تکلیف دہ پہلو کو یاد کرواتی ہے اور تم۔۔۔۔ "

وہ بنا رکے تلخ لہجے میں قدرے بلند آواز میں بولتی چلی جا رہی تھی جبکہ وہ دم سادھے اسے سن رہا تھا۔

"اور تم مجھ جیسی عورت سے شادی کرنا چاہتے ہو؟ پاگل سمجھ رکھا ہے کیا مجھے جو اپنے ہی سابقہ شوہر کے بھائی سے شادی رچا کے دنیا والوں اور اس شخص کے الزامات کو سچ ثابت کر دوں؟" وہ پہلے سے بھی زیادہ بلند آواز میں بولتی گویا اندر لگی آگ

کو کم کرنے کی کوشش کر رہی تھی جو فرحان کے کہے الفاظ نے لگائی تھی۔

"تو کیا آپ پوری زندگی لوگوں کی وجہ سے یونہی برباد کر دیں گی؟ "اس کو دیکھتے ہوئے اس نے بہت مختصر انداز میں کہا تو وہ استہزائیہ سا ہنس دی۔

"میری زندگی برباد ہو چکی ہے۔تم میری فکر چھوڑو اور اپنے لیے کوئی اچھی سی لڑکی تلاش کرو تاکہ ہم

تمہاری شادی کروائیں۔ "وہ دانستاً لہجے میں لاپرواہی سموئے بولی تو فرحان نے بے بسی سے اسے دیکھا۔

"آپ میری بات کیوں نہیں سمجھ رہیں کہ مجھے آپ سے ہی شادی کرنی ہے۔ کیوں آپ ایک برے آدمی کی وجہ سے ناصرف اپنی بلکہ اپنے بچوں کی بھی زندگی برباد کر رہی ہیں۔ "وہ اس کو دیکھتا سمجھانے والے انداز میں گویا ہوا تو حدیقہ نے توجہ سے اسے دیکھا۔

"تم میری بات سمجھ لو کہ مجھے تم سے شادی ہرگز نہیں کرنی، اگر تم یہ بات سمجھ جاو تو ٹھیک ہے ورنہ میں یہاں سے تمہیں بنا بتائے چلی جاوں گی۔" وہ اس کی جانب دیکھتی سخت لہجے میں گویا ہوئی تو فرحان اسے دیکھ کے رہ گیا۔

"نواز عالم اور احمد انور دو دن پہلے جیل سے رہا ہو گئے ہیں۔" اس کے مدہم لہجے میں دی گئی اطلاع پہ

حدیقہ کا پورا وجود تھم سا گیا جبکہ چہرہ ایک انجانے خوف سے زرد پڑا تھا۔

"تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم ہمارے لیے زندگی داو پہ لگانے کا فیصلہ کر رہے ہو؟ "اگلے ہی پل وہ زہر خند سے لہجے میں گویا ہوئی تو فرحان نے ایک لمبی سی سانس اندر کو کھینچی۔

"حدیقہ میری بات غور سے سنیں، میں ہمدردی نہیں

کر رہا نا میری انٹینشنز غلط ہیں لیکن نواز عالم)وہ چاہ

کے بھی اسے بھائی نہ کہہ سکا (کو علم ہو چکا ہے کہ

آپ میرے پاس ہیں اور وہ آپ کو زک پہنچانے

کے لیے افگن کو آپ سے چھیننے کی کوشش کرے

گا۔جس اولاد کے لیے آپ نے اس شخص کے

برے رویے کو برداشت کیا,کیا اس اولاد کو ایسے ہی

چھِن جانے دیں گی کیونکہ وہ یہاں آپ کے ہونے

اور زرشالے کی آمد کو اپنے مقصد کے لیے استعمال

کر کے الزام تراشی کر سکتا ہے اور ایسے میں کورٹ شیر کو اس کے حوالے کر دے گی۔ "وہ اپنے مخصوص سنجیدہ انداز میں بولتا چلا گیا جبکہ اس کی بات سن کے حدیقہ کو اپنے پیروں تلے سے زمین سرکتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔

"م۔۔میں افگن کی ماں ہوں، مجھ سے کیسے وہ میرے بیٹے کو چھین سکتا ہے؟ "اس کے لہجے کے

خالی پن اور خوف پہ فرحان کا دل چاہا وہ اپنے بھائی کو آگ لگا دے۔

"آپ شیر کی ماں ہیں لیکن۔۔۔۔ "وہ تذبذب کے عالم میں رکا تو حدیقہ نے سانس روکتے ہوئے اس کا چہرہ دیکھا۔

"لیکن وہ اگر کورٹ میں آپ کے کردار پہ انگلی اٹھاتا ہے تو کورٹ شیر کو اس کے حوالے کر سکتی

ہے۔ "اس نے تکان زدہ انداز میں اپنی بات مکمل کی تو حدیقہ کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑنے لگا۔ لیکن پھر یکایک کچھ سوچ کے وہ بول اٹھی۔

"یہ سب میرے یہاں رہنے کی وجہ سے ہو گا نا تو میں۔۔میں اپنے بچوں کو لے کے واپس چلی جاتی ہوں۔ "اس میں جیسے اس خیال نے نئی روح پھونک ڈالی تھی لیکن اس خیال نے فرحان کو بے چین کر دیا تھا۔

"ایسا کبھی مت کیجیے گا، کورٹ کے ذریعے اگر وہ شیر آپ سے لیتا بھی ہے تو کورٹ کی مدد سے آپ کبھی کبھار شیر کو دیکھ سکیں گی لیکن اگر آپ یہاں سے جاتی ہیں اور وہ آپ تک پہنچتا ہے تو آپ زندگی بھر ان کی شکل دیکھنے کو ترسیں گی۔" وہ اپنے مخصوص انداز میں اس کے سامنے بولتا اس کی رگوں کو دبا گیا۔

"یا اللہ "!وہ بے دم سی ہوتی بیڈ پہ ڈھے سی گئی اور بہت خالی خالی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی جو بہت نرم اور متفکر نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"باخدا میں کسی غلط مقصد کے لیے آپ سے شادی نہیں کرنا چاہتا نا میں کوئی ہمدردی جتا رہا ہوں۔ آپ پڑھی لکھی باشعور لڑکی ہیں اور مجھے بھی تو شادی کرنی ہی ہے تو۔۔۔ "وہ بات ادھوری چھوڑ کے اسے

دیکھنے لگا جو نم آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی۔

"میں تمہارے قابل نہیں ہوں فرحان، تمہیں اپنے جیسی کسی لڑکی سے شادی کرنی چاہیے۔" بھیگے تکان زدہ لہجے میں کہتی وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کے پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔

"جس دن مجھے لگا کہ میں آپ کی شادی کر کے دل سے خوش یا مطمئن نہیں ہوں اسی دن میں کسی اور سے شادی کر لوں گا۔ "وہ فوراً سے بیشتر اس کی بات کے جواب میں بولا تو وہ اپنے ہاتھوں سے چہرہ اٹھا کے اسے دیکھتی شدتوں سے رو دی۔

جبکہ اب کی بار اس کے آنسووں میں گھلی شکستگی کو دیکھ کے وہ اپنے اندر بڑھتے غبار کو دبانے کی کوشش کرنے لگا۔

کیونکہ ان آنسوؤں میں چھپی ایک ماں کی بے بسی اسے عجیب سے انداز میں گھائل کر رہی تھی۔

\-

افگن عمر کے جس دور میں تھا وہاں ایسی تبدیلی میں سوال و جواب بچے ضرور کرتے تھے اور وہ اس کے سوال و جواب کے لیے خود کو ذہنی طور پہ تیار بھی کر رہی تھی لیکن نکاح کا دن آن پہنچا تھا مگر افگن نے اس سے اس بابت کوئی سوال نہ کیا تھا۔

اس کا مطمئن اور قدرے نارمل رویہ دیکھ کے اسے اندازہ ہونے لگا کہ شاید فرحان اسے سب سمجھا چکا تھا اور اس سال دو کے دورانیے میں افگن جس قدر فرحان کے کلوز ہو چکا تھا اسے وہی ہینڈل کر سکتا تھا۔

نا تو دل اس بندھن پہ راضی تھے اور نہ ہی شادی کوئی خوش کن لمحات کے پیشِ نظر ہو رہی تھی جو کوئی ہنگامہ ہوتا۔

فرحان کے ہی دوست اور کولیگز جمعرات کے روز
ان کے گھر آئے تھے اور بہت سادگی کے عالم میں
ان کا نکاح اس صورتحال میں ہوا کہ سنجیدہ سا چھ
ساڑھے چھ سالہ افگن فرحان کے بائیں جانب جبکہ
زرشالے اس کی گود میں موجود تھی جبکہ فیروزی
رنگ کے شلوار قمیض میں ملبوس حدیقہ فرحان کے
دائیں جانب براجمان سر جھکائے بیٹھی تھی۔

نکاح کے بعد ریفریشمنٹ کرنے کے بعد جب سارے مہمان آہستہ آہستہ گھروں کو سدھارنے لگے تو حدیقہ کو وحشت سی ہونے لگی۔

وہ وہیں لاونج کے صوفے پہ براجمان افگن کا سر گود پہ رکھے اس کے بالوں انگلیاں چلا رہی تھی۔

"مما! مجھے روم میں جانا ہے۔" اس کے بالوں میں انگلیاں چلانے کے باعث افگن پہ غنودگی سی طاری ہونے لگی تھی۔

"اچھا آئیں۔ "وہ اس کا بازو تھام کے سیڑھیوں کی جانب بڑھی تو اسی وقت زرشالے کی چیخ پہ دونوں ماں بیٹے کے اٹھتے قدم ایک ساتھ رکے تھے۔

"مما! زرشے۔۔ "یہ پہلی دفعہ تھا جب افگن نے اس کے سامنے بہن کو پکارا تھا اور وہ بھی اس انداز میں، اس کے بولنے پہ وہ اسے دیکھنے لگی جو اس سے اپنا

ہاتھ چھڑا کے تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتا اوپر کی جانب بھاگا۔

اس کی پھرتی ملاحظہ کرتی حدیقہ بھی تھکے تھکے انداز میں اس کے پیچھے لپکی۔

کمرے کا ادھ کھلا دروازے مزید کھول کے جب وہ اندر داخل ہوئی تو ایک پل کو کلیجہ منہ کو آگیا۔

تقریباً دو ماہ کی ننھی سی زرشالے کے منہ اور پیشانی سے خون بہہ رہا تھا اور وہ بھائی کے بازووں میں مچلتی اونچی آواز میں رو رہی تھی۔

"ڈونٹ کرائی مائی لٹل ڈول "!اسے بازووں میں جھلاتا افگن ماں کی موجودگی سے بے خبر اپنی شرٹ کا سرا اوپر اٹھا کے اس کے چہرے پہ لگا خون صاف کرنے کی کوشش کرنے لگا جب وہ بے ساختہ آگے بڑھی۔

"آپ کی شرٹ اس کے چہرے کو مزید ہرٹ کرے گی، اس کا سٹف ہارڈ ہے۔ "اس کی بے ساختہ آواز پہ افگن نے پلٹ کے اس کی جانب دیکھا اور ایک نظر اس پہ ڈال کے واپس روتی ہوئی بہن کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"زرشے ڈونٹ کرائی مائی ڈیئر! چاچو ابھی آتے ہی ہوں گے، دیکھنا وہ ابھی آپ کا درد فٹ سے ختم کر

دیں گے۔" افگن کی پچکارتی آواز پہ اس کی ساری حسیات گویا الرٹ ہوئیں۔

اسے یاد آیا کہ اس نے نکاح کے بعد سے فرحان کو نہیں دیکھا تھا۔

افگن اب درد سے بے حال ہوتی زرشالے کو گود میں لے کے بیڈ پہ بیٹھ چکا تھا اور ٹشو سے اس کا چہرہ صاف کر رہا تھا۔

"آپ بہت عجیب ہو گئی ہیں مما۔ "اسے ہنوز وہیں جمے دیکھ کے افگن کو گہرا افسوس ہوا تھا اس کی بے حسی پہ جبکہ اس کے الفاظ پہ حدیقہ نے تڑپ کے بیٹے کی جانب دیکھا۔

"زرشے از مائی سسٹر مما۔ "اس نے گویا اسے احساس دلانا چاہا کہ جسے وہ اگنور کر کے اسے پیار کرتی تھی وہ اس کی بہن تھی۔

"یو شڈ لو ہر۔ "اس نے اپنی بات مزید آگے بڑھائی تو حدیقہ کو لگا کہ وہ اپنے پیروں پہ کھڑی نہیں رہ سکے گی کہ اپنے اتنے سے بیٹے کے منہ سے نکلے ایسے الفاظ اسے تمانچے کی صورت لگ رہے تھے۔

لیکن اس سے پہلے کہ وہ اسے کچھ کہتی آہٹ کی آواز پہ دونوں نے دروازے کی جانب دیکھا جہاں سے حواس باختہ سا فرحان اندر آ رہا تھا۔

اسے غالباً زرشے کی روتی آواز سنائی دی تھی۔

"کیا ہوا میری پرنسس کو؟ "وہ سرعت سے بیڈ کی جانب بڑھا۔

"چاچو یہ سوتے ہوئے بیڈ سے گر گئی ہے، گورنس آئی تھنک بیڈ کے کارنر پہ لٹا کے گئی ہیں ورنہ آپ نے تو کہا تھا کہ اتنی اتج کے بچے کرولنگ نہیں کرتے تو گرنے کا خدشہ کم ہوتا ہے۔ "اس نے مکمل تفصیل بہم پہنچائی۔

اس ساری صورتحال میں حدیقہ کو اپنا آپ اضافی سا لگنے لگا تھا۔وہ بھاری قدموں کے ساتھ چلتی صوفے پہ بیٹھ گئی۔

"نیکسٹ ٹائم ایسے کسی کو چوٹ لگے اور آپ فورا ہاسپٹل نہ لے کے جا سکو تو اسے گھر میں ٹریٹمنٹ دینا شروع کرتے ہیں۔"فرسٹ ایڈ باکس نکال کے وہ بہت نفاست اور احتیاط کے ساتھ کاٹن سے اس کے چہرے پہ جما خون صاف کرنے کے ساتھ ساتھ

افگن سے بھی مخاطب تھا جو اس کے پاس کھڑا توجہ سے اسے سن رہا تھا۔

"وہ کیسے چاچو؟ "اس نے سنجیدگی سے اس کے مہارت سے چلتے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

"اس فرسٹ ایڈ باکس کے ذریعے۔ "وہ اب بہت رسانیت کے ساتھ زرشے کے زخموں کی صفائی کرتا اسے بھی بریفنگ دے رہا تھا۔

"میں یہ باتیں یاد رکھوں گا چاچو اور زرشے کو ڈاکٹر
بھی بناوں گا۔ "بیٹے کی پر جوش اور پر عزم آواز پہ
حدیقہ نے خالی خالی نگاہوں سے اسے دیکھا جو
اونگھتی ہوئی زرشالے کے ماتھے کو چوم رہا تھا۔

"انشاءاللہ کیوں نہیں، اچھا ہے نا میری بیٹی ڈاکٹر بنے
گی تو مجھے بھی ہیلپ ہو گی لیکن آپ نے یہ تو بتایا
ہی نہیں کہ آپ کیا بننا چاہتے ہو؟ "اس کے بال

بکھیرتا وہ بیڈ سے کھڑا ہوتا شگفتگی سے بولا تو اس خوشحال فیملی کے اس منظر کو دیکھتی حدیقہ جیسے پسِ منظر جاتی جا رہی تھی جب اچانک فرحان کی نگاہ اس پہ پڑی۔

"ایسے کیوں بیٹھی ہیں آپ؟ طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟ "اسے چپ چاپ بیٹھے دیکھ کے وہ پریشان کن انداز میں بولا تو وہ چونکی۔

"آں۔۔ہاں میں ٹھیک ہوں۔"وہ چاہ کے بھی اس سے زرشالے کی بابت استفسار نہ کر سکی کہ آیا اسے گہری چوٹ تو نہیں آئی تھی۔

"ایک منٹ شیر، میں ہاتھ دھو کے آتا ہوں۔"شیر جو اسے اپنے فیوچر پلان سے آگاہ کرنا چاہتا تھا اسے انتظار کرنے کا کہہ کے وہ واشروم کی جانب بڑھا۔

"کیا بننا چاہتے ہو آپ؟ "فرحان کے ہٹتے ہی وہ لہجے میں بشاشت سموئے بیٹے کی جانب متوجہ ہوئی۔

"میں بہت بڑا آدمی بننا چاہتا ہوں مما، پاپا سے بھی زیادہ بڑا تاکہ اگر کبھی پاپا ہمیں تنگ کریں تو میں انہیں منع کر سکوں۔ "اس عمر میں جن لفظوں کا چناو کر سکتا تھا انہی میں اس نے انہیں بہت کچھ باور کروا دیا تھا۔

جبکہ اس کے الفاظ سے اس کی ذہنی حالت کا اندازہ لگاتی نا صرف حدیقہ بلکہ واشروم سے نکلتے فرحان نے بھی ششدر سے انداز میں اس کا سنجیدہ چہرہ دیکھا جو کہیں سے بھی ایک کم سن بچے کے تاثرات سے سجا چہرہ نہ لگ رہا تھا۔

دن بہت سُبک روی سے گزر رہے تھے، افگن ڈرائیور اور فرحان کے ہائیر کردہ آدمی کے ساتھ

مکمل حفاظت و نگرانی میں سکول جا رہا تھا اور زرشالے اسی طرح سے افگن، فرحان اور گورنس کے سہارے پلتی چھ ماہ کی ہونے والی تھی۔

اور جہاں تک سوال تھا ان کے آپسی رشتے کا تو وہ روزِ اول کی طرح ایک دوسرے سے فاصلے پہ ہی تھے۔

دونوں میں پہلے کی طرح بات چیت ہوتی تھی لیکن وہ بات چیت افگن یا پھر نارملی خیر خیریت کے متعلق ہوتی تھی لیکن کمرے کی تنہائی میں بیڈ کے

کناروں پہ ٹکے وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے ہنوز اجنبی ہی تھے۔

ایسا ہی ایک سکوت زدہ سا دن تھا جب وہ افگن کے آنے سے پہلے اس کے لیے اس کی پسند کا کھانا تیار کر رہی تھی جب ایک دم سے باہر اسے شور کی آواز سنائی دی تو وہ آنچ کم کرتی تیزی سے باہر نکلی تو قدم جیسے تھم سے گئے تھے۔

خون سے لتھڑی زرشا لے فرحان کے بازوؤں میں بے سدھ موجود تھی جبکہ وہ غصے سے آگ بگولہ اس کی گورنس پہ بھڑک رہا تھا۔

یہ پہلی دفعہ تھا جب اس نے فرحان کو یوں غصے میں دیکھا تھا لیکن اس وقت اسے اس کے غصے کی نہیں اس کی بانہوں میں موجود خون آلود وجود کی فکر تھی۔

وہ بے ساختہ آگے بڑھی۔

"کیا ہوا اسے؟ "اس کی مدہم مگر متفکر آواز پہ اس کے ماتھے پہ رومال رکھتا فرحان پلٹا۔

"فی الحال زندہ ہے، ہاسپٹل لے کے جا رہا ہوں، مرنے کی اطلاع سب سے پہلے آپ کو ہی دوں گا کہ جان چھوٹ گئی آپ کی۔ "تلخ اور بے رحم انداز میں کہے الفاظ پہ حدیقہ کا چہرہ اہانت و شرمندگی کے احساس سمیت تکلیف سے سفید پڑا۔

اس نے نم ہوتی پلکوں کے ساتھ اس کی پشت کو دیکھا جو دروازے کی جانب بڑھ رہا تھا اور وہ بے جان ہوتی ٹانگوں کے ساتھ وہیں بیٹھتی ہچکیوں سے رونے لگی۔

\-

وہ ہنوز وہیں دیوار کے ساتھ بیٹھی ہچکیاں بھر رہی تھی، اسے نہیں پتہ تھا کہ ملازمہ نے کھانا مکمل کیا یا نہیں۔

اسی دوران افگن کے آنے کا وقت ہو گیا جو اسے یوں روتے دیکھ کے پریشان ہو گیا تھا۔

"مما! کیا ہوا؟ "اپنا سکول بیگ ملازمہ کو تھما کے وہ گھٹنوں کے بل اس کے سامنے زمین پہ بیٹھا تو اس کے لمس کو محسوس کر کے حدیقہ نے گھٹنوں سے سر اٹھایا۔

"و۔۔وہ زرشالے۔۔۔ "وہ اتنا ہی بول سکی کہ آنسوؤں نے گلے کو پھندہ سا لگا دیا تھا۔

"کیا ہوا زرشے کو؟ "وہ فوری طور پہ متفکر ہوا، اسی لمحے گاڑی کے ہارن کی آواز پہ وہ دونوں چونکے۔

"یہ تو چاچو کی گاڑی کا ہارن ہے۔ "وہ اس کے سامنے سے اٹھا، اسی ثانیے میں فرحان سوئی ہوئی زرشالے کو لے کے گھر میں داخل ہو گیا۔

اس کے ماتھے اور ٹھوڑی پہ لگی پٹی کو دیکھ کے وہ فورا اس کی جانب لپکا۔

"چاچو زرشے کو کیا ہوا؟ "اس کے لہجے میں تفکر مترشح تھا۔

"کچھ نہیں ہوا، بس تھوڑی سی چوٹ آئی تھی لیکن اب ٹھیک ہے۔ آپ جاو جلدی سے یونیفارم چینج کرو پھر لنچ کرتے ہیں۔ "حدیقہ کو مکمل طور پہ نظرانداز

کرتے ہوئے اس نے نرمی سے افگن کو بہلایا تو وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا جبکہ وہ زرشالے کو گود میں لیے سیڑھیوں کی جانب بڑھا۔

اس کی نظراندازی سے گھائل ہوتی وہ بھی بے جان قدموں کے ساتھ چلتی اس کے پیچھے لپکی۔

-

"فرحان"! کمرے میں داخل ہونے کے بعد اس نے بیڈ پہ زرشالے کو لٹاتے فرحان کو مخاطب کیا جس کا ایسا رویہ نجانے کیوں اسے تکلیف پہنچا رہا تھا۔

اس کے مخاطب کرنے پہ وہ زرشالے کو لٹا کے اس کی جانب مڑا اور پھر بہت ٹھہرے ہوئے انداز میں اس کی جانب بڑھا۔

"مجھے لگا تھا کہ آپ اپنی زندگی کے اس فیز سے پریشان ہیں اور زرشالے کو ایکسیپٹ نہیں کر پا رہیں تو آپ کو میں نے وقت دیا لیکن میں غلط تھا، آپ کی اس نفرت و بیزارگی کو دیکھتے ہوئے مجھے افسوس ہو رہا ہے کہ ایک ماں اپنی ہی اولاد سے کیسے نفرت کر سکتی ہے؟ "وہ اب پہلے کی طرح بلند آواز میں اسے ڈانٹ نہیں رہا تھا لیکن اس کے نرم لہجے میں چھپی کاٹ حدیقہ کو بری طرح زخمی کر رہی تھی۔

"ن۔۔نہیں۔۔۔"اس نے کچھ بولنے کی کوشش کی تو زبان جیسے لکنت زدہ ہو چکی تھی۔

"ایک نظر دیکھیں اُسے، کیا آپ کو اس پہ پیار نہیں آتا؟کیا دل نہیں چاہتا کہ اسے گلے لگائیں، اس کو اپنی ممتا کا احساس دلائیں۔دیکھیں اسے کہ آپ کی بے خبری اس کو موت کے کتنے قریب لے گئی تھی آج۔"اس کے بازو اپنے ہاتھ میں لیتا وہ آہستگی سے

اس کا رخ بیڈ کی جانب موڑتا ہوا سنجیدگی اور پرتاسف سے انداز میں کہہ رہا تھا۔

جب وہ ایک دم سے روتی ہوئی اس کے کندھے سے جا لگی۔

"پ۔۔پلیز چپ کر جاو، میں نفرت نہیں کرتی اس سے نہیں کرتی میں نفرت۔ میں بس اس سے محبت کرنے سے ڈرتی ہوں۔مجھے ڈر ہے کہ کہیں میری اس کے ساتھ انسیت کو دیکھ کے وہ میرے بچوں کو

مجھ سے چھین نہ لے۔میں افگن کو کھونے کا خوف دل میں لیے بیٹھی ہوں میں اسے کھوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔ "وہ اس کی شرٹ دونوں مٹھیوں میں دبوچے اپنے اندر کے خوف سے اسے روشناس کرواتی ساکت کر گئی۔

کچھ لمحوں کے بعد جب وہ بولنے کے قابل ہوا تو اس نے نرمی سے اسے اپنے سے دور کرتے ہوئے اپنے سامنے کیا تو وہ اس کی ہنوز اپنی مٹھیوں میں دبوچے کھڑی اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"میری بات غور سے سنیں، میری بیوی ہیں آپ اور یہ دونوں میرے بچے ہیں۔ آپ تینوں کی حفاظت اللہ نے میرے ذمہ لگائی ہے اور یقین رکھیں، میرے ہوتے ہوئے آپ کے بچوں کو آپ سے کوئی نہیں چھینے گا ,بلیو می۔ "اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ بہت نرم اور مضبوط لہجے میں بولتا اس کے بے چین اور مضطرب دل کو شانت کر گیا۔

اس کی نم آنکھیں اس لمحے اس بات کا اقرار کر رہی تھیں اور شاید یہی اقرار اس کی آنکھوں میں جھانکتے فرحان سے ضبط کی چادر چھینتے ہوئے اسے اس کے چہرے پہ جھکنے پر مجبور کر گیا۔

نرمی سے اس نے اپنے ہونٹ اس کی بھیگی آنکھوں پہ رکھے تو اس کی شرٹ مٹھیوں میں لیے کھڑی حدیقہ اس کی اس اچانک جرات پہ جیسے تھراہ سی گئی۔

ان کے نکاح کو چھ ماہ ہونے والے تھے اور اس سارے دورانیے میں اس نے کبھی اس پہ کسی قسم کا حق نہیں جتایا اور اب وہ اس کے چہرے پہ جھکا اس کی سانسوں کی روانی منتشر کر رہا تھا۔

اس کی آنکھوں کو چھوتے اس کے لب جب سرائیت کرتے بھیگے رخسار پہ پہنچے تو اسے لگا وہ اپنے حواس کھو بیٹھے گی کیونکہ اس کا ایسا روپ اس کے لیے قطعی اجنبی تھا۔

"فرحان!زرشالے۔۔۔۔۔ "جب اس کے لب

پرشدت انداز میں آ کے رخسار پہ ٹکے تو وہ اس کی

شرٹ پہ گرفت مضبوط کرتی جلدی سے بولی تو بہکے

بہکے سے فرحان کو جیسے ہوش آیا۔

وہ سیدھا ہوا اور ایک نظر اس کے شرم و حیا کی لالی

سے سرخ ہوتے چہرے پہ ڈالی اور پھر دھیرے سے

اس کے ماتھے پہ جھکا۔

"رویا نہیں کریں۔" گھمبیر لہجے میں ایک دلفریب سی التجا کرتا وہ اس کے ماتھے کو چھوتے ہوئے مڑا اور واشروم کی جانب بڑھ گیا۔

جبکہ اس کے لمس میں چھپی محبت و عزت پہ ششدر کھڑی حدیقہ سیدھے ہاتھ کی انگلیوں سے اپنی پیشانی کو چھو رہی تھی۔

اس دن کے بعد سے ان کے درمیان بنی اجنبیت کی دیوار گر گئی اور وہ دونوں ایک نارمل کپل کی طرح بیہیو کرنے لگے۔

"مما آپ جلدی سے تیار ہو جائیں پھر چاچو کے ساتھ باہر جانا ہے۔" شیر افگن نے زرشالے کو فیڈر پلاتی حدیقہ کو مخاطب کیا تو اس نے ایک درزیدہ نگاہ کچھ فاصلے پہ بیٹھے فرحان پہ ڈالی اور آہستگی سے گویا ہوئی۔

"چاچو نہیں ڈیڈ ہیں آپ کے یہ۔ "اس کے نرم لہجے میں کہے گئے الفاظ پہ ناصرف افگن چونکا تھا بلکہ اس سے کچھ فاصلے پہ موبائل کی طرف متوجہ فرحان بھی چند لمحے کے لیے سن ہو گیا تھا۔

کچھ الفاظ واقعی سانس کھینچنے سے لے کے سانسیں دینے تک کا کام باآسانی کیا کرتے تھے۔

"آپ زرشے کی طرف دھیان رکھیں، میں چینج کر کے آتی ہوں۔ "فرحان کی بولتی ہوئی نگاہوں اور افگن کی خوشی پہ جزبز ہوتی وہ زرشے کو صوفے پہ ڈال کے خود کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

اور پھر جب وہ پرپل اور پنک کلر کی سمپل سلک کی ساڑھی پہنے بالوں کا جوڑا بنائے، کندھے پہ شال رکھے، ہونٹوں کو نیچرل سی لپ اسٹک سے سجائے واپس لوٹی تو بچوں کے ساتھ مگن فرحان چند لمحوں

کے لیے اس کے دلکش سراپے سے نظریں نہ ہٹا سکا۔

"مما آپ بہت پیاری لگ رہی ہیں۔ "افگن کے پرمسرت لہجے پہ وہ مسکرا دی اور پھر زرشالے کو گود میں لیے وہ افگن کا ہاتھ پکڑ کے باہر کی جانب بڑھتے فرحان کے ہمقدم ہوئی۔

ایک خوشگوار سی رات کا پہلا حصہ باہر گزار کے جب واپس گھر لوٹے تو بچے تقریباً سو چکے تھے۔ فرحان نے پچھلی سیٹ پہ سوئے افگن کو بازووں میں اٹھایا اور کمرے کی طرف بڑھ گیا جبکہ حدیقہ بھی اونگھتی ہوئی زرشے کو لیے اپنے کمرے کی طرف بڑھی جہاں پہنچتے ہی اس نے اس کا ڈائپر چینج کیا اور پھر اس کے کمرے چینج کرنے کے بعد اسے فیڈر دے کے بے بی کاٹ میں لٹا دیا۔

زرشے سے فارغ ہونے کے بعد وہ خود چینج کرنے کے لیے ڈریسنگ روم کی جانب بڑھنے ہی والی تھی جب ان کے کمرے سے ملحقہ افگن کے کمرے کا دروازہ بند کر کے فرحان کمرے میں داخل ہوا۔

"حدیقہ "!اس کی بے ساختہ پکار پہ اس نے پلٹ کے فورا اس کی جانب دیکھا جو آنکھوں میں ہلکورے لیتے جذبات لیے اسے تک رہا تھا۔

"افگن اور زرشے کا ڈیڈ تو میں بن چکا ہوں لیکن آپ کا شوہر بننے کا شرف کب حاصل ہو گا مجھے؟ " اس کی ساڑھی کا پلو بہت نرمی سے اپنی ہتھیلی میں سمیٹتے ہوئے وہ آنچ زدہ لہجے میں بولا تو اس کی ایک بیٹ مس ہوئی۔

"تم میرے شوہر ہو تبھی افگن اور زرشے کے باپ ہو۔ "اس نے نپے تلے انداز میں کہتے ہوئے پلو کو

ہلکا سا اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کی لیکن دوسری جانب گرفت مضبوط تھی۔

"آپ واقعی میری بات کا مطلب نہیں سمجھی یا پھر چاہتی ہیں کہ میں عملاً سمجھاوں؟ "اس کے بے باک لہجے میں کیے گئے استفسار پہ اس نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے اس کی جانب دیکھا گویا اس بے باکی کی توقع اس سے نہ کی تھی۔

"لندن میں پڑھائی کا کچھ تو اثر ہو گا نا۔" اس کی حیرانگی سے محظوظ ہوتا وہ مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے بولا تو وہ خجل سی ہوتی رخ موڑ گئی لیکن دوسری جانب ساڑھی کے پلو پہ گرفت تاحال قائم و دائم تھی اور پھر اگلے ہی لمحے وہ اس گرفت کے باعث ایک جھٹکے سے اس کے کشادہ سینے سے آ لگی۔

"فرحان "!اس نے خوفزدہ نگاہوں سے اسے دیکھا جو اس کے چہرے کو محبت پاش نگاہوں سے دیکھتا ہوا اس کی جانب جھکا۔

"ششش!ڈونٹ وری، آپ بیوی ہیں میری۔ "گھمبیر لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اس کو بانہوں میں بھرتے ہوئے بیڈ کی جانب رخ کیا تو وہ اس کے ارادوں سے خوفزدہ ہوتی اس کے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔

ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ـ

وہ دونوں ایک دوسرے کی سنگت میں بہت خوشگوار دن گزار رہے تھے اور اس خوشگواریت میں مسرت کے رنگ مزید گہرے ہوئے جب انہیں پتہ چلا کہ حدیقہ ایک دفعہ پھر سے امید سے تھی۔

مگر نجانے کیوں خوشیوں کی مدت اس قدر تھوڑی کیوں ہوا کرتی تھی کہ کچھ لوگ بدنظر کی مانند آپ

کی خوشیوں کے بیچ آ جاتے ہیں بالکل اسی طرح جیسے نواز عالم ایک عفریت بن کے ایک دن ان کے گھر پہنچ آیا۔

وہ اتوار کا ہی ایک چمکتا ہوا دن تھا جب حسبِ معمول فرحان اور حدیقہ افگن کے ساتھ کرکٹ کھیل رہے تھے جبکہ سوا سالا زرشے اٹھتی بیٹھتی کرولنگ کرتی بال کے پیچھے بھاگنے کی کوشش کرتی

کھکھلا رہی تھی جب گیٹ پہ زوردار ہارن کی آواز پہ وہ دونوں چونک گئے تھے۔

اس سے پہلے کہ فرحان گیٹ پہ جا کے معلوم کرتا چوکیدار نے دروازہ کھول دیا اور اس کی کار پھسلتی ہوئی پورچ میں جا رکی۔

مانوس سی کار کو دیکھ کے حدیقہ نے متوحش نگاہوں سے فرحان اور پھر اپنے بچوں کو دیکھا اور جلدی سے اپنا دوپٹہ اپنے وجود پہ پھیلا لیا۔

"آپ نے بالکل ریلیکس رہنا ہے، اگر آپ نے اپنا ڈر ظاہر کیا تو وہ مزید تیز کریں گے۔" گاڑی سے نکلتے نواز عالم کو دیکھ کے فرحان نے نرمی سے حدیقہ کو ہدایت دی جو اس پل خاصی متفکر دکھ رہی تھی۔

"او میرا بیٹا۔" ان نے نزدیک آتے ہی وہ پرجوش سی آواز میں کہتا چپ کھڑے افگن کی جانب بڑھا جو اسے خاصی سرد نگاہوں سے گھور رہا تھا لیکن اس

کے نزدیک آنے پہ نا تو پیچھے ہٹا اور نا ہی اس کے ساتھ لگنے کی کوشش کی۔

"کیسی ہو تم؟ "افگن سے ملنے کے بعد وہ حدیقہ کی طرف بڑھا ہی تھا کہ فرحان اچانک ان کے بیچ آ کھڑا ہوا۔

"میری بیوی اجنبیوں سے بات نہیں کیا کرتی نواز عالم صاحب۔ "اس کے چبھتے ہوئے لہجے پہ وہ بلند آواز میں قہقہہ لگاتا ہنس دیا۔

"میں اس کے لیے اجنبی ہرگز نہیں ہوں۔یہ جس بچے کو تم دونوں سینے سے لگائے بیٹھے ہو نا اس کا باپ میں ہوں اسی سے اندازہ لگا لو کہ میں اجنبی ہوں یا۔۔۔۔۔ "خباثت سے کہتے ہوئے اس نے

بات ادھوری شروع تو فرحان کا چہرہ ضبط سے سرخ پڑا۔

"یہاں آنے کا مقصد کیا ہے آپ کا؟ "اس نے ڈھیروں صبر کرتے ہوئے متحمل لہجے میں استفسار کیا۔

"اپنے بیٹے کو لینے آیا ہوں۔" اس کے الفاظ پہ فرحان کے عقب میں کھڑی حدیقہ کو جیسے کرنٹ سا لگا۔

"خبردار جو تم نے میرے بچے کی طرف آنکھ اٹھا کے بھی دیکھنے کی کوشش کی۔" اس کی آواز گھائل ہوئی شیرنی کی مانند گونجی تو نواز عالم نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

"تم دونوں نے جو کچھ اپنی عاشقی کو بچانے کے لیے

میرے ساتھ کیا ہے نا اس کا تو بہت برا بدلہ لینے

والا ہوں میں تم لوگوں سے، اگر میرے بیٹے کو مجھ

سے ملنے نہ دیا گیا تو تم لوگوں کی رنگین راتوں کی

نشانی اس بیٹی کو میں تم لوگوں سے چھین لوں گا۔ "

وہ ان دونوں کے کردار اور رشتے کو گالی دیتا

زرشالے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولا تو حدیقہ

نے اسے بتانا چاہا کہ وہ اسی کی جنونیت کی نشانی ہے

لیکن فرحان نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے اسے کچھ بھی بولنے سے روک لیا۔

"آپ جو کچھ کر سکتے ہیں کریں لیکن میرے بچوں کی جانب گندی نگاہ ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ "فرحان نے سرد لہجے میں اسے جواب دے کے جانے کا اشارہ کیا تو وہ پیچ و تاب کھا کے رہ گئے۔

اس دن کے بعد سے نواز عالم نے بہت دفعہ اپنے آدمیوں کو بھیج کے افگن اور زرشالے کو اغوا کروانے کی کوشش کی تھی لیکن فرحان کی ایک میڈیا کال نے اس کا جینا حرام کر ڈالا تھا کیونکہ وہ کسی صورت اپنی سیٹ اور اپنا کیریئر دوبارہ داو پہ نہیں لگا سکتا تھا۔

اسی لیے اس نے بہت چالاکی سے کورٹ سے رابطہ کیا مگر کورٹ میں جب افگن نے ماں کے ساتھ

رہنے کو ترجیح دی تو کورٹ نے مہینے میں نواز عالم سے اس کی ایک ملاقات کو نوٹس جاری کر دیا۔

اس نوٹس پہ شاید فرحان کوئی سوال اٹھاتا لیکن کورٹ میں ہی موجود نو سالہ افگن نے جب نواز عالم کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میں آپ سے مہینے میں دو دفعہ بھی ملنے کو تیار ہوں لیکن آپ مجھے یہ گارنٹی دیں کہ آپ میری ماما ڈیڈ، زرشے اور حماد) حدیقہ اور فرحان کا نومولود

بیٹا (ان سب سے دور رہیں گے؟ "اس کے لہجے کی سنجیدگی اور پختگی کو دیکھ کے بھری کورٹ کے

سامنے نواز عالم جزبز سا ہو کہ رہ گیا جبکہ کورٹ میں موجود نواز عالم کے ساتھ آیا احمد انور بھی اس بچے کی بات سن کے عش عش کر اٹھا۔

"واقعی لگ رہا ہے کہ اس میں نواز عالم کا ہی گندا اور موقع پرست خون ہے۔ "اس نے ستائشی انداز میں ابرو اچکائی جبکہ اس کی آنکھوں میں انتقام صاف

نظر آ رہا تھا جو اسے اس بچے اور اس کے سوتیلے باپ سمیت ماں سے لینا تھا۔

چونکہ سوال بھری کورٹ کے سامنے ہوا تھا اس لیے نواز عالم کو مجبورا اس بات کی گارنٹی دینی پڑی کہ وہ کبھی اس کی فیملی کو اپروچ نہیں کرے گا۔

اس دن کے بعد سے بظاہر تو ان کی فیملی میں سکون تھا لیکن اکثر سکول جاتے زرشالے اور حماد کی گاڑی

کا کبھی ٹائر برسٹ کر جاتا تو کبھی شیشہ توڑ دیا جاتا۔

کیونکہ نواز عالم نے کورٹ میں خلف اٹھایا تھا اس لیے اب کوئی بھی اس بات پہ یقین کرنے کو تیار نہ تھا کہ ایسا نواز عالم کروا رہا ہے۔

تبھی پندرہ سالہ افگن نے فرحان عالم کو مشورہ دیا کہ زرشالے اور حماد کو کہیں بھجوا دیں۔

اس مشورے پہ عمل اگرچہ بہت مشکل تھا لیکن انہی دنوں جب نواز عالم کو احمد انور کی وجہ سے یہ پتہ چل گیا کہ زرشالے اس کی ہی بیٹی ہے تو اس

نے اپنی بات سے مکرتے ہوئے زرشالے کو حاصل کرنے کی کوششیں شروع کر دیں اسی لیے حدیقہ بیگم نے دل پہ پتھر رکھتے ہوئے زرشالے اور حماد کو اپنی خالہ کے بیٹے کے پاس مانچسٹر بھیج دیا۔

____

وقت گزرتا چلا گیا لیکن زرشالے اور حماد ایک دفعہ بھی پاکستان نہیں آئے تھے بلکہ فرحان، حدیقہ اور افگن انہیں ملنے کے لیے کچھ دنوں کے لیے انہیں

لندن بلواتے اور دو چار دن وہاں رہ کے واپس آ جاتے۔

وہ لندن اس لیے بلواتے اور ملتے تھے کہ اگر کبھی ان کا پیچھا کیا جائے تو وہ ان کے اصل ٹھکانے تک نہ پہنچ سکیں۔

جب جب افگن نواز عالم سے ملنے جاتا تو حدیقہ کا دل دہلنے لگتا کہ کہیں اس کا گھٹیا رنگ اس پہ نہ چڑھنے لگے۔

اور پھر وہ وقت آگیا جب افگن پہ اس کا رنگ چڑھ گیا۔

بچپن میں جس طرح اس نے قسم کھائی تھی کہ وہ بڑا آدمی بنے گا اس نے اس بات کو ذہن میں رکھا اور چوبیس سال کی عمر میں فرحان سے پیسہ ادھار لے کے ایک کمپنی خریدی۔

وہ ہر جائز و ناجائز طریقے سے اس کمپنی کی بڑھوتری کے لیے کام کرنے لگا اور آنے والے دو تین سالوں میں اس نے کمپنی کی مختلف برانچز کھولنے میں کامیاب ہو گیا۔

اس کی ترقی پہ خوش ہونے کی بجائے جب فرحان اور حدیقہ نے اس سے سوال کیا تو اس نے کہا کہ جو کچھ نواز عالم کر چکا ہے اس کا بدلہ لینے کے لیے

اسے اس سے بھی زیادہ پاورفل ہو کے جواب دینا بہت ضروری ہے۔

"جو بات ختم ہو چکی ہے آپ اس کے گڑھے مردے کیوں اکھاڑ رہے ہیں؟ "حدیقہ نے دبے دبے لہجے میں کہا۔

"بات ختم نہیں ہوئی بلکہ وہ کمینہ احمد انور ابھی

ت۔۔۔۔۔ "وہ غصے سے بولتا ہوا بمشکل اپنے لب

بھینچ کے رہ گیا۔

"افگن میرے بچے مجھے ان دونوں سے کوئی غرض

نہیں نہ کوئی خوف ہے کیونکہ میری حفاظت کے لیے

اللہ نے میرے شوہر کو اور بچوں کو بھیجا ہوا ہے،

آپ یہ سب چھوڑ دو۔ "حدیقہ نے محبت سے اسے

پچکارا لیکن وہ دل میں ٹھان چکا تھا۔

اپنی ماں کی نسوانیت کا تذلیل کا بدلہ لینا، اپنے بچپن کی تباہ کاریوں کا بدلہ، اپنی بہن اور بھائی کے دربدر ہونے کا بدلہ اور اس میں اس کا ساتھ دے رہا تھا۔

'بالاج مصطفیٰ'

مصطفیٰ گیلانی اور ثمینہ گیلانی کا بیٹا جو اسے اس کے ایکسیڈینٹ کے دوران ملا تھا۔

اور جس نے بنا کسی لالچ کے اس کی پوری ہفتہ تیمارداری کی کیونکہ وہ اس وقت اپنے شہر سے دور ایبٹ آباد میں کسی کام کے لیے گیا تھا۔

بالاج مصطفیٰ ایک تحقیقاتی آفیسر تھا جو مختلف جرائم اور کریمنلز کی تحقیق کر کے انہیں جڑ سے اکھاڑ دیتا تھا اور آج کل وہ احمد انور) جو کہ بظاہر ایک ملٹی نیشنل کمپنی کا سربراہ تھا (اور نواز عالم) جو بظاہر ایک

ایم این تھا (دونوں کے کالے کارناموں کے متعلق تحقیق کر رہا تھا۔

جب دونوں کے مجرم ایک تھے، مقصد ایک تھا تو ساتھ ملنے سے کوئی کیسے روک سکتا تھا۔

تبھی وہ دونوں دوستی کے اٹوٹ بندھن میں جڑ گئے تھے۔

\-

جب افگن اپنے ارادوں سے باز نہ آیا تو حدیقہ نے آخری حربے کے طور پہ اسے گھر سے نکل جانے کی دھمکی دی لیکن وہ اگلے کچھ ہی دنوں میں جب گھر چھوڑ کے چلا گیا تو حدیقہ بیمار پڑ گئی۔

حدیقہ کی سیریس کنڈیشن کو دیکھتے ہوئے زرشا لے ہر بات کو بھاڑ میں ڈالتی پاکستان آ گئی۔

اس کے ساتھ حماد نے بھی آ جانا تھا لیکن اس کے فائنل سمسٹر تھے تو بمشکل اسے بہلا پھسلا کے وہ

پہلی فلائیٹ پکڑ کے بنا کسی کو بتائے پاکستان چلی آئی۔

فرحان عالم جو افگن سے ناراض نہیں تھے وہ بھی افگن کے ساتھ زرشالے پہ خاصے برہم ہوئے لیکن جب زرشالے نے تڑپ تڑپ کے روتے ہوئے کہا وہ اتنے سال ماں کی محبت سے دور رہی ہے لیکن وہ اس کنڈیشن میں اسے اکیلا نہیں چھوڑ سکتی تھی اس لیے وہ وہاں نہیں رہ سکی۔

اس کی بات سن کے وہ دونوں چپ کر گئے۔ویسے بھی اس وقت افگن ذاتی طور پہ طاقت اور پیسے کے اعتبار سے بہت سٹرانگ ہو چکا تھا۔

اس نے کچھ عرصہ گزرنے کے بعد زرشالے کا ایک میڈیکل کالج میں ایڈمیشن کروا دیا اور اسے اپنے گارڈز کے ساتھ آنے جانے کی اجازت دی۔

گارڈز کا کالج کے اندر آنا جانا اتنا آسان نا ہوتا جو اگر وہ انٹرنیشنل کمپنیز کا اونر اور اس کالج کا فنڈر شیر افگن عالم نا ہوتا۔

زرشالے کے کالج میں ایڈمیشن لیتے ہی انہیں اطلاع ملنے لگی کہ نواز عالم نے اسے اٹھوانے کے لیے بندے کالج میں داخل کروا دیے ہیں۔

یہ ایسا ہنٹ تھا جو ایک طرح سے ان کے لیے فائدہ مند اور نقصان دہ بھی تھا اس لیے ان دونوں نے فیصلہ کیا اور بالاج کو ایک سٹوڈینٹ کے طور پہ اس کالج میں بھیج دیا گیا۔

بالاج اس کالج میں آیا تو زرشالے کی حفاظت اور نواز عالم کے کارندوں تک پہنچنے لیکن نازک سی ملائمت سے بھرپور سرخ و سفید رنگت والی کم گو سی زرشالے عالم پہ نظر پڑتے ہی وہ پہلی نظر کی محبت کا اسیر ہو گیا تھا۔

ایسا ہونا ہی تھا کہ اس نے شیر افگن اور اس کے گارڈ کم دوست فرہاد کو چڑانا شروع کر دیا اور اس

نے صرف اسے ہی نہیں بلکہ اپنی فیملی کو بھی بتا دیا۔

اس کے والدین سمیت اس کے دو جڑواں بھائی صائم اور ارحم اس کی پسند جاننے کے بعد زرشالے سے ملنے کے لیے بے تاب ہو گئے لیکن وہ زرشالے کی پڑھائی مکمل ہونے سے قبل اس کو اس جھنجھٹ میں نہیں پڑنے دینا چاہتا تھا۔

مگر جب اس نے سحرش اور حائقہ نامی لڑکیوں کو اس سے گھلتے ملتے دیکھا تو اس کا اعتماد حاصل کرنے

اکے علیے اس کے سامنے اپنی فیلنگز کا اظہار کر دیا
تھا۔

انہی دنوں میں شیر افگن عالم کی ملاقات ایک بزنس ایڈوائزر جلال شیرازی سے ہوئی جس کی اکلوتی اور لاڈلی بیٹی عنیہ شیرازی اس پہ بری طرح سے فدا ہو گئی۔

اسی دوران افگن پہ حیرت انگیز انکشاف ہوا کہ احمد انور عنیہ شیرازی کا ماموں تھا اور اس کا بڑا بیٹا اس کا

منگیتر تھا لیکن یہ سب عنیہ شیرازی کی ماں کی خواہش پہ ہوا تھا جس پہ جلال شیرازی ہرگز آمادہ نہیں تھے۔

ایک دن جلال شیرازی نے بہت غیر متوقع طور پہ اس کے سامنے عنیہ شیرازی کا رشتہ رکھا تو وہ خاصا متعجب ہوا لیکن اس کی بات سن کے وہ چند لمحے سوچ میں پڑ گیا۔

"شیرازی صاحب! اگر آپ اپنی بیٹی کو احمد انور کے بیٹے سے بچانا چاہتے ہیں تو اس کی شادی کروائیں، یہ میرے ساتھ منگنی کروانے کا فضول پلان کیوں بنا رہے ہیں؟ "لحاظ وہ صرف بمشکل اپنے ماں باپ کا کیا کرتا تھا اس کے علاوہ کسی دوسرے کے سامنے وہ یہ تکلف ہرگز نہ کرتا تھا۔

"کسی سے اس کی شادی کروا دی تو اس کی جائیداد کے لیے وہ اسے رکوا سکتے ہیں، کہیں باہر بھجوایا تو

ساری زندگی اس کی چھپ کے بھاگتے ہوئے گزرے گی۔ اس لیے اگر تم اس کے ساتھ رشتہ جوڑتے ہو تو تمہاری طرف بڑھنے سے قبل کوئی بھی ایک بار ضرور سوچے گا۔ "انہوں نے ہچکچاتے ہوئے بات مکمل کی تو وہ چبھتی ہوئی نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔

"ہے تو واقعی بہت فضول سی پلیننگ لیکن چونکہ اس سے میرا بھی مقصد جڑا ہے اس لیے منگنی کی تیاری

کریں۔ "سرد لہجے میں کہتے ہوئے اس نے بات ختم کر دی۔

یہی بات جب اس نے حدیقہ اور فرحان کے سامنے کی تو وہ یہ جان کے بہت خوش ہوئے تھے کہ اس نے اپنے لیے لڑکی پسند کر لی ہے۔

وہ اس رشتے کو لو ریلیشن سمجھ رہے تھے اور یہ غلط فہمی افگن نے کسی کی بھی دور نہیں کی تھی۔

ان کی منگنی کی ڈیٹ فکس ہو چکی تھی جب نواز عالم اپنی گھٹیا پلاننگ میں کامیاب ہوتا ان دو لڑکیوں کی وجہ سے زرشالے کو لے گیا تھا۔

مگر اسے سالوں سے مات دیتے آتے اسی کے خون نے فل پروف پلاننگ کے ساتھ بالاج کے ذریعے اسے اس کے بنگلے سے بازیاب کروا لیا تھا۔

جیسے ہی زرشالے کو ہوش آیا افگن نے اس کا نکاح بالاج سے کروا دیا تھا۔

اگرچہ اس سب کے بعد زرشالے یہ رشتہ نہیں جوڑنا چاہتی تھی لیکن افگن کے قسم دینے پہ اس نے چپ چاپ سر جھکا دیا۔

زرشالے نہیں جانتی تھی کہ اس نکاح میں فرحان عالم کے ساتھ ساتھ مصطفیٰ صاحب بھی موجود تھے وہ تو بس خود کو ابھی بھی اسی بند ہال میں محسوس کر

رہی تھی اور اسے یہی لگ رہا تھا کہ اس کے بھائی نے مزید کسی انہونے قدم سے بچنے کے لیے اسے اس رشتے میں باندھا ہے۔

نکاح کے بعد افگن اسے بہت خفیہ طریقے سے دوسرے شہر لے گیا اور اپنے خریدے گئے ایک بنگلے میں ملازمین اور گارڈز کی فوج کے ساتھ چھوڑ آیا تھا جہاں سے اس نے فل سیکیورٹی کے ساتھ اپنی پڑھائی مکمل کرنی شروع کر دی۔

اس کے ٹھکانے کی خبر بالاج کے علاوہ کسی کو نہیں تھی، حدیقہ اور فرحان کے ساتھ بھی بس اس کا ٹیلیفونک رابطہ تھا۔

اسی دوران افگن کی عنیہ کے ساتھ منگنی بہت دھوم دھام سے ہو چکی تھی لیکن اس منگنی میں زرشالے اور حماد دونوں نے ہی شرکت نہیں کی تھی۔

کچھ ہی دنوں کے بعد مری جاتے بالاج مصطفی کی گاڑی ایک بلاسٹ میں تباہ ہونے کی خبر جہاں افگن

کے لیے پریشان کن تھی وہیں وہ زرشے کو جیسے

پاگل کر گئی۔

وہ یہ بات تسلیم کرنے کو تیار ہی نہ تھی کہ اس کے

ساتھ جینے مرنے کی قسمیں کھانے والا وہ زندہ دل،

کھکھلاتا ہوا خوبصورت مرد بیچ راہ میں اسے تنہا چھوڑ

کے چلا گیا ہے۔

اس کی مخدوش حالت میں بمشکل اسے سنبھالنے

والے افگن نے بہت جان جوکھوں کے ساتھ واپس

جینے کے لیے آمادہ کیا اور اسے اپنی پڑھائی مکمل کرنے کی تلقین کی۔

بالاج کی کار اس برے طریقے سے بلاسٹ ہوئی کہ افگن بھی بالاج کے زندہ ہونے کی امید چھوڑ چکا تھا مگر اس بلاسٹ کے تقریبا آٹھ ماہ بعد ایک پرائیویٹ نمبر سے اسے کال موصول ہوئی تھی۔

یہ کال کرنے والا بالاج تھا جو گاڑی بلاسٹ ہونے سے قبل سڑک پہ کود گیا تھا اور لڑھکتے ہوئے وہ کھائی میں گر گیا تھا۔

اس کھائی میں گرنے کے بعد وہ معجزانہ طور پہ بچ تو گیا تھا لیکن اسے ریکور ہوتے ہوئے کافی مہینے لگ گئے، اسی دوران اس نے پتہ لگوایا تو اس پہ اٹیک کروانے والے احمد انور اور نواز عالم ہی تھے۔

تبھی انہوں نے انہیں داو دینے کے لیے وقتی طور پہ واقعی بالاج مصطفی کو مار کے' بلیک ایگل 'کو جنم دیا تھا۔

اپنے کلائنٹ کا انتظار کرتا افگن بیزاری سے کلائی پہ بندھی قیمتی گھڑی کو دیکھتا لاشعوری طور پر ریسٹورینٹ کے شیشے کے پار دکھائی دیتی ان دو لڑکیوں پہ نگاہیں گاڑھ چکا تھا جو ریسٹورینٹ کے

شیشے کے بالکل پاس کھڑی تھیں اور بارش کے شور کے باعث ان کی بلند آواز اسے صاف سنائی دے رہی تھی۔

"میرا دل چاہتا ہے کہ میرے پاس ڈھیر سارا پیسہ ہو اور میں ورلڈ ٹور کروں، میں دنیا کا ہر رنگ دیکھوں، اسے محسوس کروں۔" بارش میں بھیگتی ان میں سے ایک لڑکی جو اس وقت سرخ کھلی سی شلوار اور سفید گول گھیرے والی قمیض میں ملبوس گلے میں دوپٹہ

مفلر کی طرح لپیٹے وہ چہکتے ہوئے بول رہی تھی لیکن نجانے کیوں لہجے کی اس چہکار کے باوجود اس سمے اس کے چہرے پہ چھائی مژدگی شیرافگن کی ذہانت سے بھرپور آنکھوں سے نہ چھپ سکی۔

"میرا دل چاہتا ہے کہ میں خدا سے اپنی زندگی کے چند پل ادھار مانگوں اور اسے کہوں کہ میری خواہشات پوری ہونے تک وہ مجھے زندہ رکھے۔" وہ

دوبارہ سے بولی تو اب کے چہکتے لہجے میں ایک
یاسیت اور حسرت سی ٹپکی۔

جبکہ اس کے ساتھ کھڑی اس کی دوست بہت دکھ
سے اس کے چہرے کو تک رہی تھی جو اپنے
گھنگھریالے بالوں کو ربڑ بینڈ میں لپیٹ رہی تھی۔

وہ بے خیالی میں اسے ہی دیکھ رہا تھا جب یکلخت اس نے اسے دونوں ہاتھوں سے سر تھام کے نیچے بیٹھتے دیکھا تو وہ کافی حیران ہوا۔

لیکن اس سے پہلے کہ وہ اس سب کی وجہ جان پاتا اس کی دوست نے روتے ہوئے اسے تھامتے ہوئے چلا کے ایک ٹیکسی روکی اور وہ اسے لیے وہاں سے جا چکی تھی۔

وہ بارش میں بھیگتی لڑکی" ژالے میر " تھی جو اس
دن کے بعد سے اس کی خواہش کے باوجود اس کے
سامنے کبھی نہ آئی تھی۔

لیکن ایک عرصہ گزر جانے کے بعد وہ بالکل اچانک
اس کے سامنے آئی تھی اور آتے ہی جس بے
دھڑک انداز میں اس نے سب کے سامنے اسے
اس سے مانگا تھا۔

وہ اس کی دیدہ دلیری اور جرات پہ کافی محظوظ ہوا تھا۔

اور شاید اسی جرات کو داد دینے کے لیے وہ اپنا آپ اس کے حوالے کر گیا تھا جس کی فائل کے ٹرانسپیرنٹ حصے سے اس کی ایکسپیرینس والی جگہ پہ "احمد اینڈ سنز کمپنیز "جعلی حروف میں جگمگا رہا تھا۔

یہاں ژالے میر افگن عالم کی زندگی میں آئی تھی تو
وہاں بلیک ایگل زرشالے عالم کی زندگی میں آگیا
تھا۔

بالاج جو اپنے بلیک ایگل والے روپ کے متعلق کسی
کو کچھ بھی بتانا نہیں چاہتا تھا زرشالے کی ذہنی حالت
کا سوچ کے اس نے اسے یہ یقین دلا دیا تھا کہ
'بالاج مصطفیٰ 'زندہ ہے اس کے علاوہ وہ اسے کچھ
نہیں بتا سکتا تھا۔

نواز عالم اور احمد انور اور ان جیسے بے شمار کرپٹ انسان جو گھر کی عزت تک کو اپنے مفاد کے لیے بیچنے سے گریز نہیں کرتے تھے، ان کا خاتمہ کرنے کے لیے ایک بھنور میں الجھے افگن عالم اور بالاج مصطفی مزید کن گردابوں میں الجھنے والے تھے۔

کون جانے۔۔۔؟؟؟

حال:

"شیر "!فرحان صاحب نے سرد کوریڈور میں پڑے سنگی بینچ پہ بیٹھے افگن کو مخاطب کیا جو کافی دیر سے یونہی گھٹنوں پہ کہنیاں جمائے ان پہ سر جمائے بیٹھا ہوا تھا۔

اس کی پکار پہ اس نے ہلکی ہلکی سرخی لیے آنکھیں اٹھا کے ان کی طرف دیکھا تو وہ تاسف سے اسے دیکھ کے رہ گئے۔

"ژالے کے ٹیسٹس اور سکیننگ وغیرہ میں ابھی مزید ٹائم لگے گا، آپ ریسٹ کر لیں تھوڑی دیر۔" وہ رسانیت سے گویا ہوئے تو اس نے گہری سانس بھرتے ہوئے کمر پیچھے بنچ کے ساتھ ٹکائی۔

"میں ٹھیک ہوں۔ "بہت مختصر جواب دیتے ہوئے اس نے اپنی آنکھوں کے کنارے انگوٹھے کے ساتھ بہت آہستگی سے دبائے۔

"ژالے کو اچانک ہوا کیا ہے؟ "جو سوال کب سے ان کے دل و دماغ میں کلبلا رہا تھا وہ بالآخر انہوں نے پوچھ لیا۔

"ہوش آنے پہ اسی سے پوچھ لیجیے گا۔ "اس نے خشک لہجے میں کہتے ہوئے پلکیں موند لیں گویا کہ اس بابت گفتگو کرنا ہی نہ چاہتا ہو۔

"افگن بیہیو !کچھ پوچھ رہا ہوں آپ سے۔ "اس کی بد مزاجی پہ اسے تنبیہہ کرتے فرحان نے سنجیدگی سے پوچھا تو اس نے اکتائے ہوئے انداز میں آنکھیں کھولیں۔

"یہ بال کی کھال اتارنے والی عادتیں عورتوں میں ہوتی ہیں لیکن ماشاءاللہ سے اس عادت سے آپ مالا مال ہیں۔آپ کی اس عادت کی تشفی کرتے ہوئے بتانا چاہتا ہوں کہ آپ کی بہو میری اونچی آواز برداشت نہیں کر سکی۔"اس نے چڑے ہوئے انداز میں کہتے ہوئے پلکیں واپس موندنی چاہی جب اس کی نظر دور سے آتے ایک مرد پہ پڑی جو سر پہ پی کیپ پہنے سر کو جھکائے پر سکون انداز میں چلتا ہوا اسی کی سمت آ رہا تھا۔

"اوہ ناٹ اگین "!ژالے کی وجہ سے دکھتے ہوئے سر کو ہاتھوں میں جھکڑتے ہوئے اس نے ڈھیروں غصہ ضبط کیا۔

"کیا کر رہے ہو تم ادھر؟ "وہ جیسے ہی ان کے نزدیک پہنچا تو وہ سرد لہجے گویا ہوا۔

اس کے سوال پہ وہ فورا ہونق ہوا اور جلدی سے ایک نظر خود پہ ڈالی۔

"مطلب کہ تم نے اتنی جلدی پہچان لیا مجھے۔" وہ پرتاسف انداز میں کہتے ہوا فرحان عالم سے ملتا ہوا اس کے ساتھ بنچ پہ بیٹھا اور کچھ فاصلے پہ چوکنا کھڑے فرہاد کو دیکھ کے ہاتھ ہلایا۔

"تم ادھر کر کیا رہے ہو؟" اس نے ضبط کرتے ہوئے کھردرے لہجے میں دوبارہ سے اپنا سوال دہرایا

تو اس کا منہ بنتے دیکھ نے فرہاد نے فورا مسکراہٹ دبانے کو سر نیچے جھکایا۔

"میں اندر پڑی اس لیڈی کی طبیعت پوچھنے آیا تھا جنہیں میری آنکھیں اور پلکیں بہت پسند ہیں۔ " سنجیدگی سے جواب دیتے ہوئے اس نے بہت شاطرانہ انداز میں اپنی بے عزتی کا فورا بدلہ لیا تو افگن کا چہرہ تن سا گیا۔

"ٹھیک ہے اندر پڑی ہوئی لیڈی اس لیے تم یہاں سے جا سکتے ہو اس سے پہلے کہ تم سے کوئی دوسری لیڈی چھین لی جائے۔" عادتاً وہ سپاٹ مگر دھمکی آمیز لہجے میں گویا ہوا تو وہ فوراً سنبھلا۔

"اوکے جا رہا ہوں میں، مجھے بھابھی کی کنڈیشن بتاتے رہنا اور پریشان مت ہونا مگر یار جانے سے پہلے مجھے میرے ایک سوال کا جواب تو دو۔" وہ اس کا کندھا تھپتھپا کے اپنے ہی انداز میں تسلی دیتا اپنی جگہ سے

اٹھا تو افگن نے سوالیہ نگاہوں سے جبکہ فرحان صاحب اور فرہاد نے دلچسپی سے اسے دیکھا۔

"کیا تم ژالے بھابھی سے محبت کرتے ہو؟ "

خوبصورت آنکھوں میں شرارتی رنگ لیے وہ گویا ہوا تو افگن کے چہرے کا رنگ فورا متغیر ہوا۔

"گو"! جواب دینے کی بجائے وہ ایک دم سے دھاڑا تو اپنی پی کیپ کو سیٹ کرتا وہ مسکراتے ہوئے الٹے قدم اٹھانے لگا۔

"جواب مل چکا ہے لیکن بھابھی کے لیے نیک تمنائیں ہیں جن پہ یہ ظلم ہونے والا ہے۔" چڑانے والے انداز میں کہتا وہ فورا لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے غائب ہوا کہ اس کا اس طرح سے باہر رہنا واقعی خطرے سے کم نہ تھا۔

جبکہ اس کے سوال اور پھر جواب پہ اندر لگی آگ کو کم کرنے کے لیے افگن نے مضطرب انداز میں جیب سے سگریٹ نکالتے ہوئے ہونٹوں سے لگایا تو فرحان صاحب بہت سے سوال دل میں ہی دباتے اسے دیکھ کے رہ گئے۔

____

تقریباً تیس گھنٹوں کے صبر آزما وقت کے بعد جب اسے ہوش آیا تو وہ اسے ملے بغیر ہاسپٹل سے نکل گیا کیونکہ اسے آفس پہنچنا تھا۔

ژالے کے پاس اس وقت ہاسپٹل میں منتشا، مسز جوزف، حدیقہ بیگم اور فرحان عالم موجود تھے۔

"کیسا محسوس کر رہی ہو؟ "منتشا نے اس کے بال ماتھے سے ہٹاتے ہوئے محبت سے پوچھا تو ژالے نے برا سا منہ بنایا۔

"ہاسپٹل کے بیڈ پہ لیٹے ہوئے بندے سے ایسا بیوقوفانہ سوال تم ہی کر سکتی ہو، تھک چکی ہوں یار۔ یہاں سے جلدی نکلواو مجھے۔ "اسے اتنا تو یقین ہو چکا تھا کہ ان گزرے گھنٹوں میں نا صرف حدیقہ اور

فرحان بلکہ وہ سنگدل شخص بھی اس کی بیماری کے

بارے میں جان چکا ہو گا۔

مگر اس کے باوجود بھی وہ کسی کے سامنے اپنی

کمزوری ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"لیکن ژالے تمہاری طبیعت۔۔۔ "منتشا نے

فکرمندی سے اسے دیکھا جو اب ہاتھ میں لگے کینولا

کو کینہ توز نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"دیکھو منتشا تم جانتی ہو کہ یہ سر درد اکثر ہونے لگتا ہے اور اس دفعہ تو میرا سر تمہارے زبردستی کے بھائی اور میرے باس کے خوامخواہ چیخنے کی وجہ سے ہوا ہے اور جیسا کہ وہ اب یہاں نہیں ہیں اس لیے میں بالکل ٹھیک ہوں۔ "اس کے نجانے کون کون سے مختلف ٹیسٹس کیے گئے تھے کہ اب اس پہ عجیب سی کمزوری طاری ہوئی تھی اور اپنی یہ کنڈیشن اسے خوفزدہ کر رہی تھی۔

وہ مشکلات کا ڈٹ کے مقابلہ کرنے والی لڑکی ہاسپٹل

کے نام، اس کے ماحول سے خوفزدہ ہو جایا کرتی

تھی۔

اسے لگتا تھا کہ یہ جگہ اس کے خوابوں کو پورا ہونے

سے پہلے نگل لے گی۔

یہ جگہ اس کی خواہشات کی تکمیل میں آڑے آ

جائے گی۔

وہ اس جگہ سے دور رہ کے اپنی خواہشات کو جلد

سے جلد پورا کرنا چاہتی تھی۔

"وہ آپ کا دردِ سر باس آپ کو چلتے پھرتے دیکھ کے پھر سے کوئی نیا دردِ سر آپ کے لیے ڈھونڈ نکالے گا اس لیے آپ کچھ دیر یہاں ہی رک جائیں۔"

فرحان عالم نے شگفتگی سے کہتے ہوئے اس کا کینولا دوبارہ سے سیٹ کیا تو ان کی بات پہ وہ شرمندہ سی ہو گئی۔

"ویسے ایک مفت کا مشورہ بھی ہے۔ "اس کے پاس ہی پڑی کرسی پہ بیٹھے وہ اس سے اپنے مخصوص انداز میں بولے تو وہ فورا ان کی طرف متوجہ ہوئی۔

"جی کون سا؟ "

"وہ جو آپ کا دردِ سر ہے نا اس سے بچنے کے لیے آپ ہم دونوں سے رابطہ کر سکتی ہیں کیونکہ اس دردِ سر سے زیادہ پیاری لگتی ہیں آپ ہمیں۔ "مشفقانہ اور

دوستانہ انداز میں کہتے ہوئے انہوں نے حدیقہ بیگم کی جانب اشارہ کیا تو اس کے حلق میں بے اختیار بہت کچھ اٹکا تھا۔

"پکی بات ہے نا؟ "اس نے بمشکل خود کو بولنے پہ آمادہ کیا تو اس کی بات پہ حدیقہ بیگم اور فرحان عالم نے جس شد و مد سے سر ہلایا وہ سبھی مسکرا دیے تھے۔

رات کا پہلا پہر گزر چکا تھا جب اس نے ہسپتال کے سرد اور سنسان کوریڈور میں قدم رکھا۔

مریضوں کے ساتھ آئے لوگ اس وقت محوِ خواب ہو چکے تھے جبکہ اکا دکا لوگ یا عملے کا کوئی فرد ہاسپٹل میں چلتا پھرتا نظر آ رہا تھا۔

اردگرد سے بے نیاز وہ سیاہ بوٹوں میں مقید اپنے پاوں چمکتے ہوئے فرش پہ رکھتا اس پرائیویٹ روم کی جانب بڑھ رہا تھا جہاں اسے کچھ گھنٹے قبل شفٹ کیا گیا تھا۔

آہستگی سے دروازہ کھولتے ہوئے اس نے قدم اندر رکھا تو نظر سیدھی پیشنٹ بیڈ پہ گئی جہاں وہ پرسکون سی محوِ استراحت تھی۔

وہاں سے ہوتی اس کی نظر کمرے میں پڑے بیڈ پہ گئی جہاں اس وقت حدیقہ بیگم لیٹی ہوئی تھیں۔

اس کی اطلاعات کے مطابق منتشا اور مسز جوزف کو کچھ گھنٹوں کے لیے زبردستی فرحان صاحب کے ڈرائیور کے ساتھ ہاسٹل بھیجا گیا تھا اور ان کے واپس آنے کے بعد حدیقہ بیگم کو ریسٹ کے لیے بھیجنا تھا۔

ماں پہ نظر ڈالنے کے بعد وہ پیشنٹ بیڈ کی جانب بڑھا تو نظر اس کے زرد چہرے سے الجھنے لگی۔

وہ جھکا اور بہت آہستگی کے ساتھ اس کے ماتھے پہ اپنے لب رکھے اور پھر اس کی آنکھوں پہ جھکتا ہوا ان پہ اپنا لمس چھوڑنے لگا۔

آنکھوں سے ہوتا وہ رخساروں پہ پہنچا لیکن پھر کچھ سوچ کے رک گیا اور دایاں ہاتھ اس کے چہرے کی طرف بڑھاتے ہوئے اس کی ناک ہولے سے دبائی۔

وہ جو کچھ دیر قبل ہی سوئی تھی اچانک سانس بند ہونے پہ اس نے بے اختیار منہ کھولتے ہوئے سانس لینے کی کوشش کی لیکن جب ناک مزید بند ہوتا محسوس ہوا تو اس نے ہاتھ پاوں چلاتے ہوئے چلانے کی کوشش کی۔

"آنکھیں کھولو اپنی۔" اس کے حلق سے آواز نکلنے سے قبل ہی گویا دب گئی تھی، اس نے اپنے دماغ پہ زور ڈالنے کی کوشش کی کہ آیا وہ زندہ ہے لیکن

جب سانس بند ہونے کے ساتھ ساتھ دائیں رخسار پہ سرسراتا ہوا لمس محسوس ہوا تو اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔

آنکھیں کھولتے ہی نظر آنے والے چہرے کو دیکھ کے اس کے حلق سے ایک واشگاف چیخ بلند ہوئی۔

اس کی چیخ اس قدر بلند تو ضرور تھی کہ کچھ فاصلے پہ سوئی حدیقہ بیگم ہڑبڑاتے ہوئے جاگ گئیں۔

"کیا ہوا ژالے بیٹا؟ "انہوں نے فورا فکر مندی سے اس کے بیڈ کی جانب دیکھا جس کے ساتھ کھڑے بیٹے کو دیکھ کو دیکھ کے وہ لب دبا کے رہ گئیں۔

جبکہ وہ خشمگیں نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا جو کمبل سینے تک اوڑھے آنکھیں پھاڑے اسے تک رہی تھی۔

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟" اس نے تیز تیز دھڑکتے دل کے ساتھ اس سے استفسار کیا جو اس کے ردعمل پہ پہلے ہی تپا ہوا تھا۔

"جان سے مارنے آیا ہوا۔" اس کے کھردرے بے لچک لہجے میں دیے گئے جواب پہ جہاں ژالے نے بے یقینی سے اسے دیکھا وہیں حدیقہ بیگم ہول اٹھیں۔

"افگن "!حدیقہ بیگم نے اس کی لافشانی پہ اسے گھور کے دیکھا لیکن وہ ان دونوں کی گھوریوں سے بے نیاز اس کے کینولے لگے ہاتھ کو دیکھ رہا تھا۔

"طبیعت ٹھیک ہے نا؟ "اس اندازِ عیادت پہ ژالے کا دل چاہا وہ ہاتھ میں لگی سوئی اس کٹھور شخص کے دل میں کھبو دے۔

"جی ہاں۔ "مختصر جواب لٹھ مار انداز میں دیتے ہوئے حدیقہ بیگم کی طرف دیکھنے لگی جو اس انوکھے کپل کو دیکھ رہی تھیں۔

"گڈ تو کل سے تم اپنی جاب پہ جا رہی ہو۔ "اس کے جواب پہ اس نے ہولے سے سر کو حرکت دیتے ہوئے اسے سنجیدگی سے حکم جاری کیا تو وہ ایک جھٹکے سے گردن گھما کے اسے دیکھنے لگی لیکن

اس کے چہرے پہ چھائی سنجیدگی دیکھ کے لب بھینچ کے رہ گئی۔

"افگن ابھی اس کی طبیعت سٹیبل نہیں ہے۔" ان میں سے اگرچہ کسی نے بھی ژالے کی بیماری کا تذکرہ نہیں کیا تھا نا ژالے خود کسی کو ظاہر کروا رہی تھی۔ مگر اس کا انڈر آبزرویشن رہنا ابھی بہت ضروری تھا تبھی حدیقہ بیگم نے اس کی سائیڈ لی۔

"ماما ڈیڈ اپنے روم میں ہیں اور شاید زرشے سے بات بھی کر رہے ہیں، اس لیے آپ چاہیں تو اس سے جا کے بات کر سکتی ہیں۔" ژالے کی وجہ سے فرحان صاحب نائٹ ڈیوٹی کر رہے تھے۔

اس لیے افگن نے بڑے سلیقے سے حدیقہ بیگم کو منظر سے ہٹانا چاہا۔

اس کی اس حرکت پہ تاسف سے سر ہلاتی حدیقہ بیگم جب کمرے سے باہر نکلیں تو بیڈ پہ لیٹی ژالے پھٹ سی پڑی۔

"سب سے پہلی بات کہ آپ میرے اب باس نہیں ہیں اور جو فضول پارٹ ٹائم جاب آپ نے رکھی ہے اس کا بھی وقت ختم ہو چکا ہے اس لیے اب آپ مجھے یوں حکم نہیں دے سکتے۔"وہ اس کے رویے اور حرکتوں سے خائف گویا چیخ ہی اٹھی تھی۔

"اگر میرے' باس 'کا مجھے پیغام آیا تو میں چلی جاؤں گی اپنی جاب پہ، آپ مجھ پہ دھونس جمانا بند کریں۔ "وہ' باس 'لفظ پہ زور دیتی اپنی نئی جاب کا حوالہ دیتی ہوئی بولی تو سپاٹ تاثرات سے سجے چہرے کے ساتھ اس کی باتیں سنتا افگن اس کے سر کے اردگرد اس کے تکیے پہ دونوں ہاتھ جماتا اس پہ جھکا تو وہ فطری طور پہ فورا گڑبڑائی۔

لیکن اس پہ کچھ ظاہر کیے بغیر اس کی جانب دیکھتی رہی لیکن فقط چند لمحے ہی اس کی پر تپش تاثرات سے لبریز خوبصورت آنکھوں میں دیکھ سکی اور جلدی سے پلکیں جھپکا گئی۔

"میں تمہارا باس ہوں یا نہیں اس کا فیصلہ تو شاید بعد میں کیا جا سکتا ہے لیکن میں تمہارا شوہر ہوں اس بات کا ثبوت دوں تمہیں؟" اس پہ جھکے جھکے وہ بھاری لہجے میں بولا۔

"پیچھے ہٹیں، میرا دم گھٹنے لگا ہے۔ "وہ اس پہ یوں چھایا ہوا تھا کہ اسے اس پل واقعی کمرے میں آکسیجن کی کمی محسوس ہو رہی تھی۔

"مجھ سے میرے باس ہونے کا ثبوت آج کے بعد نہ مانگنا ورنہ میرے شوہر ہونے کا ثبوت واقعی تمہاری سانسیں بند کر دے گا۔ "اس پہ جھکے ہوئے وہ پر تپش لہجے میں بولا تو اس ان چاہی قربت اس پہ

مستزاد اس کی سلگتی سانسوں کی لپک اس کی دھڑکنوں پہ حاوی ہو رہی تھی۔

"میں نے آپ سے آپ کو مانگا، آپ نے اپنے اصولوں کے مطابق میری وش پوری کر دی رائیٹ لیکن اب میں اس مانگ سے بور ہو چکی ہوں اس لیے آپ مہربانی کر کے مجھ پہ دھونس جمانے کی بجائے مجھے ڈائیورس کر دیں۔" اپنی دھڑکنوں کو اعتدال میں لاتی وہ اس کا بازو پوری قوت سے

پرے کرتی اس سے فاصلہ بڑھاتی سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

"کیا بکواس کی ہے ابھی تم نے؟ "اس کا بازو مضبوطی سے جھکڑ کے اسے دوبارہ سے تکیے پہ پٹختے ہوئے وہ دبے دبے لہجے میں دھاڑا تو اس کی اس جارحانہ حرکت پہ ژالے نے سلگ نے اس کی جانب دیکھا۔

"یہ کیا بدت۔۔۔۔۔ "اس کی ناگواری سے بھرپور آواز جواباً ابھری جب اس کی سرد آواز نے فوراً اس کی بات قطع کی۔

"تم نے کیا بکواس کی ہے؟ میں گلی کا کوئی کتا ہوں جسے کچھ دن گھر باندھ کے گھر کی رکھوالی کروا لی یا پھر بازار میں ملنے والا کوئی کھلونا جسے تم اپنی مرضی سے جب چاہے خریدو گی اور جب چاہے گا دل بہلا کے واپس رکھ دو گی؟ "اس کی سرد آواز کی دھاڑ

رات کے اس پہر ہاسپٹل کے اس کمرے میں گونجتی ژالے کی دھڑکنوں پہ گویا دباو ڈال رہی تھی۔

اس نے اپنی سنہری آنچ دیتی آنکھوں سے اسے دیکھا جس کا خوبرو چہرہ اس وقت غصے کی شدت سے سرخ ہو رہا تھا جبکہ کنپٹی اور گردن کی پھڑکتی ہوئی رگ، بھنچے ہوئے جبڑے اسے احساس دلا گئے کہ وہ کس قدر بیوقوفانہ الفاظ کا چناو کر چکی ہے۔

"یہ جو تم میرے سامنے یوں سر اٹھا کے ایسی بکواس کر رہی ہو نا اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہیں میں مارجن دے رہا ہوں۔"اس کی کھلی آنکھوں میں دیکھتا وہ اس وقت شدید غصے سے بول رہا تھا جبکہ اس کی گرفت میں مقید ژالے کا بازو درد کرنے لگا تھا۔

"مجھے چھوڑیں۔"اس نے ہاتھ اس کی گرفت سے آزاد کروانا چاہا جب وہ گرفت مزید مضبوط کرتے ہوئے بولا۔

"پندرہ دن بعد تمہاری رخصتی ہے اس ٹائم تک ہے تمہارے پاس ٹائم، بور ہو گئی ہو نا تم مجھ سے تو پاو چھٹکارا مجھ سے بھی اور اس رشتے بھی جو تمہارے لیے نا بھولنے والا درد بننے والا ہے۔ "اس کے چہرے پہ جھکا وہ سینے میں لگی آگ کے پیشِ نظر بہت غصے اور سنجیدگی سے بولتا ہوا اس کو خوفزدہ کر گیا تھا۔

اس پل وہ واقعی وہی' شیر افگن عالم 'دِکھ رہا تھا جس کے متعلق دنیا سٹون مین اور موسٹ کروئل کا ٹیگ استعمال کرتی تھی۔

"آپ مجھے یوں ہراس نہیں کر سکتے۔ "اس کی سلگتی سانسوں اور آنکھوں سے نکلتے شرر باز تاثرات اسے ہواس باختہ کر رہے تھے۔

"اب میں تمہیں ہر اس کیا مینیپیولیٹ سب کچھ

کروں گا تا کہ نیکسٹ ٹائم تمہارے پاس ثبوت ہو

ایسی بکواس کرنے کے لیے۔ "رکھائی سے کہتے

ہوئے وہ تنے ہوئے چہرے کے ساتھ اس کے

چہرے پہ جھکا اور اس کی سانسوں پہ قابض ہوتے

ہوئے وہ اپنے سینے میں لگی آگ کو اس کے اندر

انڈیلنے کی کوشش کرنے لگا لیکن اس کا غصہ تھا کہ

بڑھتا جا رہا تھا۔

اور شاید اپنے بڑھتے ہوئے غصے کی شدت سے
خوفزدہ ہوتے ہوئے اس نے ایک جھٹکے سے اسے
چھوڑا اور پیچھے ہٹا۔

چند لمحے وہ سرد نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا جو نیم وا
سرخ ہونٹوں کے ساتھ گہری سانسیں بھرتی شا کی
نگاہوں سے اسے دیکھ رہی اور پھر وہ لمبے لمبے ڈگ
بھرتا وہاں سے نکل گیا۔

"بالاج "!اس کی پھٹی پھٹی نگاہیں اس کے چہرے کا جائزہ لے رہی تھیں جسے دیکھ دیکھ کے وہ سانسیں لیتی تھی۔

جس چہرے کو وہ پہروں بنا تھکے دیکھ سکتی تھی۔

وہ اس چہرے کو جانتی تھی لیکن۔۔۔

لیکن شاید وہ اس شخص کو نہیں جانتی تھی۔

اس کی ششدر نگاہیں اس کے چہرے سے سرکتی اس کی گردن کے ساتھ لپٹے سیاہ رومال پہ گئیں، وہاں سے سرکتی ہوئیں اس کے کھلے گریبان، بازووں اور پھر میز پہ پڑی پسٹل تک گئیں تو گویا جم سی گئیں۔

"کون ہیں آپ؟ "اس کے گلابی ہونٹ سرگوشی نما آواز میں سرسرائے تو بالاج کی گردن میں ایک گلٹی سی ابھر کے معدوم ہوئی۔

"زرشالے میں۔۔۔۔۔" اس نے آہستگی سے اس کے ہاتھ تھامتے ہوئے کچھ کہنے کی کوشش کی جب اس نے ایک جھٹکے سے اس کی گرفت سے اپنے ہاتھ چھڑوائے۔

"ابھی نہیں، مجھے مت پکاریں ابھی۔ مجھے یہ بتائیں کہ یہ آپ کے پاس کیا کر رہی ہے؟ "وہ بہت کچھ اس سے پوچھنا چاہتی تھی لیکن اس بہت کچھ کا مین

اس کے سامنے پڑا ہتھیار ہی تھا اس لیے اس نے بہت ٹھنڈے سے لہجے میں آہستگی سے اپنا سوال دہرایا تو وہ بے بسی سے اسے دیکھ کے رہ گیا۔

اسے اپنی جذباتیت پہ اس لمحے شدید تاؤ آ رہا تھا۔

"یہ میرے کام کی وجہ سے میرے پاس ہوتی ہے۔ " اس نے بہت دقت سے لفظ جمع کرنے کی کوشش کی۔

"کیسا کام؟ میڈیکل کر رہے تھے نا آپ تو میڈیکل والوں کے ہاتھوں میں سٹیتھوسکوپ ہوتا ہے گن تو نہیں۔ "وہ اس کے پہلو سے اٹھتی دبے دبے لہجے میں بولی تو وہ جیسے پریشان ہو اٹھا تھا۔

"زرشے میری سٹڈی ادھوری رہ گئی تھی تو مجھے مجبوراً ---------۔ "اس نے اب کی بار بھی تحمل کا ہی مظاہرہ کرنے کی کوشش کی۔

"مجبوراً آپ کو قاتل اور غنڈہ بننا پڑ گیا کیونکہ روزی روٹی کمانے کا ایک یہی طریقہ تو باقی رہ گیا تھا۔ کرپٹ انسان بنتے ہوئے اتنی کمینگی اپنے اندر انسٹال کروالی کہ اپنی ہی بیوی کے سامنے کسی گھٹیا شخص کے روپ میں آ کے اسے ہراس کرتے رہے۔" وہ ایک دم سے اس کی بات کاٹتی چیختے ہوئے بولی تو وہ بھی صوفے سے اٹھا۔

بخار کی شدت سے اس کا سر درد بڑھتا جا رہا تھا جبکہ آنکھیں بتدریج سرخ پڑ رہی تھیں۔

"خدا کے لیے زرشالے، میری اٹینشنز کو غلط رخ دینے کی کوشش نہیں کریں۔" وہ اسے سچائی بتا نہیں سکتا تھا لیکن یوں اسے بدظن بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"میں اپنی کوشش یہیں روک دیتی ہوں آپ مہربانی کر کے میرے کمرے سے نکل جائیں اور میری ذات پہ ایک احسان کریں کہ آئندہ مجھ سے ملنے کی کوشش مت کیجیے گا۔"وہ اچانک بہت سرد اور اجنبی لہجے میں بولتی اس کی جانب سے رخ مکمل طور پہ موڑتی اب قدرے فاصلے پہ جا کھڑی ہوئی۔

"آپ میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتی ہیں؟"اس کی اجنبیت اور بے رحمی پہ وہ تڑپ اٹھا۔

"میں اس سے برا بھی کر سکتی ہوں آپ کے ساتھ،
یہ جس کے نام کی تختی باہر گیٹ پہ لگی ہے نا اس
شخص کو اگر علم ہوا کہ آپ میری کن کن اذیتوں کا
باعث بنے ہیں تو وہ ایک منٹ نہیں لگائے گا آپ
کی سانسیں چھیننے میں۔اس لیے آئندہ مجھ تک آنے
کی کوشش ہرگز مت کیجیے گا کیونکہ میں سمجھ چکی
ہوں کہ۔۔۔۔۔۔" وہ تلخی سے بات کرتے کرتے

رکی اور اپنے حلق میں اکٹھے ہوتے بہت سے
آنسوؤں کو نگلتے ہوئے کہیں دور اندر لے گئی۔

"کہ جس شخص بالاج مصطفیٰ کے نام میں نے اپنی
ساری زندگی کی تھی وہ چار سال قبل ایک کار ٹریش
میں ختم ہو چکا ہے۔" دل پہ زور سے پاؤں رکھے وہ
شدتِ ضبط کا کڑوا مظاہرہ کرتی بہت بے رحمی کے
ساتھ خالی لہجے میں بولتی اسے کھڑے قد کے ساتھ
گویا منہ کے بِل زمین پہ گرا گئی تھی۔

چار خانوں میں

آٹھ جگھوں سے

درد اٹھ رہا ہے

مگر کوئی اک زخم بھی

نہیں دکھ رہا ہے

چار خانوں سے

بارہ جگہوں سے

علاج کی غرض سے

تمہیں چوبیس مرتبہ

نکال چکا ہوں مگر

چند لمحوں کی سکونی وحشت کے بعد

دل پھر سے بھرتا ہے اور درد اٹھتا ہے

آج شب کمرے کے دائیں جانب والی تنہائی نے

سمجھایا ہے کہ

اسے نکالنا حل نہیں ہے

اس کے لیے خود کو مار دینا ہو گا

مگر اس احتیاط سے کہ

سانس قائم رہے!!!

وسیم عباس

سوئمنگ پول میں دونوں پیر لٹکائے وہ بے توجہی سے پانی کو دیکھ رہی تھی۔

گزشتہ چار پانچ روز سے اس کی یہی کیفیت تھی۔

وہ جلال شیرازی کی اکلوتی بیٹی ہے جسے جو چیز پسند آ جائے اسے حاصل کرنا اس کے جنون میں شامل ہو جاتا ہے۔

ایسے ہی جیسے' شیر افگن عالم'۔

جسے اس نے خوش قسمتی سے حاصل کر لیا اور اس فتح یابی کے بعد وہ صحیح معنوں میں ہواوں میں اڑ رہی تھی جب ان دونوں کی پر سکون زندگی میں 'ژالے میر 'نامی ایک طوفان آیا تھا۔

جب سے اس نے افگن کو جانا تھا وہ جانتی تھی کہ وہ wish day پہ اپنی پوری کوشش کرتا تھا اپنے ورکرز کی ان ڈیمانڈز کو پورا کرنے کی جو وہ عام حالات میں اس سے نہیں کہہ پاتے تھے۔

مگر وہ یہ نہیں جانتی تھی اس دن اس سے پورے کا پورا افگن عالم سے چھین لیا جائے گا۔

وہ فٹ پاتھ پہ ٹیکسیوں کے انتظار میں کھڑی ہونے والی لڑکی جس سے بہتر تو اس کی ملازمائیں تھیں، وہ اس کے سامنے دھڑلے سے شیر افگن کو مانگ کے اس کے مقام پہ پہنچ گئی تھی۔

افگن کے اصولوں کے پیشِ نظر اس نے یہی سمجھا کہ وہ بس وقتی اس سے رشتہ جوڑے گا لیکن اپنی فیانسی کی موجودگی میں اس کا اس بے جوڑ رشتے کے لیے شہر بھر میں پورے جوش سے متعارف ہونا اس کے دل کو کھٹکا سا گیا۔

اس کے بعد افگن کا اس لڑکی کی طرف التفات لوٹانا یا اس کی توجہ اسے جلتے توے پہ بٹھا دیتی تھی۔ اور شاید اسی بابت وہ کچھ دن قبل وہ افگن کے سامنے ہی بہت شدید جذباتیت کا مظاہرہ کر گئی تھی۔

اس جذباتیت کا کوئی انہونا ردعمل آنے سے قبل اس نے جلال شیرازی سے بات کی کہ وہ شیر سے ان کی شادی کی بات کریں اور آج وہ شادی کی بات کرنے کے لیے ہی آ رہا تھا۔

"میڈم!ساڑھے چار ہو چکے ہیں، سر کہہ رہے ہیں کہ آپ تیار ہو جائیں۔ "ملازمہ کی اچانک آواز پہ وہ اپنے خیالات سے چونکی اور پھر کسلمندی سے گردن دائیں بائیں گھماتی وہ اٹھی اور تیار ہونے کے لیے چل دی کیونکہ وہ افگن کو بھاگنے کا موقع نہیں دینا چاہتی تھی۔

"افگن "!خوبصورت سی پرپل ٹاپ اور وائٹ ٹراوزر پہنے وہ خوبصورتی سے تیار ہوئی اس وقت بہت کھِلی ہوئی لگ رہی تھی۔

والہانہ انداز میں افگن کے ساتھ ملتی وہ اس کے پاس صوفے پہ بیٹھ گئی جبکہ جلال شیرازی سامنے پڑے سنگل صوفے پہ براجمان تھے۔

"عالم صاحب !شادی کا ارادہ کب تک ہے؟ "
ریفریشمنٹ کے بعد جب ماحول تھوڑا سازگار ہوا تو
جلال شیرازی نے گلا کھنکھارتے ہوئے بات کا آغاز
کیا تو اس نے بنا چونکے چائے کا سپ لیا۔

"میری شادی تو کچھ مہینے پہلے ہو چکی ہے، انوائیٹڈ
تھے نا آپ بھی اور رہی رخصتی کی بات تو بارہ سے
تیرہ دنوں میں متوقع ہے۔ "اس نے سکون سے
جواب دے کے کباب کا پیس فورک کی مدد سے منہ

میں رکھا تو اس کے ساتھ بیٹھی عنیہ کا چہرہ مارے اہانت اور ضبط کے سرخ پڑنے لگا۔

جبکہ جلال صاحب نے ٹائی کی ناٹ نامحسوس انداز میں ڈھیلی کرتے ہوئے ہاتھ میں پکڑا چائے کا کپ سامنے پڑی میز پہ رکھا۔

"میں اپنی بیٹی کے ساتھ آپ کی شادی کی بات کر رہا ہوں جس کے ساتھ آپ نے منگنی کی تھی۔ "

انہوں نے سنجیدگی سے گویا اسے یاد دلانے کی کوشش کی تھی۔

"اوہ۔۔۔۔ "اس نے یاد آنے والے انداز میں کہتے ہوئے پہلو میں بیٹھی عنیہ کی جانب دیکھا اور پھر کباب منہ میں رکھا۔

"اچھا آپ کا مطلب ہے کہ دوسری شادی؟ "اس کی پرسکون آواز ایک کوڑے کی مانند عنیہ کی

سماعتوں پہ پڑی تو اس نے بے ساختہ زور سے
دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچیں۔

"جس دن رخصتی ہو گی اسی دن آپ کی بیٹی کی
رخصتی بھی ہو گی شیرازی صاحب۔ "دوسری بات
نے جہاں عنیہ کے دل کو باغ و باغ کیا تھا وہیں اس
کی پہلی بات نے اسے مکمل خوش بھی ہونے نہیں
دیا تھا۔

اس نے کن اکھیوں سے باپ کو دیکھتے ہوئے ایک اشارہ کیا تو انہوں نے اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں تسلی دیتے ہوئے بات کرنی شروع کی۔

"افگن صاحب! آپ کو عنیہ سے شادی کرنے سے قبل اپنی پہلی بیوی کو طلاق دینا پڑے گی۔" جلال شیرازی نے کہتے ہوئے اپنی نظریں اور سر قدرے جھکا لیا تھا گویا اپنی گفتگو یاد آگئی تھی جو بیٹی کا رشتہ کرواتے ہوئے کی تھی۔

"میرے خیال میں مجھ سے یہ فرمائش کرنے سے قبل آپ اپنی یاداشت کو زرا ریفریش کر لیں۔ "

متنبہ لہجے میں کہتے ہوئے وہ عنیہ پہ ایک الوداعی نظر ڈال کے اپنی جگہ سے کھڑا ہوا تو وہ عنیہ بھی جلدی سے اٹھی۔

"افگن پلیز !میں تمہیں کسی کے ساتھ شیئر نہیں کر سکتی۔ "اس نے لجاجت سے کہتے ہوئے اس کا بازو تھاما۔

"مت شیئر کرنا لیکن مجھ سے اسے چھوڑنے کی ڈیمانڈ مت کرنا، اس نے مجھ سے مجھے مانگا تھا اور اب میں اسے چھوڑ کے خود کو ایک کھلونا ثابت کر لوں جس کے ساتھ جس کا جتنا دل چاہے وہ کھیلے اور چھوڑ دے۔ ایسا کچھ نہیں ہونے والا ہے عنیہ کیونکہ

یہ سٹینڈرڈز کے خلاف ہے۔ "سنجیدگی سے کہتے ہوئے اس نے کوٹ کا بٹن بند کیا اور جانے کو پر تولنے لگا۔

"اگر اس سب کو برداشت کر سکتی ہو تو شادی کی تیاریاں شروع کر دو۔ "اس نے ایک قہر آلود نظر جلال شیرازی پہ ڈالتے ہوئے کہا۔

"تمہاری فیملی کب آئے گی یہ سب ڈیسائیڈ کرنے کے لیے؟ "شیرازی صاحب نے اب کی بار اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"شیرازی صاحب !یہ رشتہ صرف میرے اور آپ کے بیچ طے ہوا تھا اس لیے جو ڈیسائیڈ کرنا ہے مجھ سے کرلیں لیکن فکر نہیں کریں بارات اکیلے نہیں لاوں گا آپ کی بیٹی کی ساری سسرال ہو گی بمع اس کی سوتن کے۔ "آگ لگانے والے انداز میں

کہتے ہوئے وہ ان دونوں کے فق پڑتے چہروں پہ ایک نظر ڈال کے وہاں سے نکلتا چلا گیا جبکہ ان دونوں کے چہروں پہ سوچ کی گہری پرچھائیاں بسیرا جمانے لگیں۔

وہ تیز تیز ہاتھ چلاتی ہوئی اپنا کام کر رہی تھی۔

وہ چار دن قبل ہاسپٹل سے ڈسچارج ہو گئی تھی اور اس سے اگلے دن وہ اپنی جاب پہ جانا شروع کر چکی

تھی لیکن بہت غیر متوقع طور پہ اسے افگن کی جانب سے اس فضول پارٹ ٹائم جاب کا آرڈر نہیں آیا تھا اس لیے وہ بہت اطمینان سے اپنے ارادوں پہ عمل پیرا ہونے کی کوششوں میں لگی ہوئی تھی۔

"ژالے !تم پاگلوں والے کام کیوں کر رہی ہو؟ تم ایک دفعہ ٹھنڈے دماغ سے بیٹھ کے کچھ کیوں نہیں سوچ رہی؟ "منتشا اس کے چلتے ہاتھوں اور پھرتی

سے ادھر ادھر ہوتے پیروں کو دیکھتے ہوئے پریشانی سے گویا ہوئی۔

"کیا سوچوں میں سکون سے بیٹھ کے؟ اس شخص کو سوچوں جسے اپنی ذات کے آگے کچھ نظر نہیں آتا، اسے سوچوں جو ایک ڈیڑھ ہفتے بعد اپنی فیانسی کو بیاہنے والا ہے اور مجھے رخصت وہ بس اس لیے کروا رہا ہے کہ مجھے اپنی آنکھوں کے سامنے بے بسی سے مرتا ہوا دیکھ سکے تو میں ایسا کچھ نہیں سوچ سکتی

منتشا۔ "وہ ایک دم سے ہاتھ میں پکڑی چادر سنگل

بیڈ پہ پٹختے ہوئے چیخ اٹھی۔

"میں سالوں سے موت سے لڑ رہی ہوں لیکن میں

کبھی کمزور نہیں پڑی لیکن وہ شخص مجھے کمزور کر کے

میری موت میری اذیت کا تماشا دیکھنا چاہتا ہے

کیونکہ اپنی مردانگی پہ جملے وہ برداشت نہیں کر سکا

نا۔ "زہر خند لہجے میں کہتے ہوئے وہ دوبارہ اپنے کام

میں لگ گئی تو منتشا کا دل جانے کیوں اس کی باتوں سے اختلاف کھانے لگا۔

"لیکن جو تم کرنا چاہتی ہو کیا وہ ٹھیک ہو گا؟ کیا اس طرح تم اس کے ارادوں کو ملیامیٹ کر سکتی ہو؟ " اس نے متفکر لہجے میں استفسار کیا، اسی لمحے مسز جوزف کمرے میں داخل ہوئیں۔

وہ بھی منتشا کی طرح بہت پریشانی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

"بالکل کر سکتی ہوں اگر آپ لوگ میرا ساتھ دو گی۔ "ان کی طرف دیکھتی وہ سنجیدگی سے بولی تو دونوں مسکراتے ہوئے اس کے گلے لگ گئیں تو وہ بھی سب بھولتی کھل کے مسکرا دی۔

"تم اس قدر خوش کیوں ہو آج کل؟ "آج بڑے دنوں کے بعد نواز عالم اور احمد انور بڑی فرصت کے عالم میں اکٹھے بیٹھے تھے۔

"کیونکہ میرے ہاتھ ایک دیو کی مینا، سونے کی کنجی، قارون کا خزانہ گویا سمجھو کہ سب کچھ لگ چکا ہے۔ "سگریٹ کے گہرے کش لیتا احمد انور پاٹ دار انداز میں گویا ہوا تو اپنی گلاس میں شراب انڈیلتے نواز عالم نے اس کی طرف دیکھا۔

"کیسا خزانہ؟ "اس کی آنکھوں میں تجسس جھلکا۔

"تمہارے بیٹے کی بیوی، اس کے آفس سے جاب چھوڑ کے میرے آفس میں کام کرنے آ چکی ہے۔ "

احمد انور کی بات پہ نواز عالم کی نشے سے چور آنکھیں چمکنے لگیں۔

"اور تو اور وہ تمہارے بیٹے سے جلد رشتہ بھی ختم کرنا چاہتی ہے تو کیا خیال ہے؟ "خباثت سے کہتے ہوئے اس نے بات ادھوری چھوڑی تو دونوں ایک ساتھ ٹھٹھے مار کے ہنسنے لگے۔

خلافِ توقع اپنے مقررہ وقت سے آدھ گھنٹہ لیٹ وہ آفس پہنچا اور اپنا کوٹ اتار کے سٹینڈ پہ لٹکایا اور پھر جلدی سے کف فولڈ کرتا وہ اپنی ٹیبل کی جانب

بڑھنے ہی لگا تھا کہ اس کے روم کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھولتے ہوئے کوئی آندھی کی سی رفتار پہ اندر داخل ہوا۔

اس مداخلت پہ اس نے ناگواری سے دروازے کی طرف دیکھا تو جیسے آنکھوں میں بے یقینی سی چھا گئی۔

"با۔ ۔۔۔۔۔" وہ اس کے بپھرے ہوئے چہرے کو دیکھتا اسے مخاطب کرنے ہی والا تھا کہ وہ اس کے بے حد نزدیک پہنچتا اس کا گریبان تھام کے ایک زوردار مکا اس کے جبڑے پہ رسید کر چکا تھا۔

اس کی اس حرکت پہ وہ منہ کو انگلیوں سے چھوتا بے یقینی سے اسے دیکھنے لگا۔

"یہ۔۔۔۔" اس نے اپنے گریبان کو دیکھتے ہوئے کچھ کہنا چاہا جب اس نے مزید طیش میں آتے ایک اور گھونسا اسے رسید کیا تو اب کی بار واقعی اس کا دماغ ہل کے رہ گیا۔

"یہ کیا بیہودگی ہے؟" ایک جھٹکے سے اپنا گریبان اس کی گرفت سے آزاد کرواتے ہوئے اس نے اسے سرد نگاہوں سے دیکھا جو پہلے ہی خونخوار نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"یہ بیہودگی اس زہر کے سامنے کچھ نہیں ہے جو تیری گھٹیا پلاننگز کی وجہ سے میری زندگی میں گھل چکا ہے۔ جانتا ہو تم کہ صرف تمہاری وجہ سے میری بیوی مجھے قبول کی بجائے مجھے مرا ہوا تسلیم کرنا زیادہ بہتر سمجھ رہی ہے۔ "وہ قدرے بلند آواز میں چلایا تو افگن نے سلگتی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"اسے سچائی بتائی کس نے ہے؟" اپنی اتنی لمبی بکواس کے بعد اس کا اتنا مختصر اور چبھتا ہوا سوال اسے چند پل کے لیے خاموش کر گیا لیکن اگلے ہی لمحے وہ اسی بگڑے موڈ کے ساتھ گویا ہوا۔

"جس نے بھی بتائی ہو، یہ میٹر نہیں کرتا کیونکہ سچائی کبھی نہ کبھی تو سامنے آنے ہی تھی نا۔" اس کے اس جواب پہ اب کی بار افگن کی تیوریاں چڑھیں۔

"کبھی نہ کبھی اس طرح سے سامنے نہیں آنا تھا، وہ کبھی نہ کبھی جب سامنے آتا تو اس کی ساری کنفیوژن ختم ہو چکی ہوتی۔"وہ مشتعل انداز میں گویا ہوا کیونکہ اس غیر متوقع صورتحال نے اسے بھی متفکر کر دیا تھا۔

"سب کچھ تمہاری پلیننگز کے حساب سے نہیں چل سکتا افگن، وہ جو تمہاری بہن ہے اس تم پہ اس قدر

یقین ہے کہ وہ میرے سامنے بہ بانگِ دہل کہہ رہی تھیں کہ اگر میرے بھائی کو اس سب کا علم ہوا تو وہ میری سانسیں چھین لے گا تو سوچو اگر جب انہیں معلوم ہو گا کہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے تو کیا جواب دو گے تم؟" زرشالے کے کہے لفظوں کی دہکتی آگ اس کے سینے میں جلتی ہر شے کو جیسے جلا کر خاکستر کرنا چاہتی تھی۔

جبکہ اس کے لفظوں پہ افگن کے چہرے کا رنگ یکایک متغیر ہوا مگر چند لمحوں کے بعد وہ گہری سانس بھرتا ہوا اپنی کرسی پہ بیٹھ گیا۔

"ادھر بیٹھو سکون سے اور میری بات سنو۔" اس نے اسے سامنے پڑی کرسی پہ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"تم اپنے پیرنٹس سے بات کرو اور ان کو ایک دو دن تک رشتہ لینے کے لیے بھیج دو۔میں کل ہی

زرشے کو واپس شہر میں بلا رہا ہوں اور حماد بھی نیکسٹ ویک واپس آ رہا ہے۔چونکہ پاپا)نواز عالم (اب سچائی کے نزدیک پہنچ رہے ہیں تو بہتر ہے کہ سب کھل کے ان کا سامنا کریں۔ "وہ بہت سوچ کے نپے تلے انداز میں بول رہا تھا جبکہ اس کے سامنے بیٹھا بالاج میز پہ داہنی کہنی جمائے ماتھے پہ پرسوچ شکنیں لیے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"تو کیا تم زرشے اور حماد کو بتانے والے ہو کہ جو دربدری انھوں نے گزاری ہے اس کی وجہ کون تھا یا زرشالے کے کردار پہ سوال اٹھوانے والا کون تھا؟ "بالاج کے سوال پہ اس نے سختی سے لب بھینچے، سینے میں کچھ بہت زور سے چبھا تھا۔

"اس سوال کا جواب ان کے سامنے خود ہی ایک دن آجائے گا۔میری بس یہ دعا ہے کہ یہ اس بھیانک انداز میں سامنے نہ آئے کہ ان کا دل

رشتوں سے اچاٹ ہو۔ "اس کے لہجے میں نامحسوس سا کرب چھلکا تو اس کی تکلیف محسوس کرتے بالاج نے اس کے میز پہ رکھے دونوں ہاتھوں پہ اپنا ہاتھ تسلی دینے کو رکھا اور تھپتھپایا۔

"بھابھی کو جس وجہ سے احمد کمپینیز میں بھیجا تھا وہ کام ہوا تمہارا؟ "اسے اچانک یاد آیا تو اس نے فورا پوچھا۔

اس کے استفسار پہ اس کی تیوری فوراً چڑھی جبکہ چہرے کے تاثرات تن سے گئے۔

"کسی حد تک یوں سمجھو ہو چکا ہے۔ "اس نے سنجیدگی سے جواب دیا اور ایک درزیدہ نگاہ اپنے موبائل پہ ڈالی جس پہ کچھ دیر قبل ژالے میر کا ہی میسج آیا تھا اس کے کام کے متعلق۔

"تم نیکسٹ کیا کرنا چاہتے ہو؟ "بالاج نے توجہ سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"شادی۔ "اس کے مختصر مگر برجستہ جواب پہ اس نے بے ساختہ حلق سے نکلتی گالی کو بمشکل روکا اور دانت پیستے ہوئے اس کی تصحیح کی۔

"شادیاں۔ "اس کی تصحیح پہ اس نے سر ہولے سے خم کرتے ہوئے اس کی بات کو گویا تسلیم کیا تھا۔

"تم ایک ہی وقت کیسے بہت سارے لوگوں کی ڈوریں اپنی مرضی سے ہلاتے ہوئے اتنے پرسکون رہتے ہو؟ "اس کے سپاٹ چہرے کو دیکھتے ہوئے اب کے بار اس نے سنجیدگی سے استفسار کیا تو اس نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی۔

"ہر بات تمہیں بتانے والی نہیں ہوتی۔تم جاو اور جا کے شادی کی تیاریاں شروع کرو۔ "اس نے بے

مروتی سے اسے جواب دیتے ہوئے اپنے سامنے پڑا لیپ ٹاپ آن کرنا شروع کیا۔

"میں وہ دن دیکھنے کا شدت سے متمنی ہوں جب تمہاری بہن تمہیں وہ سبھی باتیں سنائے گی جن کو سن کے میرا دل سلگ رہا ہے۔" اس کا سکون دیکھ کے اس نے اس سکون کو متزلزل کرنا چاہا۔

"وہ کم از کم اپنے بھائی کو وہ سب نہیں بول سکتی جو اس نے اپنے شوہر سے کہا ہے۔ "وہ اسی سکون کا مظاہرہ کرتا لیپ ٹاپ پہ مصروف ہو چکا تھا جبکہ اس کی اس بات پہ پیچ و تاب کھاتا بالاج اسے بے اختیار مہذب الفاظ سے نوازنے لگا۔

ـــ،ــــ

ــــ

حسبِ معمول وہ نماز اور تلاوتِ قرآن پاک کے بعد لان میں ہی کچھ دیر واک کرنے کے بعد وہ ناشتہ سے فارغ ہو کے ہاسپٹل جانے کے لیے تیار ہونے لگی۔

بالوں کو کیچر میں جکڑتے ہوئے اس کی نظر ڈریسنگ مرر پہ پڑی تو دل پہ جیسے پاؤں پڑا تھا۔

وہ آنکھیں جن میں پچھلے کچھ دنوں سے خوشنما رنگ جھلملانے لگے تھے، خوبصورت دنوں کی یادیں جگمگانے لگی تھیں۔

وہ آنکھیں گزشتہ تین چار دنوں میں پھر سے بے رنگ ہو چکی تھیں۔

اپنی ویران آنکھوں سے نظر ہٹاتی وہ اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگی جن کی الجھی لکیریں اس کی الجھی ہوئی زندگی کی نشاندہی کر رہی تھیں۔

سالوں نجانے کس خوف کے سبب گھر والوں سے دور دیارِ غیر میں عمر گزاری، واپس آنے پہ مکمل آزادی بھی نصیب نہ ہوئی۔

دل لگایا تو وہ بھیانک حادثہ سارے خوشنما خواب کچل گیا۔

لیکن شاید ابھی آزمائش مقصود تھی جو وہ ایک ایسے رشتے میں بندھ گئی تھی جس کا گواہ اس کے بھائی کے سوا کچھ نہ تھا۔

اس رشتے میں بندھنے کے بعد بیوگی کا احسا اس کے لیے تمام اذیتوں سے بھاری تھا اس پہ ستم یہ تھا کہ وہ اس اذیت پہ کھل کے رو بھی نہیں سکتی تھی۔

اور پھر گزرے وقت کے ساتھ اس کا شوہر اور وہ کریمنل ایک ساتھ اس کی زندگی میں آئے۔

اور اب اس پہ یہ انکشاف ہوا تھا کہ وہ کریمنل در حقیقت اس کا شوہر ہی ہے۔

یہ سب برداشت کرنا اس کے لیے زیادہ تکلیف کا باعث تھا اور پھر کسی ناقابلِ تلافی نقصان کا شکار ہونے سے قبل اس نے اس رشتے کو اپنی جانب سے ختم ہونے کا عندیہ دے دیا تھا۔

یہ سب کرنا اگرچہ آسان نہیں تھا لیکن آگے چل کے خاردار جھاڑیوں پہ چلنے سے بہت بہتر تھا یہ فیصلہ۔

ایک گہری سانس بھر کے اس نے سر جھٹکتے ہوئے خود کو ان تکلیف دہ سوچوں سے باہر نکالا اور پھر بڑی سی سفید چادر کندھوں پہ پھیلائے وہ ایک آخری نظر اپنے عکس پہ ڈال کے دروازے کی سمت بڑھی۔

وہ اندرونی ہال سے نکلتی باہر تیار کھڑی گاڑی کی طرف بڑھنے ہی لگی تھی کہ گیٹ ایک دم سے کھلا اور ایک جانی پہچانی گاڑی جو آج گارڈز کے جھرمٹ سے پاک تھی وہ پھسلتی ہوئی وسیع پورٹیکو میں آن رکی۔

"شیر لالہ "! صبح ہی صبح اس سرپرائز پہ اس کا بجھا ہوا چہرہ کِھل اٹھا۔

وہ اپنی گاڑی میں بیٹھنے کی بجائے اس کا انتظار کرنے لگی جو مضبوط قدم اٹھاتا اس کے نزدیک پہنچ چکا تھا۔

"السلام علیکم "!سیاہ سن گلاسز اتارتے ہوئے اس نے اسے سینے سے لگایا تو اس مضبوط سہارے کو پا کے اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے جو افگن کو اپنے سینے پہ محسوس ہو رہے تھے۔

"ششش!ڈونٹ کرائی میرا بیٹا، ایسے تو رو کے آپ مجھے پریشان کر رہی ہیں۔"اس کے سر کو تھپکتے ہوئے اس نے محبت بھرے لہجے میں کہا تو وہ بمشکل اپنے آنسوؤں پہ بندھ باندھتی اس سے علیحدہ ہوئی۔

"آئم سوری لالہ، آپ آئیں اندر چل کے بیٹھتے ہیں۔"اس کے بازو کو دونوں ہاتھوں میں تھامتی وہ نم آواز مگر مسکرانے کی کوشش کرتی ہوئی بولی تو افگن نے اس کے کندھوں پہ اپنا مضبوط بازو پھیلایا۔

"اونہوں، اندر نہیں چلنا بلکہ ہمیں گھر چلنا ہے۔ "

اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں گویا ہوا تو اس کی آنکھیں بے یقینی کی شدت سے پورہ کھل گئیں۔

"گ۔۔۔گھر؟؟ "اس کا بے یقین لہجہ لڑکھڑایا۔

"جی گھر ہمارا گھر۔ "اس نے لفظ لفظ پہ زور دیا تو اس کے بے یقین چہرے پہ خوف یکایک پھیلنے لگا۔

"ل۔۔لیکن وہ لوگ،وہ۔۔۔۔۔۔۔ "اس کے سامنے وہی لوگوں کی بھیڑ امڈنے لگی جو اس پہ سالوں پہ الزام تراشی کر رہی تھی۔

"لوگ کچھ نہیں کہیں گے، مجھے لوگوں کا برسوں قبل بھی کوئی خوف نہیں تھا زرشالے، آپ کو الگ یہاں اس لیے رکھا کہ آپ کے ذہن پہ الٹا اثر نہ پڑے آپ سکون سے اپنی سٹڈی کنٹینیو کریں، میں

کسی کنٹروورسی کا شکار نہیں بنانا چاہتا تھا آپ کو لیکن
اب آپ ایک جاب ہولڈر میچیور لیڈی ہو جو
لوگوں کے لیے مسیحائی کا کام کرتی ہے تو کیا یہ لیڈی
اپنے تکلیف دہ ماضی پہ خوشیوں اور خود اعتمادی کا
مرہم نہیں رکھ سکتی؟ "اس نے بہت سبھاو کے
ساتھ اسے اس خوف سے نکالنے کی کوشش کی تو
اچانک اس پہ طاری ہوا تھا۔

"جلدی سے گاڑی میں بیٹھیں پھر آپ کو بہت ساری گڈ نیوز بھی سناتا ہوں۔" اس نے اس کے چہرے پہ چھائی متذبذب کی کیفیت بھانپتے ہوئے بشاش لہجے میں کہا تو اس کا دل دھڑک اٹھا۔

"کیا اس گڈ نیوز میں لالہ اُس کے زندہ ہونے کی بھی خبر دینے والے ہیں؟" اس نے بے اختیار سوچا کیونکہ جب بالاج اس کے سامنے آیا تھا تب سے

اس گینگسٹر کی سچائی سامنے آنے تک اس کی افگن
سے بات نہیں ہوئی تھی۔

اس لیے اسے یہی تھا کہ کہیں وہ اس بابت کوئی
گفتگو نہ کرنے لگے۔

"لیکن لالہ وہ میرا سامان؟ "افگن نے جب اس کے
کندھے پہ پھیلائے بازو پہ دباو ڈال کے آگے بڑھنے
کا اشارہ کیا تو وہ اپنی سوچوں سے باہر نکلی۔

"وہ آ جائے گا آپ چلیں میرے ساتھ۔ "قطعیت سے کہتے ہوئے وہ اسے ساتھ لیے اپنی گاڑی کی طرف بڑھا تو ایک دفعہ پھر سے اس کا دل زوروں سے دھڑک اٹھا۔

"کن گڈ نیوز کی بات کر رہے تھے آپ لالہ؟ "سفر ہوتے ہی وہ دل میں ہونے والی کھدبد کے باعث بولی تو ڈرائیونگ کرتے افگن نے نظر گھما کے اس کی جانب دیکھا۔

"سب سے پہلی گڈ نیوز تو یہ ہے کہ حماد پاکستان آ رہا ہے اور دوسری گڈ نیوز یہ ہے کہ ایک ہفتہ بعد میری شادی ہے۔" اس نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تو اس کا پرمژدہ چہرہ کِھل اٹھا۔

"واقعی؟ لیکن لالہ ایک ہفتے میں شادی؟ ہم بھابھی کے ساتھ شاپنگ کیسے کریں گے اور اتنی ایمرجنسی

میں شادی کا کیسے مزہ آئے گا؟ اتنا کچھ تو کرنے والا
ہوتا ہے۔ "وہ بولتے بولتے اچانک یاد آنے پہ
پریشانی سے بولی تو اس کی آنکھوں میں عجیب سا تاثر
چھا گیا۔

"پورا ایک ہفتہ ہو گا آپ لوگوں کے پاس، آج سے
شاپنگ شروع کر دو آپ لوگ اور رات کو جو ہلا گلا
کرنا چاہو وہ کر لینا۔ "اس نے بہت اطمینان سے اس

کی پریشانی ختم کرنی چاہی جب کسی خیال کے تحت اس نے اس کی جانب دیکھا۔

"لالہ آپ شادی کر کے بھابھی کو گھر لے کے آئیں گے یا۔۔۔؟ بات ادھوری چھوڑ کے وہ اسے دیکھنے لگی تو افگن نے بمشکل اپنے تاثرات نارمل رکھے۔

"وہ میں سرپرائز دوں گا، آپ اس کی فکر چھوڑیں۔ "اس نے ہلکے پھلکے انداز میں کہتے ہوئے سڑک پہ نگاہیں جمائے ایک ٹرن لیا۔

"لالہ اور وہ عنیہ؟ "وہ ذہن میں آنے والے ایک کے بعد دوسرے سوال کا جواب ڈھونڈنے میں لگی تھی کیونکہ آج خلافِ سابق وہ بہت اچھے موڈ میں جواب دے رہا تھا۔

"دو بھابھیوں کی شاپنگ کر لینا۔ "پراسرار انداز میں کہتے ہوئے اس نے اس کی جانب دیکھا جس کے چہرے پہ ناسمجھی کا تاثر پھیل گیا۔

"کیا مطلب؟ آپ دو شادیاں کرنے والے ہیں؟ " اس کی بے یقین آواز گاڑی میں گونجی۔

"ہاں، کیوں نہیں کرنی چاہیے؟ جب ایک سے نکاح کیا ہے دوسری سے منگنی کی ہے تو دونوں سے ہی

شادی کروں گا نا۔ "اس نے پرسکون انداز میں جواب دیا تو اس کے چہرے پہ ناراضگی پھیل گئی۔

"لیکن آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے۔میں نہیں جانتی کہ آپ نے ژالے بھابھی سے نکاح کیوں کیا تھا لیکن اگر کر لیا تھا تو آپ کو چاہیے کہ عنیہ سے معذرت کر کے اچھے ٹرمز پہ منگنی ختم کر دیں۔ آپ جانتے ہیں نا کہ ژالے بھابھی کی مینٹلی کنڈیشن ایسی نہیں ہے کہ وہ ایسا کچھ برداشت کر سکیں۔ "اسے

چونکہ اس کی یہ بات پسند نہیں آئی تھی اس لیے وہ
بولی تو بولتی چلی گئی۔

"جب وہ شیر افگن کو برداشت کرنے کا اسٹیمنا رکھ
سکتی ہے تو اس میں سب کچھ برداشت کرنے کی
ہمت ہو گی۔"اس کی بھاری آواز میں عجیب سی آنچ
تھی جو محسوس کر کے وہ خفگی سے لب بھینچتی رخ
کھڑکی کی جانب موڑ چکی تھی جب اس کی سپاٹ
آواز گاڑی میں گونجی۔

"کل بالاج کے پیرنٹس رخصتی کی ڈیٹ فائنل کرنے آئیں گے۔ "ان الفاظ پہ اس نے گردن اتنی تیزی سے گھمائی کہ ہڈی چٹخنے کی آواز گاڑی میں گونج اٹھی۔

اس کی بے یقین نگاہیں اس کے خوبرو چہرے پہ جمی تھیں جو ہمیشہ کی طرح سپاٹ تاثرات سے سجا لوگوں کی دھڑکنوں کی رفتار بڑھا دیا کرتا تھا۔

"لالہ۔۔۔۔ "بہت سے تکلیف دہ پلوں کے بعد اس نے بولنے کے لیے ہمت جمع کی۔

"مجھے بالاج سے شادی نہیں کرنی کیونکہ وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ "اور پھر اٹکتے ہوئے اس نے ساری کی ساری سچائی اس کے سامنے رکھی جو اس سچائی کو مرتب کرنے والا تھا۔

"اب آپ کیا چاہتی ہیں؟ "اس کی ساری بات سننے کے بعد اس نے سنجیدگی سے سوال کیا تو اس سوال کے ممکنہ جوابات کو سوچتے ہوئے اس کا دل تھراہ سا اٹھا۔

"آپ کو نہیں لگتا کہ جو فیصلہ آپ لینا چاہ رہی ہیں وہ بہت جذباتی ہے، کیا آپ کو اسے ایک موقع نہیں دینا چاہیے؟ کیا اس کی بات نہیں سننی چاہیے؟ "
چونکہ سفر ابھی لمبا تھا اس لیے اس نے گاڑی ایک

سائیڈ پہ لگاتے ہوئے اپنی مکمل توجہ اس کی جانب مبذول کی جس کی آنکھوں سے آنسو تیرنے لگے تھے۔

"بعض اوقات بہت سی باتیں آپ کو نہیں بتائی جا سکتیں اور یہ واقعی آپ کے ساتھ زیادتی ہے لیکن ان کے پیچھے کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے۔جیسے آپ کے دل میں یہ سوال اٹھتا ہو گا کہ میرے بھائی نے میرے یوں چوری چھپے نکاح کیوں کیا؟ اس کی بھی

بڑی وجہ ہے وہ میں آپ کو صحیح وقت پہ بتاوں گا مگر اتنا ضرور واضح کر دوں کہ اس نکاح میں بالاج کے پیرنٹس کے ساتھ ساتھ ڈیڈ بھی شریک تھے۔"

اس کے سنجیدہ مگر نرم لہجے پہ اس کے آنسووں میں کمی آنے لگی جبکہ آخری جملے پہ مارے حیرت و بے یقینی کے آنسو ٹھٹھر سے گئے تھے۔

"ڈیڈ؟ "اس نے تعجب سے اسے دیکھا جو اسی کی جانب متوجہ تھا۔

"ہاں ڈیڈ اور آپ ڈیڈ کو اس رشتے کے ختم ہونے کا کیا جواز پیش کرو گی؟اگر آپ کو وہ کریمنل لگتا ہے تو کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ آپ تحمل سے اس فیز کو برداشت کریں اور اس کے کریمنل ہونے کا ثبوت سامنے لائیں کیونکہ ایک دنیا نے اسے میڈیکل کالج میں پڑھتے دیکھا ہے۔" اس نے بڑی مہارت سے تمام پتے اپنی مرضی کے ساتھ کھیلتے ہوئے اس کو اس کی جذباتیت سے روکنے کی کوشش کی۔

"لالہ آپ ہم سے اتنی باتیں کیوں چھپاتے ہیں؟ "

اس نے نم آنکھوں کے ساتھ ذہن میں کلبلاتا ہوا سوال پوچھا تو ایک کرب زدہ مسکان اس کے گھنی مونچھوں تلے بھنچے ہوئے ہونٹوں پہ پھیل گئی۔

"اچھا فرض کریں میں آپ کو کوئی بات بتاتا ہوں اور پھر آپ کے سامنے چوائس رکھی جائے کہ اس بات کی حفاظت کرو یا مجھے اپنی آنکھوں کے سامنے

مرتا ہوا دیکھو تو آپ کس چیز کا انتخاب کرو گی؟ "

اس کا بے لچک لہجہ گونجا تو اس کے مرنے کی بات

پہ زرشالے کا کلیجہ دہل سا گیا۔

"لالہ بات کی حفاظت اگر چہ بہت ضروری ہے

کیونکہ یہ ایک امانت ہے اور امانت کی حفاظت جان

دے کے بھی کرنی چاہیے مگر آپ کی جان نہیں۔ "

اس کے نرم لہجے میں ایک خوف ایک اندیشہ سا لہرا

رہا تھا۔

"یہی وجہ ہے کہ بہت سی باتیں آپ کو اس لیے نہیں بتائی جا سکتیں کہ کوئی آپ کو بلیک میل نہ کرے نا آپ کی جان خطرے میں پڑے۔" سنجیدگی سے کہہ کے وہ گاڑی ایک دفعہ پھر سے سٹارٹ کرنے لگا تو زرشالے اس کا چہرہ تکنے لگی۔

"اور آپ کی جان؟ "اس کے بے ساختہ سوال پہ اس کی گردن میں گلٹی سی ابھر کے معدوم ہوئی تھی۔

"میری جان کی حفاظت آپ سب کی دعائیں کریں گی نا۔ "ونڈو اسکرین پہ نگاہ جمائے وہ سنجیدگی سے کہتا وہ گاڑی کی سپیڈ بڑھا گیا جبکہ اس کی ساری عجیب و غریب باتوں کو سوچتی ہوئی وہ اس سارے گنجل کے سلجھنے کی دعا کرنے لگی۔

"یہ کیا کر رہی ہو تم؟ "منتشا نیچے میس سے کھانے
کی ٹرے اوپر لے کے آئی تو سامنے بیڈ پہ مختلف
کاغذ بکھیر کے اول جلول حلیے میں بیٹھی ژالے کو
حیرانی سے پوچھا۔

"کنچے کھیل رہی ہوں، تم بھی آ جاو۔ "بنا کاغذوں سے سر اٹھائے وہ طنزیہ انداز میں بولی تو منتشا نے گھور کے اسے دیکھا۔

"یہ کنچے تمہیں ہی مبارک ہوں۔میں تو اس وقت چکن کڑاہی کھانے لگی ہوں جو ہاسٹل میں آج ایک فنڈر کی مہربانی سے بنی ہے۔ "اس نے مزے سے کہتے ہوئے ٹرے اپنے سامنے بیڈ پہ رکھی اور خود چوکڑی مار کے بیٹھ گئی۔

حسبِ توقع وہ فوراً چھلانگ مار کے اس کے بیڈ پہ آ پہنچی اسی لمحے کولڈ ڈرنک لیے مسز جوزف بھی آ گئیں تو تینوں ایک ساتھ کھانے پہ ٹوٹ پڑیں۔

"تمہاری ساس کا میرے پاس فون آیا تھا۔" کھانا کھاتے ہوئے مسز جوزف نے اچانک یاد آنے پہ بات شروع کی تو نوالہ نگلتی ژالے نے استفہامیہ نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

"کہہ رہی تھیں کہ شادی کی شاپنگ کے لیے ژالے کو لے کے جانا ہے۔" ان کے سنجیدہ لہجے میں دیے گئے جواب پہ ایک پل کو ژالے کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔

اپنی پلاننگ میں اس نے ایسی کسی صورتحال کے بارے میں تو سوچا نہیں تھا۔

"ژالے وہ واقعی ایک ہفتے تک رخصتی کروانا چاہتے ہیں۔ "مسز جوزف نے اپنے لفظوں پہ زور دیتے ہوئے اسے گویا اس کے ارادوں سے باز رکھنا چاہا۔

"ڈونٹ وری آنٹی، میری کسی حرکت سے ان پہ کوئی اثر نہیں پڑے گا کیونکہ دلہن تو اس دن ویسے ہی ان کے پاس پہنچ ہی جائے گی ان کی بہو کے روپ میں۔ "اس تک کیا پورے شہر تک یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ اپنی سیکرٹری سے نکاح کرنے والا شیر افگن

اس نکاح کے بعد بھی اپنی فیانسی سے شادی کرنے والا ہے۔

"منتشا پلیز، مجھے کوئی لیکچر مت دینا۔ میں نے اس شخص کو زندگی میں شامل کر کے واقعی بہت سنگین غلطی کی ہے مگر میں اس غلطی کو اپنی تھوڑی سی زندگی کے لیے ناسور نہیں بنا سکتی۔ تم سوچ سکتی ہو کہ اس ایلیٹ کلاس کے کپل کے بیچ میری کیا حیثیت ہو گی؟" خشک لہجے میں بولتے ہوئے اسے

اپنی آنکھوں میں مرچیں سی چبھتی محسوس ہوئیں تو وہ فورا پلکیں جھپکتی اپنی پلیٹ پہ جھک گئی۔

"یہ سب چھوڑیں مجھے یہ بتائیں آج کون سا دیالو ہاسٹل آیا تھا اور ایسا شاندار کھانا تیار کروا کے گیا ہے؟"نوالہ منہ میں رکھتے ہوئے اس نے تکلیف دہ ماحول کو بدلنے کے لیے موضوعِ گفتگو میں تبدیلی کی۔

تو منتشا اور مسز جوزف نے ایک ساتھ ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور ایک گہری سانس لی۔

"وہی جس کو تم زندگی کی سب سے بڑی غلطی کہہ رہی ہو۔ "منتشا کے غیر متوقع جواب پہ اس کے حلق میں نوالہ اٹکنے لگا مگر کھانے سے کیا دشمنی؟ یہی سوچ کے اس نے جلدی سے نوالہ حلق سے نیچے اتارا۔

"چلو اتنا حرام کا پیسہ کما رہا ہے اس میں سے کچھ حلال کرنے کے چکروں میں ہو گا۔" بے فکری سے کہتے ہوئے اس نے ایک اور نوالہ منہ میں رکھا اسی لمحے اس کا موبائل گنگنا اٹھا۔

رنگ ٹیون سنتے ہی اس کے چہرے کے زاویے بگڑنے لگے کیونکہ یہ سپیشل چنگھاڑتی ہوئی رنگ ٹیون ایک ہی بندے کے لیے مختص کی گئی تھی۔

"یہ بندہ موقع پہ ایسے نمودار ہوتا ہے نا کہ شیطان بھی ایک پل کے لیے دہل جاتا ہو گا۔ "شاکی لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اپنے ہاتھ صاف کیے۔

"یہ غلط بات ہے ژالے، تمہارے اختلافات اپنی جگہ لیکن وہ ابھی تمہارا شوہر ہے۔ "مسز جوزف نے فورا اسے ٹوکا تو وہ خفیف سی ہوتی موبائل اٹھا کے کال پک کر گئی۔

"السلام علیکم "! سنجیدگی کا لبادہ اوڑھتے ہوئے اس نے سلامتی بھیجی۔

یہ ان کی ہاسپٹل میں ہوئی ملاقات کے بعد پہلی گفتگو تھی اور کچھ دیر قبل اس کے لیے بیزاری، نفرت، ناپسندیدگی اور غصہ کا اظہار کرنے والی ژالے کا دل اس کی آواز سن کے زوروں سے دھڑکتا اپنی موجودگی کا احساس دلانے لگا۔

"کیسی ہو؟" یہ نجانے اتنے دنوں کے گیپ کا اثر تھا یا کچھ اور مگر ہاسپٹل میں اس کو جان سے مار دینے والے افگن کا یہ نرم انداز اسے مخمصے میں ڈال گیا۔

"میں ٹھیک ہوں۔" وہ چاہ کے بھی جواباً اس کی خیریت نہ دریافت کر سکی۔

"ماما نے کال کی تھی دن کو تمہاری آنٹی کو اور میں نے ڈرائیور بھی بھیجا لیکن تم آئی نہیں؟" اتنا نرم

لب و لہجہ؟؟؟ اس نے بے ساختہ فون کان سے ہٹا کے ایک دفعہ پھر توجہ سے موبائل سکرین کو دیکھا۔

"یہ ضرور اس شخص کی کوئی چال ہو گی اور ژالے میر تم نے اس شخص کی کسی چال میں نہیں آنا ہے۔ "اس نے فورا اپنے دل و دماغ کو ڈپٹتے ہوئے ڈٹے رہنے کی تلقین کی۔

"میں آفس میں تھی اور آج آپ کے دیے گئے ٹارگٹ کو مکمل کرنے کے لیے لیٹ ہو گئی تھی۔ " اس نے لگے ہاتھوں اسے یہ بھی اطلاع دینی ضروری سمجھی کہ وہ اس کا دیا گیا کام بھی مکمل کر چکی ہے۔

"اوکے، میں ڈرائیور بھیج رہا ہوں ساتھ زرشا لے بھی ہے اس نے شاید شاپنگ کے لیے جانا ہے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا تو اب کی بار وہ کھٹک گئی۔

"اتنی بڑی بات پہ ایسا ٹھنڈا رسپانس؟ "اس نے مڑ کے فائلز کی طرف دیکھا۔

"اچھا۔ "چونکہ اپنے رویے سے وہ اسے الرٹ نہیں کرنا چاہتی تھی اس لیے اسے ڈرائیور بھیجنے کا کہہ کے کال بند کر گئی۔

"یہ ان فائلز میں ہے کیا؟ "کال بند کرنے کے بعد وہ کھانے کو مکمل طور پہ فراموش کرتی ان فائلز کی طرف بڑھی۔

"یہ کیا پلندہ ہے ژالے؟ "منتشا نے اسے فائلز پہ دوبارہ جھکتے دیکھ کے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"یہ وہی مصیبت ہے جس کی وجہ سے مجھے دوبارہ اس کمینے زبیر کی کمپنی میں جانا پڑا۔ "وہ بیزاری سے

فائلز پرے پھینکتے ہوئے بولی کیونکہ اسے تو اس فائلز سے کچھ بھی ایسا قابلِ دید نہیں ملا تھا ماسوائے کچھ بزنس ریکارڈز کے۔

"اب کہاں جانے کی تیاری ہے وہ بھی اس وقت؟ " منتشا نے پوچھتے ہوئے وال کلاک کی جانب دیکھا جہاں اس وقت ساڑھے چھ بج رہے تھے۔

"شاپنگ کے لیے جانا ہے اور جہاں تک وقت کی بات ہے تو آج تازہ تازہ فنڈ دے کے گیا ہے میرا شوہر تو مجھے کون روکے گا؟" اپنے بالوں میں عادتاً سکارف باندھتی وہ اسے دیکھتی شرارت سے گویا ہوئی تو منتشا نے کھا جانے والی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی ہو تم۔" دانت پیستے ہوئے اس نے کہا اور گرم ہونے والی کولڈ ڈرنک

ایک ہی لمحے میں غناغٹ پیتی وہ اس کی جانب سے رخ موڑ گئی جو بہت سکون سے ان فائلز کو سمیٹ کے بیگ میں رکھتی مسز جوزف کو ہاتھ ہلا کے دروازے کی جانب بڑھ گئی۔

گاڑی ایک دم سے رکی تو زرشالے سے باتوں میں مصروف ژالے نے کھا جانے والی نگاہوں سے ڈرائیور کو دیکھا جس نے اتنی اچانک بریک لگائی۔

گاڑی سے اترتے ہی جب اس کی نگاہ سامنے پڑی تو وہ ٹھٹھک گئی۔

"یہ ہم کہاں آ گئے؟ ہم نے تو شاپنگ پہ جانا تھا نا؟ "اس نے سوالیہ نگاہوں سے پہلے سیلون اور پھر زرشالے کو دیکھا جو ہاسپٹل میں ہونے والی پہلی ملاقات کی نسبت آج فریش لگ رہی تھی اور یہ شاید گھر والوں کے ساتھ کا نتیجہ تھا۔

"شاپنگ بھی ضرور کریں گے لیکن شادی سے پہلے تھوڑی خود کی ڈینٹنگ پینٹنگ بھی کروانی ضروری ہوتی ہے۔ "وہ مسکراتے ہوئے کہہ کے اس کا بازو تھام کے آگے بڑھی تو ژالے بڑبڑائی۔

"لیکن زرشالے میں نے یہ سب پہلے کبھی نہیں کروایا اور اس سب کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ "وہ شاپنگ کے لیے تیار ہو گئی کہ وہ چیزیں تو ان ٹچ

ہوں گی عنیہ یا کوئی اور استعمال کر لے گا لیکن وہ خود پہ اتنا پیسہ فضول میں ضائع نہیں کروانا چاہتی تھی۔

"ارے بھابھی، آپ آئیں تو صحیح، مانا کہ اس چہرے کو کسی مصنوعی چیز کی ضرورت نہیں لیکن پھر بھی کچھ نہ کچھ تو بنتا ہے نا۔" وہ اپنے مخصوص نرم لہجے میں کہتی اسے ساتھ لیے اندر داخل ہوئی اور

ریسیپشنسٹ کو ایک کارڈ دیتی وہ اپنے مطلوبہ کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

اور بس پھر زرشالے تھی، اس کی انسٹرکشنز تھیں اور بیوٹیشنز کے مہارت سے چلتے ہوئے ہاتھ تھے اور ان سب کے بیچ میں وہ بس چپ چاپ بیٹھی ان کے رحم و کرم پہ تھی۔

دو سے اڑھائی گھنٹے کی کھپت کے بعد جب اسے فارغ کیا گیا تو اس نے شکر بھری گہری سانس خارج کرتے ہوئے نظر سامنے لگے شیشے پہ ڈالی تو اپنے عکس پہ خود ہی نظر جم سی گئی۔

اس کا خوبصورت چہرہ اس وقت نکھرا نکھرا جبکہ گھنگھریالے بالوں کو اوپر سے سٹریٹ کر کے نیچے کرل کر کے ان کی بہت پیاری کٹنگ کی گئی تھی۔

رخسار اور ماتھے پہ پھسلتی بالوں کی لٹوں کو کان کے پیچھے اڑسنے کی کوشش کرتی وہ اپنے گلو کرتے ہاتھ پیروں کو دیکھ رہی تھی۔

"ابھی ہم نے دو چار دن مالز میں چکر لگانے ہیں اس لیے مہندی سے ایک دن قبل پھر ایک دفعہ وزٹ کریں گے۔" رخصت لینے سے قبل زرشا لے نرم مگر پرخلوص لہجے میں بیوٹیشن سے گویا ہوئی اور اس کے ساتھ باہر نکل آئی۔

"یہ سب کروانے کو کس نے کہا تھا تمہیں؟" گاڑی میں بیٹھنے سے قبل اس نے اس سے استفسار کیا۔

"کسی نے بھی نہیں کہا، میں خود چاہتی تھی کہ آپ کو کوئی ٹیز نہ کرے، آپ بہت پیاری ہیں لیکن آپ خود کی کیئر نہیں کرتیں اور میں نہیں چاہتی کہ کوئی لالہ کے مقابلے میں آپ کو ٹیز کرے۔ آنے سے قبل بس لالہ سے اس سیلون میں کال کروائی اور ان

کا اے ٹی ایم کارڈ لیا تھا۔ "وہ بہت کم بولتی تھی لیکن اس کی ریزروڈ نیچر اپنی بھابھی کے لیے نہیں تھی بلکہ اس کے سامنے وہ بہت کھل کے باتیں کر رہی تھی۔

افگن کے کسی بزنس پارٹنر کی شادی تھی جس کے لیے زبردستی ژالے کو بھی اس نے ساتھ جانے کو

کہا اور نا صرف کہا بلکہ ڈرائیور کو بھیج کے اسے فورا 'عالم پیلس 'بلوایا تھا۔

"میم! یہ سر نے آپ کے لیے بھجوایا ہے، ان کا میسج آیا ہے کہ جلدی سے تیار ہوں۔ "وہ سکون سے بیٹھی حدیقہ بیگم سے گپیں لگا رہی تھی جب ملازمہ لاونج میں آئی اور ایک باکس اس کی جانب بڑھایا تو وہ حدیقہ بیگم کی موجودگی کے باعث قدرے جزبز سی ہو گئی۔

"افگن خود نہیں آیا ابھی تک؟ "حدیقہ بیگم ملازمہ سے استفسار کرنے لگیں جبکہ ژالے ہاتھ میں پکڑے سرخ باکس کو دیکھنے لگی جس میں نجانے کیا تھا۔

"نہیں یہ فرہاد صاحب دے کے گئے ہیں۔ "اس نے مودب لہجے میں جواب دیا اور وہاں سے چلی گئی۔

"ژالے بیٹا آپ جائیں تیار ہو لیں ورنہ دیر ہونے کی صورت میں خوامخواہ اس اکڑو کی باتیں سننی پڑیں گی۔" انہوں نے شگفتگی بھرے لہجے میں اسے چھیڑا تو وہ جھینپ سی گئی۔

باکس ہاتھ میں لیے وہ حدیقہ بیگم کے کہنے پہ افگن کے کمرے میں چلی آئی۔

باکس کو اس کے جہازی سائز بیڈ پہ رکھتے ہوئے جب اس نے کھولا تو اس کی آنکھیں حیرت سے گویا پھٹ سی گئیں۔

پرپل کلر کی خوبصورت سی سلک کی ساڑھی جس کے بلاوز کا گہرا بیگ گلا اور ہاف سلیوز دیکھ کے اس کی سانسیں اٹکنے لگی تھیں۔

پہلے اس کا دل چاہا وہ اس ڈریس کو پہننے سے انکار کر دے لیکن پھر اس کی ضد کے بارے میں سوچ کے دانت کچکچا کے رہ گئی۔

ساڑھی اور اس کے ساتھ آئی میچنگ جیولری کو لیے
وہ ڈریسنگ روم کی جانب بڑھ گئی۔

کچھ منٹوں کے بعد خوبصورت سی ساڑھی میں مہکتے
اپنے نازک وجود کو لیے کانوں میں میچنگ ٹاپس پہنے
وہ ڈریسنگ روم سے باہر نکلی اور سیدھی ڈریسنگ مرر
کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

"اب اس جنگل کا میں کیا کروں؟" سامان کے ساتھ موجود لپ اسٹک کو ہونٹوں پہ لگانے کے بعد اپنے بالوں کو دونوں ہاتھوں میں سمیٹے وہ قدرے اوپر کو اٹھائے چیک کر رہی تھی کہ آیا جوڑا بنائے یا کھلے بال زیادہ سوٹ کریں گے۔

بالوں کو سمیٹے وہ اور ہاتھ اوپر کیے دائیں بائیں ہلکا سا رخ موڑتی ہر زاویے سے خود کو جج کر رہی تھی۔

"تھوڑا سا بالوں کو اور اوپر کرو مجھے بیک ویو کلیئر نظر نہیں آ رہا". شیشے میں دیکھتی وہ خود کو تک رہی تھی جب عقب سے آتی بھاری اور بے باک آواز پہ اس کے ہاتھوں سے بال چھوٹ کے نیچے جا گرے۔

اس نے ایک جھٹکے سے رخ موڑ کے دروازے کی جانب دیکھا جہاں وہ دروازے کے فریم میں ہی کھڑا بلیک پینٹ کے ساتھ سفید شرٹ جس کے اوپری بٹن کھلے تھے اس پہ بلیک ویسٹ کوٹ پہنے وہ بازو

کہنیوں تک فولڈ کیے خاصی بے باک اور گہری نگاہیں اس پہ مرکوز کیے اس کے دل کی دھڑکنیں تہہ و بالا کر گیا۔

اس کے دیکھنے پہ وہ قدم آگے کو بڑھاتا اپنے پیچھے دروازہ بند کر دیا اور اس کی جانب بڑھنے لگا۔

"میں تیار ہو چکی ہوں اس۔۔اس لیے آپ بھی تیار ہو جائیں۔ "اس کے اٹھتے قدموں سے گھبراتی وہ

بے ساختہ بول اٹھی لیکن اس کے قدم نہ رکے بلکہ وہ اس کے بے حد نزدیک پہنچتا اس کی مزاحمت سے قبل اسے اپنے بازوؤں میں بھر چکا تھا۔

"شادی میں جانا کینسل کرنے کو جی چاہ رہا ہے۔"

اس کے مومی بازوؤں پہ اپنے مضبوط ہاتھوں کی انگلیاں پھیرتا وہ مخمور لہجے میں بولا۔

"پلیز!اپنے ہاتھ پیچھے کریں۔"خود کو بمشکل اس کے بازووں کا سہارا دیتی وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی تو وہ اس کی مخدوش حالت پہ بے ساختہ مسکرا دیا۔

"واللہ !فقط ہاتھ لگانے سے یہ حالت ہو گئی جبکہ تمہیں ان ہتھیاروں سے لیس دیکھ کے میرا دل بے لگام ہو رہا ہے۔"بے باکی سے اس کے پرپل ساڑھی میں ملبوس نازک سراپے کو تکیے ہوئے وہ

اپنے ہاتھوں کی انگلیاں اس کے مومی بازووں پہ پھیرتا اس کی سانسیں حلق میں ہی اٹکا گیا۔

"آ۔۔آپ مجھے پسند نہیں کرتے ہیں۔ "اس کے ہاتھوں کی بدستور بے لگام ہوتی گستاخیوں پہ اسے اور کچھ نہ سوجھا تو یہ وار کرنا چاہا۔

جبکہ اس کی بات سن کے اس کی آنکھیں بہت محظوظ کن انداز میں مسکرائیں جبکہ وہ دایاں ہاتھ اس

کے بازو سے سرائیت کرتا اس کی صراحی دار گردن تک لاتا اس کے کان کی جانب ہولے سے جھکا۔

"کچھ دیر کے لیے یہ فراموش کر دیتے ہیں اور ان ظالم لمحوں کو انجوائے کرتے ہیں۔" بھاری لہجے پہ بولتا وہ اس کی گردن پہ اپنا پرشدت لمس چھوڑتا اسے چیخنے پہ مجبور کر گیا۔

"آ۔۔۔نہیں۔ "اس نے اسے کی گرفت سے آزاد ہونے کو اسے پیچھے کی جانب دھکا دینا چاہا لیکن وہ جو اسے تھامے ہوئے تھا اسے ساتھ لیے وہ اس کے دھکا لگنے پہ بیڈ پہ گرا تو اس کے حلق سے ایک واشگاف چیخ نکلی۔

"چیخیں نہیں مارو ورنہ ماما کو لگے گا کہ تمہیں کسی کی شادی کے لیے تیار کروا کے میں اپنے ارادے بدل بیٹھا ہوں۔ "بے باکی سے اس پہ جھکا وہ اس کے

چہرے پہ اپنی پر تپش سانسیں بکھیرتا اس کی سانسوں پہ قابض ہونے کو تھا جب ایک دم سے اس کا موبائل گنگنا اٹھا۔

کال کرنے والے کا دلی شکریہ ادا کرتی وہ اس کا دھیان بٹنے پہ پوری قوت لگا کے اسے پرے کرتی اس کے نیچے سے نکلی اور بنا اس کی جانب دیکھے بھاگتے قدموں کے ساتھ باہر نکل گئی۔

جبکہ کال سنتے افگن کے ہونٹوں پہ اس کی تیزی پہ مسکان سی پھیل گئی۔

-

اسے ہاسٹل سے نکلے ہوئے اس وقت تقریباً چار گھنٹے ہو چکے تھے اور اس وقت رات کے ساڑھے دس بج رہے تھے مگر زرشالے اسے ہاسٹل ڈراپ

کرنے کی بجائے گھر لے آئی کہ ایک سرپرائز اس کا منتظر ہے۔

چونکہ وہ یہ بات جانتی تھی کہ افگن اس گھر میں بہت کم ٹکتا ہے تو اسے یہی لگا کہ افگن کے متعلق کوئی سرپرائز ہو گا مگر زرشالے نے اس کی نفی کی اور اسے لیے گھر چلی آئی۔

فرحان صاحب اور مسز فرحان اس وقت کسی ڈنر پہ گئے تھے اور گھر پہنچنے والے تھے اس لیے وہ لیونگ روم میں پڑے صوفے پہ ہی ڈھیر ہو گئی جبکہ

زرشالے ہاتھ میں پکڑے شاپنگ بیگز روم میں رکھنے چل دی تھی۔

"ہیلو بیوٹیفل لیڈی "!وہ آنکھیں موندے صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے اپنے دکھتے سر کو آرام پہنچانے کی کوشش کر رہی تھی جب اس کے کانوں میں ایک نامانوس سی مردانہ آواز گونجی۔

اس نے فوراً پٹ سے آنکھیں کھولتے ہوئے گردن گھمائی تو ایک لمبے چوڑے شخص کو اپنے قریب دیکھ کے وہ اچھل کے کھڑی ہو گئی۔

"کون ہو تم؟ "اس نے کینہ توز نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے استفسار کیا اور ایک محتاط نگاہ اردگرد ڈال کے اپنے لیے کوئی سیف زون تلاش کرنے لگی۔

جبکہ اس کے سامنے کھڑا شخص ہونق پن سے اسے دیکھنے لگا جو اسے یوں دیکھ رہی تھی گویا زندہ دفن کر دے گی۔

"آپ مجھے نہیں جانتیں؟ "اس نے اپنے ہونقانہ پن پہ قابو پاتے ہوئے حیرت سے استفسار کیا تو اپنے سوال کے جواب میں ایسے سوال پہ وہ سلگ ہی اٹھی۔

"اگر آپ فلم سٹار ہیں تو سوری میں ٹی وی نہیں دیکھتی، کوئی کریمنل ہو تو سوری میں نیوز نہیں دیکھتی نا اخبار پڑھتی ہوں اور سڑک چھاپ لوفروں کو تو میں ایک آنکھ دیکھنا گوارا نہ کروں۔ اب تم بتاو کہ تم ان میں سے کس کیٹگری میں آتے ہو؟ "اس کے سوال پہ وہ طنزیہ انداز میں جو شروع ہوئی تو اس بیچارے کی مٹی پلید کر گئی۔

اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا لیونگ روم ایک دم سے جناتی قہقہوں سے گونج اٹھا۔

"آپ جائیں ڈیڈ، میں گھر رکوں گا کیونکہ مجھے بھابھی سے ملنا ہے لیکن نہیں درحقیقت تمہیں اپنی بھابھی سے اپنی عزت افزائی کروانی تھی۔ "زرشالے جو چند لمحے قبل ہی وہاں پہنچی تھی وہ ژالے کا جواب سن کے ہنستے ہوئے گویا ہوئی جبکہ لیونگ روم میں داخل

ہوتے بالاج اور افگن کے ساتھ صائم اور ارحم تاحال قہقہے لگا رہے تھے۔

"ہمیں نہیں پتہ تھا کہ تمہیں یہ بے عزتی مانچسٹر سے پاکستان کھینچ لائی ہے۔" ارحم نے چڑانے والے انداز میں کہتے ہوئے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا جو اس نے فوراً جھٹکتے ہوئے خفگی سے ژالے کی طرف دیکھا جو اس صورتحال پہ کافی سٹپٹائی ہوئی تھی۔

"ایسی بے عزتی آپ کی بھی ہو سکتی ہے جو اگر آپ نے اپنے جناتی قہقہے بند نہ کیے۔ "چونکہ اس نے افگن اور بالاج کو نہیں دیکھا کیونکہ وہ پیچھے تھے جبکہ ارحم اور صائم تنگ کرنے کے لیے اس کے سامنے کھڑے حماد کے پاس پہنچ گئے تھے اس لیے وہ ان کو تنگ کے گویا ہوئی تو ان دونوں کے منہ یوں بند ہوئے گویا کسی نے بٹن بند کر دیا ہو۔

ان کے خاموش ہونے پہ اس نے استفہامیہ نگاہوں سے زرشالے کو دیکھا جو اس کی طرف متوجہ نہیں تھی بلکہ وہ متغیر رنگت اور نم آنکھوں کے ساتھ اس کے عقب میں کھڑے بالاج کو دیکھ رہی تھی۔

اس کی نگاہوں کے تعاقب میں اس نے فورا گردن گھمائی تو فورا سنبھل گئی۔

"سر"!اس کے ہونٹ بے ساختہ ہلے جن کی پکار وہاں موجود سب نے سنی لیکن چونکہ اس کی ڈانٹ

ابھی تازہ تازہ سب کو پڑی تھی اس لیے وہ لب بھینچ گئے۔

"السلام علیکم! کیسی ہیں بھابھی آپ؟ "اس کے متوجہ ہونے پہ بالاج نے بمشکل زرشالے سے نگاہیں چرا کے اسے سلام کیا جو اس کی آواز اور چہرے کو توجہ سے سن اور تک رہی تھی۔

"وعلیکم السلام! آپ۔۔۔" وہ جوابی سلامتی بھیجتی بغور اسے دیکھتی گویا پہنچاننے کی سعی کر رہی تھی۔

"افگن خدا کی قسم بھابھی نے مجھے پہچان کے اگر سب کے سامنے میری انسلٹ کی نا تو میں تیرے سارے کالے کرتوت انہیں بتا دوں گا۔" اس کی گہری نگاہوں سے جزبز ہوتا بالاج ساتھ کھڑے افگن سے سرگوشی میں کہتا آگے بڑھا۔

"یہ زرشالے کا شوہر ہے بالاج مصطفیٰ۔ "اس تعارف پہ زرشالے اور بالاج کی نگاہیں ایک ساتھ ایک دم سے ایک دوسرے سے ٹکرائی تھیں۔

"اور یہ بالاج کے بھائی ہیں صائم اور ارحم جبکہ یہ ہمارا چھوٹا بھائی ہے حماد عالم۔ "سنجیدگی سے تعارف مکمل کروانے کے بعد وہ بہت سہولت سے اس کا ہاتھ تھام کے اسے ساتھ لیے صوفے پہ بیٹھ گیا۔

وہ جو اس تعارف پہ خفیف سی ہو گئی تھی اس کے ہاتھ پکڑنے پہ وہ خجل سی ہوتی ہاتھ فورا کھینچتی گود میں رکھ گئی جبکہ افگن نے گہری نگاہ سے پہلے اس کے کیوٹکس لگے ہاتھوں کو دیکھا اور پھر ایک نظر اس کے جگمگاتے چہرے پہ ڈالی جس پہ تبدیل شدہ ہیئر سٹائل بہت خوبصورتی سے بچ رہا تھا۔

"ویسے کتنے افسوس کی بات ہے نا بھابھی کہ اکلوتا دیور ہوں آپ کا لیکن کسی نے آپ کو میرا نہیں

بتایا تھا۔ "اس کے سامنے صوفے پہ بیٹھے حماد کا افسوس کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

"اور ہمارے افسوس کا عالم تو پوچھو ہی مت۔ ہمیں ابھی تک ہماری بھابھی سے متعارف نہیں کروایا جا رہا۔ "اس کی بات کے جواب میں صائم کے دکھڑے پہ زرشالے بے ساختہ چوکنا سی ہو گئی۔

"تعارف کے لائق لوگوں کا تعارف کروایا جاتا ہے برو۔ "حماد سامنے پڑے صوفے سے اٹھ کے افگن کے پاس لیکن اس سے فاصلہ رکھے بیٹھی ژالے کی جانب بڑھا اور بہت آرام سے اسے کندھوں سے تھام کے افگن کی جانب دھکیلتا وہ اس کے ساتھ براجمان ہوتا انہیں چڑانے لگا اور اس کوشش میں کامیاب بھی ٹھہرا۔

"جی بالکل جیسے تمہارا تعارف بھابھی نے کیا تھا بہت ہی شاندار الفاظ میں۔" ارحم نے گول گول آنکھیں گھماتے ہوئے جواب دیا جبکہ بھابھی بیچاری زبردستی کے شوہر اور ابھی ابھی وارد ہوئے دیور میں پھنسی لب بھینچے ہوئی تھی۔

"اوکے سیز فائر، یہ آپ کی بھابھی بیٹھی ہیں۔تم لوگ خود ان سے تعارف لے بھی لو اور اپنا تعارف کروا بھی دو۔" اس سے پہلے کہ یہ لفظی بم باری جاری

رہتی بالاج نے جلدی سے سیز فائر کیا جبکہ اس کے الفاظ پہ زرشالے نے ان دونوں کو اپنی طرف متوجہ دیکھا تو خود کو سنبھالنے لگی۔

وہ ان دونوں کو نام اور چہرے کی حد تک جانتی تھی کیونکہ بالاج نے اسے ساری فیملی کی تصاویر دکھائی تھیں۔

"برادرِ محترم! بھابھی سے ہم واقف ہیں بس اب بھابھی کو خود سے متعارف کروانا ہے۔" دونوں یک

زبان ہو کے بولے اور بیک وقت زرشے کی جانب
بڑھے جب ژالے کے ساتھ بیٹھے حماد کی زبان میں
پھر سے کھجلی ہوئی۔

"میری بہن سے تھوڑا دور رہ کے بات کرنا کیونکہ وہ
ایسی شکلیں دیکھ کے ڈر جاتی ہے۔ "اس نے بظاہر
بہت معصومیت سے کہا لیکن اس کی آنکھوں سے

جھلکتی شرارت نے انہیں سیخ پا کر دیا جبکہ اس کی شرارت پہ سبھی بے ساختہ ہنس دیے۔

"حماد مذاق کر رہا ہے, آپ مائنڈ نہیں کریں۔ "اب کی بار زرشالے کی مدھر آواز نے لفظی جنگ کو بیک وقت روکا تو وہ تینوں بھائی اس کے لہجے کی چاشنی پہ فدا ہو گئے۔

"اوہ مائی گاڈ !میں تو والدِ محترم سے کہنے والا ہوں کہ بھابھی ایک دم پرفیکٹ ہے۔ہمیں ایسے ہی نرم لہجے والی بھابھی چاہیے گڈ گڈ۔"صائم گرمجوشی سے بولا تو وہ خفیف سی ہو گئی۔

اگر یہ سب نارمل حالات میں ہوتا تو شاید وہ یہ سب انجوائے کرتی لیکن جس کے لیے یہ چھیڑ چھاڑ ہو رہی تھی اسے وہ دل سے کھرچنے کی کوششوں میں لگی تھی اس لیے یہ سب اسے اچھے سے خوش بھی نہیں کر پا رہا تھا۔

"آپ دونوں تھوڑا آہستہ آواز میں بولو گے پلیز۔"

ژالے جس کا بایاں پہلو ساتھ بیٹھے شخص کی قربت سے جھلس رہا تھا کہ وہ مکمل اس کے حصار میں مقید محسوس ہو رہی تھی اس پہ مستزاد پچھلے دو گھنٹوں سے ہونے والا شدید سر درد۔

کچھ عرصہ قبل اسے اس قدر سر درد کی شکایت نہیں ہوتی تھی لیکن کچھ عرصے سے اس کی زندگی میں نکاح کے بعد سے ایسے خم و پیچ آ رہے تھے کہ

دماغ نا چاہتے ہوئے بھی انہیں سوچنے لگتا اور وہ تکلیف کا شکار ہوتی۔

ابھی بھی دن بھر آفس میں کھپنے کے بعد سیلون اور پھر شاپنگ کی وجہ سے اس وقت اس کا سر درد سے گویا پھٹنے والا تھا۔ایسے میں صائم اور ارحم سمیت حماد کی چہکتی ہوئی آواز اسے کوڑے کی مانند محسوس ہو رہی تھی۔

اور پھر درد جب حد سے زیادہ بڑھنے لگا تو چارو ناچار

وہ دونوں مٹھیاں زور سے بھینچتی کرب آمیز لہجے میں

بولی تو سب کو ایک دم سے بریک لگی۔

افگن جو دانستاً اس سے انجان بنا بیٹھا ہوا تھا اس کی

آواز پہ فورا اس کی طرف متوجہ ہوا جس کی چہرہ

درد کی شدت کو ضبط کرتے ہوئے سرخ پڑ رہا تھا۔

"میڈیسن کہاں ہے تمہاری؟" فرحان صاحب نے

اسے ہاسپٹل ڈسچارج سے قبل ایسی سچویشن کے لیے

کچھ ٹیبلٹس دی تھیں جو ان کے بقول ہر وقت اس کے پاس ہونی چاہیے تھیں۔

"پتہ نہیں۔ "درد اب شدت اختیار کرتا ہوا اس کے حواسوں پہ سوار ہونے لگا تھا جبکہ اس کی اس لاپرواہی پہ افگن کا دل چاہا وہ اسے زندہ زمین میں گاڑھ دے۔

اس نے جلدی سے زرشالے کی جانب دیکھا اور ٹیبلٹس کے نام اس کے سامنے دہرائے اور کہا کہ ڈیڈ کے روم سے چیک کر کے یہ میڈیسن لے کے آو۔

"آنکھیں کھلی رکھو اپنی۔" افگن نے دیکھا وہ اب آہستہ آہستہ حواس کھو رہی ہے اس لیے اس نے فورا اس کے گرد بازو پھیلاتے ہوئے اس کا سر اپنے

کندھے سے لگایا اور اسے اپنی جانب متوجہ کرنے کی کوشش کی۔

"بھابھی! آپ نے شاپنگ کرتے ہوئے افگن کے لیے کچھ خریدا؟ "بالاج جو اپنی جگہ سے اٹھ کے ان کے قریب پہنچ چکا تھا اس نے ژالے کا دھیان بھٹکانے کی اپنے تئیں کوشش کی۔

"میں ک۔۔کیوں لیتی گفٹ ان کے لیے۔"تکلیف دہ لہجے میں بھی خفگی نمایاں تھی اور جس کے لیے یہ خفگی تھی اسی کے کندھے پہ سر تھا۔

"کیوں آپ کیوں نہیں لے سکتی تھیں گفٹ؟آپ کا شوہر ہے نا اور کچھ دن تک آپ لوگوں کی شادی بھی ہے۔"اس نے ایک نظر افگن کو دیکھا جو خاموشی سے بس ژالے کے تکلیف زرہ چہرے کو تک رہا تھا۔

"عن۔۔عنیہ کے ہوں گے شوہر می۔۔میرے صرف باس ہ۔۔۔۔۔ "اس کا لہجہ اپنا توازن اور آواز اپنی گونج کھو رہی تھی جب تیز تیز بھاگتی زرشالے وہاں پہنچی۔

"لالہ،یہ ٹیبلٹس جلدی سے دیں بھابھی کو۔ڈیڈ کہہ رہے کہ اس دفعہ ان کی بیہوشی خطرے کا باعث بن سکتی ہے۔"زرشالے نے کانپتے ہاتھوں کے ساتھ

گولیاں افگن کی ہتھیلی پہ رکھیں جبکہ بالاج نے مڑ کے ٹیبل پہ پڑے جگ سے پانی کا گلاس بھرا اور پھر افگن نے اسے میڈیسن دے کے اس کے چہرے سے پسینہ صاف کیا اور اس کا سر واپس اپنے کندھے پہ رکھا۔

"ریلیکس۔ "بالاج نے جب ساتھ کھڑی زرشالے کے ہاتھوں میں ارتعاش محسوس کیا تو بے ساختہ تسلی دینے کو اس کے ہاتھوں پہ ہاتھ رکھا جسے اس

نے فوراً جھٹکتے ہوئے اس سے فاصلہ قائم کیا تو وہ اس کی بے مہری پہ لب بھینچ کے رہ گیا۔

"کیا بھابھی بیمار ہیں؟ "حماد کی متفکر آواز گونجی تو انہیں ان تینوں کا خیال آیا جو کچھ دیر قبل سے یکسر مختلف تاثرات لیے بیٹھے تھے۔

"نہیں۔ اس کے سر میں بس درد ہوتی ہے۔ "افگن کا سرد لہجہ اس قدر قطعیت لیے ہوئے تھا کہ

زرشالے اور بالاج نے ایک ساتھ اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔

جہاں صاف لکھا تھا کہ وہ اسے نا بیمار کہنا چاہتا تھا نا اس کے لیے یہ لفظ سننا چاہتا تھا۔

اسی لمحے باہر گاڑی کا ہارن سنائی دیا تو بالاج اور زرشالے صوفوں کی طرف بڑھ گئے۔

چند ہی لمحوں کے انتظار کے بعد ہال کا دروازہ کھلا تو فرحان صاحب اور حدیقہ بیگم کے ساتھ مصطفیٰ صاحب اور ثمینہ بیگم بھی اندر داخل ہوئے۔

فرحان صاحب تیز تیز قدم اٹھاتے سیدھا افگن کی طرف ہی بڑھے تھے۔

"کیسی ہے ژالے اب؟ "انہوں نے ژالے کے ماتھے پہ ہاتھ رکھا تو باڈی ٹمپریچر نارمل ہی تھا۔

"ٹھیک ہے۔ "اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔وہ ہنوز اسے بازو کے حلقے میں لیے ہوئے تھا۔

افگن آپ کیا سوچ کے بیٹھے ہوئے ہیں؟بچی کا ٹریٹمنٹ کیوں نہیں کروا رہے؟ "حدیقہ بیگم نے ژالے کو پریشانی سے دیکھتے ہوئے اسے خفگی سے کہا۔

"ماما آپ شاید بھول رہی ہیں کہ آپ کے ساتھ گیسٹ بھی آئے ہیں۔ "ان کی بات سرے سے نظر انداز کرتا وہ سنجیدگی سے ان کی توجہ مسٹر اینڈ مسز مصطفی کی طرف مبذول کروا گیا جو ان سے کچھ قدم پیچھے تھے۔

"اور سوری، آپ آئیں ثمینہ۔ "حدیقہ بیگم نے ثمینہ بیگم کا ہاتھ تھاما اور لے کے صوفے کی جانب بڑھیں تو کب سے کانشئیس ہو کے بیٹھی زرشا لے ماں کے

اشارے پہ چاروناچار اٹھی اور پہلے بالاج صاحب کی جانب گئی جو بالاج کے ساتھ ہی براجمان ہو گئے تھے اور پھر ثمینہ بیگم کی طرف گئی جنہوں نے بہت گرمجوشی سے اسے سینے سے لگا گیا۔

"ماشاءاللہ "!پرستائش لہجے میں اس کا ملائمت سے بھرپور گلابی چہرہ دیکھتے ہوئے کہا اور اس کی پیشانی چومی تو زرشالے کو اپنا وجود ان دیکھی آگ میں جھلستا محسوس ہوا۔

وہ سب بیٹھے ژالے کے خیال سے متوازن لب و لہجے میں گفتگو کر رہے تھے اور اس گفتگو کا ماخذ جانتے ہی جب زرشالے نے وہاں سے بھاگنا چاہا تو اس کا ارادہ جان کے ثمینہ بیگم نے اسے اپنے بازو کے حصار میں لے لیا۔

اس سب کی وجہ سے وہ بس لہو چھلکاتا چہرہ لیے سر کو جھکائے بیٹھی اس گفتگو کو سننے لگی جس میں ان کی شادی کی ڈیٹ فکس کی جا رہی تھی۔

یہ شاید انوکھی شادی تھی جس میں دلہا دلہن کو بٹھا کے ان کے سامنے شادی کی ڈیٹ فائنلائز کی جا رہی تھی۔

"ایک منٹ۔ "ان سب کی باہمی گفتگو کو صائم کی اچانک پکار نے فورا روکا تھا۔

"کیا ہوا؟ "ثمینہ بیگم نے بیٹے کی طرف دیکھا۔

"ایسی مزیدار سی گپ شپ کا اختتام مٹھائی کے بغیر بہت پھیکا لگتا ہے اس لیے مبارکباد کا شور مچانے سے پہلے میں ذرا کچن سے کچھ میٹھا ڈھونڈ کے لاتا ہوں۔" چہکتے لہجے میں کہتا وہ حماد کو اپنے ساتھ گھسیٹتا کچن کی جانب بڑھ گیا۔

اور چونکہ افگن کی ایک ہفتے تک شادی تھی اس لیے حدیقہ بیگم نے سویٹس منگوا کے رکھی تھیں آنے جانے والوں کے لیے اس لیے وہ فورا سویٹ کا ایک

ڈبہ اٹھائے جلدی سے واپس آئے تو تب تک ڈیٹ فائنلائز ہو چکی تھی۔

افگن اور ژالے کی شادی کے دو ہفتے بعد زرشالے کی رخصتی تھی۔

سب سے پہلے فرحان صاحب نے مٹھائی بالاج کو کھلائی جبکہ ثمینہ بیگم نے پھیکا چہرہ لیے بیٹھی زرشالے کو مٹھائی کھلائی۔

اسی پل افگن کے کندھے سے لگی ژالے کسمسائی تو وہ جو پہلے ہی سارا دھیان اس کی طرف مبذول کیے ہوئے تھا فورا اس کے چہرہ تھپتھپایا۔

"ژالے ویک اپ۔ "اس کی بھاری آواز ژالے کے سوئے جاگے ذہن پہ عجیب سے انداز میں پڑی تو اس نے فورا آنکھیں کھولنے کی کوشش کرنے میں پلکیں جھپکنا شروع کیں۔

"اللہ "!وہ چونکہ ایک گھنٹے سے اس کے کندھے پہ سر ٹکائے ہوئے تھی اس لیے جیسے ہی اس نے گردن سیدھی کرنی چاہی تو ایک نا محسوس سی کراہ اس کے ہونٹوں سے نکلی تو اس نے فورا گردن کو دبایا۔

"آر یو اوکے بھابھی؟ "حماد جو ان کے صوفے کے پاس فلور کشن پہ بیٹھا تھا ژالے کی طرف متوجہ ہوا جو لفظ' بھابھی 'پہ مکمل طور پہ الرٹ ہو چکی تھی۔

سیدھا ہو کے بیٹھتے ہوئے اس نے جیسے ہی نگاہ گھمائی تو اتنے سارے لوگوں کو دیکھ کے خجالت کا شکار ہو گئی۔اس نے جلدی سے اپنے کندھے کے گرد لپٹا افگن کا بازو فورا پرے جھٹکا اور خود اپنے ہاتھوں سے بالوں کو ماتھے سے پیچھا کرتی آہستگی سے سلام کر گئی۔

"آئم سوری! میں شاید سو گئی تھی۔ "چونکہ اس وقت اس کا سر بہت ہلکا محسوس ہو رہا تھا اس لیے اسے فی الوقت یاد نہیں آیا کہ اس کی کنڈیشن کیسی ہو گئی تھی۔

اور واقعی اس ٹیبلٹ کے بعد دماغ کو ریلیکسیشن کے لیے چند لمحے انسان پہ نیند ضرور طاری ہوتی ہے۔

"کوئی بات نہیں، ٹائم بھی کافی زیادہ ہو چکا ہے نا۔ " حدیقہ بیگم نے اسے پاس بلاتے ہوئے نرمی سے کہا

اور اسے مسٹر اور مسز مصطفیٰ گیلانی سے متعارف کروایا۔

"آنٹی مجھے ڈرائیور کو کہیں کہ مجھے ہاسٹل ڈراپ کر آئے، اتنا ٹائم ہو گیا ہے۔ "ان سے ملتے ہی وہ بے چینی سے گویا ہوئی کہ اس وقت رات کے ساڑھے بارہ بجنے والے تھے۔

بیشک اسے کوئی روکتا ٹوکتا نہیں تھا لیکن ہاسٹل کی لڑکیوں کی دبی دبی مسکان اور جملے کسنا اسے ہائپر کر دیتا تھا۔

"میں افگن سے کہتی ہوں وہ ڈراپ کر آتا ہے، پریشان نہیں ہوں۔ "مسز فرحان نے اسے تسلی دی اور پھر افگن کو اشارہ کیا جو ژالے کو ہی گھور رہا تھا۔

"بھابھی ہاسٹل جانے سے پہلے یہ منہ میٹھا کر لیں کیونکہ ہم دلہن لے جانے کے لیے آج تاریخ فائنل کر چکے ہیں۔ "ارحم نے اس کی طرف مٹھائی کا ڈبہ بڑھاتے ہوئے حتی المقدور آواز زرا مدہم رکھنے کی ہی کوشش کی۔

جبکہ اس خبر پہ خوش ہوتے ہوئے اس نے فورا زرشالے سمیت ان دونوں خواتین کو بھی مبارک دی۔

"ویسے اس دو قومی نظریے کی کوئی خاص وجہ؟ "وہ رس گلے کا پیس منہ میں رکھ رہی تھی جب حماد نے شرارت سے استفسار کیا تو اس نے بنا کچھ بولے اس کی جانب استفہامیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"یہ اپنی برادری کو مبارکباد دے دی لیکن ہم سے کوئی خاص دشمنی ہے کیا؟ "اس نے سب مردوں کی جانب اشارہ کیا تو وہ خجل سی ہو گئی اور ایک خفیف سی گھوری اس پہ ڈالی لیکن اس نے اثر نہ لیا۔

"ہاں ہے۔ " جھجھکنا تو اس نے سیکھا نہیں تھا اور دبنا تو بالکل بھی نہیں اس لیے اس کے چھیڑنے پہ وہ سنجیدگی سے بولی تو اس کا منہ حیرت سے کھل سا گیا۔

"کیسی دشمنی؟ "اس نے فورا پوچھا تو صائم اور ارحم بھی فوری متوجہ ہوئے۔

"ہر بات بتانے والی نہیں ہوتی۔ "بے نیازی سے کہتی وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور سب کو خدا حافظ کہتی اپنا بیگ اٹھانے لگی۔

"ژالے بیٹا، کل جاب سے ریزائن کر دیجیے گا۔ دو چار دن ہی تو ہیں وہ بھی شاپنگ اور دوسرے کاموں میں نکل جانے ہیں۔ "اس کے ساتھ گیٹ کی طرف جاتی حدیقہ بیگم نے اسے نرمی سے کہا تو وہ ہولے

سے سر اثبات میں ہلاتی گاڑی کی جانب بڑھی جس

کی ڈرائیونگ سیٹ پہ افگن اس کا منتظر تھا۔

یہ ان کا پہلا سفر تھا جس میں وہ دونوں یوں تنہا تھے

اور شاید اسی لیے فرنٹ سیٹ پہ براجمان ہوتی ژالے

کچھ گھبرا رہی تھی۔

گاڑی کی پرسکون فضا میں اس وقت مکمل طور پہ خاموشی کا راج تھا جب ایک دم سے ژالے نے یکے بعد دیگرے تین چھینکیں ماری تو گاڑی کی خاموش فضا میں ارتعاش سا برپا ہوا۔

"یہ لو۔ "اس کی جانب بنا دیکھے افگن نے ڈیش بورڈ پہ پڑے ٹشو باکس سے دو تین ٹشو نکال کے اس کی طرف بڑھائے تو وہ حیرانگی سے ان ٹشوز کو دیکھنے لگی۔

"میں کیا کروں ان کا؟ "اس نے اسی تعجب سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

"چہرہ صاف کر لو اپنا۔ "اس نے تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے وجہ بیان کی تو اس کے چہرے کا تعجب مزید گہرا ہوا۔

"میں کوئی بچی تھوڑی ہوں جو چھینک مارنے پہ چہرہ گندا ہو گا۔یہ امیر لوگوں کے چونچلے ہیں مجھ سے ایسی نزاکتوں کے ساتھ کھیلنا نہیں آتا۔"ناک چڑھاتے ہوئے اس نے ٹشوز اس سے لے کے واپس باکس میں گھسیڑے تو اس نے گردن گھما کے اس کی جانب دیکھا جو اپنی بے تحاشا خوبصورتی سے بہت بے نیاز نظر آتی تھی۔

"اوہ ہاں مجھے یاد آیا۔" وہ جو اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا اس کے اچانک بولنے پہ گہری سانس بھرتا ونڈو اسکرین کو دیکھنے لگا جبکہ وہ اپنے بیگ سے فائلز نکال کے اسے دینے لگی۔

"یہ وہ فائلز ہیں جو مجھے آپ نے کہا تھا کہ وہاں سے لانی ہیں اور آپ کی دی ہوئی فائلز وہاں ایڈجسٹ کر دی ہیں۔ دونوں کیمرے بھی جیسے آپ نے کہا تھا ویسے لگا دیے ہیں۔" وہ اپنے مخصوص

صاف ستھرے لب و لہجے میں اسے ساری تفصیل دیتی فائلز اس کی جانب بڑھانے کی بجائے ڈیش بورڈ میں رکھ گئی۔

"اب میرا کام ختم ہو گیا ہے نا تو آپ نے کہا تھا کہ یہ کام ختم ہونے پہ آپ مجھے اس رشتے سے فارغ کر دیں گے پھر یہ رخصتی والا ڈرامہ کیوں؟" وہ بہت سنجیدگی سے اسے دیکھتی اسی کے کہے الفاظ یاد

دلاتے ہوئے بولی تو افگن نے سٹیئرنگ پہ گرفت مزید سخت کرتے ہوئے سرد مہری سے اسے دیکھا۔

"کیا تمہارے پاس اس بات کا کوئی ثبوت ہے؟" اس کی غیر متوقع بات سن کے اس کے لب غیر یقینی کی کیفیت میں کھل سے گئے۔

"آ۔۔آپ۔۔۔۔" بیک وقت بہت سی کیفیات نے اس پہ حملہ کیا تھا۔

"آپ کتنے دھوکے باز ہیں۔لوگ سچ ہی کہتے ہیں
آپ کے بارے میں کہ آپ لڑکیوں کے دلوں سے
کھیلنے والے بے رحم اور کرپٹ انسان ہیں۔ ایک
طرف مجھے اور دوسری طرف عنیہ دونوں کو دھوکہ
دے رہے ہیں لیکن یاد رکھیے گا کہ میں عنیہ نہیں
ہوں جو آپ کے عشق کے گوڈے گوڈے غرق
ہوئی یہ دھوکہ چپ چاپ برداشت کر لوں گی بلکہ
م۔۔۔۔۔۔۔ "وہ مارے غصے اور اشتعال کے جب

بولنے پہ آئی تو پھر بولتی چلی گئی لیکن اس کی بنا بریک کے چلتی زبان کو اس نے فورا بریک لگائی۔

"کیا کرو گی تم؟ "اپنی اتنی زیادہ بکواس کے بعد اس کا اتنا ٹھنڈا ردعمل اور ایسا مذاق اڑاتا لہجہ اسے سر تا جھلساتا اس کے مزموم ارادوں پہ مزید پختہ کر گیا۔

"یہ آپ اب سوموار کو ہی دیکھیے گا۔ "اچانک وہ پتھر کی طرح سخت لہجے میں کہتی اپنا رخ مکمل دروازے کی جانب موڑ گئی۔

"کچھ ایسا مت کرنا ژالے کہ تمہیں واقعی میرے متعلق وہ کچھ برداشت کرنے کو ملے جو دنیا میرے متعلق کہتی ہے۔ "اس کے بالوں پہ نگاہ جماتے ہوئے افگن نے سرد لہجے میں اسے وارن کیا تو وہ ایک جھٹکے سے اس کی جانب مڑی۔

"یہ وارننگ دیتے ہوئے آپ بالکل اچھے نہیں لگ رہے۔" اس نے طنزیہ لہجے میں کہتے ہوئے رخ دوبارہ دروازے کی جانب موڑا۔

"رات کے اس پہر جو میں تمہیں اچھا لگنے لگ گیا تو تم ہاسٹل تو بالکل نہیں پہنچ پاو گی لیکن صبح سورج طلوع ہونے سے قبل میرے بیڈ روم ضرور پہنچ جاو گی۔" سٹیئرنگ پہ گرفت مضبوط رکھے اس کی جانب

ہلکا سا جھکتا وہ اس کے خوبصورت بالوں کی مہک سانسوں میں اتارتا بھاری لہجے میں گویا ہوا تو اس کے لہجے کی ذومعنویت پہ اس کے بدن میں برقی رو سی دوڑ گئی۔

"ٹھرکی، دھوکے باز، کرپٹ انسان۔" وہ دل ہی دل میں اسے کوستی دروازے کی سمت مزید کھسک چکی تھی۔

اس فاصلے اور ناپسندیدگی کے باوجود اس کا دل جانے کیوں ہمک کے دائیں جانب بیٹھے شخص کی جانب بڑھ رہا تھا۔۔۔!

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔

وہ اپنے ہائی ہیلز میں مقید سفید پیر مضبوطی سے چکنے فرش پہ جماتی آفس کے دروازے کے قریب پہنچی اور لحظہ بھر کو ٹھہر کے دل ہی دل میں الفاظ

ترتیب دیتی وہ دروازہ دھکیل کے اندر داخل ہوئی تو نگاہ سیدھی آفس میں پڑے صوفوں پہ گئی جہاں احمد صاحب کے ساتھ براجمان شخصیت کو دیکھ کے اسے حیرت کا شدید ترین جھٹکا لگا۔

"سر آپ؟

اس نے حیرت سے صوفے پہ براجمان' نواز عالم 'کو دیکھا جو خود اسے یہاں اچانک دیکھ کے گڑبڑا سا گیا تھا۔

اگر اس کے بیٹے نے اسے اس کے متعلق بتا رکھا تھا تو ان کا سارا کام بگڑ سکتا تھا اس لیے وہ لحظے بھر کو گڑبڑا سا گیا تھا۔

"آپ جانتی ہیں ان کو مس ژالے؟ "احمد انور نے صورتحال سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے اس آکورڈ سی خاموشی کو توڑا۔

"جی بالکل، میں نے اکثر ان کو فیس بک پہ خبروں کی زینت بنے دیکھا ہے اور میں ان کی بہت بڑی فین ہوں۔ "ہمیشہ کی طرح کھل کے اپنے جذبات کا اظہار کرتی وہ ان دونوں کو پرسکون کر گئی تھی۔

"ارے واہ پھر تو یہ خوشی کی بات ہے کہ آپ اپنے پسندیدہ لیڈر سے مل رہی ہیں۔ "احمد انور نے اس انکشاف پہ خوشی کا اظہار کیا تو وہ مسکراتی ہوئی ان کے اشارے پہ سامنے پڑی کرسی پہ بیٹھ گئی۔

"سر آپ یہاں کیسے اور ایسے بنا سیکیورٹی کے؟ "وہ نواز عالم سے مخاطب ہوئی۔

"دوستوں سے ملنا ہو تو پھر پروٹوکول سے چھٹکارا پانا چاہیے نا تاکہ کوئی ڈسٹرب نہ کرے۔" وہ اپنے مخصوص بارعب اور پراثر لہجے میں گویا ہوا۔

اور یہی اس کا اصل ہتھیار تھا وہ اس عمر میں بھی اپنی خوبصورتی اور شخصیت کے چارم کو کیش کرواتا تھا تبھی وہ دنیا اس کی دیوانی بنی پھرتی تھی۔

"یہ ہمارے آفس کی بہت اچھی ورکر ہیں ژالے میر عالم۔" احمد انور نے جان بوجھ کے اس کے نام کے

ساتھ وہی سر نیم جوڑا جو نکاح کے بعد اس کی فائلز پہ لکھا گیا تھا۔

اس کے سر نیم پہ مصنوعی چونکنے کی اداکاری کرتے نواز عالم مکمل اس کی جانب مڑے۔

"اچھا تو آپ شیر افگن عالم کی فیانسی ہیں جس سے کچھ دنوں بعد اس کی شادی ہے؟لیکن اس کا نام تو عنیہ شیرازی نہیں؟ "اسے ان کی بات پہ ہرگز حیرانگی نہ ہوئی کہ وہ افگن کو کیسے جانتے تھے؟

انٹرنیشنل کمپنیز کے مالک شیر افگن عالم کو یہاں ہر کوئی جانتا تھا اور ان دنوں گردش ہونے والی خبروں کے باعث اس کی فیانسی عنیہ شیرازی کو بھی۔

"نہیں، میں ان کی منکوحہ ہوں ژالے میر۔" اس نے آہستہ سے ان کی بات کی تصحیح کی۔

وہ ہرگز بھی کسی کے سامنے یوں اپنی ذات کے پنّے نہ کھولتی جو اس کے لیے نواز عالم غریبوں کا مسیحا نہ ہوتا۔

اس کی بات پہ احمد انور کال آنے کا بہانہ کرتا اپنی جگہ سے اٹھا۔

"ژالے آپ نواز صاحب کو چائے بنا کے دو، میں پانچ منٹ میں یہ ضروری کال سن کے جوائن کرتا ہوں۔" اس نے ملازم کے ابھی چائے رکھ کے جانے پہ ژالے کو کہا اور خود آفس کے ساتھ منسلک کمرے میں چلا گیا۔

"ژالے بچے "!نواز عالم گلا کھنکھارتے ہوئے اسے متوجہ کرنے لگا جو اس کے اندازِ تخاطب پہ مزید ریلیکس ہو گئی تھی۔

"ابھی میں نے سنا کہ تم نے کہا کہ عنیہ شیرازی شیرافگن کی بیوی ہے لیکن نکاح میں تم ہو تو کیا وہ شخص تم کو دھوکہ دے رہا ہے؟ "نواز عالم نے بہت طریقے سے دانہ پھینکا تھا۔

اور اس دانے کو چکتی ژالے میر اس شخص کو ساری

بات بتاتی اس سے ویسے ہی مدد مانگنے لگی جس کا

دعوی وہ کیمرے کے سامنے کیا کرتا تھا۔

"تم پریشان نہیں ہو جیسا تم کہہ رہی ہو ویسا ہی ہو

گا بس تم وقت کی پابندی کا خیال رکھنا۔" مچھلی تو بنا

کانٹے کے خود ہی جال میں پھنس رہی تھی۔

پیسے اور اقتدار کے لالچ میں ڈوبا نواز عالم جس نے برسوں پہلے اپنی بیوی کا سودا کرنا چاہا اس نے اسی لالچ میں ڈوبے اپنے بیٹے کو استعمال کرنا چاہا۔

اور وہ جو سودا برسوں پہلے کیا گیا تھا اسی سودے کو پورا کرنے کے لیے اپنی بیٹی کے پیچھے پڑا رہا اور پھر جب وہ منظر سے ہٹی تو اب پکے ہوئے پھل کی مانند اس کی نام نہاد بہو اس سودے کو پورا کرنے کے لیے اس کے پاس آگئی تھی۔

اسے اپنی سابقہ بیوی اور بیٹی کو اس سب میں انوالو کرنے سے بہت بہتر اپنی بے یارو مددگار یتیم بہو کو انوالو کرنا لگا تھا۔

یتیم خانے میں پلنے بڑھنے والی ژالے میر جس کی زندگی کا محور منتشا اور مسز جوزف)یتیم خانے میں رہنے والی عورتیں (ہیں وہ اس کا کیا بگاڑ لیں گی اور سب سے بڑی بات اس کے پاس جینے کے لیے چند ہی دن بچے تھے اور اسی لیے وہ ان کے لیے بہت آسان شکار ثابت ہونے والی تھی۔

آفس سے بہت خوشی نکلنے والی ژالے میر نہیں جانتی تھی کہ شیر افگن عالم کی پراسرار شخصیت سے جان چھڑوانے کے لیے وہ اپنی عزت کے ساتھ ساتھ جان کا سودا بھی کر آئی ہے۔

اس کی گاڑی رینگتی ہوئی پورٹیکو میں رکی تو مستعد ڈرائیور نے فورا گاڑی سے اترتے ہوئے اس کی

جانب کا دروازہ کھولا تو وہ بڑی شان سے اپنے مضبوط قدم جماتا باہر نکلا اور ایک نظر ارد گرد کھڑے چاک و چوبند گارڈز پہ نظر ڈالی اور خود اطمینان سے چلتا ہوا اندر کی جانب بڑھنے لگا۔

اندرونی دروازے کے پاس کھڑے گارڈ نے جو اسے دیکھا تو اس سے پچھلی دفعہ ہونے والی ٹھکائی یاد آئی تو فوراسے بیشتر دروازہ اس کے لیے کھول دیا۔

"آج تو بن بلائے ہی باپ سے ملنے چلے آئے۔"

نواز عالم کی سٹڈی میں جیسے ہی وہ بولا اسے دیکھتے ہی وہ طنزیہ انداز میں بولتا ہاتھ میں پکڑے سگریٹ کا گہرا کش لینے لگا۔

"کیا کروں حرکتیں ہی اس قدر گھٹیا کر رہے ہو آپ کہ مجھے یہ قدم اٹھانا ہی پڑا۔" اس کے ٹھنڈے ٹھار لہجے پہ وہ ٹھٹھکا۔

"کیا اسے پتہ چل گیا ہے؟" اس نے بے اختیار سوچا۔

"یونیورسٹیز اور کالجز میں منشیات پہنچانے والے خفیہ اداروں کو آپ نے اجازت دی ہے؟" اس کے سامنے پڑے میز پہ دونوں ہاتھ جمائے وہ اس کی جانب قدرے جھکتے ہوئے بولا تو اس نے خباثت بھری مسکان ہونٹوں پہ سجاتے ہوئے اسے دیکھا۔

"پیسے کے لیے سب کرنا پڑتا ہے جیسے تم کرپشن کرتے ہو۔ "اس نے اس پہ وار کرنا چاہا۔

"اور جیسے مجھ پہ کرپشن کا ٹیگ لگانے والے آپ نہیں ہیں۔ "اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ سلگنے لگی تھیں۔

"تمہارے سر نیم کا تمہیں کچھ تو انعام ملنا چاہیے ویسے بھی تم ان منشیات پہ توجہ دینے کی بجائے اپنے

گھر کی عورتوں پہ توجہ دو کیوں بہن کی طرح بیوی سے بھی محروم ہونا چاہتے ہو؟ "چونکہ وہ زرشالے کی واپسی سے واقف نہیں تھا اس لیے کمینگی سے کہتا اس کے سینے میں لگی آگ کو مزید دہکتے ہوئے انگاروں کی نذر کر گیا۔

اور اسی آگ کے ہاتھوں جھلستے ہوئے اس نے مشتعل انداز میں ہاتھ مارتے ہوئے اس کی میز سے ساری چیزیں نیچے گرا دیں۔

"میری بہن یا بیوی کا نام آج کے بعد اس گھٹیا انداز سے لینے کی کوشش کی تو میں فراموش کر دوں گا کہ میری رگوں میں آپ کا گھٹیا خون ہے اور ہاں۔۔۔۔ "غضبناکی سے اسے وارن کرتے ہوئے وہ رکا تو اس کے ایسے جارحانہ ردعمل پہ ششدر بیٹھے نواز عالم نے توجہ سے اس کا بپھرا ہوا انداز ملاحظہ کیا۔

"جس بالاج مصطفیٰ کو آپ نے کچھ سال قبل جان سے مروانے کی ناکام کوشش کی ہے نا وہ آپ کا داماد ہے اس لیے اب سوچ سمجھ کے کوئی گھٹیا کاروائی کرنا کیونکہ آپ کے جاری کردہ آرڈرز کے تحت پہنچنے والا منشیات کا ٹرک اس نے پکڑ لیا ہے۔"

وہ کاٹ دار لہجے میں کہتا اس کے سر پہ یکے بعد دیگرے وہ کئی بم گراتا اس کا سفید پڑتا چہرہ دیکھتا مڑا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکل گیا۔

"تو کیا وہ آفیسر زندہ ہے اور زرشالے؟"

"زرشالے کو میری قید سے آزاد کروانے والا کون تھا؟ "

بہت سے سوال اس کے دماغ میں سر اٹھانے لگے تھے اسے یکایک یہ کیوں گمان ہونے لگا تھا کہ جس بیٹے کو اپنے جیسا بنانے کے لیے وہ ضد میں حدیقہ بیگم اور فرحان عالم کو تڑپانے کے لیے اپنے پاس

بلایا کرتا تھا وہی بیٹا اس کی رفتہ رفتہ جڑیں کاٹ رہا

ہے۔

اس کا سائیں سائیں کرتا دماغ اس قدر عجیب سے

گرداب میں الجھا ہوا تھا۔

وہ تذبذب کے عالم میں اپنی انگلیاں چٹخاتی ہوئی بند دروازے کے سامنے کھڑی تھی۔

ایک گھنٹہ قبل اسے ثمینہ بیگم کی کال آئی تھی کہ اسے ان کے ساتھ شاپنگ پہ جانا ہے لیکن اس سے پہلے کچھ کام ہے تو وہ صائم کو بھیجتی ہیں اس کے ساتھ آ جاو۔ پہلے تو اس نے سنتے ہی انکار کر دیا لیکن پھر جب انہوں نے یقین دلایا کہ بالاج گھر پہ نہیں ہے تو وہ طوہاً کرہاً آنے پہ تیار ہو گئی لیکن انہیں

صائم کو بھیجنے سے منع کر دیا اور اپنے ڈرائیور کے ساتھ چلی آئی۔

مگر اب آ تو گئی تھی لیکن اندر جانے کی ہمت نہیں کر پا رہی تھی۔

وہ ابھی دروازہ کھولنے کا سوچ ہی رہی تھی کہ دروازہ ایک دم سے کھلا تو وہ ڈر کے ایک قدم پیچھے ہٹی۔

"ارے بھابھی آپ، آیئے نا اندر۔باہر کیوں کھڑی ہیں ایسے؟ "دروازہ کھولنے والا ارحم اسے سامنے دیکھ کے گرم جوشی سے بولا اور اسے ساتھ لیے اندر کی جانب بڑھا۔

حسبِ توقع بہت ہی گرمجوشی اور محبت سے اس کو ویلکم کیا گیا اور وہ بھی بالاج کی غیرموجودگی محسوس کر کے ان سے گھل مل گئی تھی۔

"بھابھی آپ کوکنگ کر لیتی ہیں؟" اچانک باتوں کے دوران صائم نے استفسار کیا تو وہ چونکی۔

"میں نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ باہر گزارا ہے اور وہاں کے لوگ اپنا کام خود کرنے کے عادی ہوتے ہیں اس لیے میں سارے کام کر لیتی ہوں۔" وہ اپنے مخصوص نرم لہجے میں بولتی اسے خوش کر گئی۔

"واہ گریٹ بھابھی، قسم سے دل خوش کر دیا چلیں آیئے پھر اسی خوشی میں کیک بیک کرتے ہیں۔ "وہ چہکتے لہجے میں کہتا اس کا ہاتھ تھام کے اٹھا اور ارحم اور ثمینہ بیگم کو بھی ساتھ آنے کا اشارہ کرتا کچن میں چلا گیا۔

اور پھر کچن میں وہ طوفان مچا کہ الامان۔وہ آئے تو کچن میں اس کی ہیلپ کروانے تھے لیکن اس وقت کچن کی حالت اس قدر بگڑی ہوئی تھی کہ کوئی مان

ہی نہیں سکتا تھا کہ یہاں صرف کیک بیک کیا گیا ہے۔

"آج میں نے ایک چیز پلو سے باندھ لی ہے کہ کچن میں کام کرتے ہوئے آپ دونوں کی ہیلپ ہر گز نہیں لینی چاہیے۔ "وہ ان کی جانب مڑتی قدرے نالاں لہجے میں بولی تو اسی لمحے اسے باہر ایک مانوس سی آواز سنائی دی تو کندھے جیسے ڈھے سے گئے اور اعصاب پہ جیسے منوں برف آن گری تھی۔

"ماما "!بالاج کی بارعب آواز اس دفعہ قدرے اونچی تھی۔

"ہمیں اندازہ تھا کہ آپ شیف کی میرا مطلب ہے کہ کیک کی خوشبو سونگھتے ہوئے ضرور گھر کی جانب آئیں گے۔ "کچن سے آنے والی آوازوں کے سبب جیسے ہی بالاج کچن کی دہلیز پہ پہنچا اسے دیکھ کے ارحم کی چونچالی عروج پہ پہنچ گئی جبکہ اپنا رخ مکمل

کوکنگ رینج کی جانب موڑے زرشالے اس کی شرارت پہ سختی سے سلیب پہ ہاتھ جماتی خود کو ضبط کے درس دینے لگی۔

"میری شعبہ مجھے مجبور کرتا ہے کہ میں خوشبوؤں کے سراغ لگا کے فورا عمل کروں۔" اس کی سنہرے کیچر میں جکڑے بالوں سے ڈھکی پشت کو گہری نگاہوں سے دیکھتا وہ اس کی شرارت کا جواب دینے لگا تو اس کے لفظوں سے زرشالے کا دھیان ایک

دفعہ پھر سے اس 'پسٹل' کی طرف گیا تو دل میں جیسے دھواں سا اٹھنے لگا۔

"خیریت بیٹا، آپ اس طرح اچانک؟ کوئی کام تھا کیا؟ "ان کی شرارت پہ مسکراتی ثمینہ بیگم نے اسے بے وقت گھر دیکھا تو دھیان آنے پہ پوچھنے لگیں۔

"جی، مجھے ڈیڈ کے کمرے سے کچھ فائلز چاہیے جو پرسوں آپ کو دی تھیں۔ "مصطفی صاحب چونکہ

ایک وکیل تھے اور بہت خفیہ طریقے سے نواز عالم اور احمد انور کے خلاف ثبوت جمع کر رہے تھے اس لیے بالاج کے کام میں وہ ایک بہترین معاون ثابت ہو رہے تھے۔

"آپ بیٹھو، میں لے کے آتی ہوں۔ "انہوں نے ایک نامحسوس اشارہ اپنے دوسرے دونوں بیٹوں کو کرتے ہوئے کہا اور کچن سے نکل گئیں۔

"بھابھی آپ کیک ریڈی کر کے ادھر رکھیں، میں باقی چیزیں بھی یہاں لا کے رکھتا ہوں۔پھر ہم چھوٹی سی پارٹی کریں گے اور پھر شاپنگ پہ جائیں گے۔"

صائم ثمینہ بیگم کے نکلتے ہی جلدی جلدی سے کہتا ارحم کو بھی ساتھ لیے کچن سے نکلتے ہوئے بالاج کو آنکھ مارتا گیا تو اس کی شرارت پہ بالاج نے مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے اس کی پشت کو دیکھا جس نے اس کے آنے کے بعد ایک دفعہ بھی مڑ

کے نہیں دیکھا اور نہ منہ سے ایک لفظ بھی نکالا تھا۔

"ارحم! آپ پلیز یہ ٹیبل پہ پلیٹس رکھیں، میں تب تک یہ سلیب صاف کر لوں۔" اسے یہی تھا کہ ارحم کچن میں ہے اور بالاج سمیت باقی دونوں گئے تھے اس لیے اس نے بغیر مڑے کہا کہ کچن کا سارا کام ثمینہ بیگم خود کرتی تھیں اس لیے کچن میں کوئی ملازمہ نہیں تھی۔

"کیسی ہیں؟ "عقب میں گونجنے والی غیر متوقع بھاری آواز پہ اس کے سلیب پہ حرکت کرنے والے ہاتھ فوراً تھمے۔

بھاری مضبوط قدموں کی آہٹ جب اپنی طرف آتی محسوس ہوئی تو زرشالے کا دل چاہا کہ وہ کہیں بھاگ جائے۔

اس سے پہلے کہ وہ اس ارادے پہ عمل کرتی اس نے دیکھا کہ اس کے مضبوط ہاتھ اس کے اردگرد سلیب پہ آ ٹکے تھے اور ایک سرسراتا ہوا لمس اس کے بالوں میں جاگ اٹھا تھا۔

"میں نے اس خوشبو کو بہت مس کیا ہے۔ "اس کے بالوں کی مہک خود میں اتارتے ہوئے وہ خمار آلود لہجے میں بولتا اس کے پورے وجود کو شرم و حیا سے جھنجھنانے پہ مجبور کر گیا۔

"اس قدر ظالم کیوں بنی ہیں کہ چہرہ بھی چھپانے پہ تلی ہیں۔ "اس کے بالوں کو چھوتے اس کے لب اس کے بائیں کان پہ آ کے ٹھہرے تو اس کا ضبط ایک چھناکے کی مانند ٹوٹا تھا۔

دھونکنی کی مانند چلتی سانسوں کے ساتھ اس نے بنا اس کی جانب دیکھے بمشکل اس کے حصار میں مڑتے ہوئے اسے پوری قوت کے ساتھ پرے دھکیلا تو وہ جو اس کے مہکتے وجود کے سحر میں بہک رہا تھا اس

کی اس حرکت پہ حیرانگی سے اسے دیکھنے لگا جو سرخ چہرے اور بھنچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ اسے ہی تک رہی تھی۔

"آپ مجھے یوں پریشان نہیں کر سکتے نا ہمارے بیچ ایسا کوئی تعلق ہے۔" وہ بھنچے بھنچے انداز میں بولتی اس کے دل کو پریشان کر گئی۔

"زرشالے پلیز، آپ ایسا نہیں کہہ سکتیں۔ "اس نے بے اختیار اسے ٹوکا تو زرشالے نے گلابی ہوتی آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھا۔

"کیوں سب کچھ کرنے کا حق صرف آپ کے پاس ہی ہے؟ "اس کے کاٹ دار لہجے پہ بالاج نے اسے دیکھا جو اسے خود سے بہت دور دکھائی دے رہی تھی۔

"زرشالے بعض دفعہ چیزیں اتنی پیچیدہ یا بری نہیں ہوتیں جتنے برے اور کرسڈ طریقے سے وہ ہمارے سامنے آتی ہیں۔" اس کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے اس نے رسانیت سے اسے سمجھانا چاہا۔

"چیزیں کتنی ہی پیچیدہ کیوں نہ ہوں لیکن ایک شوہر کا اپنی بیوی کو ایک گینگسٹر کے روپ میں ہراس کرنا کسی جگہ پہ نہیں لکھا ہے، آپ کو اندازہ ہے کہ آپ نے کیا کیا ہے؟ آپ کے لیے صرف آپ کے

لیے میں ایک اجنبی۔۔۔۔" وہ نم لہجے میں بول رہی جب اس لفظ پہ بالاج نے اسے ٹوکا۔

"میں آپ کے لیے اجنبی نہی۔۔۔" وہ بول رہا تھا جب وہ قدرے بلند آواز میں بولی۔

"اجنبی تھا وہ شخص میرے لیے، جو چہرے کو رومال میں چھپائے میرے جذبات کا میرے احساسات کا مزہ لیتا میرا مذاق بنا رہا تھا، میرے لیے میرا شوہر

اجنبی نہیں تھا جسے یاد کرتے ہوئے میں اس اجنبی کی بانہوں میں بھی گری ہوں۔ سمجھ سکتے ہیں اس لمحے کی اذیت کو جو مجھے ادراک ہونے پہ ہوئی تھی کہ میں کیسے کمزور پڑ گئی؟ "وہ بولتے بولتے ایک دم سے پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی تو وہ پریشانی اور اضطراب سے فورا آگے بڑھا اور اس کے بلکتے وجود کو اپنے بازوؤں میں سمیٹ گیا۔

"آئم سوری زرشالے، آئم سوری۔ "اس کی اذیت اس کی باتیں اس کے دل میں گہرے کچوکے لگا رہی تھیں۔

"چھوڑیں مجھے۔ "اپنی جذباتیت کا احساس ہوتے ہی اس نے اس کے بازوؤں سے نکلنا چاہا لیکن وہ اس کے گرد اپنی گرفت مضبوط کیے وہ اس کے بھیگے چہرے پہ جھکا اور بہت آہستگی سے اس کے چہرے پہ بکھرے آنسو سمیٹنے لگا۔

جبکہ اس کی بانہوں میں ششدر کھڑی زرشالے
جیسے کاٹے تو لہو نہیں کے مصداق اس کے سلگتے
لمس کو محسوس کر کے تھراہ اٹھی تھی۔

"میں مانتا ہوں کہ جو ہو چکا ہے وہ نا قابلِ معافی ہے
نا قابلِ تلافی لیکن پلیز یہ جو رشتہ ہے ہمارے بیچ
اسے ختم کرنے کی بات مت کریں کیونکہ میں آپ
کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ "اس کی تپتی پیشانی پہ ماتھا

ٹکائے وہ بھاری لہجے میں بولتا اسے اپنے ساتھ باندھنے کو سحر پھونک رہا تھا۔

"پیارے بھیا! پورے بیس منٹس سے آپ کے باہر آنے کا انتظار کرنے کے بعد کچن میں قدم رکھا ہے لیکن خدا کے لیے میں اس منظر کو دیکھ نہیں سکتا اور نہ واپس مڑ سکتا ہوں۔" کھانے پینے کی بہت سی چیزوں کے پیکٹس ہاتھ میں پکڑے اپنی آنکھیں موندے کچن کی چوکھٹ پہ کھڑا صائم اچانک وارد

ہوتا تیز لہجے میں بولا تو زرشالے نے ایک جھٹکے
سے اسے پرے دھکیلا اور فورا سے بیشتر سنک کی
طرف مڑی اور اپنا تپتا ہوا چہرہ دھونے لگی۔

جبکہ اس ان چاہی آمد پہ ایک گھوری صائم پہ ڈالتے
ہوئے اس نے ایک نظر اس پہ ڈالی جو مسلسل منہ
پہ پانی کے چھپاکے مار رہی تھی۔

"یہ منہ اٹھا کے ہر جگہ چلے آنے کی عادت پہ قابو
پاو۔ "صائم کو لتاڑ کے وہ کچن سے باہر نکلنے لگا کہ
اسے واپس جانا تھا مگر وہ زرشالے کو دیکھ کے واقعی
سب کچھ بھول بیٹھا تھا۔

"حد ہے مطلب کہ اپنے ہی گھر میں اپنے ہی کچن
میں آنے سے قبل میں اجازت لوں اور آپ یہ
اپنے بنا موقع کے رومینس کے بارے میں کیا کہنا
چاہیں گے؟ "وہ آنکھیں گول گول گھماتا جس انداز

میں بولا بالاج ناچاہتے ہوئے بھی جھینپ کے رہ گیا جبکہ زرشالے کے گال ایک دفعہ پھر تمتمانے لگے۔

"ایڈیٹ "!اس کی لافشانیوں کو نظرانداز کرتا وہ سر جھٹک کے باہر نکل گیا تو صائم اس اندازِ بے نیازی پہ سر دھنتا شرافت سے میز پہ چیزیں رکھنے لگا کہ اس وقت' بھابھی 'کو چھیڑنا مناسب نہیں تھا۔

۔،۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

بیگ میں چیزیں رکھتے اس کے ہاتھ ایک جھٹکے سے دروازہ کھلنے کی آواز پہ ٹھٹھکے۔اس نے فورا خوفزدہ انداز میں دروازے کی سمت دیکھا تو وہاں کھڑی منتشا کو دیکھ کے اس کا دل چاہا اس دروازے پہ اس کی گردن دے کے مروڑ دے۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟ ایسے کون آتا ہے؟ لے دے کے جان نکال دی میری، مجھے لگا افگن سر آ گئے ہیں۔"وہ خوف کے مارے دھک دھک کرتے دل

کے ساتھ اسے کہتی واپس اپنے بیگ کی طرف متوجہ ہو چکی تھی۔

"نیچے تمہیں پک کرنے کے لیے افگن بھائی ہی آئے ہیں۔ "منتشا کے گھبرائے لہجے میں دی گئی اطلاع پہ اس کے ہاتھ سے اپنے سوٹ چھوٹ کے نیچے جا گرا۔

"وہ کیوں لینے آئے ہیں اور وہ کیسے مجھے آفس چھوڑ سکتے ہیں؟ "وہ سٹپٹائے ہوئے انداز میں بولی تو منتشا اس کے نزدیک بیڈ پہ جا بیٹھی۔

"ابھی تم لوگ ہزبینڈ وائف ہو اور یہ بات پوری دنیا جانتی ہے اس لیے وہ تمہیں کہیں بھی لے جا سکتے ہیں۔ "منتشا کے جتاتے لہجے پہ وہ سر تھام کے اس کے ساتھ بیڈ پہ بیٹھ گئی۔

"میں ان کے ہوتے ہوئے یہ بیگ کیسے لے کے جا سکتی ہوں؟ "وہ اس لمحے واقعی پریشان ہو چکی تھی۔

"ابھی ایسا کرو کہ اپنے ہینڈ بیگ میں ضروری چیزیں رکھ لو پھر جب سب کچھ نارمل ہوا تو باقی سامان لے جانا ویسے بھی تم نے کہا تھا نا کہ افگن جیسا امیر شخص کب تک تمہارے پیچھے خوار ہو گا۔ "مسز جوزف جو اس کے ساتھ کام کروا رہی تھیں انہوں

نے سنجیدگی سے مشورہ دیا جو کچھ کچھ اس کے دل کو لگا تو اس نے فورا اپنے قدرے بڑے سے بیگ میں ڈاکیومینٹس رکھے اور اپنی کچھ سیونگز رکھنے کے بعد جب وہ کپڑے چینج کرنے کے لیے اٹھی تو منتشا نے اسے پکارا۔

"ژالے! تم افگن بھائی سے ڈائیورس کیسے لو گی؟"

منتشا کے سوال پہ نجانے اس کے پیر کہاں جا اٹکے کہ وہ ایک دم سے لڑکھڑا گئی۔

"ڈائیورس؟ "اس سے اس کا مطالبہ کرنے کے بعد اپنے ارادے پہ عمل پذیر ہوتے ہوئے اس نے اس لفظ کے متعلق تو کبھی سوچا نہیں تھا۔

مگر یہ اس لفظ پہ اس کی سانسیں کیوں اٹکنے لگی تھیں جیسے کہ سب کچھ چھین لینے کی بات کی گئی ہو۔

"ہاں ڈائیورس۔اب تم ساری زندگی اس طوق کو تو گلے میں لٹکا کے نہیں بیٹھ سکتی۔ "منتشا حقیقت پسندی کا مظاہرہ کرتی بولی تو اس کے حلق میں بہت کچھ اٹکنے لگا تھا۔

"ہاں وہ۔۔وہ بھی جلد ہی لے لوں گی۔ "بمشکل اسے جواب دیتے ہوئے اس نے کرسی پہ پڑے کپڑے اٹھانے چاہے تو آنکھوں میں نجانے کیوں مرچیں سی چبھنے لگیں۔

لیکن وہ زور زور سے پلکیں جھپکتی کپڑے لے کے چینج کرنے واسطے چل دی۔

جبکہ وہ دونوں خاموشی سے اسے دیکھتی رہ گئیں۔

اور پھر جب دس منٹ بعد وہ مکمل تیار ہوتی ان کے سامنے آ کے رکی تو ان تینوں کے ضبط کا پارہ چھوٹ گیا اور پھر اس چھوٹے سے کمرے میں ان تینوں کی سسکیاں اور ہچکیاں گونجنے لگیں۔

ان تینوں کا ساتھ اتنے سالوں کا تھا اور انہوں نے
کبھی نہیں سوچا تھا کہ اس طرح سے وہ ایک
دوسرے سے جدا ہوں گی۔

"م۔۔میں نہیں جانتی کہ میری زندگی مجھے مہلت
دیتی ہے یا نہیں لیکن دعا کرنا کہ میں جانے سے پہلے
تم لوگوں کے پاس ہوں۔ "وہ ہچکیوں کے ساتھ
روتی کرب آمیز لہجے میں بولی تو منتشا نے اسے
شدت سے اپنی بانہوں میں بھینچا۔

ٹانگ پہ ٹانگ چڑھائے وہ ہاسٹل کے وزیٹنگ ایریے میں بیٹھا بہت ضبط سے اس کا انتظار کر رہا تھا جب اس کا موبائل رنگ ہوا۔

اس نے بیزاری سے موبائل کوٹ کی جیب سے نکال کے نمبر دیکھا تو پیشانی شکنوں سے اٹ گئی۔

"السلام علیکم! شیر افگن عالم اسپیکنگ۔ "اس کی بھاری آواز گونجی تو دوسری جانب غنیہ سرشاری سے مسکرا دی۔

"وعلیکم السلام! کیسے ہو افگن؟ "اس کی مسکراتی ہوئی نرم آواز گونجی۔

"الحمد اللہ !خیریت؟ "اس نے ایک نظر کلائی میں بندھی بیش قیمت گھڑی پہ ڈالی۔

"ہاں میں آج برائیڈل ڈریس سلیکٹ کرنے جا رہی ہوں تم بھی چلو نا میرے ساتھ۔ "اس نے اٹھلاتے ہوئے بہت ناز سے فرمائش کی تو وجیہہ چہرے کی گھمبیرتا بڑھنے لگی۔

"اوکے، ایک گھنٹے تک پک کر لوں گا۔ "سامنے سے آتی ژالے کو دیکھ کے اس نے مختصر انداز میں کہتے ہوئے کال بند کی اور اس کی طرف متوجہ ہوا۔

جو سیاہ ٹراوزر کے ساتھ سکن کلر کی شارٹ لوز سی شرٹ پہنے اپنے نیو کٹ کروائے گئے بالوں کو عادتاً اسکارف میں باندھے سیاہ سینڈل پیروں میں پہنے اس کی جانب آ رہی تھی۔

اس نے سر تا پا اسے گہری نگاہوں سے دیکھا تو نگاہ اس کی متورم آنکھوں پہ جا ٹکی جنہیں دیکھ کے یوں لگتا تھا وہ بہت ڈھیر سارا روئی تھی۔

اس کی متورم سوجی آنکھوں سے ہوتی نظر اس کے کندھوں پہ پڑی سیاہ چادر پہ پڑی تو نگاہوں میں الجھن سی تیری کیونکہ اس نے اسے کبھی بھی ان بڑی چادروں یا دوپٹوں میں نہیں دیکھا تھا۔

"چلیں۔ "چادر سے واپس نگاہ اس کی سوجی آنکھوں میں گئی لیکن بنا کچھ پوچھے اس نے اسے چلنے کا اشارہ کیا تو اس کو تیار دیکھ کے فرہاد نے پھرتی سے اس کی گاڑی کا دروازہ کھولا تو وہ ڈرائیونگ سیٹ پہ جبکہ وہ فرنٹ سیٹ پہ بیٹھ گئی۔

ان کے بیٹھنے کے بعد فرہاد خود ان کی گاڑی سے آگے کھڑی اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔

"میں ہاسٹل سے نکل چکی ہوں سر۔" گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اس نے چپکے سے ایک میسج ایک رحمدل اور غریبوں کے مسیحا کے اسسٹنٹ کے نمبر پہ سینڈ کیا۔

اپنے ادھورے خوابوں کی تکمیل، اپنی زندگی کے بتدریج کم ہوتے دنوں کے خوف، کسی کی سیکنڈ چوائس بننے کے خوف، کسی کے خود کی زندگی کے ساتھ کھیلنے کے خوف سے ہمکنار ژالے میر یہ نہ

جان سکی کہ یہ سیاسی لیڈر کب کسی کو نمبر دینے لگے تھے اور کب یوں عام شہریوں کے لیے ایسی مدد کو تیار ہوئے تھے۔

مگر ایک ہاسٹل میں پلنے والی لڑکی جس نے سکالرشپ پہ تعلیم حاصل کی اور خود پہ بہادری کا خول چڑھائے رکھا جس کی دنیا ہاسٹل، سکول کالجز اور ایک دو جگہوں کی جاب کے تجربے تک ہی محدود تھی، جس نے نواز عالم کو بس کسی کے کہنے پہ سوشل میڈیا پہ

اس حد تک فالو کیا کہ اس کی تقاریر سن لیں کہ سوشل میڈیا کے متعلق بھی زیادہ آگہی نہ تھی وہ اس شخص کے جال میں پھنس چکی تھی۔

"روئی کیوں ہو؟ "گاڑی بہت سبک روی سے سڑک پہ رینگ رہی تھی جب افگن کی بھاری آواز نے گاڑی کی خاموشی کو توڑا تو اس کے سوال پہ ژالے کی آنکھیں پھر سے بھیگنے لگی تھیں۔

"کسی نے کچھ کہا ہے؟ آفس میں کوئی مسئلہ ہے کیا؟ "اس کی آنکھوں میں ابھرنے والی نمی کو دیکھ کے اس نے لہجے کے تفکر کو چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے استفسار کیا تو اس کی آنکھوں سے بھل بھل آنسو بہنے لگے۔

"اوہ گاڈ! ایسے روتی ہوئی لڑکیوں کو چپ کیسے کروایا جاتا ہے؟ "اس کے تیزی سے بہتے آنسوؤں کو دیکھتا وہ اس وقت واقعی پریشان ہوا تھا۔

اس نے فورا گاڑی سڑک کنارے روکی اور فرہاد کو اوکے کا سائن دے کے کان سے بلیو ٹوتھ نکال کے ڈیش بورڈ پہ رکھا اور خود اس کی جانب متوجہ ہوا جو ہاتھوں میں چہرہ چھپائے ہچکیوں کے ساتھ رو رہی تھی۔

"ژالے ادھر دیکھو، کسی نے کچھ کہا ہے؟ "اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھامتے ہوئے اس نے نرمی سے سوال کیا تو اس مقام پہ پہلی دفعہ اس کے لہجے کی نرمی پہ اس کا دل چاہا وہ دھاڑیں مار مار کے روئے۔

"آفس میں کسی نے کچھ کہا ہے؟ "اس نے ایک نظر اس کی چادر کو دیکھا تو دل میں عجیب سے

اندیشے سر اٹھانے لگے تھے۔اگرچہ وہ ہر طرح سے اس کی حفاظت کر رہا تھا لیکن کچھ ہوا تھا کیا؟

اس کے سوال پہ ژالے نے بمشکل نفی میں سر ہلایا تو افگن کے چہرے پہ تفکر کا گہرا جال بننے لگا۔

"مجھے اپنے پیرنٹس یاد آ رہے ہیں۔ "اس نے آنکھ کھولتے ہی خود کو یتیم خانے میں پایا تھا۔وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کے والدین کون ہیں یا وہ کسی جائز

رشتے کی نشانی ہے یا ناجائز کی مگر اس نے بچپن کی دہلیز پار کرنے کے بعد انہیں کبھی یاد نہیں کیا تھا مگر آج جانے کیسے اس کے ہونٹوں سے یہ الفاظ نکل گئے تھے۔

شاید اس لیے کہ اس کے موبائل پہ ابھی کچھ دیر پہلے حدیقہ بیگم کا میسج آیا تھا کہ آج آفس سے ضرور ریزائن کر آئے آج ان کی مایوں ہے۔

انہوں نے اسے جلدی گھر آنے کو بھی کہا تھا کہ وہ سامان لے کے ہاسٹل جائیں گی۔حدیقہ بیگم نے ہر فنکشن پہ ایک ساس کی طرح مسز جوزف کے ساتھ آ کے ڈسکس کی اور اس کا سامان پہنچاتی تھیں۔

انہوں نے بہت دفعہ کہا تھا کہ فلیٹ میں شفٹ ہو جاو لیکن ژالے اس بات پہ کبھی ایگری نہ ہوئی کیونکہ وہ اس رشتے کی حقیقت اور اس کے انجام سے واقف تھی۔

اور ابھی جب انہوں نے مایوں کا کہا تو اس کا دل جانے کیوں بھر گیا تھا۔یہ وقت ایک لڑکی کے لیے بہت نازک اور بہت سے احساسات کا حامل ہوتا ہے لیکن اس وقت اس کے پاس کوئی جذبہ اور نرم احساس نہیں تھا اور یہی چیز اسے تکلیف میں مبتلا کر رہی تھی۔

جبکہ اس کے جواب پہ ایک گہرا دکھ دل میں سرائیت ہوتا محسوس کر کے افگن نے اسے بازوؤں

میں سمیٹ کے اپنے سینے سے لگایا تو وہ جیسے ٹوٹ کے اس کی بانہوں میں بکھری تھی۔

"کاش تم واقعی ویسے ہوتے جیسا میں نے چاہا تھا تو میں تمہارے لیے جینے کی کوشش کرتی۔" وہ اس کے سینے سے لگی ہچکیوں کے ساتھ روتی جا رہی تھی جبکہ وہ اسے سینے میں سمیٹے بہت نرمی سے اس کے بال سہلا رہا تھا۔

"ژالے بس کرو۔ طبیعت خراب ہو جائے گی۔" جب اس کی ہچکیاں بندھنے لگیں تو افگن نے آہستگی سے اسے ٹوکا تو اس کی آواز سن کے اس کے سینے میں منہ دیے روتی ژالے کو جیسے کرنٹ لگا۔

وہ فورا ایک جھٹکے سے سیدھی ہوتی پرے ہوئی اور جلدی سے اپنی آنکھیں صاف کرتے ہوئے خجالت سے سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ اس کی سفید

شرٹ کو دیکھا جو اس کے آنسوؤں سے بھیگی ہوئی تھی۔

"آئم سوری سر، میں تھوڑی پریشان تھی تو بس پتہ نہیں چلا اور آپ کی شرٹ خراب کر دی۔" اس نے خجل سے لہجے میں ٹوٹی پھوٹی وضاحت دی اور اپنے چہرے کو چادر سے صاف کرنے لگی۔

"ڈزنٹ میٹر! تم مجھے ابھی نیو شرٹ دلوا دو۔ "خلافِ توقع جواب پہ اس نے شاکڈ انداز میں اسے دیکھا جو گاڑی سٹارٹ کر رہا تھا۔

"نہیں میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔ "اس نے جلدی سے انکار کیا کیونکہ وہ پہلے ہی اپنی جذباتیت میں وقت ضائع کر چکی تھی۔

"اٹس اوکے تم میرا کریڈٹ کارڈ استعمال کر سکتی ہو۔ "اس کے لہجے اور چہرے کی سنجیدگی قابلِ دید تھی۔

"آپ کا مطلب ہے کہ میں آپ کے کریڈٹ کارڈ سے آپ کو ایک شرٹ دلواوں کیونکہ آپ کی شرٹ مجھ سے خراب ہو گئی ہے۔ "اس نے لفظ ٹھہر ٹھہر کے ادا کیے تو گاڑی ڈرائیو کرتے افگن نے

ایک نظر اسے دیکھا جس کا چہرہ رونے کے بعد بہت پیارا لگ رہا تھا۔

اس کی نظریں اس کے متورم چہرے پہ بھٹکنے لگیں۔

"بالکل ادھار سمجھ کے کارڈ استعمال کر لو۔میں شادی کے بعد یہ ادھاد سود سمیت وصول کر لوں گا۔ "

اس کی جانب جھکتے ہوئے وہ ایک گستاخی کا مرتکب ٹھہرتا معنی خیز لہجے میں گویا ہوا تو ژالے نے تڑپ کے اس کی جانب دیکھا۔

جو اس کے چہرے کے نزدیک چہرہ کیے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"سامنے دیکھیں سر، مجھے ابھی فی الحال مرنا نہیں ہے۔" گاڑی کے تیز ہارن پہ وہ ہوش میں آتی سنجیدگی سے کہتی رخ مکمل کھڑکی کی جانب موڑ گئی تو افگن نے بھی سنبھلتے ہوئے توجہ ساری کی ساری ڈرائیونگ کی جانب مبذول کر لی۔

احمد سنز اینڈ کمپنیز کے گیٹ کے سامنے اترتے ہوئے اس نے ایک گہری اور قدرے حسرت بھری نظر اس کے خوبصورت چہرے پہ ڈالی جیسے شاید وہ آخری دفعہ دیکھ رہی تھی۔

"میں آپ کی زندگی سے جا رہی ہوں کیونکہ میں آزادی سے مرنا چاہتی ہوں لیکن شاید آپ کا نام خود سے جدا کرنے کا حوصلہ کبھی نہ کر سکوں۔ "

اپنے احساسات جنہیں وہ خود بھی سمجھ نہیں پا رہی

تھی جو شاید ان کے بیچ بنے رشتے کے باعث پنپ رہے تھے ان سے گھبراتی وہ پلکیں جھکاتی اس کی جانب سے رخ موڑتی بلڈنگ میں داخل ہو گئی۔

اور گاڑی کا واپس ٹرن لیتے شیر افگن عالم کو علم ہی نہ ہو سکا کہ اس کمپنی کے بیک ڈور سے ژالے میر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس کی پہنچ سے دور جا چکی تھی۔

اس شخص کی قید میں جس سے اس نے ہمیشہ اپنی ماں اور بہن سمیت بہت سی عورتوں کی حفاظت کی ہے لیکن۔۔۔۔

وہ اپنی بیوی کو اس کا شکار بننے سے نہ روک سکا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ عنیہ کو برائیڈل ڈریس دلوانے کے بعد آفس میں تھا جب حدیقہ بیگم نے اسے فورا گھر پہنچنے کے لیے

کال کی تو وہ تھکے تھکے انداز میں اٹھا اور گھر کی جانب

چل دیا۔

جہاں گزشتہ ایک مہینے میں اس نے بہت زیادہ چکر

لگائے تھے۔

وہ آدھ گھنٹے بعد جب گھر پہنچا تو ہال میں سبھی موجود

تھے لیکن ان سب کے چہروں پہ ناقابلِ فہم تاثرات

چھائے ہوئے تھے۔

"السلام علیکم "!اس نے سلام کرتے ہوئے صوفے پہ اپنی نشست سنبھالی۔

اس وقت مصطفی صاحب کی فیملی بھی ان کے گھر موجود تھی اور چونکہ مہندی کا فنکشن باقاعدہ کل تھا اس لیے سے مہمانوں کی آمد بھی متوقع تھی لیکن خود یہ حماد اور زرشالے ملازمین کے بچوں کو لے کے رات کو کچھ دیر ڈھولکی ضرور پیٹتے تھے۔

"ماما! میں نے آپ سے کہا بھی تھا کہ یہ مایوں ابٹن خالصتاً لڑکیوں کا فنکشن ہے تو اس کے لیے مجھے مت بلائیے گا لیکن آپ نے پھر بلا لیا۔" حدیقہ بیگم کے جواب پہ اس نے ایک نظر میز پہ بکھرے سامان کو دیکھا اور پھر قدرے اکتائے ہوئے لہجے میں گویا ہوا تو بالاج نے ایک محتاط نظر اس کے چہرے پہ ڈالی۔

"صبح ژالے بھابھی کو تم نے ہی آفس ڈراپ کیا تھا؟ "اس نے بہت سبھاو سے گفتگو کا آغاز کرنے کی کوشش کی۔

"ہاں۔ "اس نے مختصر جواب دیا اور حماد سے پانی پلانے کو کہا۔

"اس کے بعد ان سے رابطہ ہوا؟ "بالاج کے دوسرے سوال پہ اس کے ماتھے پہ بل پڑا۔

"ایکسکیوزمی نا تو تمہیں دوست بنانے سے پہلے اور نا بہنوئی بنانے سے پہلے میں نے کسی قسم کا کوئی کانٹریکٹ سائن نہیں کیا تھا کہ میں تمہیں اپنی بیوی کے ساتھ گزارے وقت کی ڈیٹیل دوں گا۔ "اس نے سپاٹ لہجے میں بنا کسی کا لحاظ کیے اسے دوٹوک جواب دیا تو اس ایٹیٹیوڈ کے بادشاہ پہ دو حرف لعنت کے بھیجتے ہوئے اس نے جھلا کے رخ بدلا۔

"شیر !ژالے ہاسٹل نہیں ہیں اور نا ہی آفس اس کا نمبر بھی آف ہے۔"فرحان صاحب نے سنجیدگی سے اسے اطلاع دی تو اس نے حماد کا گلاس تھاما ہاتھ پرے کیا اور خود سیدھا ہوا۔

اس نے ایک گہری نگاہ ان سب کے چہروں پہ ڈالی جو غیر معمولی سنجیدگی لیے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

اس نے جلدی سے جیب سے موبائل نکالا اور انور کا نمبر ڈائل کیا جو ژالے کے لیے ہائیر کیا گیا ڈرائیور

تھا جو اس کے آفس سے نکلنے تک گیٹ پہ ہی موجود رہا کرتا تھا۔

"السلام علیکم!انور میڈم کو لے آئے ہو آفس سے؟ "کمپوزڈ لہجے میں استفسار کرتے ہوئے اس نے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی کیونکہ انور کے جواب پہ اس کی سانسیں مدھم پڑنے لگی تھیں۔

"نہیں سر! میڈم تو ابھی تک آفس سے نکلی نہیں۔ "

انور نے مودب لہجے میں جواب دیا۔

وہ ٹائی ایک جھٹکے سے گلے سے نکال کے وہیں

پھینکتا اپنی جگہ سے اٹھا اور بھاگتے ہوئے باہر کی

جانب لپکا تو بالاج فورا اس کے پیچھے بھاگا۔

"یااللہ! بچی نجانے کہاں چلی گئی ہے؟ "ثمینہ بیگم نے

افگن کے رویے پہ دہلتے ہوئے فکرمند لہجے میں

جواب دیا تو سب دل ہی دل میں کسی اچھی خبر کا انتظار کرنے لگے۔

وہ آفس سے جب باہر نکلی تو سامنے ہی نواز عالم کا آدمی گاڑی میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔

اس کے بیٹھتے ہی اس نے گاڑی فل سپیڈ پہ چھوڑی اور ایک لمبی سی مسافت طے کرنے کے بعد وہ اس لیے ایک نسبتاً کم آبادی والے علاقے میں لے گیا۔

"سر نے کہا تھا کہ آپ کو ادھر ٹھہرایا جائے تا کہ آپ کو کوئی تلاش نہ کر سکے۔" ایک خوبصورت مگر چھوٹے سے گھر کے سامنے گاڑی روکے اس نے کہا تو ژالے دھڑکتے دل کے ساتھ گاڑی سے اتری اور اس کی معیت میں آگے بڑھنے لگی۔

خالی گھر میں اس انجان علاقے میں رہنے کے خیال سے شاید وہ واپس مڑ جاتی لیکن تبھی اس کی نظر

وہاں کام کرتی دو ملازماوں پہ پڑی تو وہ قدرے
پرسکون ہوئی۔

"سر کب تک آئیں گے۔" اس نے اس آدمی سے
دریافت کیا۔

"سر کا جلسہ ہے آج تو وہ وقت ملنے پہ آ جائیں
گے۔" جواب دے کے وہ آدمی جاہ و جا ہو گیا جبکہ

وہ مختلف سوچوں کے ساتھ وہیں پڑی کرسی پہ بیٹھ گئی تھی۔

"اب تک تو شاید سب کو پتہ چل چکا ہو گا اور اب مایوں کے فنکشن میں بہت شان سے عنیہ شیرازی اپنی خوشیوں کو انجوائے کر رہی ہو گی۔" باہر اترتی شام کو دیکھتی وہ یاسیت سے سوچتی اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو دیکھنے لگی۔

وہ بہت ریش ڈرائیونگ کرتا ہوا احمد سنز اینڈ کمپنیز پہنچا تھا۔

گیٹ پہ چوکیدار نے روکنے کی کوشش کی جسے وہ ایک ہی ہاتھ سے دھول چاٹنے پہ مجبور کرتا بھاگنے کے سے انداز میں اندر بڑھا اور بنا کسی سے کچھ پوچھے آفس کی جانب بڑھا۔

اپنا کام کلوز کرتے ورکرز نے اپنی کمپنی کے سب سے بڑے حریف کو اتنے مشتعل انداز میں کمپنی میں دیکھا تو سب ششدر کھڑے بس یک ٹک اسے دیکھ رہے تھے جو ایک جھٹکے سے دروازہ کھولتا آفس میں جا گھسا تھا۔

احمد انور جو اسے اپنے آفس میں دیکھ کے اپنی فتح کے احساس سے سرشار بیٹھا مسکرا رہا تھا۔

آگ بنے افگن نے بنا رکے سیدھا جا کے اسے اس کے گریبان سے تھاما جبکہ اس کے بیٹے کے حرکت کرنے پہ بالاج نے اپنا پیر اس کے بیٹے کی ٹانگ پہ جمایا تو وہ وہیں ٹھہر گیا۔

"میری بیوی کہاں ہے؟ "اس کے گریبان کو اپنے ہاتھوں میں جھکڑے وہ شدت سے چلایا تو تکلیف کی شدت کو برداشت کرتے احمد انور نے اس کے سوال پہ ایک بھدا سا قہقہہ لگایا۔

"کیوں تمہیں نہیں پتہ یا اپنی ساری انرجی ماں اور بہن کو بچانے میں ہی ضائع کر بیٹھے ہو۔ "اس کے کمینگی بھرے جواب پہ اس نے ایک زوردار مکہ اس کے جبڑے پہ رسید کیا۔

"بکواس بند کر اپنی، میں نے جو پوچھا ہے اس کا جواب دے۔ "اس کے سینے میں لگی آگ رفتہ رفتہ دہک رہی تھی۔

"چچ، اپنی بیوی کے متعلق دی گریٹ شیر افگن عالم کس سے پوچھنے آیا ہے، اپنے سب سے بڑے دشمن سے۔ "اس کی گرفت سے کالر آزاد کروانے کی کوشش کرتا وہ مسلسل کمینگی پہ آمادہ نظر آ رہا تھا۔

"بالاج۔ "اس نے ایک نظر بالاج کو دیکھا جس نے جلدی سے احمد انور کا لیپ ٹاپ اپنی طرف گھمایا اور یونہی ایک پیر زبیر کی ٹانگ پہ رکھے اس نے چند کیز

دبائیں تو احمد کے لیپ ٹاپ میں موجود کمپنی کی تمام سی سی ٹی وی فوٹیج اس کے سامنے تھی۔

صبح کی فوٹیج دیکھتے ہوئے جب افگن نے ژالے کو پچھلے دروازے سے نکلتا ہوا دیکھا تو غصے سے پاگل ہوتے ہوئے اس نے اس کا لیپ ٹاپ اٹھا کے دیوار پہ دے مارا اور واپس اس کی طرف لپکا۔

"تو اپنی الٹی گنتی گننا شروع کر دے۔" پتھریلے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے ایک جھٹکے سے اسے فرش پہ پھینکا اور ایک زہر خند نگاہ اس کے بیٹے پہ ڈالتے ہوئے اسی مشتعل انداز میں آفس سے نکلا تو سبھی ورکرز نے سانس روکے اسے دیکھا جو بنا کسی کی جانب دیکھے باہر کی جانب جا رہا تھا۔

جس نے سنا اس نے گویا انگلیاں منہ میں داب لی تھیں کہ ژالے غائب ہو چکی تھی اور نا صرف غائب ہوئی تھی بلکہ اپنی مرضی سے غائب ہوئی تھی۔

جس گھر میں پہلے خوشی بھری چہچہاریں تھیں وہاں اب ماتم بچھا ہوا تھا۔

مہمانوں کی آمد کے ساتھ حدیقہ بیگم کا دل ڈوبتا جا رہا تھا۔ مہمانوں کی وجہ سے انہوں نے اپنی قسم دے کے افگن کو ایک گھنٹے کے لیے مہندی کی رسم

کے لیے بیٹھنے پہ آمادہ کیا اور سب کو یہی تاثر دیا کہ سیپیریٹ فنکشن کیا گیا ہے۔

لیکن مہندی کا فنکشن تو جیسے تیسے نکل گیا تھا لیکن اب نیا دن چڑھنے والا تھا لیکن بالاج اور افگن کی جان توڑ کوششوں کے باوجود ژالے کا کوئی سراغ نہیں مل پا رہا تھا۔

"اب ہم کل کیا جواب دیں گے سب کو؟ ژالے نے ایسا قدم کیونکر اٹھایا؟ "رات کے تین بجے جب سب مہندی کا دکھاوے کا فنکشن ختم کرنے اور مہمانوں کو رخصت کرنے کے بعد ہال میں بیٹھے تو حدیقہ بیگم نے روتے ہوئے فرحان صاحب سے کہا۔

"اس کا جواب تو صرف ژالے ہی دے سکتی ہے۔ دعا کریں کہ بچی جہاں ہو ٹھیک ہو اور جلد از

جلد مل جائے۔" فرحان صاحب نے پریشانی سے جواباً کہا تو زرشالے نے فکرمندی سے باپ کو دیکھا۔

"لیکن ڈیڈ اب کل کیا کرنا ہے؟ "اس نے نرمی سے باپ سے پوچھا۔

"کل عنیہ کی طرف جائیں گے ہم۔ "وہاں ابھی آنے والے افگن کے غیر متوقع جواب پہ سب نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"آپ واقعی عنیہ سے شادی کرنا چاہتے ہو؟" حدیقہ بیگم نے بے یقینی سے پوچھا تو وہ بنا جواب دیے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا جبکہ باقی سب ایک امید کے تحت بالاج کی طرف متوجہ ہوئے جو پچھلے دو دن سے اس کے ساتھ ژالے کی تلاش میں بھٹک رہا تھا۔

"بیٹا کیا فائدہ آپ کے پولیس فورس میں ہونے کا جو آپ ایک بچی تک نہیں ڈھونڈ پا رہے۔" ثمینہ بیگم نے بیٹے کو دیکھتے ہوئے فکرمندی بھری خفگی سے کہا تو دانستاً ان کی جانب سے رخ موڑے بیٹھی زرشالے نے ان کے جواب پہ حیران ہوتے ہوئے نظریں اٹھائیں تو جیسے آسمان پہ دھڑا دھڑ ساتوں آسمان ٹوٹ پڑے تھے کیونکہ وہ واقعی ہی بالاج سے ہی مخاطب تھیں۔

"پولیس فورس "!اس کا دماغ سائیں سائیں کرنے لگا تھا۔

"بعض دفعہ چیزیں ایسی نہیں ہوتیں جیسی دکھائی دیتی ہیں۔"

"ضروری نہیں کہ جو دیکھا جائے وہی سچ ہو۔"

اس کے کانوں میں مختلف جملے گونجنے لگے تھے جبکہ ذہن میں بہت کچھ گڈمڈ ہو رہا تھا۔

میڈیکل کالج میں بالاج کا سٹڈی کے حوالے سے نان سیریس ہونا, آدھا آدھا دن کالج سے غائب رہنا، سحرش اور حائقہ سے خار کھانا، اسے سے نکاح، کار بلاسٹ، اس کا گینگسٹر بن کے اس کی زندگی میں آنا، بالاج کی واپسی۔۔۔

بہت کچھ ذہن میں گڈمڈ ہوتا کڑیوں سے کڑیاں ملا رہا تھا۔

اس کا دل چاہا وہ بھاگ کے افگن کے پاس جائے اور اس سے ساری بات معلوم کرے لیکن اس لمحے وہ ژالے کے لیے پریشان بھائی کو تنگ نہیں کر سکتی تھی۔

اس نے ایک خیال کے تحت صائم اور ارحم کی جانب دیکھا تو اس کے بے چین دل کو ہلکا سا سکون محسوس ہوا۔

جبکہ اپنی پریشانی اور باتوں میں مگن بالاج زرشالے

پہ ٹوٹنے والی قیامت سے بے خبر تھا۔

اس وقت' شیرازی ولا 'کا کونہ کونہ سجایا گیا تھا کیونکہ

جلال شیرازی کی اکلوتی بیٹی کی شادی تھی وہاں آئے

کچھ مہمان متجسس بھی تھے کہ یہ کیسی شادی تھی

جس میں مہندی وغیرہ کے کسی فنکشن میں سسرال

کی جانب سے ایک بھی فرد نہیں آیا گیا تھا اور آج کے دن بھی سب کچھ ایسا ہی ایکسپیکٹ کر رہے تھے لیکن اس وقت سب دنگ رہ گئے جب شیر افگن عالم اپنی فیملی اور بہت سے دوستوں کے ہمراہ ایک مختصر سی بارات لیے' شیرازی ولا 'کی دہلیز پہ پہنچ گیا۔

سب نے حیرانگی سے اس بارات کو دیکھا جن کے مرجھائے چہروں کو دیکھ کے لگ ہی نہیں رہا تھا کہ

وہ لڑکی بیاہنے آئے ہیں۔وہاں اگر کسی کا چہرہ پرسکون تھا تو وہ افگن عالم تھا۔

مگر یہ پرسکون چہرہ تب مشتعل تاثرات میں تبدیل ہو گیا جب اس نے احمد انور کو بھی تقریب میں شامل ہوتے دیکھا۔

"افگن صاحب! آج آپ کی اپنی پہلی بیوی کے ساتھ شادی نہیں تھی؟ عنیہ کے ساتھ تو کل شادی کرنے والے تھے نا آپ؟ "احمد انور جلال شیر زای سے ملنے

کے بعد سیدھا سٹیج کی طرف آیا اور قدرے بلند آواز میں افگن سے مخاطب ہوا جو اس کی بکواس پہ سرد تاثرات چہرے پہ لیے اسے دیکھ رہا تھا۔

"جی بالکل لیکن مجھے اس کے ساتھ اچھا وقت گزارنا تھا اس لیے اسے دو تین قبل رخصت کروا لیا تاکہ وہ میری اپنی رخصتی کے اگلے ہی دن میری دوسری شادی سے اپ سیٹ نہ ہو۔" سپاٹ لہجے میں اسے جواب دیتے ہوئے اس نے ناگواری سے رخ موڑ لیا

جبکہ اس کے اس جواب اور اس کی بے بسی کا مزہ لیتا وہ کھل کے ہنس دیا۔

"خیال رکھیں افگن صاحب، یہ نہ ہو کہ یہاں آپ شادی رچا رہے ہیں تو کہیں دور آپ کی بیوی سے کوئی شادی نہ رچا رہا ہو۔" قدرے اس کی جانب جھکتے ہوئے وہ خباثت کی حدوں کو توڑتا ہوا اس کو غیض و غضب کا شکار کر گیا۔

"ذلیل انسان، تیری ہمت کیسے ہوئی یہ بکواس کرنے کی۔ "ایک جھٹکے سے اسے زمین پہ پٹختے ہوئے وہ اسے اپنی ٹھوکروں کی زد میں رکھے اپنے اندر اٹھنے والے طوفان کو کم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

خوشگوار اور پرسکون ماحول ایک دم سے بدل گیا تھا، میڈیا والے الرٹ ہو کے افگن کی تصاویر لینے لگے تو فرحان صاحب نے فورا آگے بڑھ کے اسے روکا۔

"شیر! بیہیو یور سیلف، تماشہ مت بناو۔ "انہوں نے اس کا بازو تھام کے انہیں ڈپٹا تو وہ بمشکل خود پہ قابو پاتا گہری سانسیں لیتے ہوئے نفرت سے اسے دیکھنے لگا جو اس کی زندگی کی تمام محرومیوں کی جڑ تھا۔

جو اس کے باپ کو دلدل میں ڈبونے کا باعث تھا۔

"افگن یہ سب کیا تھا؟ "شیرازی صاحب نے ناگواری سے اسے دیکھا جس نے ان کے گھر میں ایسا تماشہ کری ایٹ کیا تھا۔

"یہ جاننا اتنا ضروری نہیں ہے، عنیہ کو بلاو نکاح کے لیے دیر ہو رہی ہے۔" سرد مہری سے دوٹوک جواب دیتا وہ ایک چبھتی ہوئی نگاہ میڈیا والوں اور وہاں کھڑے تماشائیوں پہ ڈال کے واپس سٹیج پہ پڑے صوفے پہ جا بیٹھا۔

جبکہ اپنی اس ذلت پہ بکتے جھکتے ہوئے وہ احمد انور خون سے رنگے چہرے کے ساتھ وہاں سے نکلا اور

گاڑی میں بیٹھتے ہی اپنا موبائل نکال کے ایک نمبر ڈائل کیا۔

"کل کا سورج ڈوبنے سے قبل اس کمینے کی بیوی میرے بستر پہ موجود ہونی چاہیے۔"اس کی زخمی ناگ جیسی پھنکار گاڑی میں گونجی تھی۔

سرخ روایتی اور زرتاری لباس میں پور پور سجی عنیہ شیرازی کو جب سٹیج پہ لایا گیا تو صوفے پہ وہ اور اس کے ساتھ اس کا دوست' بدر کامران 'بیٹھا ہوا تھا جبکہ بالاج صوفے کی پشت پہ کھڑا سنجیدگی سے یہ ساری کاروائی دیکھ رہا تھا۔

عام حالات میں اگر بھائی کی شادی ہو رہی ہوتی تو زرشالے اور حماد خوشی سے پاگل ہو جاتے، عنیہ کے لاڈ اٹھاتے لیکن منگنی کے بعد افگن نے انہیں عنیہ

سے نہیں ملوایا تھا جبکہ ژالے کو انہوں نے بھابھی کے روپ میں دیکھا تھا اس کے ساتھ وقت گزارا تھا اس لیے اس وقت زرشالے بہت مارے باندھے انداز میں آگے بڑھی اور عنیہ کو سہارا دے کے افگن کے پہلو میں بٹھایا۔

عنیہ کے بیٹھتے ہی افگن نے نکاح خواں کو نکاح پڑھنے کا اشارہ کیا تو حدیقہ بیگم کی آنکھیں نم ہونے لگی تھیں کیونکہ ژالے سے انہیں دلی لگاؤ ہو چکا تھا

جبکہ ان کے برعکس جلال شیرازی کا چہرہ سرشاری سے چمک اٹھا تھا۔

"عنیہ شیرازی ولد جلال شیرازی آپ کا نکاح بدر کامران ولد محمد کامران کے ساتھ بعوض۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ "مولوی صاحب کے منہ سے نکلنے والے کلمات پہ وہاں موجود سبھی لوگوں کی سماعتوں پہ جیسے کسی نے کھولتا ہوا پانی انڈیلا تھا۔

وہاں موجود سبھی افراد سائیں سائیں کرتے کانوں کے ساتھ ششدر کھڑے سٹیج پہ بیٹھے افراد کو دیکھ رہے تھے جہاں افگن اور بدر سمیت غنیہ شیرازی بھی بہت پرسکون انداز میں بیٹھی مولوی صاحب کے کلمات سن رہی تھی۔

"قبول ہے۔" اس نے جب پہلی دفعہ بہت پرسکون انداز میں اپنی رضامندی دی تو گہرے شاک میں کھڑے جلال شیرازی کو جیسے ہوش آیا تھا۔

"یہ کیا بکواس ہے؟ کون ہے یہ بدر کامران؟میری بیٹی کا نکاح تم سے ہونے والا تھا؟ "جلال شیرازی ایک دم سے ہوش میں آتا بپھرے ہوئے انداز میں چلایا تو افگن نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

"چلانا بند کرو شیرازی، تم، میرا باپ اور احمد انور گیم اس لیے کھیل رہے تھے کیونکہ میں کھیلنے دے رہا تھا لیکن اب یہ کھیل بور ہو چکا ہے اس لیے اب

اس کو وائنڈ اپ کر دینا چاہیے۔ اس لیے اب تم اس گیم کی وائنڈنگ اپ تک خاموش رہو ورنہ میرے آدمیوں کے کھلونے بالکل اوریجنل ہیں۔ "

اس کی ٹھنڈی مگر دھمکی آمیز آواز گونجی تو اس کی بات اور لہجے پہ جلال شیرازی نے غصے سے سرخ ہوتی نگاہوں سے پیچھے مڑ کے دیکھا تو افگن کے گارڈز جگہ جگہ تعین تھے۔

"تم بہت غلط کر رہے ہو۔ "اس نے اسے وارن کرنا چاہا جو بہت پر سکون انداز میں اس کا چلبلاتا ہوا وجود دیکھ رہا تھا۔

"اگر تھوڑی مہلت دو تو یہ پہلے مکمل کر لیں۔ "اس نے اسے ٹوکتے ہوئے مولوی صاحب کو اشارہ کیا جو نکاح دوبارہ سے پڑھانا شروع کر چکے تھے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے جلال شیرازی کی آنکھوں کے سامنے

اس کی لاڈلی کا نکاح بدر کامران سے ہو گیا اور وہ اپنی اس شکست پہ کچھ بھی نہ کر سکا۔

"میں پہلے دن سے ہی جانتا تھا کہ تم احمد انور کے کہنے پہ اپنی بیٹی کو میرے سامنے ایک مہرے کے طور پہ استعمال کرنا چاہتے ہو۔چونکہ عنیہ مجھے پسند کرنے لگی تھی اور یہ تمہارے لیے بہترین موقع تھا۔مجھ سے شادی کے بعد مجھے ٹریپ کرنے کے بعد تم اسے مجھ سے ڈائیورس دلوانے کے بعد زبیر

سے شادی کروانا چاہتے تھے لیکن افسوس ایسا کچھ نہ
ہوا۔میں نے اس سے منگنی صرف اس لیے کی تھی
اسے تمہارے چنگل سے بچا سکوں اور پھر جس دن
عنیہ نے ژالے کو دیکھ کے گھر میں ہنگامہ کیا تب
میں نے اسے ساری سچائی بتا دی اور پھر اس نے
میری سیکنڈ چوائس بننے سے بہت بہتر یہ سمجھا کہ وہ
اس کی ہو جائے جو اسے چاہتا ہے۔"وہ بدر اور عنیہ
کے درمیان سے کھڑا ہوتا ساکت کھڑے جلال
شیرازی کے سامنے جا رکا اور بہت سنجیدگی سے ایک

ایک راز سے پردہ اٹھانے لگا اور جیسے جیسے وہ بول رہا تھا جلال کے چہرے کا رنگ کبھی آ رہا تھا کبھی جا رہا تھا جبکہ اس ساری سچائی پہ اگر کوئی بہت خوش ہوا تھا تو وہ افگن کی فیملی تھی۔

"میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ آپ اپنے بزنس مفاد میں اپنی ہی بیٹی کو استعمال کریں گے۔" اپنا لہنگا سنبھالتی عنیہ باپ کے سامنے رکی اور نم آنکھوں کے ساتھ کاٹ دار لہجے میں گویا ہوئی۔

باپ کے اصل روپ تک پہنچنے کے لیے اس نے سچائی جاننے کے بعد افگن سے شادی کی ڈیٹ فکس کرنے سے لے کے آج کے دن تک بس باپ کو دکھانے کے لیے اداکاری ہی کی تھی۔

"جا رہی ہوں میں آپ کے اس محل سے جس کے بارے میں میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہ حرام کے پیسوں سے کھڑا کیا گیا ہے۔" اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

اسے یاد آیا تھا کہ کیسے اس پیسے کے بل بوتے پہ اس نے ژالے کی ذات کی تحقیر کی تھی۔

وہی میڈیا والے جو کچھ دیر قبل افگن کی تصاویر لے رہے تھے وہ اب جلال شیرازی کو نشانے پہ رکھے ہوئے تھے جو اس شکستِ فاش پہ ہاتھ ملتا خونخوار نگاہوں سے افگن کو دیکھ رہا تھا۔

کچھ منٹوں بعد عنیہ کو بدر)جو اپنے والدین کا اکلوتا
بیٹا تھا اور ان کے مرنے کے بعد اکیلا رہتا تھا اور
بالاج کے ہی ڈیپارٹمنٹ میں ہوتا تھا اور چونکہ
افگن بالاج کا دوست ہے اور اس نے افگن کے
ساتھ عنیہ کو دیکھا تو دل ہار بیٹھا تھا لیکن جب یہ جانا
کہ وہ اس کی فیانسی ہے تو دل مسوس کہ رہ گیا مگر
قسمت اس پہ اچانک ہی مہربان ہو گئی تھی۔(کے
ساتھ رخصت کرنے کے بعد افگن واپس جلال
شیرازی کی جانب متوجہ ہوا۔

"میری بیٹی کو مجھ سے متنفر کرنے اور میری ساکھ خراب کرنے کی یہ کوشش تمہیں بہت مہنگی پڑے گی افگن عالم۔ "عنیہ کو یوں بیگانوں کی طرح وہاں سے رخصت ہوتا دیکھ کے وہ زخمی انداز میں غرایا تو افگن نے آگے بڑھ کے اس کا گریبان اپنے ہاتھ میں دبوچا۔

"تمہاری اگلے پانچ منٹ کی خاموشی تم پہ بہت مہنگی پڑنے والی ہے جو اگر تم نے مجھے نہ بتایا کہ میری بیوی کہاں ہے؟ "بہت ہی غیر متوقع سوال اور ایسا سرد لب و لہجہ جو وجود کو تھرا تھے۔

جلال شیرازی کا چہرہ فورا فق پڑا تھا۔

"مجھے کیا پتہ۔۔۔۔۔۔۔ "وہ سنبھلتے ہوئے فورا انکاری ہوا جبکہ باقی سب تماشائی بنے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے اور لان میں موجود گارڈز رہ جانے

والے مہمانوں کو ایک ایک کر کے باہر لے جا رہے تھے۔

جلال شیرازی کے بولنے پہ اس نے رکھ کے ایک گھونسا اس کے ناک پہ دے مارا تو وہ درد کی شدت سے بلبلاتا ہوا دہرا ہو گیا۔

"بکواس نہیں صرف سچ۔" وہ زور سے دھاڑا تو زرشالے نے فورا کانوں پہ ہاتھ دھرے۔

"یہ--یہ کیا ہے؟ "وہ پھٹی پھٹی آنکھوں کے ساتھ سامنے موجود طلاق نامے کو دیکھ رہی تھی۔

"یہ ڈائیورس پیپرز ہیں۔ "نواز عالم کی پر سکون آواز نے اس کی ذات کے پرخچے اڑا دیے۔

اس کی بے یقین آنکھیں اس طلاق نامے پہ موجود افگن کے سائن کے ساتھ ساتھ اپنے سائن پہ گئیں تو پیٹ میں جیسے اینٹھن سی اٹھنے لگی۔

"یہ طل۔۔اق کیسے؟اور یہ م۔۔میرے سائن۔۔۔۔"اس کے سر کے پچھلے حصے میں شدید درد اٹھنے لگا تھا۔

"وہ شخص تمہیں بہت عرصے سے ٹریپ کر رہا ہے، تمہارے کیے گئے سائن کو دھوکے سے اس ڈائیورس پیپر پہ کروا کے وہ تمہیں تین ہفتے قبل ہی طلاق دے چکا ہے۔یہ رخصتی والا صرف ایک ڈرامہ تھا۔"

نواز عالم کی تاسف میں ڈوبی آواز اس کی سماعتوں پہ ہتھوڑے کی مانند برس رہی تھی۔

"تین ہفتے قبل۔۔۔" اس کا وجود جیسے ہلنے کے قابل نہ رہا اسے یاد آیا تین ہفتے قبل اسے ہاسپٹل

میں ڈائیورس کا کہنا تو کیا وہ تب ڈائیورس دے چکا تھا۔

اس کی نگاہوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا تھا جبکہ سر کے پچھلے حصے میں اٹھنے والا درد شدید تر ہونے لگا تھا۔

لیکن شاید اس کا امتحان ابھی باقی تھا۔

"دیکھو ژالے میری بات دھیان سے سننا، تم جانتی
ہو کہ میں تمہیں کھل کے یوں سپورٹ نہیں کر
سکتا کہ میڈیا والے تو ہم سیاسی لیڈرز پہ طرح طرح
کے الزام لگاتے ہیں اور اگر کسی کو پتہ چل گیا کہ
میں نے تمہیں رکھا ہوا ہے تو تب بھی سب طرح
طرح کی باتیں کریں گے اس لیے میں چاہتا ہوں کہ
تمہارا فیوچر اور تمہاری لائف مکمل طور پہ سیکیور
کرنے کے لیے کل تمہارا میرے ایک جاننے والے
سے نکاح کر دیا جائے۔" وہ آہستہ آہستہ بولتے

ہوئے مدعے پہ آیا تو اسے یوں لگا تیز رفتار ٹرین تیزی سے اسے کچلتے ہوئے آگے بڑھ گئی ہے۔

"نکاح۔ "اس کی ساکت پتلیاں نواز عالم کے چہرے پہ جمی ہوئی تھیں۔

"ہاں نکاح کیونکہ تمہارا اس طرح سے رہنا یا کسی کی نظروں میں آنا خطرے کا باعث ہے کیونکہ تمہارا

شوہر میرا مطلب کہ سابقہ شوہر کوئی عام شخص تو نہیں تھا۔ "اس نے مزید کہا۔

پھر ژالے کی مزاحمت اس کے عدت کے بہانے ہر طرح کے انکار کو اپنے دلائل میں ڈھالتے ہوئے نواز عالم نے اس علاقے میں جہاں اسے کوئی نہیں جانتا تھا اسی لیے اس نے اس جگہ کا انتخاب کیا اور ایک نسبتاً مڈل کلاس لڑکے)جس سے اس نے ژالے سے پہلی دفعہ ملتے ہی بظاہر ژالے کا باپ بنتے ہوئے رشتہ فکس کر دیا تھا (کے ساتھ اسے اس کے نکاح

کی اطلاع دی اور اس کے احسان کے بوجھ تلے وہ سر جھکا گئی کیونکہ چار پانچ دن سے وہ اسی شخص کے آسرے پہ تھی۔

نواز عالم چاہتا تو اسے سیدھا سیدھا احمد انور اور اس سے اگلی پارٹی کو دے سکتا تھا لیکن اپنے ہی بیٹے کے خوف سے اس نے کام کو تھرو پراپر چینل کتنا چاہتا تھا کہ تاکہ اس پہ کوئی الزام نہ آئے۔

اس مڈل کلاس لڑکے سے نکاح وہ فیک کروانے جا رہے تھے جسے بعد میں پیسے دے کے ژالے کو باآسانی اپنی پہنچ میں لیا جا سکتا تھا۔

اس کا پلان بالکل ٹھیک کام کر رہا تھا جب اسے اچانک احمد انور کی کال آئی جس میں اس نے کل ہی ژالے کو اس کے پاس پہنچانے کا کہا تھا اور اسے ہر طور اس کہے کو پورا کرنا تھا۔

وہ پتھر ہوئی آنکھوں کے ساتھ اپنا ہلکا پھلکا سا سجا ہوا روپ دیکھ رہی تھی۔

اس کی آنکھوں میں اس وقت بہت کچھ گڈمڈ ہو رہا تھا۔

اس کی زندگی میں کچھ بھی سکون اور خوشی سے ہونا نہیں لکھا تھا کچھ وہ خود بھی ایڈوینچریئس تھی۔

اور اسی ایڈونچر کے ہاتھوں اس نے اپنی زندگی ایک شخص کے ساتھ منسلک کر دی تھی۔

اسے اپنا پہلا نکاح یاد آیا جو اس شخص نے اس کے ساتھ ایک اجنبی ہوتے ہوئے بنا اس کے والدین فیملی کے متعلق سوال کیے بڑی شان سے کیا تھا۔

اور اس کا اب کی بار ہونے والا نکاح۔۔۔

اس نے ایک بے تاثر نگاہ اردگرد ڈالی جہاں کوئی اس کا اپنا نہیں تھا وہ زندگی کھل کے جینا چاہتی تھی لیکن وہ ایک احسان کی زد میں جھکڑی جا چکی تھی۔

اس نے منتشا اور مسز جوزف سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی لیکن ان کے نمبرز مسلسل بند آ رہے تھے، ایک طرف ان کی پریشانی اور دوسری طرف ایک ان چاہے رشتے کا احساس۔

جب پڑوس کی لڑکیاں اسے تیار کرنے کے بعد کمرے سے باہر نکلیں تو اس نے بیگ سے اپنی ٹیبلٹس نکال کے انہیں سپاٹ انداز میں ڈسٹ بن کی نذر کیا۔

وہ جانتی تھی کہ اس کی سانسیں اللہ پاک کی د◌ٓین کے بعد ان ٹیبلٹس پہ چل رہی تھیں اور اگر مزید ایک گھنٹے تک اس نے کوئی گولی نہ لی تو اس کے دماغ کی نسیں پھٹ سکتی تھیں۔

لیکن وہ یہ جانتے ہوئے بھی یہ سب کرنے پہ مجبور تھی۔اس کی زندگی میں آنے والا پہلا مرد افگن تھا جس کے ساتھ اس رشتے کی وجہ سے اسے انسیت ہوگئی تھی لیکن وہ اس کے ساتھ رشتہ نہیں بنا سکتی تھی اس لیے اس کی زندگی سے نکل آئی۔

مگر اس کے لیے یہ صدمہ زیادہ بڑا تھا کہ اس سے قبل وہ شخص اسے اپنی زندگی سے نکال چکا ہے۔

اسی اندوہناک دھوکے کے باعث وہ اپنے ادھورے خوابوں کی تکمیل کیے بغیر اپنی زندگی کا سب سے بڑا ایڈونچر اپنی ذات کے ساتھ کھیل گئی تھی۔

وہ ڈسٹ بن میں پڑی ٹیبلٹس کو ہی دیکھ رہی تھی جب نواز عالم جو کہ اس کے باپ بنا ہوا تھا وہ اندر داخل ہوا اور اسے لیے باہر کی جانب بڑھنے لگا تو اسے لگا جیسے اسے مقتل گاہ میں لے جایا جا رہا ہے۔

میرے ہاتھ پر لکھ دو

فیصلہ جدائی کا

اتنا مختصر لکھنا

جتنی تم نے مجھ جیسے

کم نصیب شاعر سے

مختصر محبت کی

اتنا مختصر لکھو

فیصلہ جدائی کا

جتنی مجھ میں سانسیں ہیں

جتنی میری ہستی ہے

جس میں آج سے پہلے

وصل کے گلابوں کی روشنی مہکتی تھی

فیصلہ جدائی کا اب طویل مت لکھنا

جس طرح مری چاہت

جس طرح مری خواہش

فیصلہ جدائی کا گر طویل لکھو گی

تب میں پڑھ نہ پاؤں گا

میں تو اب جدائی کے فیصلے کو پڑھنے تک

زندگی کا ساتھی ہوں

زندگی تمہاری ھے!

"منور جمیل "کے قلم سے

وہ بے جان ہوتے وجود کے ساتھ صوفے پہ بیٹھی

ہوئی تھی جب مولوی صاحب نے نکاح پڑھوانا

شروع کیا تو اس کے سر میں درد کی ٹیس اٹھی جس کے باعث اس نے جیسے ہی دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے بے اختیار کنپٹی کو دباتے ہوئے نگاہ اٹھائی تو جیسے نگاہ ٹھٹھر گئی تھی۔

اور یہی کیفیت اس کے ساتھ کھڑے نواز عالم کی تھی جو یہ نہ جان سکے کہ وہ کب اور کیسے یہاں تک پہنچا تھا اور پہنچنے کے بعد اس قدر پر سکون کیوں تھا؟

مولوی صاحب کی دوسری دفعہ گونجنے والی آواز پہ بھی بنا بولے وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے سامنے صوفے پہ بے نیازی سے بیٹھے اس شخص کو دیکھ رہی تھی جو سگار منہ میں دبائے سلگتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

اس شخص کی شرر بار نگاہوں سے اس کے رگ و پے میں ایک سنسنی سی دوڑ رہی تھی, وہ اس کی نگاہوں کے حصار میں ڈوبی ہوئی تھی جب ایک دفعہ پھر سے وہی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

"کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟ "مولوی صاحب کے تیسری دفعہ دہرائے جانے والے اس سوال پہ اس نے اس شخص کو حرکت کرتے دیکھا تو بے ساختہ اس کے لب وا ہوئے۔

"قب۔۔۔ "اس سے پہلے کے وہ اپنے الفاظ پورے کرتی کسی اور کے نام خود کو کرتی وہ اپنی جگہ سے

کھڑا ہوا اور ایک ہوائی فائر کرتے ہوئے کاروائی کو روکنے پہ مجبور کر دیا۔

اچانک ہوتی اس فائرنگ کی وجہ سے وہاں موجود لوگوں نے دہل کے اسے دیکھا جو بہت سکون کے ساتھ ہاتھ میں پسٹل لیے کھڑا سٹیج پہ بیٹھے دلہا دلہن کو تک رہا تھا۔

"ڈسٹربنس کے لیے معذرت خواہ ہوں بزرگوار !لائیو شو دیکھنے کا بہت مزہ آ رہا تھا لیکن کیا کریں کہ دشمنِ جان نے لب کھولنے کی گستاخی کر ڈالی۔"اس کے پرسکون لہجے کی سرد کاٹ پہ اس کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑا جبکہ نازک مگر سجا ہوا سراپا ہولے ہولے لرزنے لگا۔

"کیا مطلب ہے اس بکواس کا؟ اور ہو کون تم؟ "

راشد صاحب اس کی اس حرکت اور بات پہ آگ

بگولہ ہوتے ہوئے آگے بڑھے جبکہ نواز صاحب سر
جھکائے آنے والے لمحوں کے لیے خود کو ذہنی طور
پہ تیار کرنے لگے۔

"میرا تعارف آپ کے ہوش اڑا دے گا اس لیے
میرے تعارف کی فکر چھوڑیے اور یہ ہال جلدی سے
خالی کریں۔" اس کی بے نیازی قابلِ دید تھی جبکہ
اس کی بات سن کر راشد صاحب کو پتنگے لگ گئے۔

"نواز صاحب !باہر نکالیے اس احمق انسان کو اور جلدی سے نکاح کروائیے۔ ہمیں جلدی نکلنا ہے۔ "

انہوں نے نواز صاحب کو کہتے ہوئے مولوی صاحب کو نکاح پڑھنے کا اشارہ کیا مگر سٹیج پہ بیٹھی ژالے کا دھیان اس وقت اس شخص کے ماتھے کی پھولتی ہوئی رگ کی جانب تھا جو اس کے شدید اشتعال کی نشاندہی کر رہی تھی۔

"اب اگر کسی نے میری' بیوی 'کا نام کسی کے نام کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کی تو میں یہاں ایسی تباہیاں مچاؤں گا کہ دونوں گھرانے تکتے رہ جاؤ گے۔ "مولوی صاحب کے پھر سے بولنے پہ وہ ضبط کھوتا بلند آواز میں دھاڑا تو مجمعے میں سناٹا چھا گیا اور لوگوں کے دل و دماغ میں بہت سارے سوالوں نے اودھم مچا لیا۔

"بیوی؟ "سب کے ہونٹوں پہ اس وقت ایک ہی سوال تھا جبکہ نگاہوں کا فوکس صرف وہ دونوں تھے۔

"بیوی ہوتے ہوئے کسی اور شخص سے نکاح؟ توبہ توبہ !قیامت کی نشانیاں ہیں۔ "اچانک مجمعے میں چہ مگوئیاں سی ہونے لگیں جنہیں سن کر اس کا وجود حواس کھونے کو تھا۔ اسی لمحے وہ آگے بڑھا تو اس

کے ساتھ بیٹھا اس کا ہونے والا دلہا بے ساختہ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

"آپ نے مجھ سے کیا گیا وعدہ توڑ کے جو جرم کیا ہے، اب میرے خیال میں اس کی بھرپائی کا وقت آن پہنچا ہے۔" درشت لہجے میں کہتے ہوئے آس پاس کھڑے لوگوں کی پرواہ کیے بغیر اس نے اسے باہوں میں بھرا تو وہ حواس کھو بیٹھی جسے دیکھتے ہی نواز صاحب آگے بڑھے۔

"بہت معذرت لیکن اپنے قدم وہیں روک لیجیے۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ اس لمحے میرے اندر کا جاگا ہوا وحشی انسان ہر لحاظ کو بھول جائے۔" سرد لہجے میں بہت کچھ باور کرواتے ہوئے وہ سارے مجمعے کو حیران و بے یقین چھوڑتا اسے اپنی مضبوط بانہوں میں بھرے وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

اس کے وہاں سے نکلتے ہی میڈیا کا ایک ریلا تھا جو اس گھر میں امڈ آیا تھا اور اب وہ ریلا بہت طغیانی کے ساتھ نواز عالم کے کیریئر کی دھجیاں بکھیرتا چلا جا رہا تھا۔

____

وہ اس کے بے جان وجود کو سنبھالے گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ بیٹھا ہوا تھا جبکہ فرہاد ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

وہ اپنی نفرت و غصہ سے انگارہ ہوتی آنکھوں کے ساتھ شیشے کے پار دیکھ رہا تھا جب اسے ژالے کے سر کے نیچے رکھے اپنے ہاتھ پہ نمی محسوس ہوئی۔

اس نے بے ساختہ اپنے ہاتھ کی جانب دیکھا تو دل گویا لمحے بھر کو رک سا گیا تھا۔

اس کا ہاتھ ژالے کے ناک سے بہنے والے خون سے تر ہو چکا تھا۔

"فرہاد جلدی سے ہاسپٹل پہنچو۔ "وہ فورا پریشانی سے
دھاڑا۔

"یو ڈیم اٹ۔۔۔ "ژالے کے بے سدھ وجود کو
دیکھتا وہ جیسے اندر تک ہِل گیا تھا۔
بہت ساری کیفیات نے ایک ساتھ اس پہ حملہ کیا
تھا۔

-

کچھ دن بعد:

ہاسپٹل کے پرائیویٹ روم میں وہ اپنے بیڈ پہ تکیوں کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھی سب کی باتوں کو سن رہی تھی جبکہ بنا بالوں کے سر پہ اس وقت رومال باندھا ہوا تھا۔

اسے نواز عالم کی قید سے آزاد کروا کے افگن سیدھا نیورو سرجن کے پاس اسے لایا تھا جس سے اس نے رخصتی کے اگلے دن اس کی سرجری کا وقت لے رکھا تھا۔

اس کی کنڈیشن اس وقت بہت ناساز تھی لیکن ڈاکٹرز نے رسک پہ ہی اس کے برین ٹیومرز کو ختم کرنے کے لیے سرجری کرنا شروع کر دی۔

اس کے واپس آنے کی خبر سن کے منتشا اور مسز

جوزف جنہیں افگن ژالے کے غائب ہونے کے

اگلے ہی روز ایک فلیٹ میں منتقل کروا چکا تھا وہ فورا

ہاسپٹل آ گئیں جہاں پہلے ہی افگن کی فیملی موجود

تھی۔

جب تک اس کی سرجری ہوئی تھی تب تک بالاج

اور افگن کی کوششوں سے احمد انور، نواز عالم، جلال

شیرازی کے سارے کالے چٹھے پبلک کے سامنے آ

چکے تھے اور عوام کے مشتعل ہجوم میں گالیاں جوتے کھاتے ہوئے انہیں پولیس گرفتار کر کے لے جا چکی تھی۔

بظاہر تو یہ سب معاملہ بہت قانونی طور پہ نپٹایا گیا تھا لیکن ان تینوں کے لیگلی وکیل ان تک پہنچنے سے قبل ان تینوں کے ساتھ ان کے دھندوں میں شریک پولیس آفیسرز سمیت جیل کی طرف جاتی

پولیس وین ایک دھماکے کا شکار ہوتی ان کے ناپاک وجود سے اس سر زمین کا پاک کر گئی۔

اس سارے دورانیے میں جہاں زرشالے بالاج کی حقیقت سے واقف ہو چکی تھی وہیں جب سرجری کامیاب ہونے کے بعد ژالے مکمل طور پہ حواسوں میں آئی اور بولنے کے قابل ہوئی تو مسز جوزف کے سامنے روتے ہوئے افگن کی طلاق کا ذکر کیا تب انہوں نے ساری سچائی اس کے سامنے رکھ دی۔

ساری سچائی سننے کے بعد اس کے ایسا روپ جان
کے اسے بہت شدید صدمہ ہوا تھا اور وہ اپنی عزت
بچ جانے پہ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتی پھوٹ
پھوٹ کے رو دی تھی۔

اس کی سرجری ہوئے بائیس دن گزر چکے تھے لیکن
افگن اسے دیکھنے کے لیے ایک دفعہ بھی ہاسپٹل
نہیں آیا تھا۔

"مصروف ہوں گے کہیں اپنی بیوی کے ساتھ۔ "

چونکہ عنیہ کے متعلق اسے کسی نے کچھ نہیں بتایا اس لیے اس نے کڑھتے ہوئے سوچا اور ایک نظر اپنے لیے سیب کاٹتی زرشالے کو دیکھا۔

"تمہاری شادی ہو گئی زرشالے؟ "اس نے آہستگی سے پوچھا۔

"آپ کے بغیر کیسے کر سکتی ہوں؟ "اس کے سامنے سیب کی پلیٹ کرتی زرشالے شگفتگی سے مسکرائی تو اس محبت پہ اس کا دل بھر آیا۔

"تمہارے بھائی نے تو کر لی میرے بغیر شادی۔ "

اس کی زبان بڑے بے ساختہ انداز میں پھسلی تو زرشالے نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا تو وہ گڑبڑائی۔

"میرا مطلب ہے کہ سر اور عنیہ کہیں گھومنے گئے ہیں؟ "اس نے بظاہر مسکراتے ہوئے اپنا سوال تبدیل کیا تو زرشالے مزید الجھی جبکہ کمرے میں داخل ہوتی حدیقہ بیگم کے ساتھ داخل ہوتا حماد گویا چارج ہو گیا۔

"جی بھابھی، آپ تو جانتی ہیں یہی تو دن ہوتے گھومنے پھرنے کے اس لیے وہ تو ہر روز کہیں نہ کہیں نکلے ہوتے۔ "وہ تیز تیز لہجے میں بولتا اس کے

بیڈ کے پاس پڑی کرسی پہ بیٹھ گیا جبکہ اس کے جواب پہ ژالے کے چہرے کا رنگ فورا پھیکا پڑا۔

"ہمم۔ "اس نے بے دلی سے ہنکارہ بھرا۔

"آنٹی!میرے بال کب تک آجائیں گے؟ "کچھ لمحوں کے بعد اس کی مدہم آواز سنائی دی تو اس آواز میں پنہاں کرچیوں کو محسوس کر کے ان کا دل تڑپ اٹھا۔

"سب سے پہلی بات کہ آنٹی نہیں ماما اور دوسری بات یہ کہ بالوں کے لیے پریشان نہیں ہو، یہ جلد آ جائیں گے آپ خدا کا شکر ادا کرو جس نے صحت بخشی ہے۔ "انہوں نے اس کا ماتھا چومتے ہوئے اسے ٹوکا تو وہ ہولے سے سر ہلا گئی۔

"میں بالوں کے لیے پریشان نہیں ہوں، میں تو کنگھی کرنے کے جھنجھٹ سے آزاد ہوئی ہوں لیکن

آپ کے بیٹے نے کہا تھا کہ انہیں لمبے بالوں والی لڑکیاں پسند ہیں تو اب جیسا بھی ہے بیوی ہوں فی الحال ان کی تو انہیں میرے بنا بالوں کے سر پہ شرمندگی ہو گی۔ "اس نے اپنی بات کا اثر زائل کرنے کو توجیہہ پیش کی جو اندر آتے افگن نے باہوش و حواس سنی۔

"مجھے شرمندگی تب ہوتی جب مجھے تمہارے سر کے ساتھ گھومنا پڑتا لیکن فی الحال میں اپنے سر کے

ساتھ گزارا کر رہا ہوں اس لیے میرے لیے اپنے
دماغ پہ زور ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ "اتنے
دنوں کے بعد اس بھاری اور دل میں اتر جانے والی
آواز کو بہت ہی غیر متوقع طور پہ سن کے وہ بے
یقینی سے دروازے کی جانب دیکھنے لگی جہاں سے وہ
بڑی شان اور بے نیازی کے ساتھ اندر داخل ہو رہا
تھا۔

اس کی طرف آنے کی بجائے وہ صوفے پہ جا کے براجمان ہو گیا جب اسے یک ٹک دیکھتی ژالے کو دیکھ کے حماد نے ایک محتاط نظر افگن پہ ڈالی اور جلتی آگ میں تیل پھینکا۔

"بھائی آپ کیسے ہیں اور عنیہ کیسی ہے؟" اس نے یوں ظاہر کیا جیسے افگن سے ملاقات بہت عرصے بعد ہو رہی ہو۔

"یہ عنیہ کیا ہوتا ہے؟بڑی ہے وہ تم سے؟ "ژالے جو حماد کے سوال پہ اس کی جانب ہلکا سا رخ موڑے اسے دیکھ رہی تھی جب افگن کی ناگوار آواز پہ اس کے دل سے دھواں اٹھنے لگا۔

"ہاں اب بیوی کی اتنی عزت تو کروائیں گے ہی نا۔ " اس نے راکھ راکھ ہوتے دل کے ساتھ سوچا اور نگاہ پھیر گئی۔

حماد اور افگن کی گفتگو ملاحظہ کرتی منتشا بغور ژالے کے چہرے کے بگڑے تاثرات جانچ رہی تھی جب اس نے افگن کو جگہ سے اٹھتے ہوئے دیکھا۔

"ڈاکٹرز کب تک ڈسچارج کا کہہ رہے ہیں؟" اپنی جگہ سے اٹھ کے وہ ژالے کے بیڈ کی جانب مضبوط قدم بڑھانے لگا تھا جب اس نے نجانے یہ سوال کس سے پوچھا تھا ژالے یہ نہ جان سکی۔

کیونکہ اس کے جسم کا ہر ایک عضو اس وقت سماعت
بنا اس کی آہٹوں کو محسوس کرتا اپنے اور اس کے
درمیان گھٹتے ہوئے فاصلے کو محسوس کر رہا تھا۔

جب وہ اس کے بالکل نزدیک آ کے پہنچا تو ژالے کو
ساری کائنات سمٹ کے اسی جگہ آتی محسوس ہوئی
مگر۔۔۔۔

وہ اس کی طرف آنے کی بجائے اس کے سائیڈ ٹیبل پہ پڑی میڈیسنز کو دیکھنے لگا تو اس پہ جیسے گھڑوں پانی پڑا تھا۔

خجالت و اہانت سے سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ اس نے شکوہ کناں انداز میں سر کو بمشکل حرکت دیتے ہوئے گردن اوپر کرتے ہوئے اس کے چہرے کی جانب دیکھنا چاہا جو شاید زرشالے سے میڈیسنز کے متعلق گفتگو کر رہا تھا۔

وہ اس کے ہلتے لبوں کو دیکھ ہی رہی تھی کہ وہ

اچانک جھکا اور اس کے بے حد نزدیک چہرہ کرتا

اسے گڑبڑانے پہ مجبور کر گیا۔

"یہ کیا کر رہے ہیں؟ "وہ ایک درزیدہ نگاہ ارد گرد

بیٹھے نفوس پہ ڈالتی سٹپٹائے ہوئے انداز میں بولی

کیونکہ وہ چہرہ بالکل اس کے چہرے کے سامنے کیے،

ایک ہاتھ اس کی بیڈ کی ہیڈ پہ رکھتا وہ دوسرا ہاتھ

پینٹ کی جیب میں ڈالے ہوئے اس کی دھڑکنیں

منتشر کر رہا تھا جو اسے اتنے دنوں بعد سامنے دیکھ
کے پاگل ہو رہی تھیں اس پہ مستزاد اس چیز کا
احساس کہ وہ ابھی تک اس کے ساتھ ایک اٹوٹ
رشتے میں بندھی ہوئی تھی۔

"مجھے سر اٹھا کے دیکھنے میں تمہیں دقت ہو رہی تھی
اس لیے سوچا تمہاری تکلیف کم کر دی جائے۔"
پرسکون لہجہ پہ اس کا دل چاہا زمین پھٹے اور اس پہ
سما جائے۔

شرمندگی کا ریلہ اس قدر شدید تھا کہ وہ افگن کی متبسم نگاہوں کو محسوس ہی نہ کر سکی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے، پیچھے ہٹیں۔ آپ کے کپڑوں سے سگریٹ کی سمیل آ رہی تھی اس لیے میں آپ کو منع کرنا چاہتی تھی۔ "جب وہ اس کے سامنے نہ ہٹا تو وہ فورا بات بناتی ہوئی بولی تو اس کے اس بہانے پہ حماد کے چھت پھاڑ قہقہہ پہ افگن ایک گھوری اس پہ ڈال کے پیچھے ہوا۔

"سگریٹ سے الرجی کا ہی علاج کروایا ہے۔" اس کے سر کی طرف اشارہ کرتا وہ بے نیازی سے کہتا واپس حدیقہ بیگم کی طرف بڑھ گیا۔

جبکہ وہ اس کی بات پہ خالی خالی احساس کے ساتھ اس کی پشت کو دیکھتی رہ گئی۔

آج' عالم مینشن 'میں خوشیوں بھرا ماحول چھایا ہوا تھا کیونکہ آج' ژالے میر 'ہاسپٹل سے گھر آ رہی تھی اور یہ بات ژالے نہیں جانتی تھی کہ یہ اس کی آفیشل رخصتی بھی تھی۔

اس وقت مینشن میں مصطفی صاحب کی فیملی بھی یہاں موجود تھی اس لیے صائم اور ارحم حماد کے ساتھ مل کے ڈیکوریشن کر رہے تھے۔

سب سے پہلے انہوں نے افگن کو بتائے بغیر اس کا کمرہ ڈیکوریٹ کیا تھا اور اب وہ ہال کی اینٹرینس اور ہال کو ہلکا پھلکا سجا رہے تھے۔

اسی اثناء میں عنیہ اور بدر کی آمد نے سب کو دلی طور پہ بہت خوش کیا تھا اور اب عنیہ بھی ان تینوں کے ساتھ مل کے سجاوٹ کر رہی تھی۔

زرشالے کچن میں کھڑی افگن اور ژالے کے لیے ویڈنگ کیک بیک کر رہی تھی جب کچن کی دہلیز پہ

کھٹکا محسوس کر کے اس نے جیسے ہی گردن گھما کے دیکھا تو اگلے ہی پل فورا تمتماتا ہوا چہرہ کو کنگ رینج کی جانب موڑ لیا کیونکہ خوشبوؤں میں نہایا فریش بالاج چوکھٹ پہ کھڑا دھڑکنوں کی لے بڑھا گیا۔

اس کی پشت کو گہری نگاہوں سے دیکھتا وہ آگے بڑھ رہا تھا جبکہ کیک کی آئسنگ کرتی زرشالے اس کے قدموں کی آہٹ پہ کپکپاتے ہاتھوں کے ساتھ خود کو آنے والے لمحوں کے لیے تیار کرنے لگی جب دو

مضبوط ہاتھ اس کے ارد گرد سلیب پہ آ ٹکے تو اس نزدیکی پہ اسے کچن میں آکسیجن کی کمی بے تحاشا محسوس ہونے لگی۔

"معافی نہیں ملے گی؟ "اس کے بالوں پہ لب رکھتا وہ شرمسار لہجے میں بولا تو زرشالے کے ہاتھ تھمے۔

"میں جانتا ہوں کہ میں نے غلط کیا ہے لیکن جب میں واپس آیا تو اس کے بعد آپ کے آنے والے

پروپوزل کا سن کے میں کسی بھی طرح آپ کے

ساتھ رہنا چاہتا تھا مگر یہ نہیں جانتا تھا کہ میرا وہ

روپ اس قدر اذیت بڑھا دے گا۔ "اس کے ہاتھ

سلیب سے حرکت کرتے اس کے نازک بازووں پہ

جمے جبکہ لہجے کی شرمساری بڑھی تو زرشالے ہمت

مجتمع کرتی مڑی اور اس کی جانب دیکھنے لگی جس کی

خوبصورت پلکوں والی آنکھوں نے اسے اول روز سے

ہی اپنی سمت بری طرح سے متوجہ کیا تھا۔

"غلطیاں ہم دونوں سے ہی ہوئی ہیں لیکن اچھی بات یہ ہے کہ اپنی غلطیوں کا ہمیں احساس ہو گیا ہے۔ اور غلطی کا احساس ہونے کے بعد اس معافی تلافی کی بجائے کیا بہتر نہیں ہے کہ ہم اس غلطی کو دہرائیں نہیں۔ "اس کی آنکھوں میں دیکھتی وہ بہت نرمی سے بولتی جا رہی تھی جبکہ بالاج کی جگر جگر کرتی آنکھیں اس کے چہرے کے خوبصورت نقوش پہ گھوم رہی تھیں۔

"مجھے آپ سے معافی نہیں چاہیے مجھے بس آپ سے وعدہ چاہیے کہ آپ آئندہ مجھ سے کچھ نہیں چھپائیں گے تاکہ میں ان لمحوں کی زد میں آ کے اتنے سخت الفاظ کا چناو نہ کروں۔" بات کے اختتام میں اس کی آواز نم ہونے لگی تو اس نے فورا اپنی پلکیں جھپکیں اور گہری سانس لیتے ہوئے خود پہ قابو پایا۔

"زرشالے"!اس کی آواز کی نمی پہ اس نے بے قراری سے اسے سینے سے لگایا تو زرشالے نے سختی سے اس کی شرٹ اپنی مٹھیوں میں جھکڑی۔

"بالاج میں اس بات کو بے وجہ رگیدنا نہیں چاہتی کیونکہ اس کے پیچھے مقصد برا نہیں تھا لیکن میاں بیوی کے رشتے میں جہاں نوک جھوک رہتی ہے وہاں سب سے پہلے اعتماد بھی ہوتا ہے اور آپ کو مجھے وہی اعتماد سونپنا ہے۔آپ جو بھی جیسا بھی کام

کریں مجھے ضرور بتائیں گے۔ "وہ اس کے سینے پہ سر رکھے اسے اپنی خوبصورت اور بے ضرر شرائط سے آگاہ کرنے لگی تو بالاج کا دل چاہا وہ اسے اپنے سینے میں بھینچ کے اس دنیا سے کہیں دور لے جائے۔

"میں آپ کی جان خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتا زرشالے۔ "اس نے اس کے بالوں پہ لب رکھتے ہوئے محبت سے کہا تو اس کی بات پہ زرشالے نے اس کے سینے سے سر اٹھا کے خفگی سے اسے دیکھا۔

"اور آپ کی جان؟ "اس کے انداز پہ بالاج کا دل گویا ڈول اٹھا تھا۔

"میری جان میری کب رہی ہے وہ تو میں کب کی آپ پہ، آپ کی محبت پہ، آپ کی ان خوبصورت آنکھوں اور ان مشکبار گھٹاوں پہ وار چکا ہوں۔ " دلنوازی و جانثاری سے کہتا وہ اس کی آنکھوں اس کے رخساروں اس کی پیشانی اس کے ہونٹوں کو اپنے

لمس کی حدت سے معطر کرنے لگا تو زرشالے کی سانسیں سینے میں اٹکنے لگیں۔

"بالاج پلیز۔ "جب وہ دوبارہ اس کے ہونٹوں پہ جھکا تو وہ بوکھلاتی ہوئی اس نے پناہ حاصل کرنے کو اس کی بانہوں میں سمٹ گئی تو بالاج نے مسکراتے ہوئے اس انمول خزانے کو بازووں میں زور سے بھینچا۔

"زرشالے آپ خفا تو نہیں ہیں کہ میں نے آپ کے ڈ۔۔۔۔۔" کسی خدشے کے تحت اس نے نواز عالم کے متعلق بات کرنی چاہی کہ اس کی اصلیت تو زرشالے جان چکی تھی کہ وہ اس کا باپ تھا۔

"میرے ڈیڈ ڈاکٹر فرحان عالم ہیں ان کے علاوہ میں کسی شخص کو نہیں جانتی چاہے اس کا خون میری رگوں میں کیوں نہ دوڑ رہا ہو۔" اس کی قطعیت سے کہنے پہ بالاج ہولے سے سر ہلا گیا۔

"شادی کے لیے منع کیوں کر رہی ہیں ابھی، کیا چاہتی ہیں کہ پسٹل لے کے آوں اور اٹھا کے ساتھ لے جاوں تاکہ میں بھی کسی کا ڈیڈ کہلا سکوں۔"اس لمحے کی کلفت زائل کرنے کے لیے وہ معنی خیر لہجے میں بولا تو اس کی بے باکی پہ وہ اس قدر سراسیمہ ہوئی کہ اسے ڈھنگ سے گھور بھی نہ سکی۔

"کتنے بے شرم ہیں آپ۔ "حجاب آمیز لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اس کی گرفت سے نکلنا چاہا لیکن دوسری جانب وہ اس چیز پہ آمادہ نہ تھا۔

"اونہوں، پہلے بتائیں جو پوچھا ہے۔ "اس نے اپنے بازوؤں کو جھٹکا دیا تو وہ واپس اس کے سینے سے جا لگی تو وہ اسے محصور کرنے کو اس کی گردن پہ جھکا تو زرشالے کی ٹانگیں کپکپا اٹھیں۔

"بھابھی جب مکمل ٹھیک ہو گئیں تو ت۔۔تب کریں گے شادی۔ "اس کے لمس کی حدت سے سمٹتے ہوئے وہ بمشکل بول سکی تھی جب اچانک کچن میں دو چیخیں ایک ساتھ بلند ہوئیں۔

اس ناگہانی افتاد پہ بالاج فورا سیدھا ہوا تو زرشالے نے سرخ چہرے و گردن سمیت دروازے کی جانب دیکھا تو دل چاہا وہ کہیں غائب ہو جائے کیونکہ دروازے کے بیچ و بیچ صائم اور حماد آنکھوں پہ ہاتھ

دھرے کھڑے اسے گہری شرمندگی سے دو چار کر گئے۔

"ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ آپ کو کچن میں اپنے مومینٹس کو سپیشل بنانا اتنا پسند ہے ورنہ آپ کا بیڈ کچن میں اور آپ کے بیڈ روم میں کچن سیٹ کروا دیتا۔ "آنکھوں پہ ہاتھ دھرے دھرے صائم جھرجھری لینے کے سے انداز میں کہتا حماد کے ساتھ واپس پلٹ گیا۔

جبکہ حجاب آمیز شرمندگی کا شکار زرشالے اس کے الفاظ اور بالاج کے' ایڈٹ 'کہنے پہ اپنے حلق سے امڈنے والے دلکش قہقہے پہ قابو نہ پا سکی اور بے اختیار قلقل کرتی اس کے سینے پہ سر جما گئی۔

"آپ کی وجہ سے آج میرا نام لوو برڈز کے طور پہ لیا جانے لگا ہے مسٹر بالاج۔ "متبسم لہجے میں کہتے ہوئے وہ اس خوشیوں بھرے لمحوں کو محسوس کر

رہی تھی جبکہ اس کے سرشار وجود کو بانہوں میں سمیٹے بالاج اس کے کان پہ جھکا۔

"آپ پہ اب بہت سے ٹیگ لگیں گے ڈاکٹر زرشالے بالاج جیسے ماما، مم۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔ "اس کے کانوں میں دلکش سرگوشیاں کرتا وہ ان لمحوں میں اپنے مقدس رشتے کا سحر پھونکتا اسے گل و گلزار بنا رہا تھا۔

پھر اگلے چند منٹوں بعد ویڈنگ کیک کو زرشالے کے ساتھ مکمل کرواتے ہوئے ان کی محبت بھری سرگوشیوں اور شرارتوں پہ بے تاب ہوتے سرشار قہقہے اور کھکھلاہٹیں باہر بیٹھے افراد کو بھی مسکرانے پہ مجبور کر رہی تھیں۔

ــ

ــــــــــــــــــــــــــــــ

"یہاں کیوں لے کے آئے ہیں آپ مجھے؟ "اس نے اردگرد پھیلی تاریکی کو محسوس کرتے ہوئے ساتھ چلتے شخص سے سوال کیا تو اس نے اس کی ہتھیلی پہ گرفت مضبوط کرتے ہوئے اس کی جانب دیکھا۔

"ہنی مون منانے کے لیے۔ "بائیں آنکھ دباتے ہوئے اس نے بے باکی سے جواب دیا تو اس کے جواب پہ وہ بے ساختہ رکی۔

"اس جنگل میں؟ "ابھرتی ڈوبتی سانسوں پہ بمشکل قابو پاتے ہوئے وہ اس ویرانے کی جانب اشارہ کرتی بولی تو اس کے ہونٹوں پہ مدہم سی مسکان پھیل گئی۔

"ہاں نا کیونکہ جنگل میں منگل زیادہ رومینٹک رہے گا۔ "اس کے چہرے پہ پھسلتی بالوں کی لٹوں کو پھونک مارتا وہ شوخ لہجے میں بولتا اس کے رگ و پے میں سنسنی سی دوڑا گیا۔

"نن۔۔نہیں ہرگز نہیں۔ "اس کے ہاتھ کی مضبوط گرفت سے اپنی ہتھیلی کھینچتی وہ مزاحمتی انداز میں پیچھے کو کھسکنے لگی جب اس نے ایک جھٹکے سے اس کی ہتھیلی پہ گرفت مضبوط کرتے ہوئے اپنی طرف کھینچا تو اس نے اس افتاد پہ حواس باختہ سا ہو کہ اس کی جانب دیکھا۔

"اتنی جان جوکھم کر کے آپ کے وحشی بھائی کی حراست سے آپ کو جیت کے لایا ہوں یوں جنگل میں منگل کیے بغیر کیسے دور جانے دوں۔" گھمبیر لہجے میں بولتا ہوا وہ اس کے خوبصورت چہرے کو چھوتے ہوئے اس کی سانسوں کا زیروبم انتشار کا شکار کر گیا۔

"بالاج! ابھی ہماری رخصتی نہیں ہوئی۔" اس کی جسارتوں سے گھبراتے ہوئے وہ اندھیرے میں

کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی تو اس کی گردن میں سر دیے بالاج نے چہرہ اٹھا کے اسے دیکھا۔

"اسے لیے تو چھوٹ دے رہا ہوں۔ "اس کے ذومعنی انداز پہ اس کی دھڑکنیں مزید تیز ہوئیں۔

"چلیں آئیں اس اندھیرے میں واک کرتے ہیں کیونکہ ہنی مون ہم منا نہیں سکتے ابھی۔ "وہ جو یہاں اپنے کسی آفیسر سے فائل لینا چاہتا تھا لیکن زرشالے

کے ساتھ ہونے کی وجہ سے اس نے اسے یہی کہا کہ وہ زرشالے کو ساتھ لیے جنگل کی طرف جائے گا تو وہ گاڑی میں فائل رکھ دے۔

اب وہ کام ہونے کے بعد اس کے ہاتھ پکڑے خوشنما سرگوشیاں کرتا ہوا اس اندھیرے میں دلکش رنگ بکھیرنے لگا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ژالے جو حدیقہ بیگم کے کہنے پہ' عالم مینشن 'آنے پہ راضی ہوئی تھی جب وہ افگن اور حدیقہ بیگم کے ساتھ مینشن کے پورٹیکو میں پہنچی تو ان لوگوں کا انتظار کرتے فرحان عالم آگے بڑھے اور گاڑی کی ڈگی سے وہیل چیئر نکال کے اس کی جانب کا دروازہ کھولا اور ہلکے گلابی رنگ کے سوٹ کے ساتھ سر پہ آف وائٹ سکارف باندھے ژالے کو آہستگی سے باہر نکالا اور وہیل چیئر پہ بٹھایا۔

چونکہ اس کی سرجری رسکی تھی اور مکمل ریکوری بھی ابھی نہیں ہو سکی تھی اس لیے اس کے لیے ڈاکٹرز نے ابھی وہیل چیئر ہی سجیسٹ کی تھی کہ مومنٹ کے دوران اس کے سر کو زیادہ حرکت نہ برداشت کرنی پڑے۔

فرحان عالم اس کی وہیل چیئر کو ہولے سے گھسیٹتے اس کے ساتھ ہلکی پھلکی باتیں کرتے ہوئے ہال کے پاس پہنچے تو وہیں موجود سیڑھیوں کے پاس آ کے

رکے تو افگن نے وہیل چیئر سمیت اسے ان تین سیڑھیوں سے پار کیا تو اپنے اس بے بسی پہ اسے رونا آنے لگا مگر تبھی ان پہ پھولوں کی برسات ہونے لگی اور بہت سے مسکراتے چہروں کے ساتھ کھڑے نفوس نے اس کی توجہ اپنی سمت کھینچی۔

اپنے ایسے استقبال پہ وہ یقیناً خوش ہوتی جو اگر اس کی نظر سرخ رنگ کے خوبصورت سوٹ کے ساتھ میچنگ جیولری، ہیل پہنے کھلے بالوں کو شانوں پہ بکھرائے کھڑی عنیہ پہ اس کی نظر نہ پڑتی۔

اس کا مہکتا سرشار وجود اور اس کے چمکتے ہوئے بالوں کو دیکھ کے کچھ اسی لمحے کی در آنے والی بے بسی اور لاچاری اس وقت جیسے دس گنا بڑھ گئی تھی۔

تبھی ایک عجیب سا واقعہ رونما ہوا کہ ہال کے دروازے میں ہی اسے یوں وہیل چیئر پہ بیٹھے دیکھ کے عنیہ روتے ہوئے اس کے قدموں میں بیٹھی تو اپنی لاچاری پہ کڑھتی ژالے ایک دم سے گڑبڑا سی گئی۔

"مجھے معاف کر دو، میں نے تمہارے ساتھ بہت غلط برتاؤ کیا ہے۔پلیز مجھے میری غلطی کی معافی دے دو۔ "اس کی اس گریہ و زاری پہ اس نے بوکھلاتے ہوئے سب کی جانب دیکھا لیکن وہ سب خاموشی سے کھڑے ان دونوں کو ہی دیکھ رہے تھے افگن سمیت جبکہ دوسری جانب عنیہ کا رونا بڑھتا جا رہا تھا جو جانے کیوں اسے برا لگ رہا تھا۔

"دیکھو میں تمہاری نہیں میری بھی غلطی ہے۔پہلے میں

نے تمہارے فیانسی سے تمہیں ٹیز کرنے کو نکاح کر

لیا تھا اب تم نے ان سے شادی کر لی حساب

برابر۔ "وہ سب جو خاموشی سے ان دونوں کو دیکھ

رہے تھے ژالے کی صاف گوئی کے اس مظاہرے پہ

جیسے جھٹکا کھا کے رہ گئے اور تو اور عنیہ بھی رونا

بھول کے اسے دیکھنے لگی۔

"اور جہاں تک بات ہے تمہاری غیر اخلاقی باتوں کی تو وہ میں تمہارے شوہر کا اپنی سرجری پہ خرچہ کروا کے یہ بھی حساب برابر کر گئی۔" اب کی بار کی گئی اس کی لافشانی پہ زرشالے نے بے اختیار اپنے ماتھے کو' افففف ' کے سے انداز میں چھوا۔

"واٹ ربش! یہ کیا فضول گوئی ہے؟" اس کی اس قدر فضول بکواس پہ افگن ضبط نہ کر سکا تو سرد لہجے

میں فوراً اسے ناگواری سے ٹوکا جبکہ اس کی سرد آواز پہ ژالے کا دل مزید برا ہوا۔

"آپ کو اپنی مسز کا یوں میرے قدموں میں بیٹھنا اس قدر برا لگ رہا ہے تو آپ انہیں منع کریں نا۔"

اسے یہی لگا کہ وہ شاید عنیہ کو یوں رونا برداشت نہیں کر پا رہا تھا اس لیے شاکی لہجے میں کہتی وہ ہولے سے خود ہی وہیل چیئر گھسیٹتی وہاں سے ہٹنے

لگی جب حماد، صائم اور ارحم کی ہنسی افگن، بدر اور عنیہ کے چہروں کو دیکھ کے بے قابو ہو گئی۔

"ویسے ہمیں اس بات کی زیادہ خوشی ہے کہ دی گریٹ شیر افگن عالم کے سامنے بھی بولنے والا میرا مطلب والی میدان میں آ چکی ہیں۔" حماد نے محظوظ کن انداز میں کہا تو سب کے ہونٹوں پہ دبی دبی مسکان اور ان تینوں کے حیرت زدہ چہرے دیکھ کے وہ گڑبڑائی۔

"کچھ غلط کہہ دیا کیا؟ اب سر اس عنیہ کے سامنے کوئی سزا نہ دے دیں۔ "اس نے دل ہی دل میں سوچا جب وہ اجنبی فرد جو اس نے آج ہی دیکھا تھا وہ آگے بڑھا اور عنیہ کو کندھوں سے تھام کے اپنے پہلو میں کھڑا کیا۔

"میں بدر کامران ہوں عنیہ کا شوہر اور میں آپ سے اپنی بیوی کی طرف سے معافی مانگتا ہوں کہ

انہوں نے اپنی اخلاق سوز باتوں سے آپ کی ذات کی تحقیر کی ہے اور مجھے امید ہے کہ آپ اس کی اس غلطی کو معاف کر دیں گی۔ "بہت شائستہ انداز میں کہتا ہوا بدر ژالے کو ششدر کر گیا۔

"اگر آپ عنیہ کے شوہر ہیں تو یہ ان کی شادی کس سے ہوئی تھی؟ "حیران پریشان ژالے نے افگن کی جانب اشارہ کیا تو افگن کے ضبط کا پارہ چھوٹ گیا۔

"تم کچھ دیر چپ ہو جاو کیونکہ تم خاموش مجھے زیادہ اچھی لگ سکتی ہو۔ "سنجیدگی سے کہتا ہوا وہ اس کی وہیل چیئر گھسیٹتا آگے بڑھا اور اس ڈرامائی سی سچویشن کو تار تار کرنے میں مکمل کامیاب ہو گیا۔

"ویسے آپ اس دنیا کی واحد بیوی ہوں گی جو اپنے شوہر کی زبردستی دوسری بیوی پیدا کرنے پہ تُلی ہوئی ہیں۔ "ارحم نے اسے دیکھتے ہوئے شرارت سے کہا تو ژالے جو اب عنیہ اور زرشالے کے بیچ و بیچ بیٹھی

عنیہ کی سنسنا خیز شادی کی خبر سن رہی تھی اس کی شرارت پہ جھینپ سی گئی۔

لیکن اس کے چہرے کی کھلی رنگت اور سکون بتا رہا تھا کہ اسے اس بات کو جان کے بہت سکون ملا تھا کہ افگن عالم پہ صرف اور صرف اسی کا حق ہے۔

"حالانکہ اس سے بہتر یہ نہیں ہے کہ آپ اپنے لیے دیورانی تلاش کریں۔" حماد نے ٹکڑا لگایا تو ژالے نے فورا اس کی بات پکڑی۔

"جس دن آپ کو اپنا تعارف اچھے سے کروانا آ گیا اس دن یہ تلاش شروع کر دوں گی۔" اس کی جوابی برجستگی پہ محفل زعفران ہو گئی۔

اور پھر جب سب نے ویڈنگ کیک لاتے ہوئے اسے بتایا کہ آج اس کی آفیشل رخصتی ہے تو اسے یاد آیا کہ منتشا اور مسز جوزف نے کیسے روتے ہوئے اسے ہاسپٹل سے بھیجا تھا اور اس کے کہنے پہ بھی اس کے ساتھ مینشن نہیں آئیں۔

جب زرشالے اور بالاج محتاط سے انداز میں کیک لاتے دکھائی دیے تو ژالے کا دل نجانے کیوں تیز دھڑکنے لگا۔

وہ اس لمحے پہلی دفعہ نوخیز لڑکیوں کی طرح ان لمحوں کی خوبصورتی محسوس کر رہی تھی اگرچہ شیر افگن نے اسے محبت و چاہت یا اعتبار کے کوئی خوشنما جگنو اس کے ہاتھ میں نہیں تھمائے تھے لیکن اس کے گھر والوں کا ساتھ ان کی محبت، شیر افگن کی موجودگی اور خود پہ لٹکتا لمحہ مرنے کا خوف ختم ہونے کا احساس یہ سب اسے جیسے ہواوں میں اڑا رہے تھے۔

وہ جانتی تھی زندگی اور موت اللہ کے ہات میں ہے اور وہ بنا کسی بیماری کے لمحے میں بھی جان لے سکتا ہے لیکن تکلیف دہ احساس کے ساتھ لمحہ لمحہ موت کا خوف اسے زیادہ کرب سے گھائل کرتا تھا۔

"آ جائیں شیر بیٹے کیک حلال کریں۔ "مصطفی انکل شگفتگی سے بولے اور اسے صوفے پہ بیٹھی ژالے کے پہلو میں آنے کا اشارہ کیا تو وہ جزبز سی ہو گئی

کیونکہ یوں پر شوق نگاہوں کا مرکز بننا اسے فطری حجاب میں مبتلا کر رہا تھا۔

اس کے سرخ مگر قدرے کمزور چہرے پہ نظر ڈالتا وہ آگے بڑھا اور اس کے ساتھ صوفے پہ بیٹھا تو اس نے دیکھا کہ وہ فورا سمٹتی ہوئی پرے کھسکی تھی۔

اس کی اس حرکت پہ لب بھینچتے ہوئے اس نے چھری پکڑے بہت نامحسوس انداز میں اس کے ہاتھ کو تھام کے اپنی طرف کھینچا اور کیک پہ چھری رکھی۔

"آج تم سے سارے حساب کتاب کلیئر کرنے کی رات ہے اور آج تم یہ بھی جاننے والی ہوں کہ میں تمہاری ذات پہ جشن کیسے منا سکتا ہوں۔" کیک

کاٹتے ہوئے وہ گہرے لہجے میں ذومعنویت سموئے

بے باکی سے بولتا اس کے چھکے چھڑا گیا۔

اس نے فورا لرزتے ہوئے اس کے ہاتھ تلے سے

ہاتھ کھینچنا چاہا لیکن وہ بہت اطمینان سے کیک کو

'حلال 'کرتا ایک پیس حدیقہ بیگم کی جانب بڑھا گیا۔

"یہ فاول ہے لالہ، بھابھی کو کھلائیں کیک۔ "

زرشالے نے فورا دہائی دی تو وہ اس کی جانب متوجہ

ہوا۔

"آپ بھابھی پہ فوکس کرنے کی بجائے اپنے ساتھ کھڑے اس پیس کو دیکھ لیں جو لالچی نگاہوں سے اس کیک کے ساتھ ساتھ آپ کو گھورنے کی کوشش کرتا مجھے غصہ دلانے کی کوشش کر رہا ہے۔" اس نے بہت چالاکی کے ساتھ ژالے کو کیک کھلانے والی بات گول مول کرتے ہوئے بالاج کو نشانہ بنایا تو سب کے حلق پھاڑ قہقہوں اور اس کی لافشانی پہ بالاج دانت کچکچا کے رہ گیا۔

"میں ہمیشہ کی طرح اب بھی یہی کہوں گا کہ موت آ جائے لیکن تم جیسے وائٹ کالر غنڈے کی بہن پہ دل نہ آئے۔" اس کے دانت کچکچا کے کہنے پہ سب ایک دفعہ پھر سے کھل کے ہنس دیے۔

اپنی کوشش میں کامیابی حاصل کرتا وہ موقع دیکھ کے اس کی جانب جھکا۔

"کیک میں رات کو کھاؤں گا بھی اور زرشالے کی بھابھی کو بھی کھلاؤں گا۔ "اس کے لہجے کا بھاری پن اور خمار بلنٹ سی ژالے کی بھی دھڑکنیں بڑھا گیا تھا۔

اور آنے والے لمحوں کو سوچتی وہ اپنے ہاتھ پیروں میں سنسناہٹ سی محسوس کرنے لگی۔

"بھابھی !اپنے کمرے میں کس کے ساتھ جائیں گی؟ "

کھانا کھانے کے بعد اچھی خاصی گپ شپ لگانے کے بعد جب مصطفی انکل اور ثمینہ بیگم صائم اور ارحم کے ساتھ جانے لگے تو حماد نے بڑی سنجیدگی سے ژالے کو مخاطب کیا تو وہ گڑبڑائی۔

"ماما کے ساتھ۔ "وہ تیزی سے بولی تو اس کے جواب پہ جس طرح سب ہنس پڑے وہ جزبز سی ہو گئی۔

"اپنے شوہر کی شکل دیکھیں جو آپ کے جواب پہ اتر گیا ہے۔ "صائم نے اپنی جگہ چھوڑتے ہوئے ٹکڑا لگایا تو افگن نے ایک زبردست گھوری سے اسے نوازا۔

"محتاط رہو بچے، ورنہ واپس مانچسٹر ٹرانسفر کروا دوں گا تینوں کو۔ "اس نے ایک ساتھ تینوں کے غبارے سے ہوا نکالی تو تینوں کے چہرے بن گئے۔

ژالے کی کنڈیشن کی وجہ سے شیر افگن اور اس کے لیے نچلے پورشن پہ ہی ایک لگژری روم ڈیکور کروا دیا تھا اس لیے زرشالے اور عنیہ اسے روم میں چھوڑنے آئیں تو کمرے میں جگہ جگہ پڑے فریش پھولوں کے بکے اس کے حواس معطل کرنے لگے اس پہ مستزاد جب عنیہ اور زرشالے کمرے سے نکل گئیں تو اسے اپنی ساری بیوقوفیاں یاد آنے لگیں تو پریشانی مزید بڑھنے لگی۔

وہ اپنی ہی سوچوں میں مگن بیٹھی اپنی کلائی میں موجود طلائی کنگن کو ہلا رہی تھی جو اسے حدیقہ بیگم نے پہنایا تھا جب شیر افگن اس کے نزدیک بیڈ پہ آ کے بیٹھا تو وہ جیسے گہرے خواب سے چونکی تھی۔

"آپ؟ "اس نے حیرت سے اسے دیکھا تو افگن نے توجہ سے اسے دیکھا جو ٹانگیں آگے پھیلائے ان پہ

کمفرٹر اوڑھے بیڈ کراون کے ساتھ تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے تھی۔

"کیوں ابھی بھی یہی گمان تھا کہ کسی اور گمنام بیوی کے پاس پہنچ گیا ہوں؟ "اس کے طنزیہ انداز پہ ژالے کے دل کو کچھ ہوا۔

"یہ سب آپ کی وجہ سے ہی ہوا تھا اس لیے آپ سارا الزام مجھ پہ نہیں دھر سکتے۔ "اس نے اپنے

مخصوص انداز میں بات پٹخ سے اس کے منہ پہ ماری تو اس کے چہرے کی گھمبیرتا بڑھنے لگی۔

"اب وہ وجہ بھی بتا دو۔ "اس کے اطمینان پہ اس کے دل میں دھواں سا بھرنے لگا جبکہ آنکھوں میں جیسے مرچیاں سی چبھنے لگیں۔

"کیا آپ نے ہی عنیہ کے ساتھ اپنی شادی کی ڈیٹ فکس نہیں کی تھی اور پھر وہ طل۔۔طلاق کے پیپرز،

مجھے لگا کہ آ۔۔۔۔۔۔۔۔ "اس لمحے کی اذیت یاد کرتے کرتے اس کی ہچکیاں بندھنے لگیں تو افگن نے بڑھ کے اس کے آنسو اپنی پوروں میں چنے۔

"میں یہ بات تسلیم کرتا ہوں کہ میں غلط تھا لیکن میں نارمل نہیں ہوں ژالے، میں نے ایک ابنارمل ماحول میں پرورش پائی ہے اور پھر ماما کے ساتھ ہونے والے حادثے کی وجہ سے میرے اندر سے جیسے سارے احساسات و جذبات مر چکے تھے لیکن

اس کے باوجود میں کسی لڑکی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔ تبھی جب میں نے تمہیں پہلی دفعہ دیکھا تو تمہاری تکلیف کے باعث تمہیں دماغ سے جھٹک نہ سکا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ میں تم سے محبت کرنے لگا تھا لیکن مجھے تمہاری تکلیف جاننا تھی۔ پھر جب تم مجھے ملی تو اپنے پہلے تاثر کے برعکس اس دن تم بہت پراعتماد اور خوش باش دکھائی دی اس لیے میں نے اپنی زندگی کا بہت بڑا جوا کھیلا۔ "اس کے

چہرے کو اپنے انگوٹھوں سے سہلاتے ہوئے وہ اپنے مخصوص انداز کے خلاف بہت نرمی سے بول رہا تھا۔

"شادی میرے لیے ایک جوا ہی تھی کیونکہ میں بیشک ڈیڈ کے زیرِ سایہ رہتا تھا لیکن میری ذات پہ پاپا) نواز عالم (کی بھی ذات کا گہرا اثر تھا اور میں نہیں چاہتا تھا کہ میں کسی لڑکی کو حدیقہ عالم بناوں اس لیے میں رشتے بنانے سے متامل تھا مگر تم میرے لیے ایک بند کتاب تھی جسے مجھے پڑھنا تھا

اور دوسرا تم سے شادی کا مقصد میرا ذاتی مفاد بھی تھا کیونکہ تم احمد اینڈ سنز کمپنیز میں کام کر رہی تھی۔ اور پھر وقت گزرنے کے ساتھ مجھے تم سے محبت تو نہ ہوئی تھی لیکن میں تمہارا بری طرح سے عادی ہو رہا تھا اور یہ عادت میرے لیے مہلک نشے کی مانند ثابت ہو رہی تھی۔

اور پھر جب تمہاری بیماری کا علم ہوا تو مجھ پہ یہ انکشاف ہوا کہ میری عادت محبت میں تبدیل ہو چکی تھی۔ یہ انکشاف ہونے کے باوجود میں تمہیں کوئی

آس نہ دلا سکا کیونکہ میں خود کو جج کرنا چاہتا تھا کہ آیا میں اس رشتے کو لے کے چل سکتا ہوں یا اپنی ڈارک سائیڈ کے ساتھ تم سے نبھاہ کروا سکوں گا۔اور شاید یہ میری غلطی تھی اور اسی غلطی کے باعث تم غلط فہمی کا شکار ہو کے غائب ہو گئی تھی۔میں تمہاری بیماری کا تمہارے ساتھ تذکرہ کر کے تمہیں وقت سے قبل کمزور نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے پہلے تمہاری میڈیٹیشن مکمل کی اور پھر شادی کی ڈیٹ اس لیے جلدی فکس کی کہ اس

سے اگلے دن تمہاری سرجری تھی۔" اس نے افگن کو اتنا بولتے ہوئے کبھی نہیں سنا اور آج جب سنا تھا تو یہ ساری باتیں اس کی آنکھوں کو بار بار بھگو رہی تھیں۔

"جب آپ میرے بنا کسی وارث کے نام و نشان وجود کے ساتھ نبھاہ کرنے کو تیار ہو گئے تھے تو آپ کو یہ کیوں لگا کہ میں اس شخص کو برداشت نہیں کروں گی جو میرے لیے ہاسٹل کے گھٹن زدہ

ماحول میں گھنٹوں میرا انتظار کرتا ہے، جو مجھے اپنے مفاد کے لیے دوسروں کے آفس تو بھیجتا ہے لیکن میری حفاظت کے لیے لوگ میرے اردگرد جمع رکھتا ہے۔ "اس کے ہاتھوں پہ اپنے ہاتھ رکھتے ہوئے وہ محبت بھرے لہجے میں بولی تو افگن کے خوبصورت چہرے پہ نرم تاثر پھیل گیا۔

"اچھا تم نے کبھی مجھے بتایا نہیں کہ تم مجھ سے اس قدر شدید محبت کرتی ہو۔ "متبسم لہجے میں کہتے

ہوئے اس نے ہولے سے اس کی ناک کی نوک کو چھوا تو وہ اس کی شرارت پہ گڑبڑائی۔

"میرا وہ مطلب نہیں تھا۔ "وہ فوراً منکر ہوئی تو اس نے لب اس کی ٹھوڑی پہ رکھے۔

"اچھا چلو پھر یہ بتا دو کہ مجھ سے محبت کب ہوئی تمہیں؟ "اس کے ٹھوڑی سے سرکتے لب رخسار پہ

پہنچے تو اس کے لمس کی حدت سے سمٹتی ژالے کے
لب بے ساختگی میں ہلے۔

"جب آپ نے مجھے ساری دنیا کے سامنے اپنایا۔"

اس کا جواب سن کے افگن کے دل پوری قوت سے
دھڑکا۔

اسے بے ساختہ اپنے نکاح کا دن یاد آیا۔

ژالے کے اس خوبصورت انکشاف پہ وہ جھکا اور اس کے شگرفی ہونٹوں پہ اپنے پیار کے رنگ نچھاور کرنے لگا۔

"پلیز "!چند فسوں خیر لمحوں کے انتظار کے بعد وہ جب پرے ہوا تو اس نے فورا اس کے سینے میں چہرہ چھپاتے ہوئے جائے فرار چاہی۔

"میرا ارادہ آج تم سے سارے حساب کتاب چکتا کر کے کیک کو اپنی مرضی سے کھانے کا تھا لیکن شکر مناو تمہاری حالت تمہیں بچا گئی۔" اس کے کندھے پہ لب رکھتے ہوئے اس نے معنی خیزی سے سرگوشی کی تو وہ اس کی شرٹ کو زور سے مٹھیوں میں دبوچ گئی۔

"آپ اس قدر بے شرم کیوں ہیں؟ "وہ اس کے سینے میں ہی چھپی بھنچے بھنچے لہجے میں گویا ہوئی تو اس کا زندگی سے بھرپور قہقہہ گونج اٹھا۔

"اونہوں، جو کچھ پہلے ہوا وہ ایک نکاح فائیڈ بے شرمی تھی اصل بے شرمی کے مظاہرے آپ ایک دو ماہ کے بعد دیکھیں گی۔ "اس کی بے باکی پہ ژالے کی دھڑکنیں بے قابو ہوئی جا رہی تھیں۔

"لیکن اس ایک دو ماہ میں ہم ایک ادھورا کام ضرور مکمل کر سکتے ہیں۔ "اس کے سکارف سے ڈھکے سر کو دیکھتے ہوئے اس نے سنجیدگی سے کہا تو وہ اس کے سینے سے چہرہ اٹھا کے استفہامیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی جو اسے یونہی بازووں میں سمیٹے تھوڑا آگے ہوا اور سائیڈ ڈرا سے کچھ نکالا۔

"یہ۔۔۔؟؟ "ژالے نے بے یقینی نے اس پورٹ فولیو کو دیکھا جہاں وہ اپنی من پسند جگہ دیکھنے کے بعد اس جگہ کی تصاویر لگایا کرتی تھی۔

"ایک بارش میں بھیگتی لڑکی کی خواہشات کا خلاصہ ہے، تو کیا خیال ہے چلو گی میرے ساتھ اپنے خواب پورے کرنے کے لیے؟ "اس کے سامنے اپنی کشادہ ہتھیلی پھیلائے وہ گھمبیر لہجے میں بولا تو زندگی کے

اس خوبصورت سرپرائز پہ ژالے کا دل سجدہ شکر سے لبریز ہوا۔

اس نے فوراً کپکپاتا ہوا ہاتھ اس کی ہتھیلی پہ رکھا تو افگن نے جھک کے اس کے ہاتھ کی پشت پہ اپنے لب رکھے۔

"لیکن سر میرے بال۔۔۔۔ "کسی خدشے کے تحت اس نے اپنے بنا بالوں کے سر پہ ہاتھ رکھا جبکہ چہرہ فورا پھیکا پڑا۔

"میں بنا بالوں کے بیوی کے ساتھ کام چلا لوں گی لیکن سر کہتی ہوئی بیوی کے ساتھ گزارا مشکل ہو جائے گا کیونکہ تم جانتی ہو کہ میں اپنی پرسنل اسسٹنٹ و پرسنل وائف کے ساتھ حساب کتاب چکتا کرنے میں اس کی صحت کا لحاظ کر کے بھی دیر

نہیں لگاتا۔ "اس کے ذو معنویت سے لبریز سنجیدہ مگر متبسم لہجے میں کہے گئے الفاظ پہ اس کی نگاہوں میں آفس میں کیے گئے اس کی بے شرمی کے لاتعداد مظاہرے یاد آئے تو چہرہ شرم و حیا کے احساس سے تمتما اٹھا جبکہ دل گویا کانوں میں دھڑکنے لگا تبھی وہ گڑبڑائی۔

"ن۔۔نہیں افگن ٹھیک ہے۔ "اس کی بے ساختگی پہ ہنستے ہوئے وہ جھکا اور اس کے ہونٹوں کے گہرے سرخ چراتا اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ گیا۔

اور پھر وہ دونوں اپنی اپنی ڈارک سائیڈز کو ایک دوسرے کے ساتھ اور چاہت کے ساتھ چھپائے

ژالے میر کے خوابوں کو حقیقت کا رنگ دینے کے لیے نگر نگر گھومنے لگے۔

ژالے میر کے پورٹ فولیو میں مختلف ملکوں کے مختلف شہروں کی تصاویر کا اضافہ دن بدن ہوتا جا رہا تھا۔ان تصاویر میں سر کو سکارف سے لپیٹے ژالے میر کسی تصویر میں اس کے سہارے کھڑی ہوتی تھی تو کہیں افگن کی باہوں میں مقید۔

کہیں وہ فطرت کو خوبصورتی کو محسوس کر رہی ہوتی تو کہیں وہ افگن کے لمس پہ شرمائی اور لجائی ہوئی ہوتی تھی۔

لیکن ان تصاویر میں نظر آتی ژالے میر کے چہرے پہ اس وقت چھائی سچی خوشی اس کی ساری محرومیوں کو ختم کر گئی اور یہی چیز اس کی کل کائنات منتشا اور مسز جوزف کو پر سکون رکھتی تھی۔

"ڈاکٹر کے ساتھ کل اپائنٹمنٹ ہیں تو کیا خیال ہے اس سے اجازت لے نہ لوں کہ مجھے کیک کھانا ہے۔ "نیویارک کی خوبصورت سڑکوں پہ چلتے ہوئے افگن نے اپنے ساتھ چلتی ژالے کے کان میں سرگوشی کی تو وہ سر تا پا فورا رنگوں میں نہا گئی۔

"ن۔۔نہیں میری طبیعت خراب ہے۔ "وہ گڑبڑاتے ہوئے اسے بولی تو اس نے لپک کے اسے بازوؤں میں جھکڑا۔

"ایسی کی تیسی تمہاری طبیعت کی۔ "اسے بازووں میں اٹھائے وہ اس کے کھکھلاتے وجود کو لیے اپنی گاڑی کی طرف بڑھا جہاں سے اب وہ ڈاکٹر کے پاس جانے والے تھے۔

کیونکہ دو ہفتے بعد انہوں نے پاکستان واپس جانا تھا۔

وہ دونوں مختلف محرومیوں کے سائے تلے پلے نامکمل افراد تھے جن میں بہت سی خامیاں بھی تھیں لیکن ان کے دل ان خامیوں پہ حاوی ہوئے ایک دوسرے کے لیے مرہم بن چکے تھے۔

میری زندگی کی کتاب میں
میرے روز و شب کے حساب میں

تیرا نام جتنے صفحوں پر ہے

تیری یاد جتنے شبوں میں ہے

وہی چند صفحے ہیں متاعِ جاں

انہی رتجگوں کا شمار ہے

کچن شیلف کے سامنے کھڑی وہ گزری رات کے بارے میں سوچ رہی تھی جب اس نے گہرے بادل کی مانند اس پہ اپنی شدتوں کی بارش کھل کے برسائی تھی۔

اس شخص کی شدتوں سے گھبراتی وہ اس کے وجود میں پناہ گزین ہوتی اسی سے چھپنے کی سعی کرتی اس کو اپنا وجود سونپ گئی تھی۔

اس کی محبت اور جنونیت کے بارے میں سوچتے ہوئے وہ مسکراتی ہوئی آملیٹ بنانے لگی۔

"تمہیں پتہ ہے نا کہ میں اپنی چیزوں کے بارے میں کتنا پوزیسو ہوں۔" شیلف پہ رکھے باول میں

تیزی سے آملیٹ کا آمیزہ پھینٹتے ہوئے اس کے ہاتھ عقب سے آتی گھمبیر آواز پہ تھمے لیکن اس نے گردن موڑنے کی غلطی نہ کی۔

"نہیں۔ "بنا مڑے آہستگی سے جواب دیتے ہوئے اس نے ہاتھ کی سپیڈ وہی رکھنی چاہی لیکن اس کے اٹھتے قدموں کی آہٹ محسوس کر کے ہاتھوں کی حرکت اور دل کی دھڑکن ایک ساتھ مدھم ہوئی تھی۔

"کیا تم واقعی نہیں جانتی؟ "اس کی پشت پہ کھڑے
ہوتے ہوئے اس نے دونوں ہاتھ اس کے پیٹ پہ
رکھتے ہوئے اسے اپنے حصار میں لیتے ہوئے اس
کے کان میں سرگوشی کے سے انداز میں استفسار کیا
تو وہ اس کے انداز پہ کانپ اٹھی جبکہ دماغ اس
منظر کو سوچنے لگا جب آپریشن کے بعد اسے دوبارہ
سے ہاسپٹل سے کڈنیپ کرنے کی کوشش کی گئ تھی
اور اس چیز کے بارے میں صرف وہ اور افگن ہی

واقف تھے اور تب یہ شخص ہتھیاروں سے لیس افراد کے سامنے نہتے کھڑے ہو کے دھاڑ رہا تھا۔

"میری بیوی کو ہاتھ کس نے لگایا؟میں نے آپ سے کہا تھا کہ اپنے گھٹیا کاموں میں میری بیوی کو شامل کرنے کا سوچنا بھی مت۔"پوری شدت سے دھاڑتے ہوئے وہ اس کے زخمی چہرے کو دیکھتا جیسے پاگل ہوئے جا رہا تھا۔

"میری پوزیسیونیس کے ثبوت تو ابھی بھی کسی

ہاسپٹل اور جیل میں موجود ہیں اور۔۔۔" اس کی

گھمبیر آواز نے اس کے خیالات کا تسلسل توڑا تو وہ

چونکی جو بات ادھوری چھوڑے اس کے سرخ رخسار

کے ساتھ اپنا رخسار رگڑ رہا تھا۔

"اور سب سے بڑا ثبوت تو گزری رات۔۔۔۔ "

وہ نجانے کیا کہنا چاہتا تھا لیکن اس کی گستاخیوں پہ

شرم سے دہری ہوتی وہ فورا پلٹ کے اس کے بے

لگام ہونٹوں پہ ہاتھ رکھتی اس کے سینے پہ سر ٹکا گئی۔

"پلیز۔۔۔۔"

"تم کیوں صبح صبح پھر سے میرے جذبات بھڑکانے کی کوشش کر رہی ہو؟ "اس کے اپنے سینے سے لگے دلکش وجود کو خود میں بھینچتے ہوئے وہ بھاری مخمور لہجے میں بولا تو ژالے کا وجود سنسنا اٹھا۔

"آپ مجھ پہ الزام نہیں لگائیں آپ کے جذبات ہر وقت ہی ابلتے رہتے ہیں۔" اس کے زور سے بھینچنے پہ بمشکل اپنی چیخ پہ قابو پاتی ہوئی وہ بنا سوچے سمجھے بولی تو افگن نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھنساتے ہوئے اس کا چہرہ اپنے سامنے کیا اور خود اس کے چہرے پہ جھکا۔

"تو پھر تم کیوں اس آگ کو ٹھنڈا کرنے کا کام نہیں کرتی؟ "شدت بھرے لہجے میں کہتے ہوئے وہ مزید اس کے چہرے پہ جھکا تو وہ بری طرح سے گڑبڑائی۔

"اف۔۔۔۔۔ "اس نے اسے ٹوکنا چاہا لیکن وہ اس کے ہونٹوں پہ جھکتا اس کی سانسوں پہ بری طرح سے قابض ہو چکا تھا۔

وہ نجانے کب تک اس پہ حاوی رہتا کہ اچانک اس کے ٹراوزر میں رکھا اس کا موبائل گنگنایا تو وہ اسے

اپنی گرفت سے آزاد کرتا ہوا سیدھا ہوا تو وہ اس کی شدتوں سے بے حال ہوتی بگڑے تنفس کے ساتھ اس کے سینے سے سر ٹکا گئی جبکہ وہ اس کے بالوں کو چھوتا ہوا پاکستان سے آئی کال سننے لگا۔

آپریشن تھیٹر سے نکلتے ہوئے اس نے تھکے انداز میں چہرے سے ماسک ہٹایا اور اپنے روم کی جانب

بڑھ گئی۔ خوبصورت مگر سادگی سے سجے روم میں داخل ہو کے اس نے اپنے ہاتھ دھوئے اور سیدھا آ کے صوفے پہ نیم دراز سی ہو گئی۔

آج اس نے بیک ٹو بیک دو آپریشنز کیے تھے جنہوں نے اسے زہنی اور جسمانی طور پہ تھکا ڈالا تھا تبھی وہ کسلمندی سے پشت صوفے سے ٹکائے آنکھیں موند چکی تھی۔

اسے اس انداز میں بیٹھے تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ" دھپ "کی زوردار آواز پہ اس کے سوئے سوئے سے اعصاب ایک دم سے بیدار ہوئے۔ اس نے اپنی خوابیدہ نگاہیں اٹھا کے کھڑکی کی جانب دیکھا تو حلق سے بے اختیار چیخ بلند ہوئی۔

"ششش!ڈاکٹر چلانے کی کوشش مت کیجیے گا ورنہ مجھے یہ آواز کسی اور طریقے سے بند کرنا پڑے گی کیونکہ اس آواز کو بنا پسٹل کے بھی میں 360

طریقوں سے بند کر سکتا ہوں۔ "سیاہ لبادے میں ملبوس وہ چہرے پہ سیاہ رومال باندھے ہاتھ میں پسٹل گزرے دنوں کی یاد بنا اس کے سامنے کھڑا بے باکی سے بولا تو اس کی آخری بات پہ اس نے تمتماتے چہرے کے ساتھ اسے گھورنے کی کوشش کی۔

"شرم نہیں آتی آپ کو یوں ایک ڈاکٹر کے کمرے میں آ کے اس کے ساتھ ایسی فضول گوئی کرتے ہوئے۔ "وہ فورا سنبھلتے ہوئے بظاہر شرم دلانے

والے لہجے میں بولی لیکن دوسری جانب ڈھٹائی اور بے شرمی عروہ پہ تھی۔

"اگر یہ ڈاکٹر اگلے دو منٹ میں اپنی جگہ سے نہ اٹھی تو یہ بلیک ایگل فضول گوئی کے ساتھ فضول حرکت کرنے سے بھی گریز نہیں کرے گا۔" اس کی کرسی کے بے حد نزدیک آ کے ٹھہرتا وہ اس کی جانب جھکتے ہوئے بے باکی سے بولا تو اس کے چہرے پہ قوس و قزح کے رنگ بکھرنے لگا۔

"میں اپنے لالہ کو شکایت لگاؤں گی اگر مجھے ہراس کرنے کی کوشش کی تو۔"اگر وہ بلیک ایگل بنا تھا تو وہ بھی اس وقت اس کی زرشالے نہیں بلکہ ڈاکٹر زرشے ہی تھی۔

"لیں کریں بات۔"گزرے دنوں میں کی گئی ڈھٹائی کی مثال قائم رکھتے ہوئے اس نے افگن کا نمبر ملا کے اس کے سامنے موبائل رکھا تو وہ گڑبڑائی۔

"بالاج۔۔۔۔۔۔۔ "دانت کچکچاتے ہوئے اس نے کال بند کی اور اس کی جانب دیکھا جو ہنستے ہوئے اسے اپنی جانب کھینچ چکا تھا۔

"ایک اچھا موقع آپ ضائع کر چکی ہیں کیونکہ میں آپ کو کڈنیپ کرنے والا ہوں۔ "ڈرامائی انداز میں کہتے ہوئے اس نے اس کے رخساروں کو شدت سے

چوما اور اپنا رومال اتار کے پسٹل جیکٹ میں چھپاتا وہ اسے ساتھ لیے دروازے کی جانب بڑھا۔

اور پھر ہاسپٹل کے کوریڈور سے گزرتے ہوئے ان کی دبی دبی سرگوشیاں اور کھکھلاہٹیں اس بات کی گواہ تھیں کہ دنیا والوں کی پلاننگز کے برعکس اللہ پاک نے ان کی محبت کو ایک خوبصورت منزل عطا کر دی ہے۔

گر محبت احساس ہے تو وہ احساس تم ہو

اگر محبت جذبات ہے تو وہ جذبات تم ہو

اگر محبت پھول ہےتو وہ پھول تم ہو

اگر محبت خوشبو ہے تو وہ خوشبو تم ہو

اگر محبت شاعری ہے تو وہ شاعری تم ہو

اگر محبت گیت ہے

اگر محبت ساز ہے
تو وہ گیت تم ہو

اگر محبت آواز ہے
تو وہ ساز تم ہو

تو وہ آواز تم ہو

اگر محبت راز ہے تو وہ راز تم ہو

اگر محبت سکون ہے

تو وہ سکون تم ہو اگر محبت جنون ہے

تو وہ جنون تم ہو

اور اگر کسی سے اظہار کرنا محبت ہے

تو ہاں میرے ہمدم مجھے تم سے محبت ہے

بے حد بے پناہ بے انتہا محبت ہے

ختم شد۔۔۔۔